انوار الصادقین

فی

مواعظ الصائمین

...فہ شریعتمدار حجۃ الاسلام صادق الملۃ بدر الشریعۃ آقا مولانا صادق علی نجفی مجتہد العصر مدظلہ العالی

ہدیہ [illegible]

...دق پریس رکابگنج لکھنؤ
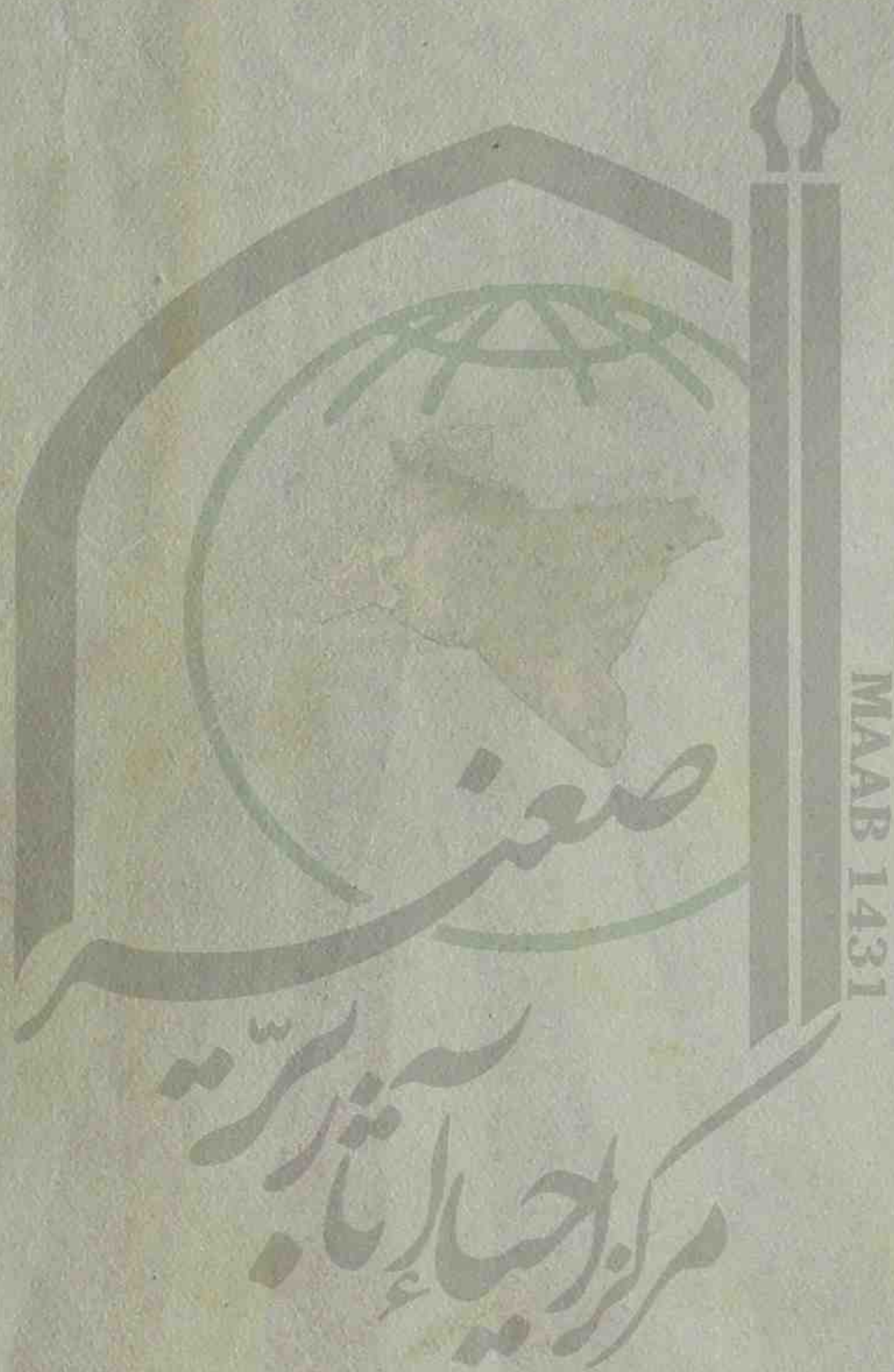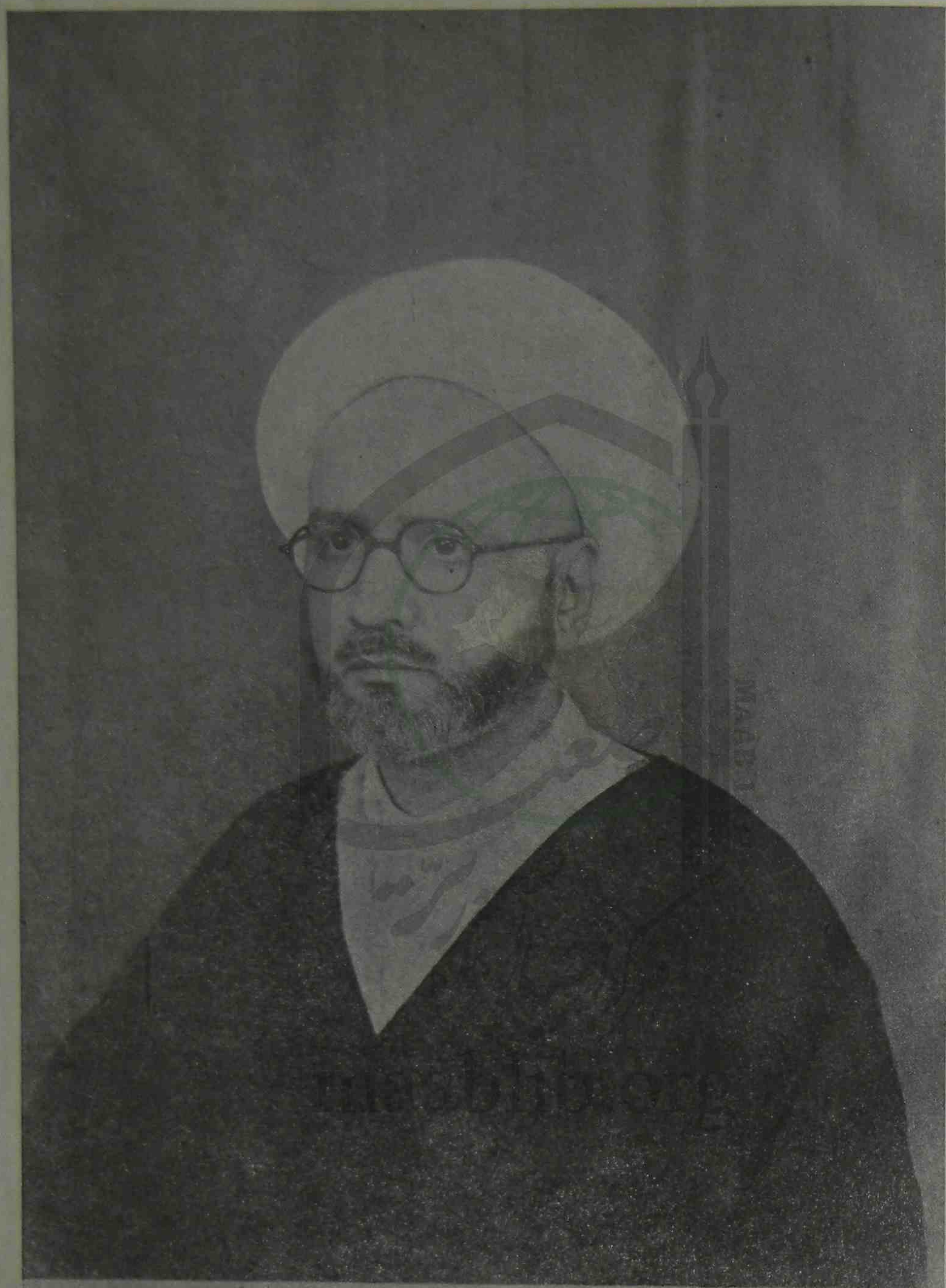
سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام صادق الملۃ بدالشریعۃ آقا مولانا صادق علی نجفی مجتہد اعظم مد ظلہ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

بفضل وکرم ایزد منان۔ وعنایت ربّ دو جہان کتاب مستطاب لاجواب مدلل بدلائل سنت وکتاب رونق آسمان و زمین۔ خوش الفاظ و عبارت شیریں و مضامین دلنشین راحت و آرام دہ سامعین نورچشم ناظرین قوت و قلب واعظین۔ موضح ائمہ معصومین۔ منجی یوم ینفع الصادقین۔ المسمّٰی:

انوار الصادقین (فی) مواعظ الصائمین

از رشحات خامہ۔ افادت شمامہ۔ غواص غوامض العلوم والارشاد۔ سالک مسالک الصدق والرشاد۔ ناہج مناہج الشرع والسداد۔ صاحب المرتبۃ الاجتہاد۔ صادق الملۃ والدین۔ قدوۃ العلماء العاملین۔ غرۃ الفقہاء والمجتہدین۔ قرۃ عیون المحققین۔ بہجۃ قلوب المدققین۔ فخر المتکلمین۔ شرف الواعظین۔ الموفق من اللہ القوی۔ المؤید من الابدی الازلی۔ مولانا صادق علی صاحب قبلہ النجفی بدر الشریعۃ مجتہد العصر والزمان دام ظلّہ العالی مادام الایام واللیالی

ایام شدت بر ناؤ پیر۔ وعدم حصول اسباب طباعت و ضروریات وگرانی فوق العادہ مایحتاج۔ نایابی قرطاس وکمیابی اساس۔ ابتلاء عامہ ناس۔ میں بحسن اہتمام وسعی مالا کلام۔ باحسن وطیب مرام۔ افتخار العلماء وممتاز الفضلاء۔ صاحب شرف الانور۔ المجد الاظہر۔ والجبین الازہر۔ مولوی الحاج السید محمد اکبر صاحب قبلہ دام مجدہٗ

ہذا

کتاب

انوار الصادقین فی موعظ الصائمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

خطبہ حالات تحصیل علم مولف

اٹھائیس آداب واعظین

سات فرائض حضار ومستمعین

فہرست | صفحہ

فہرست | صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المتفرد المنان۔ المطول الحنان۔ صاحب العظمۃ والسلطان۔ والفضل و الامتنان۔ والامن والامان۔ والحجۃ والبرہان۔ والرافۃ والمستعان الذی خلق الانسان علمہ البیان وانعم علینا بالایمان وبشرنا بنعیم الجنان وتجاوز عنا فی تلاوۃ کتابہ من خطاء او نسیان و سوء الحان۔ ووفقنا فی ادراک المعانی الاحادیث وکلام الملک الدیان وشرفنا بالقرآن الذی ھو ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان وفضلنا بشھر رمضان الذی انزل فیہ الرحمۃ والغفران وھو شھر فیہ لیلۃ القدر التی ھی خیر من الف شھر وھو شھر الرضوان وتلاوۃ القرآن۔

والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبی الرحمۃ۔ وشفیع الامۃ۔ کاشف الغمۃ صاحب الوقار والسکینۃ المدفون بارض الطیبۃ المدینۃ۔ العبد المؤید۔ والرسول المسدد المصطفیٰ الامجد المحمود الاحمد ابی القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الذی بعث علیٰ کافۃ الانس والجان وشعشع بنور ھدایۃ الایمان وامتاز بہ الخیر عن الشر فھدی العباد عن الضلالۃ ونجاھم عن السخط والنیران وعلیٰ عترتہ وخلفائہ لاسیما علیٰ ابن عمہ ووصیہ ووزیرہ قاضی دینہ مروج شریعتہ نور الانوار حجۃ الجبار والد الائمۃ الاطھار قسیم الجنۃ والنار المخبر الاثار المقدم علی الکفار، مستنقذ الشیعۃ المخلصین من عظیم الاوزار المخصوص بالصدیقۃ الطاھرۃ بنت المختار المولود فی البیت ذی الاستار حیدر الکرار۔ کرار غیر الفرار الشھاب الثاقب امام المشارق والمغارب الذی حبہ فرض علی الحاضر والغائب مولانا ومقتدانا وسیدنا وامامنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب الذی باسط مناھج الخیر والرضوان ماحی مراسم الکفر والطغیان مبین معضلات الفرقان امین اللہ تعالیٰ علی جمیع الاکوان ناشر اثار العدل والاحسان و خاطب ذئب الفلاۃ والثعبان۔

وعلیٰ اولادہ الطیبین الطاھرین المعصومین المکرمین اھل بیت النبوۃ و

موضع الرسالۃ ومختلف الملائکۃ ومہبط الوحی منتہی الحلم واصول الکرم وقادۃ الامم
واولیاء النعم عناصر الابرار دعائم الاخیار وساسۃ العباد ارکان البلاد للرحمۃ
معدن۔ وللعلم خزان ابواب الایمان وامناء الرحمان۔
ولعنۃ اللہ علی اعدائہم ومخالفیہم ومعاندیہم ومنکر فضائلہم ومناقبہم وغاصبی
حقوقہم اللہم العنہم بکل آیۃ حرفوہا وفریضۃ ترکوہا وسنۃ غیروہا ورسوم
منعوہا واحکام عطلوہا وبیعۃ نکثوہا ودعوی ابطلوہا وبینۃ انکروہا وحیلۃ
احدثوہا وشہادۃ کتموہا ووصیۃ ضیعوہا لا سیما علی خلیفۃ الکفار مشرک
الجبار زندیق المکار امیر حزب الشیطان ودجال آخر الزمان شارب الزقوم
ولابس القطران استاد القارون والہامان الشیطان بن الشیطان المعروف فی
الانس والجان عمر سید النہروان نمرود بن کنعان علیہ اللعنۃ وعذاب النیران
اما بعد لا یخفی علی کافۃ المومنین الشریعۃ الغراء وجملۃ اخوان المتدینین
الملۃ البیضاء عبد نحیف۔ بندۂ ضعیف۔ بے بضاعت۔ سرگردان وادی مشقت۔
پریشان میدان حیرت۔ گرفتار صحرائے حسرت ۱۳۲۳ھ ہجریۃ النبویۃ علی ہاجرہا الف
الف صلوٰۃ وسلام مطابق ۱۹۰۴ء مسیحیۃ المیلادیۃ بعد تعلیم لکھنؤ بغرض تحصیل علم وتکمیل علوم
ثم سافرت الی الاماکن المتبرکۃ والمقامات المقدسۃ والمقاعد المتعالیۃ الشریفۃ
اعنی العتبات العالیۃ الرفیعۃ علی مشرفیہا الاف التحیۃ والثناء اور تا اختتام مقدمات
وسطحیات ارض پاک اعلیٰ شہر کربلائے معلیٰ میں مقیم رہا اور بعد کو بجانب ارض مطہر ومرقد
منور باب العلم نجف اشرف بجہۃ تکمیل علوم کے ہجرت کی اور بوجہ تنگی معیشت وفقر وفاقہ
ومحنت شاقہ اور شوق فوق العادۃ با تحمل صعوبات وزحمات مالا یطاق عرصہ دراز
وزمانہ طویل تقریباً بارہ سال سے زائد تک دونوں مقامات مقدسہ میں قیام کر کے
علمائے کبار فقہائے باوقار مجتہدین ذی اقتدار نائبان ائمہ اطہار سلام اللہ الملک الغفار
الی یوم القرار کے شرف تلمذ وختم دروس الشرعیۃ الفرعیۃ وتکمیل علوم وقواعد الکلیۃ وبعد درس
الخارج المتداول بین علماء الفحول فی الفروع والاصول من المعقول والمنقول کے علماء عاملین
وفقہائے کاملین ومجتہدین مدققین علی الخصوص ساتیہ محترمین نے بعد تفحص ملکۂ استنباط وامتحان
حصول قوت اجتہاد اطمینان خاطر کے ساتھ اجازات ثلاثہ پیشنمازی۔ روایتی۔ اجتہاد۔

مؤلف کا سفر اول وتحصیل علم عتبات عالیات

مؤلف کا بعد فراغت علم ہندوستان آنا

سے مفتخر و ممتاز فرما کر مراجعت وطن و خدمت دین و ترویج شرع متین پر بجد اصرار کیساتھ مامور فرمایا بالخصوص شیخنا و ملاذنا استاذ الکل حجۃ الاسلام و المجتہدین جامع المعقول و المنقول حاوی الفروع و الاصول الذی یعجز العبارۃ عن تحدید وصفہ و تقصر القراطیس الطویلۃ عن احصاء مدحہ آقای سید محمد کاظم الطباطبائی البسہ اللہ لباس العفو و الغفران و حشرہ اللہ مع اجدادہ فی دار الجنان کی تاکید اکید و اصرار شدید کی وجہ سے دوران ماضیہ میں بلطف الٰہی بفضل خداوندی سے جملہ آلام ارضی و بلیات سماوی سے محفوظ و مصئون ہو کر ابتدائے سنہ ۱۳۳۵ھ مطابق سنہ ۱۹۱۶ء میں اپنے وطن مالوف لکھنؤ ہندوستان پہونچا۔ اسوقت کے حالات حاضرہ موجودہ و نزاکت زمانہ کی وجہ سے میری کل ضروریات زندگی و لوازمات کے ساتھ ذخیرہ علمی خصوصاً وہ رسالے و حواشی کہ جو بزمانہ طالب علمی نجف اشرف متعدد علموں میں لکھے تھے ضائع و برباد ہو گئے جس سے ابتک صدمہ زمانہ دلی اور اذیت قلبی ہے۔

بہرحال لکھنؤ پہونچنے پر فوری اصرار زیاد و باخلاص حضرات خوجگان امامیہ اثنا عشریہ بمشورہ جناب المرحوم نصر الدین و الملۃ مولانا **السید ناصر حسین صاحب قبلہ** طاب ثراہ صوبۂ سندھ ـ بمعمورہ **کراچی بندر** آنا ہوا اور فرائض محرابی و خدمات ممبری و تبلیغ احکام نبوی و تلقین مذہب جعفری و ترویج طریقۂ امامیہ اثنا عشری و تعلیم علوم شرعی و تدریس کتب دینی و اقامۂ نماز جمعہ و جماعت و قطع دعاوی و فصل خصومات و رفع شبہات و دفع اعتراضات تشویق واجبات و مستحبات و ترغیب ترک محرمات و مکروہات و نظارت اموال ایتام و ثلث اموات و عقد و طلاق و مواعظ و نصائح و نشر فضائل و مناقب و قرأت مجالس و ذکر مصائب وغیرہ امور کہ جو حاکم شرع و عالم دین کے فرائض و وظائف ہیں دس سال سے زائد شیعیان باایمان و موالیان عالیشان جماعت اثنا عشریہ خواجگان و حضرات مغل و ایرانیان داہل پنجاب و صوبۂ اودھ و بلوچستان و افغانستان ساکنان و متوطنان کراچی بندر میں انجام دیتا رہا۔

سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق سنہ ۱۹۱۹ء کو **مکۂ معظمہ** زاد اللہ شرفہا و **مدینۂ منورہ** بغرض حج بیت اللہ الحرام و زیارت قبر مطہر سید انام و قبور ائمہ کرام سلام اللہ الملک العلام موفق ہوا۔ اور دوبارہ سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء بجہت زیارت عتبات عالیات ملک عراق گیا اور درس خارج علمائے اعلام کثر اللہ امثالہم نے شرف اجازات مذکورہ و وکالت نامہ معتمد علوم

مؤلف کا قیا...

کراچی بندر...

مؤلف کا س...

مؤلف کا د...

سفر عراق

سینہ بمحفوظات و اسرار و عہود و مواثیق متداول فی ما بین علماء کی تجدید سے ممتاز فرماکر مراجعت ہندوستان کی تاکید فرمائی۔

اور دوران قیام کراچی بندر میں اکثر اوقات والتماس شیعیان با ایمان و موالیان اہلبیت علیہم السلام صوبہ سندھ و پنجاب و صوبہ کاٹھیاواڑ و کچ کے بھی امورات مذہبی و فرائض دینی کو انجام دیتا تھا۔

استدعائے تالیفات

اور اسی دوران میں بکرات و مرات تحراول دی الملاقات صاحبان اخیار و محبان حیدر کرار شیعیان اہلبیت اظہار بکمال اصرار بہ اخلاص کے خواہاں ہوئے کہ میں بکم از کم فن ذاکری و علم ممبری میں کچھ مواعظ و نصائح کی مجلسیں مکمل کر دوں لیکن میں اس بات کا خیال کرتا تھا کہ ہمارے علمائے اعلام و واعظین عظام و ذاکرین کرام زید اللہ امثالہم نے کافہ انام کی ہدایت کے لئے کوئی امکانی صورت نہ چھوڑی۔ اور ہر زبان میں مختلف عنوان اور متعدد طریقوں سے مسائل حلال و حرام مواعظ و نصائح مناقب و مصائب اسرار و نکات کے بیان میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لہذا ایسی حالت میں مجھ سا حقیر سراپا تقصیر کیا کرسکتا ہے لیکن نظر بآیات و اخبار و ثواب تالیف و تصنیف کی وجہ سے خیال ہوا کہ انسان کو اپنی حیات فانی اور زندگانی چند روزہ کو عزیز و مغتنم جاننا چاہیئے لہذا ہر شخص کو مناسب ہے کہ بقدر اپنی استطاعت و طاقت و قابلیت و لیاقت نظر بضرورت مومنین بہ نیت خلوص ضرور کوئی یادگار قرار دے اور بقدر اپنی قوت و مکنت کے ضرور کوئی ایسا کام کرے جو باعث تقرب الی اللہ و خوشنودی رسول اللہ اور رضائے اولیاء اللہ و باقیات الصالحات ہو۔

اہل و عیال

پس بہ غریقی دریائے معاصی و جہالت با قلت مکنت با اختلال بال و تفرق احوال و مبتلائے اہل و عیال عالم غربت و مرض نسیان بلا ذخیرہ علمی و عدم کتب ضروری۔ نہ کوئی رفیق اور نہ کوئی شفیق بنا بر تائید الٰہی و توفیق ایزدی مُتوکّلاً علی اللہ و مُتوسّلاً برسولہ و مُتمسّکاً بوصیّہ وَصِیِّہٖ و اَبنائہ الائمۃ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ تالیفات میں مشغول ہوا

ن کا قیام

پھر باستدعائے مومنین متدینین و باصرار زیاد خواجگان اثنا عشری متوطنین ملک یمن بندر معمورہ **عدن** ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں گیا۔ اور خدمات محراب و فرائض ممبر کہ جو وظیفہ عالم دین ہے چار سال سے زائد انجام دیتا رہا۔ تا اینکہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں اپنے ضرورت خانگی سے مجبور ہو کر اپنے وطن آیا۔

مؤلف کا قیام ممباسہ بندر افریقہ

پھر بہت اصرار و خواہش زیادہ و تاکید اکید و التماس شدید تحریری بعزم ملک **افریقیہ بندر زنجبار** روانہ ہو کر **بندر ممباسہ افریقیہ** کہ جو قبل زنجبار کے واقع ہے پہونچا۔

حضرات ممباسہ مومنین عظام و متدینین کرام جماعت تجار اخیار و ابرار خواجگان امامیہ اثنا عشریہ نے نہایت پر جوش گرویدگی کے ساتھ خواہش سکونت و قیام ممباسہ پر بہ اصرار کر کے مجبور کیا اور صاحبان انتظار و اہالیان زنجبار کو رضامند کرنے کا پوری طرح وعدہ و اقرار کیا۔ تا اینکہ ممباسہ بندر کی دونوں جماعتوں کے عہدہ داروں کارکنوں کی التماس کی وجہ سے چار سال سے زائد خدمات محرابی و فرائض ممبری وغیرہ امورات دین و ترویج شرع مبین و تبلیغ احکام ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین میں مشغول و مصروف رہا۔

مؤلف کا سفر عراق

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء بغرض زیارات عتبات عالیات ملک **عراق** گیا۔ اور ایک سال سے زائد اماکن مشرفہ و آستانہ حضرت ثامن الائمہ علیہم آلاف التحیۃ والثنا میں قیام کیا اور درس خارج علماء اعلام و مجتہدین عظام و فقہائے کرام ابقاہم اللہ الملک العلام میں شریک ہوتا تھا تا اینکہ علمائے مذکورین نے بعد تفحص و مکالمہ و معاشرہ و بعد اطمینان و مسرت اجازات اقسام ثلاثہ و وکالت مطلقہ سے بہرہ یاب اور لقب (**بدر الشریعۃ**) سے معزز فرما کر ہندوستان آنے کی تاکید اور خدمات محراب و ممبر انجام دینے کا اصرار شدید سے امر فرمایا۔ چنانچہ فوراً میں اپنے وطن لکھنؤ آیا اور ضروریات ذاتی میں چندی مشغول رہ کر پھر

مؤلف کو ممبا عراق کا عطا کرنا

مؤلف کا قیام مگاڈیشو بندر

حضرات ایمانی و اخلاء روحانی علی الخصوص محبان علی و شیعیان مرتضوی جمعیت منظمہ ہیئت مؤسسہ یعنی کمیٹی مدرسہ شکر اللہ مساعیہم نے اپنے شوق سواعظ و ذوق نصائح و ضرورت تعلیم و اہمیت تدریس و ترویج دین و مذہب بکمال الفت بخواہش و اصرار با اخلاص سکنائے ملک افریقیہ و متوطنان **صوبہ صومالیہ** بندر **مگاڈیشو** کہ جو بزرگترین بنادر و بندر اعظم صومالیہ افریقیہ کا ہے نے مدعو کیا چنانچہ ماہ ذیحجۃ الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۳۹ء عہد حکومت گورنمنٹ اٹلی وارد بندر مگاڈیشو ہوا۔ اور فرائض مذہبی و وظائف منصبی ترویج احکام حقہ مذہب جعفری و خدمات محرابی و لوازمات ممبری کو انجام دیتا ہوں۔ اور بحول و قوۃ خداوند تائید و توفیق واحد و یکتا انشاء اللہ تعالیٰ مادام الحیات انجام دونگا۔

اور میرے بندر مذکور میں آنے اور قیام کرنے اور خدمات دین انجام دینے کا باعث اصلی

وسبب واقعی ذات ستودہ صفات عمدۃ الاخیار زبدۃ الابرار ذاکر بادوار زائر قبور ائمہ اطہار جناب خیر الحاج والعمار الحاج حسن ابن الحاج عبداللہ ماسہم طاب ثراہ ہیں حق تعالی ان کو موفق بالخیر و مصئون عن الشر و اثرہ حفظ و امان میں مع اولاد و احفاد کامیاب و دل شاد رکھے اور خیر دنیا و سعادت آخرت دونوں جہاں میں عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرات چونکہ مقصد قصوی تالیفات حقیر کی قربت خدا و تقرب الی اللہ و رضائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و خوشنودی علی و بتول وآل رسول و نجات دوزخ و دخول جنت ارشاد ضالین و تنبیہ غافلین و الزام مخالفین و الفلاح ائمہ صادقین ہے۔ لہذا مین نے اپنے جملہ تالیفات کو بمفاد آیتہ وافی ہدایتہ (کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ) ائمہ صادقین کی طرف منسوب کر کے صادقین کے نام سے موسوم کیا تاکہ (یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِینَ) کام آوے اور میری مغفرت کا ذریعہ قرار دے اور بحمد اللہ اب تک جملہ آٹھ کتابیں بموجب ذیل مکمل ہو چکی ہیں

ایک	کتاب	صراط الصادقین فی تنبیہ الغافلین	۱
دو	"	لسان الصادقین	۲
تین	"	عیون الصادقین	۳
چار	"	بحار الصادقین	۴
پانچ	"	معراج الصادقین	۵
چھ	"	حیات الصادقین	۶
سات	"	تذکرۃ الصادقین	۷
آٹھ	"	انوار الصادقین فی مواعظ الصائمین	۸

سبب تالیف کتاب

چونکہ ایام ماہ محرم و شہر بابرکت و ماہ رمضان ماہ رحمت و مغفرت ہے۔ اور چونکہ قلوب انسان اس ماہ رمضان میں بوجہ عظمت و شرافت ماہ کے خاشع و عدم تسلط شیاطین خاضع اور بیداری سحر و میل عبادت و توجہ اطاعت و خلوے معدہ کی وجہ سے روشن و منور و دائم دلو ہی کے واسطے لائق و قابل ہوتے ہیں لہذا ایسے ایام اور ایسے مناسب اوقات میں مواعظ شافیہ اور نصائح کافیہ بحد مناسب اور مطالب دینیہ و بیانات شرعیہ بہت ہی موزون ہیں اس واسطے تیس ۳۰ مواعظ لیالی ماہ مبارک صیام اور ایک موعظہ بمناسبت شب عید الفطر جملہ اکتیس ۳۱ مجلسین مع آداب واعظین و ذاکرین و فرائض حضار و مستمعین

کیفیت تالیف کتاب

وشرائط بائیس وہتمیں مکمل مرتب کرکے **انوار الصادقین فی مواعظ السائمین** -
نام رکھا کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا بِمُحَمَّدٍ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ وَاٰلِہِ الصَّادِقِیْنَ صَلَوٰتُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن
حضرات اس کتاب کی ابتدا ملک افریقہ صوبہ صومالیہ مگا ڈیشو بندر میں اسطرح ہوئی
کہ فرزند ارجمند سعید ازلی مولوی مرزا محمد **رضا علی** سلمہ اللہ القوی المعروف بہ محمود صاحب
نے اپنے شوق دلی اور ذوق قلبی وسعادت ازلی کی وجہ سے میرے مواعظ لیالی شہر صیام
نہایت عرق ریزی وجانفشانی سے قلمبند کئے اور بعد ختم ماہ مبارک جو سہو اور کمی یا سقم وغلطی
تھی اسے بالمواجہہ دریافت کرکے تتمیم وتکمیل کی پھر خود میں نے مرتبا من البدایۃ الی النھایۃ
دیکھکر ضروری ولازمی مطالب کا اضافہ کرکے اکتیس ۳۱ مجلسوں کا مجموعہ قرار دیا۔
اور عرصہ دراز سے اسباب طباعت اور اپنی عدم استطاعت اور ضروریات خانگی سے
معذور رہ کر اکثر اوقات بمظان استجابت میں متدعی رہتا ہوں کہ مسبب الاسباب طباعت
فراہم فرماکر موانع تاخیر وعدم طباعت کو جلد از جلد دفع فرمائے تاکہ یہ جملہ کتب ثمانیہ طبع ہوکر
شائع ہوں اور مومنین کو کام آئیں
چنانچہ فی الحال کتاب مستطاب ہذا کے چھپوانے کے متعلق میں دلی شکریہ کے ساتھ جناب
عمدۃ الاعیان والاخیار وزبدۃ التجار الابرار الموئد من اللہ الجلی الموفق من اللہ القوی جناب
الحاج **قاسم علی** ساکن لامو بندر ابن المرحوم سیٹھ **غلام حسین** طاب ثراہ کا حسانمند
ہوں کہ جنھوں نے اپنے والد ماجد مرحوم ونیز ہمشیرہ مرحومہ ودیگر اموات کی روح پر فتوح کے
ایصال ثواب کی غرض سے میرا ہاتھ بٹایا کہ جس سے مجھے جرأت طباعت ایسے نازک وقت
میں ہوئی۔
اور نیز دیگر خریداران قبل از وقت کا بھی ممنون احسان ہوں کہ جنکے اسماء کی فہرست
علیحدہ آخر کتاب میں موجود ہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

التماس مؤلف

التماس باادب

جملہ ناظرین کتاب مستطاب علمائے اعلام فقہائے عظام فضلائے باحترام واعظین فخام
ذاکرین کرام سے امیدوار رہوں کہ از روئے محبت وبزرگی کوئی لغزش وغلطی ملاحظہ کریں تو
درست وصحیح فرماکر عیب پوشی فرمائیں اور نکتہ چینی وملامت سے کام نہ لیں۔ لِاَنَّ
الْاِنْسَانَ مَجْبُوْلٌ بِالسَّھْوِ وَالنِّسْیَانِ وَعَلَیْہِ التَّوَکُّلُ وَالتُّکْلَانُ وَاَرْجُوْا مِنَ اللہِ تَعَالٰی

اَنْ یَجْعَلَ ھٰذَا الْکِتَابَ الشَّرِیْفَ مَعَ اَخَوَاتِھَا کَالصَّدَقَاتِ الْجَارِیَۃِ بِالْاَخْلَافِ الصَّالِحَۃِ مَکْتُوْبًا لِیْ فِی الْاٰثَارِ الْحَسَنَۃِ وَالذَّخَائِرِ الْمُسْتَحْسَنَۃِ لِیَوْمِ فَقْرِیْ وَفَاقَتِیْ وَعَلَیْہِ تَوَکُّلِیْ وَمُعْتَمَدِیْ فَاِنَّہٗ مُنْتَھٰی اَمَلِیْ دَغَایَۃُ عَمَلِیْ فَاِنَّہٗ مَلْجَائِیْ وَمَاوَائِیْ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَحْمَدَ مُحَمَّدٍ وَاَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَاٰلِہٖ اٰلِ اللّٰہِ۔

وَاَنَا الرَّاقِمُ الْاَثِیْمُ خَادِمُ اَبْنَاءِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُطَھَّرَۃِ اَقَلُّ خُدَّامِ طَرِیْقَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ تُرَابُ اَقْدَامِ عُلَمَاءِ الْاَئِمَّۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ خاک پائے فقہائے ملۃ محمدیہ الملقب بہ **بدر الشریعۃ** غبار نعل مجتہدین العالمین ذرہ بے مقدار واعظین وذاکرین۔ الراجی الی عفو ربہ الجلی المفتقر الی غفران الابدی الازلی **صادق علی النجفی** عفی اللہ عن معاصیہ ووفقہ لمراضیہ وجعل مستقبل امرہ خیرًا من ماضیہ۔

مِنْ نَجْلِ الْمَرْحُوْمِ الْمَبْرُوْرِ الْغَرِیْقِ فِیْ بِحَارِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ الْقَوِیِّ **مولانا محمد علی** حشرہ اللہ مع امامِ القائمِ المہدی خَلَفِ الْمَرْحُوْمِ الْمَغْفُوْرِ مِنَ اللّٰہِ الْاَبَدِیِّ **مولانا عاشق علی** اللکھنوی غفر اللہ عنہ وعن ابائہ بلطفہ الخفی والجلی۔

آداب واعظین وذاکرین

(اول) یہ کہ اس میں تو شک ہی نہیں کہ جو طریقہ خدمت ممبری وواعظین وذاکرین اہل ہند خصوصًا بلد عباد و مرکز علم شہر لکھنؤ میں رائج ہے وہ نہ اہل عراق اور نہ اہل ایران کا ہے وہاں واعظین وذاکرین اپنے پرانے اصول اور قدیمی طریقہ پر موعظہ وذاکری کرتے ہیں۔ اہل ہند بالخصوص حضرات اہل لکھنؤ نے اسے ترقی کی معراج پر پہونچا کر چار چاند لگا دیے ہیں اور اسے ایک جداگانہ مشغلہ اور مستقل صنعت قرار دی ہے۔ اور اعلیٰ بلکہ بہترین صنعت اور باعزت مشغلہ ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا اس مروجہ طریقہ کی ذاکری اور موعظہ کو ہر شخص نہیں کر سکتا۔ یہ خدمت وہی ادا کر سکتا ہے کہ جو علم صرف۔ علم نحو۔ علم منطق۔ علم معانی وبیان۔ علم عروض۔ علم لغت۔ علم ادب۔ علم حساب۔ علم تاریخ۔ علم جغرافیہ۔ علم فلسفہ۔ علم مناظرہ۔ علم اخلاق۔ علم تفسیر علم حدیث۔ علم اصول۔ علم فقہ میں کافی مہارت رکھتا ہو چونکہ یہ خدمت لکھنؤ کے علماء وصاحبان کمال اپنے ذمہ لینے کی وجہ سے درجۂ کمال واعلیٰ مرتبہ پر پہونچا لیا ہے۔ ممبر پر جانے کو توجہ کا

آداب واعظین وذاکرین

اول

جی چاہے چلا جائے۔ کتاب خوانی ذکر مصائب وغیرہ بھی کچھ کرے لیکن اس عہدہ کا صحیح حقدار اور حق ممبری وہی ادا کر سکتا ہے کہ جو ان علوم میں مہارت و واقفیت رکھتا ہو ورنہ بموجب ذیل امورات اس سے سرزد ہونگے۔

زیارت مخصوصہ شب قدر میں کلمات زیارت شہداء اس طرح میں نے خود پڑھتے سنا ہے لَعَنَ اللّٰهُ الظَّالِمِیْنَ لَکُمْ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَالْحَقَهُمْ بِدَرْکِ الْجَحِیْم کے بعد پڑھا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ قبلہ کونین کو قبلۂ کونین۔ کعبہ دارین کو کعبۂ دارین پڑھ دیتے ہیں مستفیض کو پڑھتے ہیں مستحیض فرمائینگے۔ علامہ بابویہ کو علامۂ بابویۃ۔ خرائج الجرائح کو خرائج البھرائج پڑھتے ہیں۔ بحار الانوار کو بخار الانوار۔ علامہ طریحی کو علامہ تریٔی۔ علامہ صدوق کو علامہ صندوق۔ گوشت کو گوثت پڑھتے ہیں۔

بہر حال گو مروجہ طریقہ ممبری بہت کچھ تغیر و تبدل و اصلاح کے قابل ہے کہ جسکو ضمناً آئے بیان کرونگا سو وقت صرف یہ مصدع ہوں کہ درحقیقت یہ عہدۂ ممبری اور موعظہ و ذاکری بہت بڑی عبادت و محبوب ترین خدمت و بالاترین طاعت ہے۔ ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ ممبر کو جو دراصل جائے بلند خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اور انکی اولاد واحفاد ائمہ ہدیٰ علیہم آلاف التحیۃ والثناء کا محل و مقام عالیشان ہے چلا جائے اور اس کو نعوذ باللہ بازی گاہ اطفال خیال کرے۔

مرتقیان ممبر۔ واعظ و ذاکر کا بہترین فریضہ یہ ہے کہ وہ اول صعود سے تا نزول از ممبر خیال رکھیں کہ یہ ممبر یادگار ممبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ ہے۔ اس پر وہی امورات انجام دینا چاہیے کہ جس میں رضائے خدا و خوشنودی رسول اللہ و اولیاء اللہ ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کی ہو۔ ورنہ غاصب و غادر و ظالم ہونگے۔ ممبر پر لفظ لفظ و حرف حرف پر خیال ہے کہ رضائے مخلوق پر رضائے خالق کھو نہ بیٹھے ممبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی ابتداء کے متعلق علامہ شیریں گفتار اپنی کتاب بحار الانوار اور صحیفۂ مرغوب مسمی بحیات القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جسکا بقدر ضرورت اقتباس یہ ہے کہ بعد اتمام و تکمیل مسجد نبوی آنحضرت متصل محراب ایک درخت خشکیدہ پر تکیہ فرما کے موعظہ فرماتے تھے۔ تا اینکہ جب جمعیت زیادہ ہوئی اور زیارت چہرۂ اقدس سے کچھ لوگ محروم ہوئے آپ سے اجازت لیکر تین سیڑھی کا ایک ممبر بنایا آنحضرت اپنے مقام معینہ کے بجائے بقصد موعظہ عرشہ ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ وہ درخت خشکیدہ مفارقت

رسول سے متاثر ہو کر مثل مادر جوان مردہ کے رونے لگا۔ آنحضرؐ فوراً اُسکے قریب آئے اور دست شفقت پھیر کر پہلو سے لگالیا اور فرمایا کہ اگر میں اسے پہلو سے نہ لگاتا تو یہ تا قیامت رویا کرتا پھر حضرتؐ نے دعائے خیر فرمائی حقتعالیٰ نے فوری دعا آپ کی مستجاب فرما کر اُسے درخت جنت سے قرار دیا ابتک اُس درخت کی جگہ مسجد رسول میں موجود ہے کہ جسکو (اسطانہ حنّانہ) کہتے ہیں۔

غرضکہ مرتقی ممبر کو پوری طرح یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ مقام معظم جائے پیغمبر محترم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے بلکہ یہ مقام انبیاء اولو العزم و جائے مرسلین محترم کی ہے یہ محل ملائکہ مقربین و راحیل و جبرئیل ہے۔

یہ ممبر امور عظیمہ کے وقت کام آیا ہے۔ بڑے بڑے مہتم بالشان کام اسی کے ذریعہ انجام کو پہونچے ہیں۔ اسی پر جناب صدیقہ طاہرہ کی تزویج ہوئی۔ اسی کے ذریعہ مخلوق کو ولایت اہلبیتؑ کی دعوت ملی۔ یہ محکمۂ علوم دینیہ و مطب جمیع انبیاء ائمہ ہدیٰ و علماء و اولیاء اللہ کا ہے اسکی تعظیم ضروری اسکی توقیر لازمی اور اسکے خادمین و مرتقین واعظین ذاکرین و قارئین کی عزت و احترام کرنا داخل شعائر اللہ موجب رضائے الٰہی و خوشنودی نبوی و سنت ائمہ معصومین بالخصوص حضرت ثامن الائمہ کی تاسی ہے۔

(دوم) یہ کہ طبقہ مرتقین ممبر واعظ و ذاکرین خوش سیر و باخبر کو یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ امر عظیم و منصب بزرگ اول اُس ذات مستجمع صفائے خدائے واحد و یکتا کے لئے سزاوار ہے جیساکہ وہ خود ہی ارشاد فرماتا ہے قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ یقیناً تمہارے پروردگار نے تم کو موعظہ فرمایا ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۤءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۤءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ بتحقیق اللہ عدل و احسان اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کل گناہوں۔ بری باتوں۔ زشت کاریوں اور نافرمانی کرنے کو منع فرماتا ہے۔ تاکہ تم لوگ اُسکے موعظہ و نصیحت پر عمل کرو۔

لیکن چونکہ اسماء اللہ توقیفی ہیں۔ لہٰذا حقتعالیٰ کو لفظ واعظ و ناصح سے موسوم نہیں کرسکتے۔ ورنہ درحقیقت وہی واعظ اعظم و ناصح اکبر ہے اور نیز اسکو ذاکر مصیبت سید الشہداء و قاری مراثی حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام نہیں کہہ سکتے۔ حالانکہ اس نے انبیاء و اپنے مقربان

بارگاہ سے بعض اوقات مصائب مظلوم کربلا اور مراثی سید الشہداء بیان فرمائے ہیں۔ لیکن چونکہ اسماء اللہ توقیفی ہیں لہذا اسکو واعظ و ناصح و ذاکر و قاری کہنا درست نہیں۔ لیکن جبرئیل امین کو ذاکر سید الشہداء و قاری مراثی ابی عبد اللہ کے نام سے موسوم کرنا درست ہے نہ فقط درست ہے بلکہ انکے لئے موجب ناز مایہ افتخار رہے۔ فتاملوا۔

بعد حقتعالی کے یہ کار عظیم الشان امنا و رحمان۔ انبیاء عظام صلوٰۃ اللہ الملک العلام کا حق ہے درواقع بعد ذات احدیت یہ بزرگوار لائق سزاوار اسکے ہیں چنانچہ حقتعالی ارشاد فرماتا ہے سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ یعنی آپ کا وعظ فرمانا اور نہ فرمانا ہمارے واسطے یکساں ہے۔ جناب صادق الوعد حضرت اسماعیل اپنے متعلقین کو نماز و زکوٰۃ کی وعظ فرماتے تھے۔ ہمارے رسول مقبول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ کے وعظ و نصیحت کے متعلق تو بہت سے آیات ہیں اگر انکو یکجا کیا جائے تو ضخیم کتاب ہو جائیگی يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ - يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ - وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ - وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ - وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ - اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ - وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بمفاد آیہ وافی ہدایہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ان حضرت کے بعد ائمہ معصومین اور خاتم النبیین اور خلفاء بلا فصل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور بعد انکے اُن کے نائبان کرام و علمائے اعلام مروجان احکام سید انام واعظ و ناصح و ذاکر و قاری ہیں۔ لہذا واعظ و ذاکر کو من البدایۃ الی النہایۃ یہ خیال رہے کہ وہ جائے عظیم الشان اور رفیع المکان بر نیابت انبیاء و ائمہ و علماء کے ہے۔ لہذا اُن ہی کی حتی الامکان خدمت انجام دے ورنہ برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہوگا

(سوم) یہ کہ عرشہ ممبر موافق مسلک علماء و واعظ و ذاکرین عراق و ایران اور ایک یا دو سیڑھی عرشے سے اتر کر موافق رسم علماء دین و ذاکرین اہل ہند ہے۔ لہذا مرتقی خیال رکھے اور جس ملک اور جسطرح کے حضار و سامعین ہوں انکی مناسبت و پسندیدگی کے موافق عمل کرے۔ اور لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہے۔

(چہارم) یہ کہ مرتقی ممبر خوش ثیاب و خوش لباس و خوش صفات خوشبو۔ خوش پاک و پاکیزہ صاف ستھرا موافق ذی الی ممبر کے آراستہ و پیراستہ ہو۔ جملہ افعال نفرت

واموراتِ کراہت سے محفوظ با وضو خصوصاً اگر ممبر مسجد و یا روضات ائمہ انبیاء وغیرہ میں واقع ہو تو حالتِ جنابت میں داخل ہونا اور وہاں مکث کرنا حرام ہے۔ اور امامباڑوں و تعزیہ خانوں میں جانا یا علم پنکھوں کو مس کرنا حرام نہیں ہے لیکن آداب عزاداری و احترام کے خلاف ضرور ہے۔

پنجم

(پنجم) یہ کہ مقامات متبرکہ و اماکن محترمہ کے سوا دوسرے مقام پر بلا تعرض متولی امامباڑوں اور مسجدوں میں بلا اذن صاحب مجلس و بانیٔ عزا کے ممبر پر نہ جانا چاہیئے۔ اور جن مقامات پر متولی شرعی ہوں تو اُنکی بلا اجازت و رخصت کے مجلس نہ پڑھنا چاہیئے۔ البتہ مقامات وقف عموم بلا متولی وغیرہ کے اگر رضائے عموم مستمعین و اشتیاق اکثر حاضرین سے پڑھ سکتا ہے پس ایسے مجالس ممبر پر پڑھنا کہ جس میں رخصت و اجازت شرط ہے۔ بلا اجازت و رخصت پڑھنا بلکہ ممبر پر جانا مثل بنی اُمیہ کے ممبر رسول پر جانے کے ہے۔ کیونکہ بلا حق و استحقاق و بلا اجازت متولی و بانی و مہتمم کے مجلس پڑھنا بلکہ ممبر پر قدم رکھنا ناجائز ہے اور ایسا مرتقی ممبر غاصب و غادر ہے۔

ششم

(ششم) یہ کہ واعظ و ذاکر کی نیت واقعی و غرض اصلی اور مقصد قلبی محض امتثال ثواب و حکم خدا و تقرب الی اللہ و خوشنودی رسول مقبول جناب محمد مصطفےٰ و ائمہ ہادی۔ احیائے دین و تبلیغ شرع متین و ادائے حقوق ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین و ماجور و مثاب و حصول ثواب کے ہونا چاہیئے نہ بغرض اظہار بزرگی و مفاخرت و شہرت و خودنمائی و تعریف و فوائد دنیاوی کے غرض سے اس امر عظیم الشان کو بجا لائے ورنہ ذلت دنیا و ندامت عقبیٰ کا باعث ہوگا۔ کما قال اللہ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔

ہفتم

(ہفتم) یہ کہ اگر مجلس کی ابتدا موافق رسم اہل ہند سورۂ فاتحہ سے ہو تو بھی بہتر ہے کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ بہت ہی مناسب و موزوں ہے۔ اس میں دونوں باتیں ہیں۔ حمد و ثنائے پروردگار بھی اور دعائے خیر اور طلب مغفرت بھی۔ لہٰذا سورۂ فاتحہ بہ نیت ایصال ثواب بارواح مقدسہ خود پڑھ کے اور نیز اہل مجلس سے پڑھوا کے مجلس کی ابتدا کرے۔ ورنہ بعد ذاکری ختم مجلس پر بہ نیت مذکور خود سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے اور نیز مستمعین سے بھی خواہش تلاوت کرے۔

ہشتم

(ہشتم) یہ کہ ابتدائے مجلس بعد سورہ فاتحہ کے خطبہ سے کرے اور یہ ضروری نہیں کہ

خطبہ طولانی ہی ہو بلکہ باقتضائے مجلس مختصر خطبہ پر بھی اکتفا کرے لیکن خطبہ میں استعاذہ وحمد و ثناء الٰہی و تعریف و توصیف نبوی و صلوٰۃ و درود بائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ضرور ہونا چاہیئے اور حضار و مستمعین پر اگر سلام وغیرہ بھی کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر رنگ مجلس کے خلاف اور اقتضائے مجلس نہو تو بلا خطبہ کے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد خطبہ آیہ مناسب قرآنی یا حدیث موزون و مناسب کو پڑھکر تقریر شروع کرے۔

نہم (نہم) یہ کہ ممبر پر بہت ہی فروتنی و خاکساری سے کام لے تکبر و غرور کی بو تک بھی نہ آنے دے ورنہ شرمندگی و ذلت اٹھانا ہوگی اور نہ کسی ذاکر کو حقیر و ذلیل جانے اور نہ کسی پر خود کو ترجیح و فوقیت دے اور نہ کسی کے بعد پڑھنے کی کوشش کرے اگرچہ وہ کمسن اور خود مسن کیوں نہ کیونکہ بعد والے کو پہلے ذاکر کے مضامین میں رعایت و لحاظ اور کچھ نہ کچھ عجب و غرور میں ضرور مبتلا ہونا پڑے گا۔

دہم (دہم) یہ کہ مرتقی ممبر کو رنگ مجلس و اقتضائے وقت کا خیال رکھنا چاہیئے تاریخ ولادت و وفات و مکان اور مجمع کی نوعیت اور اسکی رغبت۔ مستمعین کے شوق و ذوق کا لحاظ اگر حاضرین شائق و راغب و مصر ہوں تو کچھ طول سے کام لے ورنہ اختصار و اجمال مفید سمجھے کیونکہ طول سے عموماً لوگ گھبرانے اور سست و کسل ہونیکے علاوہ حضور قلب میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا اکثریت جس امر کی مقتضی ہو ویسا کرے۔ شعر

حکیم و عاقل و دانا کسے بود بہ یقیں
بفہم گوید و کم گوید و نکو گوید

خصوصاً اگر مجلس میں کئی ذاکر پڑھنے والے ہوں یا قبل میں کوئی پڑھ چکا ہو اور گریہ و بکا بھی ہوا ہو تو بہت ہی اختصار بلکہ صرف مصائب پر اکتفا کرے۔ ورنہ تقریر و تمہید مناسب کے بعد مآل کار حاصل ہونے پر ختم کر دے تاکہ مستمعین کو اشتیاق باقی رہے اگر مضمون روایت و مقتل کی عبارت ختم نہ بھی ہوئی ہو۔ اور نہ اتنا ہی اختصار سے کام لے کہ مآل کار بھی حاصل نہ ہو اور بانی و مہتمم کی غرض و آرزو بھی بر نہ آئے۔ اور اگر مجلس ولادت ائمہ ہو تو حالات ولادت اور اگر مجلس وفات ائمہ معصومین ہو تو حالات وفات و شہادت پڑھے اور اگر مجلس فاتحہ اموات ہے تو مضامین وصیت و ادائے حقوق اللہ و حقوق الناس اور بے اعتباری اور عدم ثباتی دنیا و حالات سکرات و احتضار۔ ثواب تجہیز و تکفین و حالات قبر و منکر و نکیر اور اگر مجمع اہل خلاف و اغیار و احتمال فتنہ و فساد ہو تو مضامین و تراش و مطالب اخلاق

سے احتراز و سکوت کرے۔ کیونکہ معنی عدالت کے یہی ہیں کہ ہر کلام و ہر شئی اپنے محل
و جائے مناسب پر ہونا چاہیئے۔

یازدہم

(یازدہم) یہ کہ مرتقی ممبر پر فرض ہے کہ اصول معارف و مضامین صحت اعتقاد و
مطالب خوف و خشیت الٰہی موافق فہم حضار و مطابق استعداد مجلس کے پڑھنا چاہیئے
کیونکہ عموماً لوگ اہل نہ اہل معرفت نہیں ہوتے لہٰذا وہ مضامین کہ جو فہم مستمعین سے
زیادہ ہوں احتراز بہتر ہے اور اگر احیاناً و ضمناً کوئی مطلب دقیق دوران بیان میں آجائے
تو اسکو مختصر کرے تاکہ سامعین کے دل میں کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہو بلکہ مطالب علم
کلام کہ جس سے اعتقاد درست اور شبہات رفع ہوں وحدانیت خدا و نبوت انبیاء و
ولایت ائمہ ہدیٰ و معاد روز قیامت و دیگر ضروری احکام مسائل حلال و حرام و فضائل
و مناقب اہلبیت علیہم السلام و مصائب امام تشنہ کام بیان کرے کہ جس سے ایمان میں
اضافہ اعتقادات کی صحت حرکات و سکنات میں درستی صفات مذمومہ سے
محفوظ و صفات محمودہ کا دارا۔ اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو کر فضائل و مناقب سے قلوب
روشن و منور اور مصائب امام مظلوم گریہ و بکاء سے مثاب و ماجور ہوں۔ شعر

طفل را گر نان دہی در جائے شیر   طفل مسکیں را ازاں نان مردہ گیر

اہل ممبر کا بہترین وظیفہ ہے کہ وہ حضار و سامعین کو مختلف قسم کے امراض کا مریض
سمجھیں اور متعدد بیماریوں کا بیمار تصور کریں انکے اعتبار سے مناسب و موزوں مضامین
پڑھیں کہ جس سے ہر مریض اپنے مناسب مرض اور ہر بیمار اپنی بیماری کے مطابق مضامین
سے فائدہ اٹھائے اور اسکا وقت عزیز ضائع و برباد نہ ہو اَلْعُمْرُ قَصِیْرٌ وَ الصِّنَاعَۃُ طَوِیْلٌ
وَالْوَقْتُ ضَیِّقٌ۔

دوازدہم

(دوازدہم) مرتقی ممبر کا فرض ہے کہ صحیح الاعتقاد ہو۔ اور ایسے مضامین ممبر پر بیان کرے
جسکا وہ معتقد ہو۔ ورنہ صرف مؤذن بت پرست کے مثل ہوگا۔ (بقول آیت شہرستانی اکبر)
باطل العقیدہ و الاعتقاد درحقیقت جاہل و نالائق ہے۔ اور جاہل و نالائق کا ممبر رسول
پر جانا ظلم اور وَضْعُ الشَّیْئِ عَلٰی غَیْرِ مَحَلِّہٖ کا مصداق ہے۔ اگر شخص فاسد العقیدہ
ممبر پر گیا اور تقریر وغیرہ کی تو اس سے بجائے ہدایت گمراہی و ضلالت ہوگی۔
لیکن یہ بھی واضح رہے کہ انسان صحیح الاعتقاد جب ہی ہو سکتا ہے کہ اگر اس نے اپنی

درستی اعتقاد علمائے برحق و عرفائے اہل حق و صاحبان علم و عمل و ارباب فضل و کمال سے کی ہو نہ کہ مطالعۂ کتب و صحف سے صاحب عقیدہ ہو گیا ہو کیونکہ دفاتر و کتب کی خرابیاں بلا اسناد کامل و ماہرین فن کے اسکے فوائد و منافع سے بہت زیادہ ہیں اِیَّاکُمْ وَالصُّحُفِیُّوْنَ فَاِنَّ مَا یُفْسِدُوْنَہَا اَکْثَرَ وَ مِمَّا یُصْلِحُوْنَہَا دوسری حدیث میں ہے خُذِ الْعِلْمَ مِنْ اَفْوَاہِ الرِّجَالِ۔ رباعی

مَنْ یَاخُذِ الْعِلْمَ عَنْ شَیْخٍ مُشَافَہَۃً — یَکُنْ عَنِ الزَّیْغِ وَالتَّحْرِیْفِ فِی الْحَرَمِ
وَمَنْ یَکُنْ اَخْذُ الْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ — فَعِلْمُہٗ عِنْدَ اَہْلِ الْعِلْمِ کَالْعَدَمِ

سیزدہم — (سیزدہم) یہ کہ واعظ و ذاکر کو چاہیئے کہ بہترین الفاظ و فصیح ترین کلمات ممبر پر استعمال کرے اپنے بیان و تقریر کو تعقید و اشکال و ابہام اور وہ الفاظ کہ جسکو باحل لغات کے سمجھ نہ سکتا ہو بچے تاکہ عموم لوگوں کو پریشانی و دقت فہم معانی و مطالب میں نہ ہو۔ اسی واسطے جناب موسیٰ کلیم اللہ نے دعا کی کہ پروردگارا وَاَخِیْ ھَارُوْنَ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْءًا یُّصَدِّقُنِیْ۔

چہاردہم — (چہاردہم) یہ کہ مرتقی ممبر طبقہ رجال سے ہونا چاہیئے۔ نہ کہ طبقہ نسواں سے۔ کیونکہ یہ مقام بلند مردوں کا ہے۔ نہ جائے زنان و نسواں ہاں اگر مستمعین بھی نسواں و پردہ دار ہوں اور پردہ وغیرہ کا انتظام کافی ہو تو عجب ہے کہ یہ طبقۂ نسوانی بھی تقریر و بیان و وعظ و نصیحت یا مجلس پڑھ سکیں۔

پانزدہم — (پانزدہم) یہ کہ مرتقی ممبر اپنے ضروریات سے بافراغت ہو۔ علامہ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب امالی میں ایک روایت طولانی ذکر فرماتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاض۔ حازق۔ حاقب کے قول پر پورا اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ حاض حابس بول۔ حاقب حابس غائط۔ حازق جسکے پیر کو جوتہ تنگ اذیت پہونچاتا ہو۔

شانزدہم — (شانزدہم) یہ کہ مرتقی ممبر کا فرض ہے کہ اغیار و مخالفان دین و دشمنان ائمہ معصومین کا ذکر اور انکی کتابوں کے مضامین ضرورت الزام و تردید کے ممبر پر بیان نکرے۔ البتہ بغرض ثبوت حق و ضرورت شرعی کی وجہ سے نقل قول میں کچھ حرج نہیں۔

ہفتدہم — (ہفتدہم) یہ کہ مرتقی ممبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ممبر پر انبیاء مرسلین و ائمہ معصومین کے اسمائے گرامی کو احترام و آداب کے ساتھ لیوے اور اگر مقفٰی و مسجع الفاظ میں لیوے تو

زیادہ بہتر ہے اور جب ائمہ معصومین میں سے کسی کا نام نامی لیوے تو بلند آواز سے صلوات حاضرین سے پڑھوا وے کیونکہ صلوٰۃ بلند سے علاوہ ثواب و دیگر فوائد کے ایک یہ ہے کہ واعظ و ذاکر ذرا دم لینے کا موقع اور فکر و غور کرنے کا وقت ملجاتا ہے۔ اور صلوات کی تاکید اور نیز اسکا ثواب بہت ہے۔ خصوصاً جب اسم گرامی پیغمبر خدا کا ذکر ہو تو ترک صلوٰۃ کی مذمت ہے۔ شیخ صدوق۔ علامہ بہائی۔ سید نعمۃ اللہ جزائری اسم پیغمبر پر صلوٰۃ کو واجب کہتے ہیں۔

ہیجدہم (ہیجدہم) یہ کہ مرتقی ممبر کو چاہیئے کہ مطالب و مضامین و الفاظ کی تکرار زیادہ نکرے کیونکہ متعدد بار اور مکرر تکرار سے الجھن ہوتی ہے البتہ توضیح و تمثیل سے مطالب و مضامین کو ذہن نشین کرنا بہتر ہے بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ ہر مطلب کو تین بار ادا فرماتے تھے۔

نوزدہم (نوزدہم) یہ کہ صاحبان ممبر کو مناسب ہے کہ حکایات مضحکہ خلاف آداب ممبر سے پرہیز کریں اور نہ بہت ہی تیزی و عجلت کے ساتھ کہ جو مثل خوانوں کا طریقہ ہے۔ اور نہ بہت ہی تانی و تاخیر و روک رُک کر بیان کرے بلکہ حد وسط سے کام لے تاکہ مستمعین مکدر و ملول نہوں۔

بستم (بستم) یہ کہ واعظ و ذاکر کا فریضہ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان یہ ہے کہ جو بیان کرے اسپر خود بھی عامل و پابند ہو ورنہ بے سود ہو گا بلکہ اس آیت کا مصداق ہو گا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ عالم و واعظ و خطیب و ذاکر بے عمل کی مذمت میں بہت سی آیتیں و حدیثیں ہیں چنانچہ معصوم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اشد الناس حسرۃ یوم القیامۃ ہونگے۔ شعر

دزد را آویزاز دار بلند نے ز ممبر آں مکان ارجمند

اور زیادہ خرابیاں و مفاسد بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ایسے بلا عمل واعظ و مقرر کے ممبر پر جانے اور انکی تقریروں سے ہوئی۔

بست ویکم (بست ویکم) یہ کہ واعظ و ذاکر اس خطبہ رسول کو آخر ماہ شعبان یا ابتدائے ماہ صیام میں ضرور پڑھے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے آخر شعبان میں ماہ صیام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کیونکہ یہ خطبہ بہت ہی موثر ہے۔ اور اس میں ہر قسم کا موعظہ ہے۔ اور لوگوں کو رمضان کے کہنے سے منع کرے بلکہ ماہ رمضان یا شہر رمضان کہنے کی تاکید کرے اور حرمت و عزت کی تاکید اعمال و اوراد و اذکار و وظائف اتیان واجبات و ترک محرمات رعایت ارحام و احسان ایتام وغیرہ کے متعلق لوگوں کو اس ماہ محترم میں خصوصیت کیساتھ ترغیب و تشویق دے۔

بست و دوم

(بست و دوم) یہ کہ واعظ اثنائے وعظ درمیان خوف و رجا، امید و بیم کے کرے۔ نہ محض بشارت ہو نہ محض نذارت ہو بلکہ حد وسط کے مضامین بیان کرے۔ کیونکہ بشارت محض کی وجہ سے انسان معاصی پر جری اور مخالفت خداوندی پر بیباک ہوگا۔ اور نذارت محض سے انسان مایوس عن اللہ اور ناامید من اللہ ہوگا۔ لہذا مشتمل بخوف و رجاء و امید و بیم دونوں مضامین بیان کرے

بست و سیم

(بست و سیم) مرتقی ممبر کم از کم مجاز و صاحب اجازۂ روایتی ہونا چاہئے۔ علمائے نقاد و خبیر و ماہر کامل کی جانب سے ماذون و مرخص ہو۔ تاکہ اعتماد و یقین اسکے بیان پر ہو اور سقم و غلطی کا اسکے متعلق خیال برطرف ہو جائے۔

بست و چہارم

(بست و چہارم) یہ کہ مرتقی ممبر حتی الامکان ترجمہ و نقل اقوال پر اکتفا کرے نقل معنی و نقل الفاظ سے بھی حتی الامکان بچتا رہے اور ترجمۂ آیات و احادیث ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ وہی شخص اس امر کو انجام دے سکتا ہے کہ جو عالم علوم و عارف فنون ادیب و لبیب نقاد احادیث خاتم النبیین و اخبار ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا کامل استاد اور علوم عربیہ وغیرہ میں کامل ماہر ہو جیسا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے خصوصیت کیساتھ اسکی تنبیہ کی ہے۔

بست و پنجم

(بست و پنجم) یہ کہ مرتقی ممبر کے لئے مناسب شایان شان یہ ہے کہ اس امر پر اجرت معین نکرے اگرچہ جواز اجرت خالی قوت سے نہیں ہے۔ کَمَا هُوَ مَشْهُوْرٌ بَیْنَ اَصْحَابِنَا وَ هَاصِرنا بجہت جواز اجرت حج واجب و مندوب و زیارت و جہاد وغیرہ۔ علاوہ بریں عالم جلیل علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ اپنی کتاب مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمان سلمی نے ایک فرزند امام حسین کو سورۂ الحمد کی تعلیم دی کہ جسپر حضرت نے انکو ہزار اشرفی اور ہزار خلعت دیکر منہ کو لگے موتیوں سے بھر دیا لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اَیْنَ یَقَعُ هٰذَا مِنْ عَطَائِهٖ یعنی تعلیمہ لہذا بانیان مجلس و مستمعین کے شایان شان یہ ہے کہ وہ قلبا ان کو خوش رہنے اور ضرور کریں۔ کیونکہ یہ اپنے ضروریات کو ترک کرکے بکمال عرق ریزی و دماغ سوزی و وقت کی پابندی وغیرہ کرکے انہوں نے یہ خدمت انجام دی ہے۔ بانیان کو خیال رکھنا چاہیے کہ آخران لوگوں کی ضروریات و لوازمات زندگی مثل ہمارے ہی ہیں۔ آخر اسکی کیا صورت ہے۔ اگر یہ اپنا وقت عزیز اسی طرح مفت ہی صرف کردیں اور مفت ہی یہ خدمت انجام دیتے رہیں۔ تو پھر انکی بسر اوقات کی کیا صورت ہے۔ بہرحال انکی اعانت اعانت معصومین اور

انکی مسرت مسرت اہلبیت طاہرین خیال کر کے اعانت کو دریغ اور احسان و سلوک ہونے میں کوتاہی نہ کریں خصوصًا فی زمانہ اس طبقہ محترمہ کی اعانت و کمک اعظم مثوبات واقرب طاعات ومحبوب ترین عبادت ہے۔ شعر

کریم زادہ چوں مفلس شود دراو پیوند — کہ شاخ گل چہ تو تہی گشت بارور گردد
لئیم زادہ چوں معظم شود ازو بگریز — کہ مستراح چہ برگشت گندہ تر گردد

بست وششم

(بست وششم) یہ کہ مرتقی ممبر کو غناء سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ اس میں عقلا وحکماء بہت سی خرابیاں بتاتے ہیں۔ اسی واسطے شارع مقدس کا اس سے لوگوں کو بچانا مقصود ہے۔ لہذا اسے ناجائز وحرام قرار دیا۔

یہ بھی اس مقام پر عرض کردینا ضروری ہے کہ اسکی حرمت وغیرہ کے لئے خود اسکو جاننا یا سیکھنا ضرور نہیں ہے بلکہ اسکے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جسمیں آواز و راگھ کا گھٹاؤ و بڑھاؤ گٹکری کے ساتھ ہو اور عرف عام میں اسے غناء گانا کہیں خوش آیند ہو یا نہ ہو اسے غنا جاننا چاہیئے۔

یہ بھی خیال رہے کہ حرمت غنا کسی خاص چیز کے ساتھ نہیں بلکہ غنا جس میں بھی پائی جائے وہ حرام ہے قرآن ہو کہ اذان مرثیہ ہو یا قصیدہ۔ نماز ہو یا دعا۔ مواعظ ہوں یا فضائل مناقب ہوں یا مصائب خود ترنگ ہو یا دوسرا اور یہ متوجہ ہو کر سنے سب ناجائز و حرام ہے ہاں البتہ اگر ایسی جگہ یہ واقع ہو یا راستہ چلتا ہو۔ بغیر قصد وارادہ اسکے کانوں میں بے اختیار آواز غنا کی پہونچے۔ تو کوئی حرج والزام نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ مثل مشہور ہے کہ سرود ہمسایہ جائز۔

بست وہفتم

(بست وہفتم) یہ کہ مرتقی ممبر کو کذب دروغ سے خصوصیت کیساتھ اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ کذب وجھوٹ ایسی بری صفت ہے کہ جسکی برائی اگر لامذہب آدمی) یا کم سن بچوں سے بھی پوچھی جائے تو وہ بھی اس کی مذمت کرینگے اور اسے برا بتائینگے۔ متواتر احادیث سے اسکا گناہ کبیرہ ہونا ثابت۔ قرآن مجید میں جا بجا اسکی برائی موجود لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ہر شخص کی زبان زد ہے۔ ہنسی مذاق میں بھی اسکی ممانعت ہے سوائے مقامات مستثنیٰ شارع جس طریقہ وجس قسم کا بھی دروغ و کذب ہو ہمیشہ مذموم خواہ زبان سے کذب ہو یا دیگر اعضاء وجوارح سے ممبر رسول مقبول پر تو بہت زیادہ قبیح ہے بالخصوص کذب بخدا

و رسول و ائمہ معصومین پر عظیم معاصی و اکبر کبائر ہے اور بالاتفاق باعث بطلان صوم و موجب قضا و کفارہ کے بھی بنا بر اقوی کے ہے۔

صاحب جامع السعادات و نیز آغا سید ابو الحسن اصفہانی دام ظلہ العالی و دیگر جمہور علماء اعلام کا متفقہ مقولہ ہے۔ اَشَدُّ اَنْوَاعِ الْکِذْبِ اِثْمًا وَمَعْصِیَةً اَلْکِذْبُ عَلَی اللّٰہِ وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْاَئِمَّةِ وَکَفَاہُ ذَمًّا اَنَّہٗ یُبْطِلُ الصَّوْمَ وَیُوْجِبُ الْقَضَاءَ وَالْکَفَّارَةَ عَلَی الْاَقْوٰی۔ ہاں اگر کوئی حدیث امام کو یا کسی روایت کو ایک امام کے بجائے دوسرے امام کی طرف نسبت دیکر پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یا کوئی حدیث و روایت امام اور اس امام کا نام مشتبہ ہو جائے تو اسکو قول معصوم کر کے بیان کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بمفاد حدیث متفقہ علمائے اعلام اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ۔ اٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ۔ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ۔ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ۔ ان کا کلام بھی ایک۔ بیان ایک۔ دل ایک دماغ ایک زبان ایک۔ خیال ایک نصب العین ایک مطلوب ایک مقصود ایک اول سے آخر تک سب ایک ہیں۔ اول کے قول کو دوسرے کی طرف۔ دوسرے کے قول کو پہلے کی طرف نسبت دینا بالکل صحیح و درست ہے۔ رباعی

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر کوئی جھوٹی روایت یا جعلی حدیث یا کوئی غلط قول اثبات حق یا بجہت تردید باطل یا دیگر اغراض شرعی کی ضرورت سے پڑھے یا نقل قول کرے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے ہاں روایات غیر معتبرہ کے متعلق بجہت تسامح اخبار سیرت علماء کی پہلے بھی یہ تھی اور اب بھی یہ ہے کہ کتابوں کا حوالہ دیکر یا زبان حال کے طور پر بہ تحت ضرورت پڑھتے اور بیان کرتے ہیں اسے کذب و جھوٹ میں شمار نہیں کرتے۔ فتامل و تدبر

(بست و ہشتم) یہ کہ مرتقیان ممبر اپنے جملہ بیانات اور کل تقریر صحیح مدرک و ماخذ درست معتبر سے کریں۔ اور اسکو قبل از وقت اچھی طرح اس پر غور و خوض کر لیں۔ روایت نکات اسرار و حوالجات نقل اقوال روابط و شواہد۔ مقام دگو شہائے اختصار۔ ربط حیثیت اور اس کی ایسی اہمیت کہ جس سے سامعین متاثر اور ختم مجلس مناسب ہو وغیرہ وغیرہ امور کو اچھی ذہن نشین کر لے۔

بست و ہشتم

اگرچہ جملہ باتیں بلا رویت کتاب منھ زبانی و تحریری ادا ہو تو سب سے بہتر و بالاتر ہے کیونکہ اس سے آزادی میں فرق نہیں آتا۔ میدان تقریر بہت ہی وسیع ملتا ہے۔ مجلس سامعین پر اثر پڑتا ہے۔ اقتضائے مجلس کے موافق رنگ مجلس سے اپنے بیان کے گوشوں پر بھی رنگ مجلس کا خیال رکھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کے کل علماء اعلام و وعاظ عظام و خطبائے کرام ذاکرین مصائب قارئین مراثی عراق و ایران کا یہ طریقہ ہے۔

اور اگرچہ جملہ امور بلا رویت و مطالعہ کتاب کے انجام دینا دشوار و ناممکن ہو۔ یا رعب مجلس سے محفوظ رہنا مقصود ہو تو کتاب سے پڑھنا اور اُسے دیکھتے ہوئے زبان سے عین الفاظ ادا کرنا مناسب ہے۔

اور اگر ان جملہ باتوں پر قائم رہکر صرف اپنی کتاب یا داشت کو بغرض مزید احتیاط ہاتھ میں رکھکر منھ زبانی بیان کر سکتا ہو تو منھ زبانی پڑھنا بہتر ہے اور یہی علمائے ہند و عظین مشاہیر ہند و اساتید و ذاکرین محترمین ہند کا طریقہ ہے۔ انتہیٰ ع قلم انجار سید سر شکست شہر

من نگویم کہ ایں کن و آں کن مصلحت بیں و کار آساں کن

فرائض حضار و مستمعین

فرائض حضار و مستمعین

چونکہ مجلس کے مختلف اغراض و متعدد عنوان اس میں بعید اسرار اسکے متشطط طریقہ ہیں۔ لہذا جس نیت و جس ارادہ و قصد سے شرکت ہوگی اسکے ثواب اور اجر بے حساب سے بہرہ یاب ہوگا۔ چند فرائض ہیں۔ حضار و مستمعین کو اسکا خیال و لحاظ رکھنا ضروری ہے

اول

(اول) یہ کہ حضار و مستمعین کو اختیار ہے کہ صرف ایک ہی نیت و قصد سے شریک مجلس دینی ایک ہی نیت کا ثواب من اللہ حاصل کریں۔ اور خواہ متعدد و متشطط نیتوں سے شریک مجلس ہوں۔ اور ثواب ہر مجلس کی نیت کا حاصل کریں کیونکہ اسکے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے متعدد عنوان یہ ہیں۔ مجلس[۱] باعث تقرب خدا و مجلس[۲] رضائے الہ۔ مجلس[۳] خوشنودی انبیاء اللہ۔ مجلس[۴] مسرت رسول مقبول۔ مجلس[۵] خوشنودی علی و بتول۔ مجلس[۶] رضائے ائمہ ہدیٰ و خاصان درگاہ۔ مجلس[۷] احسان بر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ۔ مجلس[۸] احسان بفاطمہ زہراسلام اللہ علیہا۔ مجلس[۹] ذاکرۂ علم۔ مجلس[۱۰] خوف خشیت خدا۔ مجلس[۱۱] تحصیل علم مجلس[۱۲] ذکر خدا۔ مجلس[۱۳] بصنائع و بدائع پروردگار۔ مجلس[۱۴] تعظیم شعائر اللہ۔ مجلس[۱۵] طاقات

اخوان - مجلس ۱۶ زیارت برادران با ایمان - مجلس ۱۷ کسب معاش فراخ صالح - مجلس ۱۸ تحیت و سلام مومنین - مجلس ۱۹ صلۂ رحم - مجلس ۲۰ زیارت علما - مجلس ۲۱ نظر بصورت علما مجلس ۲۲ اکتساب سعادت سادات عالی درجات مجلس ۲۴ فضائح اعداء اللہ مجلس ۲۵ فضائح منافقین مجلس ۲۶ بکا از خوف خدا مجلس ۲۷ توبہ و ندامت - مجلس ۲۸ زیارت و سلام برادران مجلس ۲۹ سلام بائمہ کرام مجلس ۳۰ رفع صوت صلواۃ مجلس ۳۱ لعن اعداء اللہ مجلس ۳۲ تشبہ انبیاء مجلس ۳۳ تاسی اوصیاء و اولیاء اللہ مجلس ۳۴ ادائے حقوق ائمہ ہدیٰ مجلس ۳۵ استجابت دعا مجلس ۳۶ احیاء دین مجلس ۳۷ ترویج احکام خاتم المرسلین مجلس ۳۸ تبلیغ اوامر و نواہی مجلس ۳۹ تلقین مسائل شرعی مجلس ۴۰ صحت اعتقادات مجلس ۴۱ درستی اخلاق مجلس ۴۲ بیان واجبات و محرمات مجلس ۴۳ فضائل و مناقب ائمہ معصومین مجلس ۴۴ رحمت مجلس ۴۵ مغفرت مجلس ۴۶ نجات از دوزخ مجلس ۴۷ دخول جنت مجلس ۴۸ تعزیہ مجلس ۴۹ بکاء بائمہ مجلس ۵۰ گریہ بر سید الشہداء حضرت ابی عبداللہ صلوٰۃ اللہ علیہ و علیٰ آبائہ و اوصیائہ مصابیح الدجیٰ۔

(دوم) یہ کہ حضار و مستمعین کو خیال کر لینا چاہیے کہ آیا یہ مجلس خلاف شریعت و مخالف رضائے رب العزت تو نہیں اگر مخالف شرع ہو تو شرکت حرام و باعث عذاب ہے ہاں اگر ظاہر مجلس خلاف شریعت نہو۔ اور باطناً و اتفاقاً کوئی مرتکب معصیت ہو جائے تو اس میں شرکت کرنا برا نہیں بلکہ حضار و مستمعین کو موافق نیت کے ثواب عطا ہوگا

(سوم) یہ کہ حضار و مستمعین کو چاہیے کہ اگر مجلس میں فضائل و مناقب کے استماع کی نیت سے شریک ہوں تو بوقت استماع فضائل و مناقب ائمہ معصومین خوش و مسرور ضرور ہوں۔ کیونکہ خوش و مسرور ہونے سے ذاکر و مقرر کا دل بڑھتا ہے جوش و امنگ دل میں پیدا ہوتی ہے اور اگر مجلس گریہ بمصائب سید الشہداء و ائمہ ہدیٰ کی نیت سے شریک ہوا ہے تو بوقت استماع مصائب حالت گریہ و بکا کی پیدا کرے ورنہ مشابہ گریہ کنندگان ضرور ہو ورنہ عجب نہیں کہ مصائب ائمہ کی توہین و تحقیر کا باعث ہو۔ لہٰذا جب اپنی حالت اس قابل نہ پائے یا کسالت و سستی کی وجہ سے گریہ و بکا یا مشابہ گریہ کنندگان بھی نہ ہو سکے تو مجلس عزا میں شریک نہ ہوئے اور ایسی شرکت سے معذور رہے۔

(چہارم) یہ کہ حضار و مستمعین بکمال خضوع اور بانہایت خشوع بحضور قلب و اطمینان خاطر و باجمع حواس شریک مجلس ہوں۔

فہم سخن گر نہ کنند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجوی ؛ فسحت میدان ارادت بیار ؛ تا بزند مرد سخن گوی گوی
خلاف شرع امور سے پرہیز کریں غیبت و نمامی۔ کذب۔ نامحرم پر نظر کرنے فتنہ و فساد و عیب
جوئی واعظ و ذاکر اگرچہ ہمیشہ مذموم ہے لیکن مجلس میں ترک کرنے کی بہت زیادہ تاکید ہے
اور مجلس میں ایسے کاموں کے ارتکاب کی بیحد مذمت ہے۔ مجلس میں کسی جگہ بلا استرضاء
کے بیٹھنا یا اور کسی طریقہ سے ایذائے مستمعین و ناراضی بانیان و مہتمین امورات کو ترک
کرنا چاہیئے ہے۔

پنجم (پنجم) یہ کہ حضار و مستمعین کو چاہیئے کہ کم رتبہ و اقل درجہ کے واعظ و ذاکر کی مجلس خوانندگی
میں بھی شریک ہوں اپنے سے پست درجہ کی ذاکری میں شریک ہونے میں غرور و تکبر سے کام
نہ لیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور جناب خضر پیغمبر خدا کا واقعہ بنظر تعمق و تامل خیال کریں۔
جناب موسیٰ باوجود افضل و اعلیٰ ہونے کے پھر بھی جناب خضر کی ملاقات و اکتساب صحبت
بلکہ حصول تعلیم پر من اللہ مامور ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں عَلِّمْنِیْ اَوْصِنِیْ وَعِظْنِیْ۔
علامہ مجلسی جلد پنجم بحار میں جو واقعہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور زانی کا تحریر کرتے ہیں اس سے
بخوبی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ جناب روح اللہ شخص زانی واجب الحد سے موعظہ کی
خواہش کرنا اور اسکا موعظہ کرنا۔ بین ثبوت ہے کہ اپنے سے کم درجہ کے موعظہ وغیرہ میں
شرکت کرنا برا نہیں ورنہ جناب روح اللہ کا عمل یہ نہ ہوتا۔
علاوہ بریں جناب سلیمان حشمت اللہ اور موچہ کی حکایت تو ہر شخص کے زبان زد ہے
اس نے سوال کیا کہ کیوں حروف آپکے نام کے آپکے پدر بزرگوار کے نام کے حروف سے
زیادہ ہیں آپ نے جواب نہ دیا بلکہ گویا فرمایا کہ تو ہی بیان کر موچہ نے عرض کی۔ لِاَنَّہٗ دَاوٰی
جُرْحَہٗ بِالْوُدِّ وَاَنْتَ سَلِیْمٌ مِّنْ ذَالِکَ۔ لہذا خیال رہے کہ خواہ کیسے ہی پست مرتبہ و کم درجہ
کا واعظ و ذاکر ہو اُسے حقیر و ذلیل نہ سمجھے بلکہ اسکو بکمال دلجمعی و اطمینان خاطر سُننے اور اُس کے
موعظہ و مجلس میں شریک ہو۔ سید اسماعیل حمیری اور حضرت امام ششم اور دعبل خزاعی
اور حضرات ائمہ علیہم السلام کے واقعات بھی اسکے مؤید و مسلم ثبوت ہیں۔

ششم (ششم) یہ کہ حضار و مستمعین کے لئے ضروری ہے کہ اگر مجلس مساجد و مشاہد و روضات
ائمہ معصومین میں ہے تو بحالت جنابت و حیض و استحاضہ و نفاس شریک ہوں۔ بلکہ شریک
ہونا ناجائز و حرام ہے لیکن علاوہ ان مقامات کے اگر امامباڑوں یا گھر یا اور کسی مقام پر ہو

تو ہر حالت میں شریک ہوتے ہیں لیکن علم و تعزیہ و منبر وغیرہ کو مس کرنا حالت نجاست مذکورہ میں خلاف احترام و آداب تعزیہ داری وغیرہ کے خلاف ضرور ہے۔

ہفتم

(ہفتم) یہ کہ حضار و مستمعین کو لحاظ و خیال رہے کہ ایسا کوئی امر وقوع میں نہ لائے خود اور نہ باعث ایسے امورات کو لانیکا ہو کہ جس سے استماع مواعظ و مصائب وغیرہ میں خلل واقع ہو۔ البتہ واعظ و ذاکر کو داد دیکر دل بڑھانا تعریف وغیرہ کر کے تشویق کرنا یا فضائل و مناقب آئمہ یا نکات و اسرار کے وقت پر جوش بلند آواز سے صلوات و درود بھیجنا بیجا نہیں۔ اور وقت استماع مصائب گریہ و بکا کرنا اور بآواز بلند نوحہ و ندبہ کرنا بلکہ مثل زن ثکلی کے زانو و سر و سینہ پیٹنا نہ فقط باعث ثواب بلکہ اعظم قربات۔ اکبر طاعات بہترین عبادت اعلیٰ ترین خدمت ہے۔

شرائط بانیان و مہتمان مجلس

شرائط بانیان و مہتمان مجلس

بانیان اور مہتمان مجلس کو شرائط ذیل کا لحاظ رکھنا ضروری و لازمی ہے ورنہ عجب نہیں کہ بجائے اکتساب ثواب کے گناہ ہو۔

(اول) یہ کہ بانیان و مہتمان مجلس کی غرض اصلی و مقصد حقیقی اور نیت واقعی انعقاد مجلس کی صرف خوشنودی خدا۔ و تقرب الی اللہ۔ احسان برسول اللہ و مسرت صدیقہ طاہرہ۔ خوشنودی ائمہ ہدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین و حصول ثواب و اکتساب اجر۔ ترویج دین و تبلیغ احکام خاتم النبیین و احیائے شرع متین و تنبیہ غافلین ہونا چاہیے۔

دوم

(دوم) یہ کہ بانی مجلس کو صدق دل سے یقین رکھنا چاہیے کہ مجلس میں سب ملائکہ و ارواح انبیاء و ائمہ ہدیٰ تشریف لاتے ہیں اور بالخصوص ام المصائب جناب صدیقہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور خود حضرت سید الشہداء زمین عرش سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور بانی و ذاکر و گریہ کنندگان کیواسطے دعائے خیر فرماتے ہیں بانی مجلس گویا صف عزائے ائمہ معصومین بچھا کے سزاوار شفاعت و لائق رحمت ہزاروں آفات دنیا و لاکھوں بلیات آخرت سے محفوظ و مامون موجب سعادت دارین و راحت نشاتین پروانہ نجات جہنم و قیمت بہشت چاہیے۔

سوم

(سوم) یہ کہ بانی و مہتمان مجلس پر فرض ہے کہ زمین غصبی و مکان غیر مباح میں

مجلس منعقد نہ کریں اور نیز سامان مجلس بھی غصبی و غیر مباح نہ ہونا چاہیے خیمہ۔ شامیانہ قناتیں فرش چراغ ظروف و دیگر اشیاء کہ جو مجلس میں کام آتی ہیں سب جائز و مباح ہونا چاہئے جس کو ان اشیاء کے ناجائز و حرمت کا علم ہو اسے شریک ہونا بھی حرام ہوگا۔ اس کا اہتمام و استعمال بھی ناجائز و فعل حرام ہوگا۔

(چہارم) یہ کہ بانی و مہتمم کو ضروری ہے کہ مکان مجلس بالخصوص امامباڑہ اور منبر کو حد سے زیادہ آراستہ و پیراستہ نہ کرے بلکہ سب سے زیادہ طہارت و پاکیزگی کا خیال کریں۔ کہ بی کوشش صفائی و پاکیزگی کی حتی الامکان اٹھا نہ رکھیں۔ کیونکہ مجلس و امامباڑے اور منبر کو زہد سے خاص خصوصیت اور فقر و فاقہ سے مناسبت تام اور ترک دنیا سے تعلق خاص ہے۔ رباعی

اے ترا اگر قدرے درد دین بود یا حسین و تعزیہ اش بیش ایں بود
عشرت کنیم تعزیہ اش می نہیم نام حاشا کہ رسم در راہ محبت چنیں بود

ایضاً رباعی

تا چند طریق و جاہ و حشمت طلبیم برخیز کہ مفتاح سعادت طلبیم
تا باطن ماز فیض ماسور شود از باطن اہل فقر ہمت طلبیم

(پنجم) بانی و مہتمم کا فرض ہے کہ ایسے شخص سے مجلس پڑھوائیں بہ نیابت پیغمبرؐ و ائمہ معصومین منبر رسول پر بیٹھکر موعظہ و نصیحت و ذاکری کرے۔ اور مضامین خوف و خشیت الٰہی اور مطالب شریعت مسائل حلال و حرام اوامر و نواہی مطالب علم کلام و علم فقہ و علم اخلاق و فضائل و مناقب و مصائب معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین بیان کرے۔ تاکہ لوگوں کے اعتقادات صحیح اور ایمان کامل و اخلاق درست ہوں۔ محبت اہلبیتؑ میں اضافہ اور وقت مصائب گریہ و بکا ہو۔ علاوہ بریں وہ واعظ و ذاکر اعرف۔ اعلم و باورع بھی ہو تو نور علیٰ نور ہے اور لوگ اسے از روئے شرع نفرت و حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے ہوں۔

اگرچہ ایسا واعظ و ذاکر فی زمانہ نادر و کمیاب ہے۔ اور جو ہے بھی تو اُسے لوگ پسند نہیں کرتے اور حقیقت میں ایسے واعظ کا موعظہ مفید اور ایسے ہی ناصح کی نصیحت مؤثر اور ایسے ہی ذاکر کی مجلس میں شریک ہونا موجب ازدیاد ایمان و درستی افعال و اخلاق

اور محبت اہلبیت پر ثابت قدم رہنے کا سبب اور ایسے ذاکر کی زبان سے مصائب آئمہ علیہم السلام سنکر گریہ و بکا کرنا باعث نجات دوزخ و موجب دخول جنت ہے۔

افسوس صد افسوس حالت حضرات اہل ہند پر اور بالخصوص اہالیان اودھ و پنجاب پر کہ ان کو تو وہ واعظ و ذاکر پسند ہے کہ جو علوم غریبہ کے مضامین اور علوم منہیہ کے مطالب بیان کر کے لوگوں کو گرویدہ و قصص و حکایات عجیبہ و لطائف و ظرائف لفاظی و طلاقت لسانی۔ نکات و استحسانیات وغیرہ کے ذریعہ حضار و مستمعین و بانی کو وقتی خوش و مسرور کرتے ہیں اور اونکے موعظہ سے مستمعین کے دلوں پر نہ خوف خدا۔ اور نہ اونکی طویل ذاکری سے حضار میں خشیت آلہی پیدا ہوتی ہے اور نہ اعتقادات سامعین کی صحت اور نہ اونکی عبادات پر کچھ اثر اور نہ اونکے افعال کی درستی اور نہ ان میں تہذیب اخلاق اور نہ معاشرت خلق کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

در واقع ایسا واعظ و ذاکر بقول علامہ شوستری علیہ الرحمہ نائب شیطان و وزیر ابلیس ہے و قائم مقام منافقین خلیفہ کفار و دشمن آئمہ اطہار ہے (ششم) یہ کہ بانی و مہتمم کا فرض ضروری و منصب لازمی یہ ہے۔ کہ اگر کوئی فعل ناجائز و امر ناموزون و شنیع حاضرین و مستمعین و کارکنان مجلس کی دیکھیں تو حتی الامکان مخفی و پوشیدہ رکھیں۔ اظہار کر کے موجب ذلت و رسوائی کا نہ ہوں۔ اور اگر احیاناً کسی سے کچھ نقصان قابل برداشت ہو جائے تو ملامت خندہ پیشانی کیساتھ برداشت کر لیں اور اس کا عوض خدا و رسول و آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے لیں۔

ششم

ہفتم یہ کہ بانی و مہتمم کا فریضہ ہے کہ علماء و فضلاء و عرفاء۔ سادات۔ اشراف۔ عباد۔ زہاد۔ ضعفاء۔ مسافرین۔ متدینین۔ مومنین۔ علی الخلوص ہمسایہ و جیران کو حسب حیثیت و مطابق عزت مجلس کی اطلاع دیں اور کوشش کر کے ان حضرات کو شریک مجلس کریں اور تا امکان زیادتی مستمعین و کثرت سامعین با تمکین کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور ہر شخص کو اوسکے شان و وقعت کے مطابق جائے مناسب و جائے موزون پر باعزاز و اکرام بٹھائے۔ اور حصہ و تبرک کے بعد بعزت و احترام ختم مجلس پر رخصت کرے اور تا قیام اونکے ضروریات اور عصا و چھتری و نعلین وغیرہ کی حفاظت کا کافی انتظام کرے تاکہ کوئی آشنا کی و ناراض نہو۔

ہفتم

ہشتم یہ کہ بانی کو حتی امکان تبرک و حصہ وغیرہ بھی بقدر استطاعت و مکنت ضرور تقسیم کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ امر موجب تشویق حضار و ترغیب مستمعین و کثرت جمعیت کا باعث ہے چائے وغیرہ کی بھی تقسیم بری نہیں بالخصوص اطعام و شربت کا بہت ثواب ہے۔ بلکہ سنت ثامن الائمہ و ائمہ ہدا صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہے۔ نظر بایات و احادیث اعظم طاعات۔ و اکبر عبادات۔ و اشرف امور رضائے آلہی۔ و موجب خوشنودی خداوندی۔ دافع بلا۔ نجات شر اعداء۔ سعادت دارین۔ و رستگاری نشاتین ہے اطعام و سیرابی آب سے مجلس کے۔ رسول خدا زیر احسان۔ علی مرتضیٰ ممنون۔ صدیقہ طاہرہ خوشنود بقیہ ائمہ معصومین مسرور ہوتے ہیں۔ اس سے دنیا کے مہمات آسان مشکلات آخرت حل دوزخ سے نجات۔ بہشت کا داخلہ برزخ

ہشتم

اگر اطعام پر قدرت و مکنت رکھتا ہو تو جو بھی امکانیں میں جیں موقف حابیں رستگاری پل صراط پر ثابت قدمی ہوتی ہے۔ ہو بغرض حصول ثواب و احیائے سنت حضرات اہلبیت علیہم السلام لاسیما سنت حضرت ثامن الائمہ علیہم آلاف التحیۃ والثناء کے خیال سے ضرور تقسیم کرے۔ اور حقہ پان سگریٹ جگارہ بیڑی چرٹ وغیرہ کی تقسیم عجب نہیں کہ اگر بغرض دفع افسد بفاسد و کثرت جمعیت و تجمع عوام کے ہو تو باعث اجر و ثواب ہو۔ لیکن پان کہ جمیں تورہ و چونے کے استعمال کے متعلق لوگ استحالہ کی رو سے مباح جانتے ہیں۔ علماء ہند کے سکوت اور بعض اہل علم کے عمل سے حلیت کا حکم سمجھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

دخانیات یعنی حقہ سگریٹ جگارہ چرٹ بیڑی وغیرہ کے متعلق جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے برادر زن سالے صاحب مسمیٰ ملا محمد گلستانہ نے شرح رسالہ۔ ایام ششم میں روضہ کافی سے نقل کرتے ہیں کہ تمباکو تین مجالس تعزیہ میں بہت بڑی تعداد اور باعتبار قیمت اسیر بہت ہی زر کثیر صرف ہوتا ہے نہ اوس کا کوئی نفع اور نہ اسکی کوئی منفعت بلکہ فضول و اسراف و حرام ہے۔ شیخ حر عاملی اپنی کتاب فوائد طوسیہ اور کتاب وسائل الشیعہ میں شرب تتن قہوہ کو ترک بتاتے اور اس احتیاط کو واجب کہتے ہیں۔ صاحب حدائق شیخ یوسف بحرینی اور صاحب مجمع البحرین شیخ طریحی و زاید شیرازی وغیرہ علماء نے تو اس کی حرمت پر جدا جدا رسالے لکھے ہیں لیکن اگر ہم ان اقوال کو مذہب اخباری خیال کریں اور حرمت کے قائل نہ بھی ہوں تو بھی احتیاط و رجحان ترک میں جائیں گے۔ اگر بغرض بغرض صحیح و مقصد شرعی من باب مقدمۂ عبادات و دفع افسد بفاسد کے ہو تو عجب نہیں کہ موجب ثواب و باعث اجر ہو۔

واللہ اعلم و بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس اول

علائق عبد و معبود

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ۔ سورہ مریم جز ۱۶ رکوع ۷ پروردگار ارشاد فرماتا ہے ۔ یعنی یہی وہ بہشت ہے کہ ہم اپنے متقی و پرہیزگار بندوں کو وراثت میں دینگے ۔ آیت میں حق تعالے نے دخول جنت کے واسطے عبد متقی ہونے کی شرط قرار دی ہے ۔ آیت کے یتور بتاتے ہیں کہ کہنے کے واسطے تو جس کا جی چاہے کہے ۔ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ ۔ لیکن صدق و کذب تو اوس وقت معلوم ہوگا کہ جب امتحان میں پورا و مقام تجربہ میں ثابت قدم رہے ۔ وہ قابل مدح و ستائش ہے ۔ بلکہ مقام و مرتبہ عبد وہ مرتبہ بلند و درجہ عبودیت وہ عالی شان درجہ ہے ۔ کہ بقول بعض عرفا نبوت و رسالت سے بھی بالاتر ہے ۔ یہی تو سبب ہے کہ ہم لوگ کلمہ نبوت عبد کو رسالت سے مقدم کرکے پڑھتے ہیں ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ یہ مقام بلند نہ آدم صفی اللہ اور نہ نوح نجی اللہ اور نہ ابراہیم خلیل اللہ ۔ اور نہ موسےٰ کلیم اللہ ۔ اور نہ عیسےٰ روح اللہ کو نصیب ہوا نہ اور کسی کو یہ مقام مخصوص خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ جب شب معراج آسمان پر بلائے گئے تو خطاب ہوا ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ اور جب زمین پر تشریف لائے تو وحی ہوئی ۔ تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ ۔ بہت بابرکت وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن نازل کیا ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

حضرات علاقہ عبودیت وہ علاقہ ہے کہ جس کے حاصل ہونے سے دنیا و دین کے مہمات حل اور دنیا و آخرت کی مشکلیں آسان ہوتی ہیں ۔

جو اس درجہ پر فائز ہوا اور جو اس مرتبہ پر نائل ہوا تو اس کی کل مخلوق تابع فرمان اور مطیع ہو جاتی ہے اور کل عناصر اربعہ تابعت کرتے ہیں ۔ جس کو جو حکم کر دے فوری اطاعت کرتے ہیں ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے اور پروردگار کے درمیان کونسا علاقہ و تعلق ہے

بیان علائق عبد و معبود

اقسام علائق

کیونکہ تعلقات و علائق متعدد ہیں۔

اول

اول علاقہ عبودیت و ربوبیت۔ اور اس کے تین درجے ہیں۔ عبد۔ مسلم۔ مومن ان تینوں میں عموم خصوص من وجہہ کی نسبت ہے جو مومن ہے وہ مسلم و عبد ہے اور جو مسلم و عبد ہے اس کا مومن ہونا ضروری نہیں بلکہ بعض مسلم و عبد و مومن اور بعض غیر مومن ہیں۔

عبد کی تعریف

اس وقت صرف عبد کو لیجیے۔ عبد کے معنے غلام کے ہیں۔ غلام کے لئے تین باتیں ہوا کرتی ہیں۔

ایک

تو یہ کہ وہ مالک مال نہیں ہوتا۔ اَلْعَبْدُ وَمَا لَهُ لِمَوْلَاهُ۔ غلام اور اوس کا مال بھی سب اس کے مولا کا ہے۔ مگر خدا اپنے بندوں کا ایسا مولا ہے کہ خود اوس مال سے منتفع نہیں ہوتا بلکہ اوس کا فائدہ خود بندوں ہی کو پہونچاتا ہے۔

دوسرے ۲

بندہ مالک کے موافق حکم جہاں وہ کہے خرچ کرتا ہے خود اوس کو اختیار خرچ نہیں ہے۔

تیسرے ۳

یہ کہ غلام بالکل آقا کے تابع ہوتا ہے۔ جس کام کو حکم دے گا کرے گا جس کو منع کرے گا ترک کرے گا۔ یہ ہی حال عبد کا ہے بالنسبۃ معبود حقیقی کے یہ تو غلام مجازی کی حالت ہے تو اب تصور فرمائیے کہ ہم لوگ تو حقیقتاً عبد اور وہ ہمارا مالک حقیقی ہے تو آیا یہ سب باتیں ہم پر صادق آتی ہیں۔ آیا ہمارا مال و اسباب جو کچھ ہے اسے ہم اپنا جانتے ہیں یا اپنے خالق حقیقی کا۔ اگر خالق کا جانے تو اس کے حکم کے موافق خرچ کرنے میں کبھی بخل نہ کرینگے۔ زکوۃ بھی دینگے خمس بھی ادا کرینگے ردّ مظالم و کفارات دیگر ہمیشہ سبکدوش رہیں گے۔ فی سبیل اللہ جتنے کام ہیں سب میں بلا عذر خرچ کرینگے۔ اور جب یہ سمجھ میں آجائے گا کہ یہ سب کچھ مالک حقیقی کا ہے میرا کچھ نہیں۔ تو پھر اگر مال تلف بھی ہو جائے گا تو اس کو نہ کچھ افسوس اور نہ کچھ غم ہوگا۔ انسان جب یہ سمجھ لے گا کہ یہ مال دوسرے کا ہے تو کبھی مال پر تفاخر و غرور نہ کرے گا۔ کیونکہ دوسرے کا مال خرچ کر کے غرور کرنا کہ ہم نے خرچ کیا

ہم نے لوگوں کو دیا نہایت سفاہت و بیعقلی ہے - خزانچی و کیشئر کسی کو مالک مال کے حکم سے دیکر بھلا فخر و مباہات کر سکتا ہے پوسٹ مین ڈاکیہ زرمنی آڈر دے کر احسان و منت رکھ سکتا ہے کبھی نہیں کہنے کو تو زبان سے سب ہی کہدیں گے لیکن میدان عمل میں ہمارا قدم بہت پیچھے نظر آئے گا - گو یہ مطلب اس سے زیادہ توضیح طلب ہے لیکن میں بخیال اور چیزوں کے ترک کرتا ہون -

دوم علاقہ آقا و نوکر خادم و مخدوم ہے قابل غور یہ بات ہے کہ آیا ہمیں اور پروردگار عالم کے درمیان یہ علاقہ و تعلق ہے - اور ہم اسکو آقا و مخدوم اور خود کو خادم و نوکر جانتے ہیں یا نہ . وہ برتاؤ کہ خادم و مخدوم و آقا و نوکریں ہوتے ہیں ہمارے اور اس کے درمیان عمل میں آتے ہیں - اگر مالک نوکر کو حکم دے کہ تم فلان کام انجام دو تو وہ بکمال شوق و شفقت حضور قلب سے انجام دے گا - اور ہماری حالت یہ ہے کہ مالک حقیقی پروردگار عالم ہم کو حکم فرماتا ہے کہ شب روز میں صرف پانچ وقت کی نماز اور سالمین صرف ایک ماہ کے روزے ہمارا دل چاہا پڑھی نہ چاہا نہ پڑھی - روزے رکھنا تو در کنار ہم روزے دار ونکو بتاتے ہیں مزاق اڑاتے ہیں کہ دیکھو کیسے بیوقوف ہیں کہ کھانا ہوتے ساتھی فاقے کرتے ہین - ادہر ہلال ماہ رمضان نمایان ہوا ادہر روزے نہ رکھنے والون کے جگرمیں ناسور پڑ گئے دل میں خیال کرنے لگے کہ اب ہماری چوری کھلنے کا وقت اور ہماری بے دینی ظاہر ہونے کا زمانہ آگیا - غرضکہ کاش ہمارے اوس کے درمیان یہ ہی علاقہ ہو ہم اس کو اتنا ہی سمجھیں کہ جتنا خادم اپنے مخدوم اور نوکر اپنے مالک کو - لیکن مشاہدہ اس کے بالکل خلاف ہے -

سوم علاقہ دوستی والفت - آیا ہمارے اور پروردگار کے درمیان علاقہ دوستی ہے آیا ہم اس سے وہ برتاؤ کرتے ہیں کہ ایک دوست دوسرے دوست سے کرتا ہے اگر ہم کسی کے سچے دوست ہیں تو جو وہ دوست کہے گا وہ ہی کرینگے اور جو وہ چاہے گا وہی چاہیں گے - جو اس کے خلاف ہونگے اسے ترک کرینگے - اگر کبھی اپنے دوست کی رضا و خوشنودی کے خلاف کرینگے تو ایک یا دو مرتبہ درگذر کریگا لیکن متواتر پے در پے کرینگے تو وہ ترک دوستی کرے گا - اب ذرا اپنے خالق کی دوستی کا اندازہ فرمائیے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے - اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ - نماز برپا کرو زکوٰۃ ادا کرو - واجبات بجالاؤ - محرمات ترک کرو - مستحبات حتی الامکان انجام اور مکروہات سے حتی الوسع پرہیز کرو - مگر ہماری یہ حالت ہے کہ کتنی نمازیں قضا کہ جس کا پڑھنا تو درکنار خیال پڑھنے

تک کا نہیں آتا۔ اور نہ معلوم کتنا روپیہ زکوٰۃ کا کھائے بے خوف و خطر بیٹھے ہیں۔ خیال ادا ہی نہیں۔ خمس کی رقمیں بھی ہضم جہاد تو درکنار۔

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ — هٰذَا مُحَالٌ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ — اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

یعنی تو گناہ خدا بھی کرے اور اس کی محبت کا دعوے بھی کرتا ہے یہ محال اور قیاس سے باہر ہے۔ اگر تیری محبت و دوستی سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا۔ کیونکہ دوست ہمیشہ دوست کا تابع ہوتا ہے اور اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اچھا اسے جانے دیجیے اگر آپ کے دوست کو معلوم ہوگا کہ میرا دوست میرے دشمن سے ملتا آمد و رفت رکھتا ہے تو اس کو بہت برا معلوم ہوگا بلکہ وہ دوست جانی دشمن ہو جائے گا

عبد آئمہ ہونا درست ہے

لیکن جناب دوستی تو درکنار ہم دشمن خدا کے یعنی شیطان لعین کی اطاعت و پیروی اس درجہ کرتے ہیں کہ اسے اپنا مال دینے پر تیار جان بھی فدا کرنے پر موجود اور اپنے اعضا و جوارح حتیٰ کہ جوانی تک اس کو مفت بطور تحفہ ہدیتاً بخش کئے دیتے ہیں۔ حالانکہ بروز قیامت جب شیطان کو الزام دیں گے تو اس وقت وہ جواب دے گا۔ لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (سورہ ابراہیم جزو ۱۳ رکوع پندرہ) یعنی تم کو خدا نے قرآن ایسی کتاب میں بتا دیا تھا اور مجھکو تو تم پر حکومت و تسلط تو دیا نہ تھا لیکن میں نے صرف تم کو برے کاموں کی طرف دعوت دی تم لوگوں نے کیوں قبول کی اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔

الحاصل

عبد خدا تو اس بیان سے ہونا مشکل ہے۔ لیکن اب ذرا آئمہ معصومین ہونا تو اس کی طرف خیال کریں کہ اگر بندہ خدا نہیں تو کاش بندہ آئمہ ہی ہوں۔ تو بھی ٹھیک۔ قسم بخدا اگر ان میں سے ایک کے ہی عبد ٹھہرے تو بھی دین و دنیا سب درست ہو کیوں جناب یہ تو بچہ بھی جانتا ہے کہ بندہ نیک و عبد صالح وہی ہو سکتا ہے کہ جو آقا و مالک کے صفات سے حتی الامکان متصف ہو۔ اب ذرا تقابل فرمائیے توحید آئمہ۔ اور اپنی توحید۔ انکی توحید باعتبار صفات کے اور ہماری توحید باعتبار اعداد۔

توکل آئمہ پر نظر فرمائیے اور اپنا درجہ توکل کو دیکھیے انکا توکل کالمیت بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ۔ مثل میت کے غسال کے ہاتھوں میں کوئی خواہش میت غسال سے نہیں کرتی بلکہ ہر حال میں غسال کی مرضی د

خواہش کے تابع رہتی ہے بخلاف ہمارے توکل کے کہ ہر کس و ناکس پر اعتماد و ہر چیز سے توکل کرتے ہیں۔

آئمہ معصومین اللہ کے سوا کسی کی مدد و اعانت کے طالب نہیں ان کا فرمانا۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ حقیقتاً ہے۔ اور ہم ہر شخص سے مدد و کمک مانگا کرتے ہیں کبھی زید کی خوشامد اور کبھی بکر کے آستانہ پر سر خم کرتے ہیں۔ ہم اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ درگاہ الٰہی میں محض کذب و دروغ کہتے ہیں۔

عبادت آئمہ کو لیجئے۔ یہ بزرگوار عبادت الٰہی اور اطاعت خداوندی کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز و پر قیمت جانتے ہیں۔ اور ہم عبادت کو فضول اور اطاعت خدا سے میلوں و فرسخوں بھاگتے ہیں۔ بھلا ان ہی باتوں سے ہم آئمہ معصومین کے عبد ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغۡفِرَتَکَ اَرۡجٰی مِنۡ عَمَلِیۡ وَاِنَّ رَحۡمَتَکَ اَوۡسَعُ ذَنۡبِیۡ۔ اے پروردگار میرے یقیناً تیری معرفت مجھکو میرے عمل سے زیادہ امیدوار تباتی ہے اور یقیناً تیری رحمت میرے گناہوں کے بالنسبۃ بہت وسیع ہے جیسا کہ امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام دعائے افتتاح میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اَنۡکَ تَدۡعُوۡنِیۡ فَاُوَلِّیۡ عَنۡکَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَیۡکَ۔ اے پروردگار یقینی تو ہم کو اپنی طرف بلاتا ہے اور ہم تجھسے روگرداں ہیں اور تو ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم تجھے دشمن جانتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ وہ کیسا رحیم و کریم ہے کہ جسکی رحمت کا اندازہ کوئی فرد بشر نہیں کر سکتا۔ سورہ بقر دوسرے جز ساتویں رکوع فرمان ۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ۔ اے رسول جب میرے بندے میرا حال پوچھیں تو کہدو کہ میں انکے پاس ہی ہوں اور جب مجھسے کوئی دعا مانگتا ہے تو ہر دعا کرنے والے کی دعا سن لیتا ہوں اور جو مناسب ہو تو قبول کرتا ہوں پس انہیں بھی چاہیے کہ میرا کہنا مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ (سورہ زمر جز ۲۴ رکوع اول) یعنی کیا پروردگار عالم اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ ضرور ہے۔

علاوہ بریں سورہ زمر جز ۲۴ رکوع ۳ میں ارشاد ہے۔ قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِھِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ۔ اے رسول کہدو کہ اے میرے بندوں جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بے شک خدا تمھارے بھی گناہوں کو بخش دے گا وہ بیشک بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

درحقیقت خدا کی کیا رحمت ہے کہ جس کی رحمت سے ناامیدی و فضل آلٰہی سے مایوسی گناہ کبیرہ قرار پایا اس بارے میں متعدد آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ احادیث بھی کثرت

سے اس کی تائید کرتے ہیں - بلکہ احادیث و آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ملائکہ مقربین و انبیائے مرسلین بھی مومنین کے واسطے خدا سے طلب مغفرت و آمرزش کی دعا کرتے ہیں - اور یقیناً اون بزرگواروں کی دعا مقبول بارگاہ ہے - جیساکہ سورہ شوریٰ ۲۵ جز دوسرا رکوع پر ارشاد باری ہے - وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ - اور ملائکہ اپنے پروردگار کی تسبیح و ثنا کرتے ہیں اور اہل زمین کے واسطے طلب مغفرت و امرزش کی دعا کرتے ہیں اے لوگوں سن رکھو کہ خدا یقینی بڑا مہربان و بخشنے والا ہے - علاوہ بریں اگر کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو خلاق عالم کی طرف سے اس کے لکھنے میں تاخیر کی جاتی ہے تاکہ شاید بندہ پشیمان ہوکر استغفار کرے پھر بھی اگر رحمت خدا کے سننے کو دل چاہتا ہو تو اون چیزوں اور امورات کو تصور فرمائیے جو وسیلہ نجات مومنان و باعث امیدواری گنہگاران ہیں شفاعت و عذر خواہی شافع روز محشر پیغمبر رؤف و رحیم و آئمہ طاہرین ؑ کی ہے کہ روز قیامت یہ بزرگوار گنہگاران کی شفاعت فرمائیں گے - اور اون کی شفاعت گنہگاروں کے بارے میں حق تعالے قبول و مقبول فرمائے گا - حق تعالے نے سورہ والضحیٰ جز ۳۰ رکوع ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے - وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور یقیناً بروز قیامت پروردگار تمھارا تم کو اس قدر بخشش و عطا کرے گا کہ تم راضی و خوشنود ہوجاؤ گے - اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے کہ حضرت رسول راضی و نہ ہوں گے جب تک کل مومنین داخل بہشت نہ ہوں - روایت میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے - اِدَّخَرْتُ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ - یعنی میں نے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کیا ہے اپنی امت صاحبان گناہان کبیرہ کے واسطے -

درحقیقت یہ بہت بڑی بشارت اور کمال درجہ خوشخبری ہے کہ جیسے آنکھوں میں نور دل میں سرور اور قلب خوش و مسرور ہوتا ہے

اے گروہ مومنان شادی کنید ✻ سرو سوسن آزادی کنید

اس بشارت کے مقابل جتنی خوشی و اظہار مسرت ہو کم ہے -

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان ٭ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ (سورہ رعد جز ۱۳ رکوع ۹) میں ارشاد ہے کہ اور اس میں شک نہیں کہ تمہارا پروردگار باوجود لوگوں کی شرارت کے انہیں بخشش والا ہے

من نہ کردم خلق تا سودی کنم ٭ بلکہ بر بندگاں جودی کنم

حضرات! شفعار روز قیامت نو ہیں۔ اول اَلْجَارُ لِلْجَارِ ہمسایہ اپنے پڑوسی کی شفاعت کریگا۔ دوسرے قرآن۔ تیسرے علمار۔ چوتھے اطفال نابالغ۔ پانچویں سادات رفیع الدرجات چھٹے داعی اسلام۔ ساتویں شہر اللہ ماہ صیام آٹھویں صدیقہ طاہرہ۔ نویں ائمہ و پیغمبر خدا خاتم الانبیا

حضرات کہاں تک رحمت خداوند عالم بیان ہو۔ واقعی اسکی رحمت اسکے غضب پر سبقت و وسعت رکھتی ہے۔ اسی نزول رحمت کی غرض سے بیت اللہ بنایا کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے مبرا و عاری ہے پھر اسکو مکان کی کیا ضرورت۔ یہ صرف بندوں پر نزول رحمت کے واسطے بنایا تاکہ بندے حج کرنے اور اسکی عبادت وغیرہ میں متوجہ ہوکر مستفیض و شامل رحمت ہوں اسی طرح یہ ماہ مبارک صیام یہ مہینہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ یوں تو سب ہی مہینہ اللہ کے مقرر کردہ ہیں لیکن ان میں یہ ماہ رمضان کا مہینہ اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہ صرف اسواسطے منسوب فرمایا تاکہ اس میں اپنے گنہگار بندوں پر رحمت نازل کرے اپنے فضل و کرم کا سزاوار ٹھہرائے۔

آج ماہ مبارک شہر برکت و شہر اللہ کی پہلی شب ہے اس میں مومن کو خلاق عالم ندا فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

اے مومنوں تم پر روزہ واجب ہوا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر واجب فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم متقی و پرہیزگار بنو۔ وہ بھی ہمیشہ کیلئے نہیں بلکہ گنتی کے چند روز اگر ان دنوں میں تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان دنوں کے جتنے روزے قضا ہوے ہوں گن گر رکھے۔

بہر حال یہ مہینہ شہر اکبر اور عید عظم اولیاء اللہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهْرَ اللّٰهِ الْاَكْبَرِ وَ عِيْدَ اَوْلِيَائِهِ الْاَعْظَمِ سلام ہو تیر اُجھپر اے خدا کے بزرگ و معزز مہینے اور عید اولیاء اعظم کی اے خدا کے مہینے کہ جو مثل قرآن مجید کے اپنا شریک نظیر نہیں رکھتا ہے جس طرح کلام اللہ کے

شریک آل و عترت رسول اللہ ہے اوسی طرح شہر اللہ کے شریک ثار اللہ اگر اس ماہ مقدس میں لیلۃ القدر ہے اور فرشتے نازل ہوتے ہیں تو وہ فرشتے شریک شہر اللہ کو سلام اور انکے اجداد و اولاد پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

لیکن مومنین شریک ماہ رمضان کی وصیت کو خصوصاً وقت افطار جب آب شیریں وخوشگوار نوش فرمائے توانکو فراموش نہ فرمائیگا فِی مُحْرِقِ الْقُلُوبِ عَنْ سَکِینَۃَ بِنْتِ الْحُسَیْنِ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ مِنْ اَبِیْ یَقُوْلُ چنانچہ محرق القلوب میں ملا مھدی نراقی نے حضرت سکینہ خاتون دختر امام حسین سے روایت کی ہے وہ یتیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں قتلگاہ میں پہونچی اور لاش پدر مظلوم سے لپٹ کر رونے لگی تو اُسوقت اپنے باپ کے گلوئے بریدہ سے سُنا میں نے کہ بطور وصیت کے فرماتے ہیں۔

شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ ۔۔۔ اَوْسَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَھِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ

وَاَنَا السِّبْطُ الَّذِیْ بِغَیْرِ جُرْمٍ قَتَلُوْنِیْ ۔۔۔ وَبِجَرْدِ الْخَیْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ عَمْدًا سَحَقُوْنِیْ

اے شیعوں اور دوستوں میرے جب کبھی تم پانی سرد وشیریں پیو تو اسوقت مجھ تشنہ لب کی پیاس ضرور یاد کرلینا۔ اور جب سنو تم کہ کوئی شخص غریب الوطن مبتلا کسی بلا میں ہوا یا کوئی بے گناہ شہید ہوا تو میری غربت و بیکسی پہ رونا اور میرا اس مظلومی سے قتل ہونا یاد کرلینا۔ اس لئے کہ میں فرزند رسول خدا بے جرم وخطا مثل گوسفند قربانی کے ذبح ہوا ہوں اور اسپر بھی اشقیائے امت نے میری لاش کو پامال سم اسپاں کیاہے۔

لَیْتَکُمْ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَا جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِیْ ۔۔۔ کَیْفَ اَسْتَسْقِیْ لِطِفْلِیْ فَاَبَوْا اَنْ یَرْحَمُوْنِیْ

وَسَقَوْہُ سَھْمَ بَغْیٍ عِوَضَ الْمَاءِ الْمَعِیْنِ ۔۔۔ یَا لَرُزْءٍ وَمُصَابٍ ھَدَّ اَرْکَانَ الْحَجُوْنِ

اے دوستوں میرے کاش تم سب روز عاشورا کربلا میں ہوتے اور میری غربت وتنہائی کو دیکھتے کہ میں کس مظلومی سے واسطے اپنے طفل شیر خوار علی اصغر کے پانی مانگتا رہا۔ مگران اشقیا نے ایک قطرہ پانی کا اس بچے کو نہ دیا۔ بلکہ عوض پانی کے ایسا تیر اسکے حلق نازنین پر مارا کہ وہ بچہ تشنہ لب شہید ہوگیا۔ پس یہ مصیبت میری وہ مصیبت عظمیٰ ہے کہ جسکے غم میں پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔

وَیْلَھُمْ قَدْ جَرَحُوْا قَلْبَ رَسُوْلِ الثَّقَلَیْنِ ۔۔۔ فَالْعَنُوْھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ شِیْعَتِیْ فِیْ کُلِّ حِیْنِ

ولے ہو ان اشقیا پر کہ ان بیرحموں نے قلب اقدس جناب رسالتماب کو زخمی کیا ہیں

اے دوستوں میرے تمہیں لازم ہے کہ ہر وقت میں جس قدر تم سے ہو سکے نفرین کرو ان لوگوں پر کہ جنھوں نے حق ہمارا غصب کیا اور جن اشقیا نے مجھ مظلوم پر ظلم عظیم کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین اِنَّ للّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجلس دوم

فرق مابین مسلم و مومن

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ سورہ بقر جزو ۲ رکوع ہفتم۔ میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والوں روزہ تم پر واجب ہوا جسطرح تم سے پیشتر لوگوں پر فرض تھا۔ اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم متقی و پرہیز گار ہو جاؤ! اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ گنتی کے چند روز۔ اگر ان دنوں میں تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان دنوں کے بدلے جتنے قضا ہوں دوسرے دنوں میں گنکر رکھیں۔

اس آیت میں خداوند عالم خطاب ایمان والوں سے فرماتا ہے۔ کل بنی آدم یا کل مسلمانوں سے حقتعالیٰ مخاطب نہیں کیونکہ بات بھی یہی ہے کہ جس سے امید ہوتی ہے اسی کیطرف توجہ کی جاتی ہے۔

شاہی رعایا دو طرح کی ہوا کرتی ہے مطیع و سرکش لیکن بادشاہ اپنی مطیع رعایا کی بہبودی و فلاح چاہتا ہے اسی سے الطاف خاص میں خطاب فرماتا ہے۔ باپ کی جب متعدد اولادیں ہوں کہ جس میں بعض مطیع و فرمانبردار اور بعض سرکش و غیر مطیع ہوں تو جب پدر شفیق صاحب حکمت کسی بات کا حکم دیگا تو اپنے مطیع و فرمانبردار اولاد کو حکم کریگا اسی کے لیے حکمت میں ڈوبے امر و نواہی مقرر فرمائیگا۔ اسی طرح حکیم مطلق و خالق کل اس آیت میں خطاب صاحبان ایمان سے فرماتا ہے۔

حقتعالیٰ نے خاص مومنوں سے خطاب فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے ایمان والو یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا اے مسلمانوں کہہ کے خطاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ مسلمانوں اور مومنوں

ہیں کئی فرق ہیں۔

اول اول یہ کہ مسلمان تقلیدی طور سے کلمۂ توحید و کلمۂ نبوت و معاد روز قیامت کا اقرار کرنے والے کو کہتے ہیں اور مومن وہ ہے کہ جو دلیل و برہان سے کلمۂ توحید و کلمۂ نبوت و معاد روز قیامت کا اقرار کرے نہ تقلیدی و دیکھا دیکھی طریق سے۔

دوم دوم مسلمان توحید و نبوت و معاد روز قیامت ان تینوں چیزوں کے قائل کو کہتے ہیں اور مومن توحید عدل و نبوت و امامت و معاد روز قیامت کے قائل کو کہتے ہیں

سوم سوم مسلم صرف توحید و نبوت و معاد روز قیامت کے زبانی اقرار کرنیوالے کو کہتے ہیں اور مومن ان تینوں امور کے ساتھ دیگر ضروریات کو دل سے اعتقاد کرنیوالے کو کہتے ہیں۔

چہارم چہارم توحید و نبوت و معاد روز قیامت کے صرف زبان سے اقرار کرنیوالے کو مسلم کہتے ہیں۔ اور مومن وہ شخص ہے کہ جو دل سے پانچ اصول دین بمعہ صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ الٰہی کا بمعہ دیگر ضروریات دین کا اعتقاد رکھتا ہوا اور زبان سے اقرار کرتا ہوا اور فروع دین پر اعضاء و جوارح سے عمل کرتا ہو اسکو مومن کہتے ہیں۔

پنجم پنجم مسلم اس صاحب اسلام کو کہتے ہیں کہ جسکی وجہ سے مسلمان میراث پائے اور نکاح کرتے ہیں۔ اور مومن اس صاحب ایمان کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے سزاوار ثواب ہوتا ہے

ششم ششم ایک معنی مومن و مسلم کے یہ ہیں کہ جسکی جان و مال وغیرہ سے مسلمان مامون و محفوظ رہیں اگر برادران اسلام کو اذیت و آزار پہونچائے تو نہ مسلم اور نہ مؤمن کہلانے کا حقدار ہے۔

کیونکہ یہی دین اسلام وہ دین ہے کہ جسکے بارے میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ آل عمران جز سوم رکوع دہم بتحقیق لیندیدہ دین خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اسی حقیقی دین اسلام کے متعلق آل عمران جز سوم رکوع ۱۰ پر ارشاد باری ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کی خواہش کرے تو اسکا وہ دین کسی طرح قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں سخت گھاٹے میں رہیگا اور یہ اصلی معنی اسلام کے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ مسلم حقیقۃً اس شخص کو لسان شرع میں کہتے ہیں کہ جو

مخالف رسول یعنی قرآن و اہلبیت پیغمبر کے اوامر و نواہی پر صحیح اعتقاد کے ساتھ عمل کرے
اور یہی مسلم و مومن ہے ایسا مسلمان مومن اور ہر مومن اس طرح کا مسلم ہے۔
نتیجہ یہ کہ حقتعالی نے اس آیہ یعنی یا ایھا الذین امنوا الخ میں مومنین سے خطاب
فرمایا ہے کیونکہ ایمان ہی کل اعمال صالح کی جڑ اور اسی کے ذریعہ کل اعمال درست
و مقبول ایمان ہی مدار کل حسنات ہے۔ کیونکہ پروردگار عالم مومنون سے خطاب فرماتا ہے
لائق خطاب و قابل توجہات و سزاوار فیوضات مومنین ہی ہیں۔ ایمان بہت بڑی چیز
ہے یہ چاندی سونے جواہرات سے بھی بیش قیمت ہے اسپر جتنا بھی مال و دولت صرف
ہو کم ہے اسکی حفاظت ہر طرح ضروری اور اسکا بچانا ہر طریقہ سے لازمی ہے اس کے
واسطے اگر جان دینا مال و عیال قربان کرنا پڑے تو بھی شارع مقدس نے اجازت دی ہے
اسی پر ہر چیز کا دارومدار ہے۔ شیطان اسی گوہر کی گھات میں شب و روز ہے اسی در
بے بہا کی تاک میں وہ ہر وقت رہتا ہے اور ہر طریق سے کوشش کرتا رہتا ہے نماز
کی قبولیت روزہ کی مقبولیت زکوٰۃ و خمس کی صحت ہر واجب و سنت امر پر حصول
ثواب کا باعث اور ہر حرام و مکروہ چیز کے ترک پر موجب وصول اجر یہ ایمان ہی ہے
اور اگر ایمان نہیں تو کل اعمال بیکار اور جمیع خیرات و مبرات فضول ہیں۔ حتی یہ کہ کوئی اگر
رکاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جہاد کرکے شہید بھی ہو جائے اور ایمان نہ رکھتا ہو
تو سب ضائع و برباد ہے جیسا کہ وارد ہے کہ ایک مرتبہ اصحاب نے عرض کی کہ فلاں شخص
بہت پرہیزگار ہے حضرت نے فرمایا کہ اچھا نہیں۔ آخر الامر وہی ہمراہ رسول جہاد پر گیا۔
لوگوں نے پھر رسول خدا کو متوجہ کرکے تعریف کی کہ یا رسول اللہ آپ کے ہمرکاب جہاد
کر رہا ہے حضرت نے پھر تردید کی۔ تا اینکہ جہاد کرتے ہوئے زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر
گرا ابوذر غفاری نے سر زمین سے اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور بشارت دینے لگے تو اس نے
دریافت کیا کیسی بشارت ابوذر غفاری نے جواب دیا کہ خوشحال تمہارا کہ تم رکاب رسول
میں شہید ہوئے۔ اس نے کہا کہ سنو اے ابوذر میں نے جہاد کرکے ان لوگوں کو قتل کیا کہ جو
میرے دشمن تھے اور اس اپنے قاتل کو تو میں جانی دشمن تھا کیا کروں وار اسکا کارگر ہو گیا
اصحاب نے یہ سب قصہ رسول خدا سے بیان کیا حضرت نے سنکر ارشاد فرمایا کہ میں نے
تمکو پہلے خبر دی تھی کہ یہ آدمی اچھا نہیں۔ بس اسے پوری طرح معلوم ہو گیا کہ کیسا ہی عمل

مومنین سے خطاب ہونے کی وجوہ

ایمان کی عظمت

ہر بغیر ایمان کے ضائع و برباد ہے۔

اعتراض

نفس امارہ دل میں وسوسہ پیدا نہ کرے کہ غم سید الشہداء میں رونا مفید ہے مَنْ بَکٰی اَوْ اَبْکٰی اَوْ تَبَاکٰی وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ جو شخص روئے یا رلائے یا رونیوالے کی صورت بنائے جنت اسپر واجب ہوتی ہے۔ اگر صرف رونا موجب نجات ہوتا تو شمر بھی رویا ہے حرملہ بھی تو رویا یزید بھی رویا ہے۔

جواب

کیا یہ لوگ جنت میں جائینگے کیا یہ لوگ نجات پائینگے لا واللہ ہرگز نہیں کیونکہ یہ لوگ بے ایمان تھے ذرہ برابر بھی ان لوگوں کے پاس ایمان نہ تھا۔ بس رونا فقط بلا ایمان کے مفید نہیں بلکہ رونے کی شرط ایمان ہے بلا ایمان کے رونیوالے مثل یزید و شمر و حرملہ کے رونے کے برابر ہے۔

اقسام ایمان

ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ایمان مستودع و ایمان مستقر۔ ایمان مستقر ہمیشہ رہنے والے اور ساتھ جانیوالے ایمان کو کہتے ہیں۔ اور ایمان مستودع وقتی کو کہتے ہیں یہ ایمان قبض روح کے پیشتر چلا جاتا ہے۔ اگر آج نہیں تو کل کل نہیں تو برسوں ایک نہ ایک روز چلا جائے گا اور اگر رہا تو آخری سانس کے قبل ضرور رخصت ہو جائے گا۔

مستقر و مستودع

شناخت اس ایمان کی کہ جو ہمیں دنیا میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیگا اور ہمارے ہمراہ عالم برزخ و قیامت میں نہو گا کہ جسکو ایمان مستودع کہتے ہیں اسکی چند علامتیں و شناخت ہیں پہلے یہ کہ منافق ہونا۔ اگر انسان منافق ہوا تو ایمان اسکا ایمان مستودع ہے کہ جو قبل موت ساتھ چھوڑ دیگا۔ اور منافقین کی شناخت کی چند علامتیں ہیں۔

شناخت مستودع یعنی پہلی علامت

پہلی یہ کہ نماز میں سستی و تساہلی کرنا وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى سورہ نسا جزء ۵ رکوع ۱۸ اور جسوقت وہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہونے میں سستی و تساہلی کرتے ہیں۔ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ فقط لوگوں کو دکھاتے ہیں اور دل سے تو خدا کو یونہی سا یاد کرتے ہیں یہ لوگ کفر و ایمان کے بیچ میں پڑے جھول رہے ہیں نہ یہ مسلمانوں کیطرف اور نہ کافروں کی طرف شمار ہیں۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ بیشک منافقین اپنے خیال میں خدا کو فریب دیتے ہیں حالانکہ خدا خود انھیں دہوکا دیتا ہے۔

دوسری۔ یہ کہ حسب اقتضائے صحبت و جمعیت کے مناسب خود بھی ہو جاتے ہیں

جیسے لوگوں کو دکھاویسے ہی خود بھی بنگئے اگرکسی مومن نمازی کے ہمنشین ہوئے تو لمبی چوڑی نمازیں پڑھنے لگے اور اگر کسی کافر غیر مذہب کی مصاحبت ہوئی تو نماز کی مذمت و بیحرمتی و تمسخر کرنے لگے اگر بے دین ہے تو ویسی باتیں کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی بری جگہ جہنم کی ہے جیسا کہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ سورہ نساء جزء ۵ ا رکوع ۱۸ ترجمان یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہونگے۔ اگر ہم میں ان علامتوں سے ایک بھی ہوئی تو یقین رکھیئے کہ یہ گوہر ایمان ہمارا قبل موت نظر شیطان ہوجائے گا۔

تیسری پہچان ایمان مستودع کی شب و روز معصیت و گناہ کرنا ہے اگر گناہ کریں اور برا نہ معلوم ہو بلکہ گناہ و مخالفت خدا کرکے اچھا سمجھتے ہوں تو یقین رکھیں کہ ایمان مستودع ہے۔ کہ جو قبل از موت نظر شیطان ہوجائیگا۔

گناہوں کے اقسام ہیں صغیرہ۔ کبیرہ۔ فعلیہ۔ دائمیہ۔

گناہ کبیرہ کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جسپر خدانے قرآن مجید میں عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جس سے گناہ کرنیوالے کی دین کی طرف سے بے اعتنائی معلوم ہو۔ علاوہ ازیں اور اختلافات بھی ہیں۔

گناہان کبیرہ کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کل سات گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور بعض بیس، اور بعض چونتیس ۳۴ اور بعض چالیس ۴۰ اور بعض اسّی کے قائل ہیں۔ ان سب کا مجموعہ بیاسی تک پہونچا ہے خدا ہر دیندار کو ان سے بچنے کی توفیق عطا کرے۔

گناہ صغیرہ میں وہی اختلاف مثل کبیرہ کے ہے بعض کا خیال ہے کہ جنپر خدا نے قرآن مجید میں وعدۂ عذاب کیا ہے ان کے سوا کل گناہ صغیرہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گناہ صغیرہ وہ ہیں کہ جنپر شارع مقدس نے حد مقرر نہیں کی اور وعدہ عذاب فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس سے گناہ کرنیوالے شے دین کے متعلق بے اعتنائی معلوم نہ ہوتی ہو۔ لیکن اصل تو یہ ہے کہ گناہ سب کبیرہ ہیں لَا تَنْظُرُ اِلَى صِغَرِ الْخَطِيْئَةِ وَلٰكِنْ اُنْظُرْ اِلَى مَنْ عَصَيْتَ گناہ کے چھوٹے و صغیر ہونے کا خیال نہ کرو بلکہ یہ دیکھو کہ کس کی نافرمانی و معصیت کی ہے۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ صرف نسبت و اضافت کے اعتبار سے ہیں یہ ہی تو وجہ ہے کہ ہر صغیرہ کبیرہ ہے۔ گناہ صغیرہ کے افراد تحتانی پر اگر نظر کریں تو وہ کبیرہ ہوگا۔ اور اگر افراد

تیسری علامت ایمان مستودع

ارتکاب گناہ

معنی گناہ کبیرہ

معنی گناہ صغیرہ

علامت صغیرہ و کبیرہ

فوقانی پر نظر ڈالیں تو وہ صغیر معلوم ہوگا۔ یہی توجہ ہے محقق طوسی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کل گناہ کبیرہ اور اسناد صغیرہ و کبیرہ اضافی ہے اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ اور اپنے مادون کے اعتبار سے کبیرہ ہے یا تقبیل زن اجنبیہ نسبت بزنا کے صغیرہ ہے اور نسبت نظر بنا محرم کے کبیرہ ہے یہ بھی واضح رہے کہ گناہ صغیرہ پانچ وجہ سے کبیرہ ہوجاتا ہے اول اصرار دوم حقیر سوم گناہ سے خوش و مسرور ہونا چہارم تحریہ بیان و اظہار کرنا پنجم یہ کہ وہ گناہ گار ایسا شخص ہو کہ جس پر لوگ اعتماد و اعتبار کرتے ہوں لوگ اسکی مطابعت و پیروی کرتے ہوں اسکے گناہ صغیرہ کرنے میں لوگوں کی نظر میں اس گناہ کی وقعت جاتی رہے۔ اگر عالم لباس حریر پہنے یا ہر کس و ناکس سے مذاق کرے یا مجمع معصیت میں نشست و برخواست کرے تو اس سے بھی گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے اَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ۔ کل گناہوں سے سخت و بدتر وہ گناہ ہے کہ جسکو گناہگار سہل و آسان شمار کرے۔

گناہ فعلیہ وہ گناہ ہے کہ جو گناہ کرنے تک گناہ لکھا جاتا ہے جیسے نامحرم پر نظر کرنا۔ نظر کرنے تک وہ گناہ ہے بعد کو وہ ختم ہوگیا۔ جتنی دیر تک نظر کرتا رہیگا اسوقت تک وہ گناہ لکھا جاتا ہے بعد کو نہیں لکھا جاتا گناہ دائمیہ ایسا گناہ ہے کہ جو ہمیشہ لکھا جاتا ہے جیسے کسی کا مال غصب کرنا چاہے نماز میں مشغول ہو۔ خواہ مناسک حج ادا کر رہا ہو ثواب کے ساتھ گناہ بھی برابر لکھا جا رہا ہے۔ عاق والدین کے نامہ عمل میں بھی برابر گناہ لکھا جاتا ہے۔

ماں باپ کے احترام و خدمتگذاری اور اطاعت کا خیال رکھنا دین اسلام کے اعلیٰ فرائض سے ہے انکی ناراضگی و مخالفت گناہان کبیرہ دائمیہ سے ہے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں انکے ساتھ حسن سلوک و نیکی کرنیکی تاکید فرمائی ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے کہ انکے جواب میں اگرچہ وہ کتنی ہی سختی کریں اُف تک نہ کہو۔ حدیث میں ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم انکو اسکی بھی تکلیف نہ دو کہ انکو کسی چیز کے مانگنے کی ضرورت پڑے۔ انکی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو انکے آگے راستہ نہ چلو۔ نگاہ تیز و تند سے انکو نہ دیکھو۔ اگر وہ تم کو ماریں تم انکی بخشش کی دعا کرو۔ اگر والدین دونوں یا ایک غلام و کنیز ہوں تو خرید کر آزاد کردو۔ مقروض ہوں انکے قرضے کو ادا کرو انکی طرف غصہ کی نگاہ سے دیکھنے کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی۔

گناہ صغیرہ پانچ وجہ سے کبیرہ ہوتا ہے

تشریح گناہ فعلیہ

اطاعت والدین کی تاکید و عاق والدین کی مذمت

وارد ہے کہ بنی اسرائیل میں جریح نامی عابد تھا اور برابر اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرتا تھا۔ ایک دن اسکی ماں نے اسکو پکارا چونکہ نماز میں مشغول تھا جواب دیسکا وہ واپس گئی اور پھر دوبارہ آئی اور پھر نماز میں مشغول ہونے کیوجہ سے جواب نہ دیسکا۔ پھر تیسری مرتبہ آئی اور پکارا اس نے جواب نہ دیا وہ نماز پڑھنے لگا ماں کو برا معلوم ہوا غصہ میں کہا کہ میں خدا سے چاہتی ہوں کہ اس سے مواخذہ کرے۔ دوسرے روز ایک زناکار عورت اسکے عبادت خانے کے پاس آکر بیٹھی اور لڑکا جنی باعلان کہنے لگی کہ جریح نے مجھ سے زنا کی اور یہ بچہ اسی کے نطفہ سے ہے اسکا کل بنی اسرائیل میں چرچا ہوا اس پر لوگ طعنہ زنی کرنے لگے کہ خود را نصیحت دیگر را نصیحت لوگوں کو زنا سے منع کرتا تھا اور خود اسکا مرتکب ہوا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ تک پہونچی اور اس نے جریح عابد کے سولی دینے کا حکم دیا جب یہ حال جریح کی ماں کو معلوم ہوا روتی پیٹتی اسکے سامنے آئی جریح نے ماں کی حالت گریہ و زاری دیکھکر کہا کہ اے ماں روتی ہو یہ بلا تمہاری بددعا کی بدولت ہے لوگوں نے سنکر تفتیش کی جریح نے ساری داستان سنائی لوگوں نے کہا آخر اسکی تصدیق و سچائی کا کوئی ثبوت بھی ہے جریح نے کہا ہاں اس لڑکے کو لے آؤ جب اسکو لائے تو جریح نے پوچھا تو کس کا لڑکا ہے خدا کے حکم سے وہ لڑکا بول اٹھا کہ میں فلاں شخص کا لڑکا ہوں جو فلاں شخص کی بکریاں چراتا ہے غرض عابد نے سولی سے رہائی پائی اور قسم کھائی کہ جبتک زندہ ہوں ماں کی خدمت کرونگا اس سے جدا نہوں گا۔

فوائد اطاعت و ضرر عاق والدین

والدین کی آزردگی سے اولاد عاق ہوجاتی ہے۔ اور عاق والدین کی عمر کوتاہ ہوتی اور آخری دم احتضار کے وقت کلمۂ شہادتین نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بڑا گناہ ہے خدا سب کو محفوظ رکھے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ کہیں تشریف لئے جاتے تھے کہ راہ میں ایک گھر میں لوگوں کا مجمع دیکھکر سبب دریافت کیا لوگوں نے عرض کی کہ فلاں شخص کی حالت احتضار ہے حضرت فوراً وہاں تشریف لے گئے اور سر محتضر کو اپنے زانو پر رکھا۔ اب ذرا خیال فرمائیے کہ رحمۃ للعالمین جبکا سر اپنے زانوئے مطہر پر رکھیں وہ کیسا خوش نصیب شخص ہے حضرت نے کلمۂ شہادتین کی تلقین کی اس نے ہرچند کہنا چاہا بہت کوشش کی مگر زبان سے نہ کہہ سکا۔ پھر حضرت نے فرمایا۔

حکایت جوان نافرمان مادر کو وقت احتضار کلمۂ شہادتین نہ پڑھ سکا۔

قُل لا اِلٰہ اِلّا اللہ ۔ اس نے پہلے سے زائد کوشش کی لیکن زبان نے یاوری نہ کی
تا اینکہ چالیس دفعہ تک حضرت تلقین کرتے رہے اور وہ شخص نہ کہہ سکا۔ حضرت نے
فرمایا کہ آخر اس کا کونسا ایسا گناہ ہے کہ جس سے یہ کلمہ شہادتین زبان سے ادا نہیں
کر سکتا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ہم نے اسکو کبھی سوائے نماز و قرآن و اطاعت و عبادت
خدا کے دوسرے کسی کام میں نہیں دیکھا حضرت نے اسکی ماں سے دریافت فرمایا کہ
کیا تو نے اسکو عاق کیا ہے اس نے اقرار کیا حضرت نے سبب عاق دریافت کیا
اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ مجھے ایسا طمانچہ مارا کہ جس سے میری آنکھ کا ڈھیلا
نکل پڑا اسلئے میں نے اسے عاق کر دیا۔ حضرت نے معاف کر دینے کو فرمایا اس نے انکار کیا۔
پھر تو حضرت نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کرو تا کہ میں اسکو جلا دوں
جب ماں نے اپنے بیٹے کے جلنے کا سامان ہوتے سنا تو بیقرار ہو گئی ماں تھی
مامتا جوش میں آئی فوراً عرض کرنے لگی یارسول اللہ میں اسکو معاف کرتی اور بخشے
دیتی ہوں۔ اب پھر حضرت نے اسکو کلمہ شہادتین کی تلقین فرمائی فوراً اس کی زبان
پر جاری ہو گئے اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ۔
اے ماں کے ستانے والو اور اے اذیت و آزار ماں کو پہونچانے والو کان دیکر سنو۔
اور عبرت حاصل کرو۔ الحاصل جو کوئی ایسے گناہ کرنے کو اچھا سمجھتا ہو تو اسکو یقین
کر لینا چاہیے کہ ایمان اس کا قبل موت خیر باد ہو جائے گا۔

چوتھی شناخت

چوتھی شناخت ایمان مستودع کی تاخیر توبہ ہے۔ معصوم تو صرف انبیاء و ائمہ و جناب
سیدہ ہیں۔ ہر شخص تھوڑے بہت گناہوں میں ضرور غرق ہے تو اگر ہم سے العیاذ باللہ
گناہ سرزد ہو گیا تو فوراً توبہ کرنا چاہیے اگر تاخیر توبہ میں کی اور خیال کیا کہ جب ملک الموت
آئینگے تب توبہ کر لینگے۔ اگر اٹھنے بیٹھنے کی حالت نہونے کے وقت تک تاخیر کی تو جبکہ حالت
ہی نہوگی تو توبہ کیا کرینگے جب احتضار کا عالم مرض و بیماری کی شدت قابض ارواح کا
سامنا آثار موت نمایاں ہونگے تو اسوقت توبہ کی کہاں حالت اور نہ اسوقت کی توبہ
قبول درگاہ احدیت اور نہ اسوقت کی ندامت و پشیمانی مقبول بارگاہ صمدیت ہے
اسکی دلیل و برہان قرآن پیش کرتا ہے سورہ نساء جز ۴ رکوع چہاردہم میں ارشاد باری
ہے۔ وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ

قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ ۔ اور توبہ ان لوگوں کی مفید نہیں جو عمر بھر تو گناہ کرتے رہے تا اینکہ سر پر موت آگئی تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی۔

پس توبہ جلدی کرنا چاہیئے تاخیر توبہ میں بڑے بڑے خطرات ہیں منجملہ انکے یہ کہ دنیا سے بے ایمان جائے گا۔ وقت آخر گوہر ایمان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ابھی وقت ہے اگر کچھ تدبیر کرنا چاہیں تو ممکن ہے ورنہ کف افسوس ملنا پڑے گا۔

پانچویں شناخت ایمان مستودع کی یہ ہے کہ انسان اپنے ہوا و ہوس کو معبود اور خواہشات نفسانی کو خدا قرار دیتا ہو۔ مرضی و خواہش نفس کے موافق اسکا عمل کرتا ہو۔ جیسا کہ حقتعالیٰ سورہ جاثیہ جز پچیسواں رکوع ۱۹ میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ ۔ کیا بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنے خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس خواہشات نفسانی پر عمل کرنیوالوں اور ہوا و ہوس کو اپنا معبود بنانے والوں کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ دنیا سے بے ایمان جائینگے کیونکہ ایسے لوگوں کا ایمان مستودع ہوتا ہے۔

چھٹی شناخت ایمان مستودع کی یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر مغرور ہو۔ اور اس طرح اپنے اعمال پر غرور و گھمنڈ کرے کہ دوسرے لوگ اسکی نظروں میں ذلیل و بے مقدار ہوں ایسے شخص کو یقین رکھنا چاہیئے کہ ایمان اسکا مستقر نہیں بلکہ ایمان مستودع ہے کہ جو صرف چند ہی روز تک اسکا مہمان ہے اور دم نکلنے کے پہلے اسکا ساتھ چھوڑ دیگا۔ اور اسکو دنیا سے بے ایمان جانا پڑے گا۔ پروردگار ہم لوگوں کو ان لوگوں میں سے قرار نہ دے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ باوجود گناہگار ہونیکے اتنے مغرور ہیں۔ ذرا ائمہ معصومین علیہم السلام کے حالات پر نظر ڈالیئے۔ باوجودیکہ وہ معصوم اور کل گناہوں سے پاک و صاف ہیں لیکن پھر بھی کیا کیفیت ہے امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

اِلٰھِیْ لَوْ بَكَیْتُ اِلَیْكَ حَتّٰی تَسْقُطَ اَشْعَارُ عَیْنَیَّ وَاِنْ نَحَبْتُ اِلَیْكَ حَتّٰی یَنْقَطِعَ صَوْتِیْ وَقُمْتُ لَكَ حَتّٰی تَنْتَشِرَ قَدَمَایَ وَرَكَعْتُ لَكَ حَتّٰی یَنْخَلِعَ صُلْبِیْ وَسَجَدْتُ لَكَ حَتّٰی تَتَفَقَّاءَ حَدَقَتَایَ وَاَكَلْتُ تُرَابَ الْاَرْضِ طُوْلَ عُمْرِیْ وَشَرِبْتُ مَاءَ الرَّمَادِ اٰخِرَ دَهْرِیْ وَذَكَرْتُكَ خِلَالَ ذٰلِكَ حَتّٰی یَكِلَّ لِسَانِیْ ثُمَّ لَمْ اَرْفَعْ

طَرْفِي اِلٰى اٰفَاقِ السَّمَاءِ اِسْتِحْيَاءً مِنْكَ مَا اسْتَوْجَبْتُ بِذٰلِكَ مَحْوَ سَيِّئَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ سَيِّئَاتِي۔ اے پروردگار میرے اتنا روؤں تا اینکہ میری پلکیں جھڑ جائیں اور اتنا چیخوں کہ آواز میری بیٹھ جائے اور اتنا قیام کروں کہ میرے دونوں گھٹنے ورم کر جائیں اور اتنا رکوع کروں کہ ایک ایک ہڈی پشت کی الگ ہو جائے اور اتنے سجدے کروں کہ دونوں حلقۂ چشم میرے باہر نکل آئیں اور خاک پھانک کر پوری عمر بسر کروں اور بدمزہ پانی آخر زمانہ تک پیوں اور اتنی مدت تک تیرا ذکر کروں تا اینکہ زبان میری بند ہو جائے اور بسبب شرم و حیا کے آسمان کی طرف نہ دیکھوں تب بھی میں ایک گناہ اپنے گناہوں سے بخشوانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

ہاں جناب یہ وہی امام ہیں کہ جن سے نعمان ابن منذر علیہ الرحمہ نے سوال کیا کہ یا ابن رسول اللہ آپ پر سب سے زیادہ مصائب کہاں گزرے۔ حضرات حضرت نے باوجودیکہ کربلائے معلیٰ میں بہتر عزیز و انصار شہید ہوئے بھرا گھر صرف دو پہر میں برباد و ویران ہو گیا۔ مگر کربلا کا نام نہ لیا کوفہ کا بھی ذکر نہ کیا دربار عبید اللہ کا بھی تذکرہ نہ فرمایا بلکہ شام فرمایا۔ اشعار

شخصے سوال کرد ز بیمار کربلا ۔۔۔ کہ اے مبتلائے کوفہ و اے داغدار شام

جور کدام در طلہ شمار اعظیم تر ۔۔۔ آہے کشید و گفت کہ داد از جفائے شام

چنانچہ مقتل ابو مخنف میں سہل بن سعد سے منقول ہے کہ وقت داخلہ دمشق کے وہ جناب فرماتے تھے۔

اُقَادُ ذَلِيْلًا فِي دِمَشْقَ كَاَنَّنِي ۔۔۔ مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْهُ نَصِيْرُهٗ

آہ اعدائے دین مجھے شہر دمشق میں اس ذلت سے مقید کر کے لائے کہ جس طرح کوئی شخص کسی غلام حبشی کو کہ جس کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو قید کر کے لاتا ہے۔

وَجَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدٍ ۔۔۔ وَشَيْخِيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرُهٗ

باوجود اسکے کہ تمام جانتا ہے کہ اجداد و اجداد میرے جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ علیہما السلام ہیں جو باعث ایجاد عالم تھے۔ اسیر بھی کسی نے رعایت نہ کی۔

فَيَا لَيْتَ لَمْ اَبْلُغْ دِمَشْقَ وَلَمْ اَكُنْ ۔۔۔ يَرَانِيْ يَزِيْدُ فِيْ بَلَدِهٖ اَسِيْرُهٗ

کاشکہ میں بھی ہمراہ اپنے پدر بزرگوار کے کربلا میں شہید ہوتا کہ آج دمشق میں نہ پہونچتا

اور اس حال سے اسیر یزید شرابخوار مجھے سامنے اپنے نہ دیکھتا فَقَالَ سَہْلٌ فَبَیْنَمَا اَنَا کَذَالِکَ اِذَا نَظَرْتُ اِلٰی رَوْشَنٍ عَلَیْہِ خَمْسُ نِسَاءٍ فِیْھِنَّ عَجُوْزَۃٌ کَبِیْرَۃُ السِّنِّ قَدْ اِحْدَوْدَبَ ظَھْرُھَا سہل کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں نظر میری طرف ایک بالاخانے کے جا پڑی کہ بطور برآمدے کے تھا دیکھا میں نے کہ اس پر پانچ عورتیں بیٹھی ہیں انمیں سے ایک عورت خبیثہ کبیرالسن خمیدہ پشت نہایت ضعیفہ ہے فَلَمَّا صَارَ الرَّاْسُ الشَّرِیْفُ مُحَاذِیًا لِلرَّوْشَنِ وَثَبَتِ الْعَجُوْزَۃُ اِلَی الْحَجَرِ فَاَخَذَتْہُ بِیَدِھَا وَضَرَبَتْ بِہٖ رَاْسَ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَجَرَحَتْ بِہٖ وَجْھَہُ الْاَنْوَرَ. پس جب سر اطہر برابر اس بالاخانے کے پہونچا دیکھتے ہی سر انور کے وہ زن خبیثہ طرف پتھر اٹھانے کے جھکی اور ایک پتھر ہاتھ میں اٹھا کے زور سے طرف سر اقدس امام حسین کے پھینکا آہ صدمہ سے اس پتھر کے چہرۂ نورانی حضرت کا زخمی ہو گیا. قَالَ سَہْلٌ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذَالِکَ لَطَمْتُ وَجْھِیْ وَقُلْتُ اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی اَھْلِکْ ھٰذِہِ الْمَلْعُوْنَۃَ الظَّالِمَۃَ السَّاعَۃَ مَعَ مَنْ مَعَھَا. سہل کہتے ہیں کہ دیکھتے ہی اس ظلم وستم کے میں بیتاب ہو گیا اور میں نے منھ اپنا پیٹا اور بہت رویا اور درگاہ خداوند قہار میں یہ دعا کی کہ بارالٰہا بحق محمد مصطفےٰ ابھی اس خبیثہ ظالمہ کو مع ساتھیوں کے واصل جہنم کر قَالَ فَوَاللّٰہِ مَا اَتَمَّ دُعَائِیْ لَقَدْ رَاَیْتُ اَنَّ ذَالِکَ الرَّوْشَنَ سَقَطَ وَھَلَکَتْ تِلْکَ الْمَلْعُوْنَۃُ وَمَنْ مَعَھَا وَمَنْ تَحْتَہٗ فَسَجَدْتُ شُکْرًا لِلّٰہِ سہل کہتے ہیں کہ ظالم بخدا ابھی دعا میری تمام بھی نہوئی تھی کہ دفعتہً وہ برآمدہ گر پڑا اور وہ ملعونہ مع ان عورت کے جو ہمراہ اسکے تھیں اور مع ان اشقیاء کے جو نیچے اس بالاخانے کے تھے اسی وقت ہلاک ہوئے پس شکریہ میں قبول ہونے اس دعا کے میں سجدۂ باری میں مشغول ہوا اور وہ لوگ مع سرہائے شہدا اور اسیروں کے آگے بڑھ گئے.

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس سوم

ندائے ثلاثہ اینماہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہٖ الْکَرِیْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِہٖ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ سورہ آل عمران جزء چہارم رکوع یازدہم

میں ارشاد باری ہے کہ اے ہمارے پالنے والے جب ایمان کی منادی سنی یعنی رسول کے ذریعہ سنا کہ وہ ایمان کے واسطے یوں پکار رہے تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے پس اے ہمارے پالنے والے ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں نیکیوں کے ساتھ دنیا سے اٹھا۔

ایھا الناس! اس مہینہ میں تین ندائیں آتی ہیں اول اموات زبان حال سے اپنے عزیز و اقارب و دوست و احباب و برادران ایمان کو آواز دیتے ہیں اور زبان حال سے پکارتے ہیں۔ کوئی روح باپ کی بیٹے کو پکارتی ہے تو کوئی بیٹا اپنے باپ کو ندا کرتا ہے کہ اے بیٹے واجبات ترک نہوں ورنہ مثل ہمارے تم بھی مبتلائے عذاب ہوگے۔ تو کوئی بیٹا کہتا ہے کہ اے والد میرے محرمات سے بچتے رہنا ورنہ نذر آتش جہنم ہوگے۔ تو کوئی اپنے عزیز سے کہتا ہے کہ نماز بہترین عمل ہے یہ درست طریقہ سے ادا کرو کہ اسکی قبولیت پر کل اعمال کی قبولیت موقوف ہے۔ تو کوئی کہتا ہے کہ مشغول الذمگی سے بچو کیونکہ یہ بھی بہت بری چیز ہے۔ تو کوئی کہتا ہے کہ اپنے شفعاء ائمہ معصومین کو راضی و خوشنود رکھنا ایسا نہو کہ انکا حق غصب کر لو کوئی پیسہ خمس کا تمہارے ذمہ نہ رہنے پائے ورنہ اگر شفیع خصیم و دشمن ہوگئے تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔ و مثل اسی کے زبان حال سے ندا کرتے ہیں یہ اموات کی آوازیں صرف ہمارے متعلق نہیں۔ خود اپنے متعلق بھی زبان حال سے ندا کرتے ہیں کہ اے میرے عزیزو میں نے تمہارے نفع و خیر و بھبودی میں اپنی عزت برباد کر دی تھی اب تم اسکا عوض ہمارے ساتھ کیا کرتے ہو۔ تو کوئی کہتا ہے کہ اے میرے باپ چچا ماموں خالو نانا دادا میں نے دنیا میں آپ کی حتی الوسع عزت و حرمت کی آپکا احترام

حاشیہ: ندائے اول — اموات زندوں کی بابت

کیساتھ ہمیشہ نام لیا کیا آپ کے آگے کبھی قدم نہ رکھا آپ کے غصہ و طیش کو برداشت کرتا رہا
آپ کی خدمتگزاری ایسی کی کہ آپ مجھ سے راضی و خوشنود تھے لیکن اب میں پیوند خاک
ہوں شب و روز آپ کی جانب سے خیرات و مبرات کا انتظار کرتا ہوں لیکن آپ نے
مجھکو دل سے محو اور اپنے قلب سے ایسا سہو کر دیا کہ ایک سورۂ فاتحہ سے بھی یاد نہیں
کرتے کبھی قبر پر بھی نہیں آتے کبھی قرآن تک پڑھ کر مجھکو ثواب نہیں بھیجتے۔ تو کبھا اموات
اپنی ماں دادی نانی خالہ پھوپھی بیوی بہن سے خطاب کرتے ہیں کہ آہ آپ لوگ تو ہمارے
مرنے پر ہمارے واسطے بہت روتے پیٹتے و بین کرتے و ترک دنیا کرنے پر آمادہ تھے لیکن اب
کوئی ہمکو یاد نہیں کرتا سب نے ہمکو بھلا دیا۔ آہ آہ کسی کو ہماری خبر نہیں۔ آہ آہ ہم شب و روز
نماز کی قضا کے عذاب میں مبتلا ہیں ہم اصول دین کے عقل کے ذریعہ نہ سمجھنے کی مصیبت
اُٹھا رہے ہیں۔ روزہ کی ترک کر نیکی شدید سزا بھگت رہے ہیں۔ ہم زکوٰۃ نہ دینے اور
نہس کو روکنے کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ ہم واجبات کو ترک کرنے کے مصائب میں
مبتلا ہیں ہم محرمات بجالانیکی سزا سخت اور زنجیر ہائے آتشیں و ملائکہ غلاظ و شداد کے ہاتھ
میں مبتلا ہیں۔ ہمکو دردناک مصائب و عذاب سے بچاؤ ہمکو ہماری قضا نمازیں اور ترک شدہ
روزے رکھکر عذاب سے چھڑاؤ ہمکو خیرات و مبرات سے عزیز نہ کرو خصوصاً اس ماہ میں
ہر عمل خیر کا ثواب ستر مقابل اور ہر حسنہ ہفتاد حسنات کے معادل ہے۔ اور یاد رکھو کہ دنیا
محل مکافات ہے اگر آج تم ہمارے لئے خیرات و مبرات نکروگے تو کل تمہارے واسطے
بھی کوئی کچھ نہ کرے گا۔ اگر تم ہمیں بھول جاؤگے تو تم کو بھی تمہارے عزیز مرنیکے بعد
بھول جائینگے۔ شعر

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ جیسی تم رفتار کروگے ویسی ہی تمہارے ساتھ رفتار کیجائیگی۔

دوسری ندائے الٰہی جیسا کہ ارشاد باری ہے رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا۔ پروردگار ہم تیری منادی ایمان لانیکی سُنکر ایمان لائے پس
پروردگار ہمارے گناہوں کو بخشدے اور ہماری برائیوں کو دور کردے اور ہمیں نیکوں
کے ساتھ دنیا سے اُٹھا یہ ندائے ایمان تھی۔
دوسری ندائے عبادت خالص کی ہے فَاعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ۔ کمال خلوص سے اللہ

کی عبادت کرو نماز برپا کرو کی زکوٰۃ ادا کرو یعنی اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ نماز برپا کرو زکوٰۃ ادا کرو کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ تم پر روزے واجب ہوئے وغیرہ اتیان واجبات و ترک محرمات کو مختلف طریقہ سے و متعدد عنوانوں سے ندا کرتا ہے۔ پس خوشحال اس شخص کا کہ جوان ندا ہائے الٰہی کے جواب میں لبیک کہے اور جان و مال سے اس پر عمل کرے۔

تیسری ندا رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ کہ آخر جمعہ ماہ شعبان یا اول ماہ صیام ممبر پر رونق افروز ہو کر ندا فرماتے ہیں یعنی خطبۂ طولانی پڑھتے ہیں کہ جسکے بعض کلمات یہ ہیں اَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ اَقۡبَلَ اِلَیۡکُمۡ شَھۡرُ اللّٰہِ بِالۡبَرَکَۃِ وَالرَّحۡمَۃِ وَالۡمَغۡفِرَۃِ۔ اے لوگوں اللہ کا مہینہ برکت و رحمت و مغفرت لیکر تمہاری طرف آگیا شَھۡرٌ ھُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ اَفۡضَلُ الشُّھُوۡرِ وَاَیَّامُہٗ اَفۡضَلُ الۡاَیَّامِ وَلَیَالِیۡہِ اَفۡضَلُ اللَّیَالِیۡ وَسَاعَاتُہٗ اَفۡضَلُ السَّاعَاتِ وہ مہینہ اللہ کے نزدیک کل مہینوں سے بہتر اور ایام و لیالی اسکے کل شب و روز سے بالاتر اور ساعات اسکے سب ساعتوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

یہ بہت حسین وخوبصورت مہینہ مثل قرآن و حجر اسود و بیت اللہ کے پاک و پاکیزہ و معزز و محترم ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ جسپر انبیاء و ائمہ و خاصان خدا اسلام کرتے ہیں۔ پس ہم لوگ بھی اس مہینہ کو سلام کریں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا شَھۡرَ اللّٰہِ الۡاَکۡبَرِ وَعِیۡدَ اَوۡلِیَائِہٖ الۡاَعۡظَمِ اے اولیاء کرام کی عید اور اللہ کے بزرگ مہینے تجھپر ہمارا اسلام ہو۔ یعنی عید فطر تو صرف شکم پرستوں کی عید ہے۔ اور ماہ صیام اولیائے کرام وخاصان عظام کی عید کا زمانہ ہے فِیۡہِ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ الَّتِیۡ ھِیَ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَھۡرٍ اور اس ماہ مبارک میں وہ لیلۃ القدر ہے کہ جسمیں ایک شب کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ لَا تَقۡتُلُوۡنَہٗ وَتَشۡتِمُوۡنَہٗ وَلَا تُؤۡذُوۡنَہٗ وَتَضۡرِبُوۡنَہٗ۔ اسکو قتل نہ کیجیےگا اسکو سب و شتم نہ فرمائیگا اسکو اذیت و آزار نہ دیجیگا۔ اسکو زدوکوب نہ فرمائیے گا۔ ھُوَ شَھۡرٌ عَظِیۡمٌ دُعِیۡتُمۡ فِیۡہِ اِلٰی ضِیَافَۃِ اللّٰہِ وہ مہینہ صاحب عظمت و احترام ہے دعوت دیے گئے ہو سب لوگ اس مہینہ میں مہمان خانہ الٰہی کی جانب۔ مہمان خانہ الٰہی کے دعوت دینے والے رسول مقبول اور ہم سب مدعو شدہ اور دو عدہ دار مہمان خدا ہیں۔

تیسری ندا رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ

اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ بلائے ہوئے مہمان اور وعدہ لئے ہوئے ضیف کی عزت
ہوتی ہے۔ بخلاف مہمان خود آمدہ و بلا وعدہ کی چنداں عزت نہیں ہوتی لیکن اگر مہمان
ناقابل اور ضدیت صاحب خانہ سے کرے اور اسلو باوجود طرح دینے کے پھر بھی مہمان باز
نہ آئے تو ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جاتا ہے۔ اور ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم
ایسے مہمان تو نہیں کہ جسکو دستر خوان سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے۔ آیا ہم دستر خوان
الٰہی کے لائق بھی ہیں کیونکہ ناقابل شخص دستر خوان پر سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ یعنی ہمیشہ گناہوں
سے خصوصاً اس ماہ مقدس میں ضرور ضرور پرہیز کریں۔ اطاعت وعبادت خدا کریں۔ معصیت
ونافرمانی الٰہی ترک کریں تاکہ استعداد وقابلیت اس مہمان خانہ الٰہی کی حاصل ہو۔

اب مہمان خانہ خدا و دستر خوان الٰہی کو اس مہینے کے تصور فرمایئے کہ کیسی کیسی نعمتیں
حقتعالی اپنے فضل وکرم ورحمت سے اس مہینے میں اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

اول یہ کہ قلیل کو کثیر وجز کو کل اس مہینہ میں قرار دیتا ہے مَنْ تَلَا فِیْہِ اٰیَۃً مِّنَ الْقُرْاٰنِ
کَانَ لَہٗ اَجْرُ مِثْلِ مَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِہٖ مِنَ الشُّھُوْرِ جناب رسالتمآب فرماتے
ہیں جو شخص اس مہینے میں ایک آیت کی تلاوت کرے تو دوسرے مہینے کے ختم قرآن
کے برابر ثواب ملتا ہے۔ سورۂ قل ہو اللہ میں چھ آیتیں ہیں اگر یہ سورہ ایک مرتبہ
پڑھے تو چھ ختم قرآن کا ثواب نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور قرآن بھی موجودہ قرآن نہیں
بلکہ وہ قرآن کہ جو ناطق قرآن کا جمع کردہ ہے کہ جو نسلاً بعد نسلٍ یکے بعد دیگرے حضرت حجۃ
عجل اللہ فرجہ تک پہونچا اور فی الحال انکے پاس ہے اسکی پوری تلاوت کا ثواب ملتا ہے
اگر اس مہینہ میں ایک حرف قرآن مجید کا تلاوت کرے تو تمام حروف قرآن کی تلاوت کا
ثواب ملیگا یعنی تیئیس لاکھ تین ہزار اور ایک حرفوں کا ثواب۔ اسکے نامۂ عمل میں ایک
حرف کے بدلے ثبت ہوتا ہے اور اگر کوئی صرف بسم اللہ کو جو ابتدائے قرآن ہے۔ اور اسکے
کل سات حرف ہیں کہے تو حقتعالی کل قرآن کے حروف کے سات مقابل یعنی ایک کروڑ
ترسٹھ لاکھ ایک ہزار سات حروف کی تلاوت کرنیکا ثواب عطا فرماتا ہے۔

دوسری یہ کہ اگر اس ماہ محترم میں سنتی چیز بجالائے تو واجب کے برابر ثواب ملے گا
اور فرق سنت وواجب میں اتنا ہے کہ جتنا ایک فرد امت مرحومہ اور حضرت حجۃ عجل اللہ
فرجہ وسہل اللہ مخرجہ میں ہے۔

تیسری

تیسری نعمت مہمان خانہ خدا و دسترخوان الٰہی ماہ صیام کی یہ ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ مَنْ عَمِلَ فَرِیْضَۃً کُتِبَ لَہٗ سَبْعُوْنَ فَرِیْضَۃً اَدَّاھَا فِیْ غَیْرِہٖ جو شخص اس مہینہ میں ایک فریضہ و نماز واجبی ادا کرے تو اسکو حقتعالیٰ ستر فریضوں کا ثواب دیتا ہے اور فریضے بھی وہ فریضے کہ جو مقبول بارگاہ ہوں ایسے فریضوں کا ثواب ملے گا۔ اور یہ ستر فریضے کہ جس میں ایک ہمارا وہ بھی نہ معلوم شرائط صحت و ارکان قبولیت کا دارا ہے یا نہ لیکن وہ انہتر فریضوں کا ثواب جو حقتعالیٰ عطا کریگا کل کے کل صحیح و درست و کل شرائط و ارکان کے دارا مقبول بارگاہ اور قبول درگاہ خدا کا ثواب ملتا ہے۔ بس بہ برکت انہتر[۶۹] فریضوں صحیح و مقبول کے ہمارا فریضہ شکستہ و نامقبول فریضہ قبول ہو جائے گا۔

چوتھی

چوتھی نعمت یہ کہ سانس لینا اس ماہ مبارک میں تسبیح کا ثواب رکھتی ہے۔ جیساکہ حضرت رسالتماب ارشاد فرماتے ہیں اَنْفَاسُکُمْ فِیْہِ تَسْبِیْحٌ سانس تم لوگوں کی تسبیح کا ثواب رکھتی ہے علم طب کے تشریح کے باب اور ڈاکٹری کی رو سے صحیح و تندرست آدمی ایک منٹ میں پندرہ سانسیں لیتا ہے۔ پس اس حساب سے فی گھنٹہ نو سو[۹۰۰] سانسیں ہوتی ہیں تو بارہ گھنٹے میں دس ہزار آٹھ سو[۱۰۸۰۰] اور چوبیس گھنٹے میں اکتیس ہزار چھ سو[۲۱۶۰۰] سانسیں ہوتی ہیں۔ تو ہر سانس بہ ثواب تسبیح اسلئے ہر روزہ دار کو شبانہ روز میں اکتیس ہزار چھ سو[۲۱۶۰۰] تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔ اور تسبیح بھی ہماری آپ کی نہیں بلکہ وہ تسبیح کہ جو مقبول بارگاہ الٰہی ہو اس مقبول تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔

عجائب و صنائع الٰہی کو ملاحظہ فرمائیے کہ ہماری شبانہ روز کی سانسوں کے مطابق فلک الافلاک کی بھی حرکت قرار دی۔ فلک الافلاک بھی رات دن میں اکتیس ہزار چھ سو[۲۱۶۰۰] فرسخ سیر کرتا ہے اور فرسخ ہم آپ کا تین میل والا نہیں بلکہ خدائی فرسخ کے حساب سے۔ ہر سانس انسان بمقابل ایک فرسخ آلہی فلک الافلاک کے حرکت کے ہے۔

پانچویں نعمت یہ کہ استراحت و آرام کرنا اس ماہ مبارک میں عبادت ہے۔ جیساکہ رسولخدا ارشاد فرماتے ہیں نَوْمُکُمْ فِیْہِ عِبَادَۃٌ نیند کرنا روزہ دار کا ماہ مبارک میں عبادت ہے۔ یعنی خداوند عالم چاہتا ہے کہ مومنین گناہوں سے پاک و صاف ہوں پرہیز کریں۔ اور کچھ نہیں تو سو رہیں اگر نیند نہ بھی آئے صرف لیٹے ہی رہیں تو بھی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرات ایسے کوئی عبادت نہیں ہے کہ نیند کی حالت اور سونے کا وقت عبادت ہو۔

روزہ ہی صرف وہ عبادت ہے کہ اگر کوئی اس میں استراحت بھی کرے تو بھی پروردگار اسکو ثواب عبادت عطا فرماتا ہے کیسے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ایسی عبادت کو بھی ایسے ایام میں نہیں کرتے۔

چھٹی نعمت

چھٹی نعمت یہ کہ روزہ دار مومن کا روزہ افطار کرانا ہے جیسا کہ پیغمبر خاتم الانبیاء ارشاد فرماتے ہیں اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ اَفْطَرَ مِنْكُمْ صَائِمًا مُؤْمِنًا فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ كَانَ لَهٗ بِذٰلِكَ عِتْقُ رَقَبَةٍ وَمَغْفِرَةٌ لِمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ ایہا الناس اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کا روزہ اس مہینہ میں افطار کرائے تو ایک بندہ آزاد کرنے کا ثواب اسکے نامۂ عمل میں لکھا جائے گا۔ اور باعث مغفرت گناہان گذشتہ کا ہو گا۔ جب یہ کلام حضرت رسولخدا نے مجمع میں بیان کیا تو اصحاب نے عرض کی لیس كُلُّنَا نَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ یا رسول اللہ ہم لوگ اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں تو کیا ہم لوگ اس سے محروم رہیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشَرْبَةٍ مَاءٍ اے میرے اصحاب جہنم سے ڈرو اگرچہ نصف خرما کے ذریعہ ہو اے میرے اصحاب آتش جہنم سے ڈرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی کے ذریعہ ہو لیکن یہ نصف دانہ خرما یا ایک گھونٹ پانی کے ذریعہ روزہ افطار کرانے کا حکم اسلام کی غربت و فلاکت کے زمانہ تک کے لئے تھا نہ فی زمانہ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس ستر عورتین تک کے لئے کپڑا و لباس نہ تھا۔ فی الحال ماشاء اللہ مسلمانوں کی حالت بہت اچھی ہے آجکل روزہ افطار کرانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر برادر مومن کو اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھانا کھلائیگا جب اس کلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا مصداق ہو سکے گا۔

اقسام روزہ دار تمہید مصائب

حضرات روزہ داروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک طفل ممیز کا روزہ دوسرا اول بلوغ میں روزہ رکھنے والا۔ ان دونوں روزہ داروں میں روزہ افطار کرانے کا ثواب ہے۔ اس سے بڑھکر اس روزہ دار کے افطار کرانیکا ثواب ہے کہ جو عارف مسائل دین و ظاہر الصلاح ہو۔ اور اس سے بھی بڑھکر اس روزہ دار کا افطار کرانا موجب ثواب ہے کہ جو ظاہر الصلاح و عارف مسائل ہونیکے علاوہ سید بھی ہو اور اس سے بھی بڑھکر اگر سید نجیب الطرفین ہو تو اور زیادہ ثواب ہے اور اگر مجتہد متجری ہو تو اور زیادہ ثواب ہے اور اس سے بڑھکر مجتہد جامع الشرائط اعلم کے افطار کرانے کا ثواب ہے اور ان کل روزہ داروں

کے افطار کرانے سے بدرجہا بہتر و برتر و افضل و اعلی خود امام زمان کا روزہ افطار کرانا باعث ثواب ہے اور امام زمان بھی وہ امام کہ جو زبان رسول چوس چوس کر بڑے ہوئے کہ جنکی ہڈیاں رسولخدا کی ہڈیاں اور گوشت و پوست انکا رسول اللہ کا گوشت و پوست ہے۔ امام بھی وہ امام کہ جو رسول کے دوش پر سوار ہوتے تھے۔ آہ آہ انہیں امام کی پیاس روز عاشورہ اس درجہ پر پہونچ گئی تھی کہ درمیان زمین و آسمان کے سوائے دھویں کے کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ جبکی جبرئیل جناب موسیٰ کو خبر دیتے ہیں یَحُوْلُ الْعَطَشُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ کَالدُّخَانِ صَغِیْرُھُمْ یَمُوْتُوْنَ مِنَ الْعَطَشِ وَکَبِیْرُھُمْ جِلْدُھُمْ مُنْکَمِشٌ اے موسیٰ شدت عطش سے انھیں درمیان زمین و آسمان کے سوائے دھویں کے کچھ دکھائی نہ دیگا۔ اطفال صغیر انکے نایابی آب کیوجہ سے تلف ہوجائیں گے اور بڑوں کی شدت عطش سے کھال سکڑ جائیگی جسطرح چمڑا کثرت حرارت سے جمع ہوکر سکڑ جاتا ہے اسی طرح امام اور اُن کے ساتھیوں کی پیاس سے حالت ہوگی۔

آسَفًا لَہٗ عِنْدَ الشَّرِیْعَةِ یَشْتَکِیْ ظَمَأً وَوَالِدُہٗ وَلِیُّ الْکَوْثَرِ

جائے افسوس حال پر اس پیاسے کے جو کنارہ فرات پر شکایت تشنگی کی کرتا تھا۔ حالانکہ پدر بزرگوار اُنکے ساقی کوثر ہیں۔ آہ کیونکر شکایت پیاس کی نہ کرتے کیونکہ جتنے اسباب تشنگی کے ہیں روز عاشورا جمع تھے اور یہ مصیبت بھی مخصوص اُس مظلوم کے لئے ہے چنانچہ بعض علماء نے چند سبب لکھے ہیں۔ اول گرسنگی ہے اور امام حسینؑ نویں محرم کو روزہ سے تھے اور شب و روز عاشورا بوجہ رنج و الم جسمانی و روحانی اور نایابی آب و طعام کے بھوکے پیاسے رہے۔ دوم غشی ہے اور ان حضرت کو روز عاشورا دو مرتبہ غش آیا پہلے جب شاہزادہ قاسم رخصت ہوئے اور دوسرے جب خود وہ مظلوم ذوالجناح سے زخمی ہو کر گرے لیکن یہ غشی امام کی مثل اور لوگوں کی غشی کے نہیں ہے جو خدا سے غافل ہوجائیں۔ سوم حرکت و محنت ہے اور وہ جناب در خیمہ سے مقتل تک اکثر تشریف لیگئے اور لاشہائے شہدا کو اٹھا لائے خصوصاً جب خود معرکہ کارزار میں مرکب کو جولاں کیا تو کیسی حرکت ہوئی ہوگی۔ چہارم حزن و اندوہ ہے کہ انحضرت کو ہر لحظہ رنج پر رنج اور غم تازہ ہوتا تھا ایک طرف آواز پیاسوں کی سنکر اندوہناک ہوتے تھے اور دوسرے ایک طرف لاشہائے پارہ پارہ جوانان ہاشمی کو خاک و خون میں آلودہ

دیکھکر رنجیدہ ہوتے تھے پنجم غلبہ گرد و غبار ہے کہ وقت کارزار کے تمام میدان کربلا غبار آلودہ ہوتا تھا۔ ششم تحمل اشیائے ثقیلہ حرب کا ہے مانند سلاح وغیرہ کے۔
ہفتم ہوائے گرم ہے اور روز عاشورا حرارت و تیزی آفتاب کی درجہ اعلی پر تھی اور باد سموم چلتی تھی علاوہ اسکے گرد خیموں کے خندق میں آگ روشن تھی تاکہ اعداء پس پشت و اطراف سے نہ آسکیں ہشتم غضب و غصہ ہے کہ اس صاحب عظمت و و جبروت کو دین اسلام ضائع و برباد ہونے پر غصہ آتا تھا اور اعدائے دین کے طعن و کلمات ناشائستہ اور حرکات ناپسندیدہ سے ہر دم صدمہ تازہ ہوتا تھا چنانچہ جب مظلوم کربلا وعظ و نصیحت اور اظہار حسب و نسب فرماتے تھے تو مجمع عام میں شمر لعین بطور اہانت کہتا تھا اے فرزند فاطمہؑ آپ یہ کیا کہتے ہیں ہمکو اچھی طرح سنائی سمجھائی نہیں دیتا ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ خوف خدا کرو اور میرے قتل سے باز رہو کہ خونریزی میری تمکو کسی طرح مباح نہیں نہم منع آب ہے جیسا کہ مریض کو جس چیز سے منع کرتے ہیں اسکی طرف وہ زیادہ رغبت کرتا ہے۔ افسوس مظلوم کربلا نے اس شدت تشنگی میں گھوڑا نہر فرات میں ڈالا تھا یکایک ان چار ہزار تیر اندازوں نے ہجوم کیا جو کنارے پر تھے اور ہر طرف سے تیر باراں کیا۔ اور پانی پینے سے مانع ہوئے اور ایک شقی نے تیر ستم دہن اقدس پر مارا اور خون جاری ہوا اور ایک شقی نے آواز دی کہ یا حسین آپ پانی پیتے ہیں اور خیمے آپ کے تاراج ہوتے ہیں اسیوقت حضرت بخیال حفاظت ناموس تشنہ لب نہر سے باہر تشریف لائے
دہم اسباب عطش سے خوف ہے یہ ظاہر ہے کہ ان حضرات کو شہادت اصحاب و اقربا اور اولاد اور اسیری و ہتک حرمت اہلبیت امانت رسول خدا اور بچوں کے ضائع ہونیکا اندیشہ تھا اور انکے حال اسیری کا خیال کرکے روتے تھے کیونکہ لاکھوں خونخواروں میں گھر گئے تھے یازدہم جریان خون ہے بدن سے اور جسقدر زخموں سے بہتا ہے پیاس زیادہ ہوتی جاتی ہے اور مظلوم کربلا کے بدن انور سے بعض زخموں سے تو خون مثل پرنالے کے جاری تھا۔ چنانچہ جب سنان ابن انس ملعون نے نیزہ سینہ اقدس پر مارا تو فوارہ خون جاری ہوا اسوقت فرماتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور جب وہ نیزہ جو قلب اقدس پر پڑا اور اسے جانب پشت سے نکالا تو خون مثل پرنالے کے جاری ہوا۔
دوازدہم بیداری ہے اور مظلوم کربلا تو تمام شب عاشورا عبادت خدا میں مشغول تھے

اور کبھی اہل الحرم اور اطفال کو تسلی و دلاسہ دیتے تھے۔ سیز دہم زخم وجراحات ہیں اور مظلوم کربلا
کے جسم اقدس پر جو زخم لگتا تھا باعث تشنگی و موجب عطش تازہ کا ہوتا تھا اور کثرت زخمہائے
کاری سے اس قدر پیاس تھی کہ اگر وہ پیاس تمام عالم پر تقسیم کیجاتی تو وہ سب ہلاک ہو جاتے
چنانچہ روایت میں ہے صَارَ جِلْدُہٗ کَجِلْدِ الْقُنْفُذِ یہانتک کہ کثرت تیر و نیزہ سے جسم اطہر
مثل بدن ساہی کے ہو گیا تھا۔ اور صاحب مجالس المتقین تحریر فرماتے ہیں کہ اسقدر تیر
جسم شریف میں پیوست تھے کہ گویا شوق لقاء الٰہی میں بال و پر نکل آئے تھے۔ اور جناب
سید الشہداء باوجود غیرت و حمیت اور صبر و شکر و تحمل کے شدت تشنگی سے بمقتضائے بشری
ایسے بیتاب تھے کہ بنا بر اتمام حجت کے ابن سعد سے پانی طلب کیا۔ جیسا کہ منتخب وغیرہ میں منقول
ہے فرمایا اِسْقُوْنِیْ شَرْبَۃً مِنَ الْمَاءِ فَقَدْ نَفِسَتْ کَبِدِیْ مِنَ الظَّمَاءِ مجھے تھوڑا سا پانی
پلادو جگر میرا شدت تشنگی سے کباب ہوتا ہے اس لعین نے جواب دیا لَا اِلٰی ذَالِکَ سَبِیْلٌ
یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ میں آپ کو پانی دوں۔ آہ آہ وقت آخر شمر لعین سے فرمایا اِسْقِنِیْ جُرْعَۃً
مِنَ الْمَاءِ اے شمر مجھے ایک گھونٹ ہی پانی کا پلادے۔ اور کبھی فرماتے تھے یا شمر اِسْقِنِیْ
قَطْرَۃً مِنَ الْمَاءِ اے شمر مجھے ایک ہی قطرہ پانی کا پلادے کہ میں بہت پیاسا ہوں آہ آہ
اسوقت یہ حال تھا یَلُوْکُ لِسَانَہٗ مِنْ شِدَّۃِ الْعَطَشِ اپنی زبان خشک کو شدت
تشنگی سے چباتے تھے افسوس عوض پانی کے اس لعین نے وقت آخر بھی طعن سے کہا
اَلَسْتَ تَزْعَمُ اَنَّ اَبَاکَ عَلٰی حَوْضِ النَّبِیِّ یَسْقِیْ مَنْ اَحَبَّہٗ فَاصْبِرْ حَتّٰی تَاْخُذَ الْمَاءَ
مِنْ یَدِہٖ۔ اے فرزند ابوتراب کیا گمان نہیں کرتے ہیں کہ پدر بزرگوار آپ کے حوض کوثر
سے اپنے دوستوں کو سیراب کرینگے پس صبر کیجئے تاکہ ساقی کوثر اپنے ہاتھ سے پانی پلائیں
آہ غرض اس شقی کی یہ تھی کہ ہم ایک قطرہ بھی پانی کا نہ دینگے بلکہ پیاسا ہی قتل کرینگے۔
حضرات! اب تصور کیجئے کہ آیا ایسا زخمی جسمیں اسقدر اسباب عطش موجود ہوں
کسی سنگدلی کا بھی متحمل ہو سکتا ہے جیسا کہ زندہ امام حجت خدا زیارت ناحیہ مقدسہ میں
فرماتے ہیں وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰی صَدْرِکَ وَوَاضِعٌ سَیْفَہٗ عَلٰی نَحْرِکَ قَابِضٌ
عَلٰی شَیْبَتِکَ بِیَدِہٖ ذَابِحٌ لَکَ بِمُھَنَّدِہٖ۔ اے جد مظلوم شمر لعین آپ کے سینۂ اقدس
پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو آپکی مقام نحر پر رکھے ہوئے تھا اور اسکے دست نحس میں آپکی
ریش مقدس تھی اور اپنی تیغ آبدار سے آپ کے گلوئے خشک کو ذبح کرتا تھا۔

قَدْ سَکَنَتْ حَوَاسُّکَ وَخَفِیَتْ اَنْفَاسُکَ وَرُفِعَ عَلَی قَنَاۃٍ رَاْسُکَ آہ اسوقت ساکن ہو گئے حواس آپ کے اور سانس آپ کی نرم و خفی ہو گئی اور دم رک گیا یہانتک کہ سر انور آپ کا نیزہ طویل پر بلند کیا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس چہارم

فضائل ماہ صیام

مقام ترجمہ آیت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سورہ بقر جزء ۲ رکوع ہفتم میں ارشاد باری ہے کہ اے ایمان والوں روزہ کو تم پر واجب کیا گیا جیساکہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی واجب تھا تاکہ تم لوگ متقی و پرہیزگار ہو جاؤ۔

روزے کا دوسری امتوں پر واجب ہونا

اس آیت میں حقتعالیٰ ہم لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ فقط تم ہی پر روزہ واجب نہیں کیا بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی واجب کیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ اور انکی قوم اور حضرت عیسیٰ اور انکی امت حضرت ابراہیم اور انکی قوم پر یہ روزہ واجب تھا اسی طرح تم پر واجب کیا گیا۔

صوم کے معنی

جاننا چاہئے کہ صیام و صوم دونوں کے معنی قریب ایک ہیں علم لغت میں صوم و صیام کے معنی پرہیز مطلق کے ہیں لیکن شارع مقدس نے صوم و صیام کے معنی اسطرح مخصوص فرمائے ہیں یعنی صبح صادق سے دخول لیل تک نیت و استدامت کیساتھ دس چیزوں سے پرہیز کرنا۔

روزے کا تمام عبادات سے افضل ہونا

صوم و صیام کے معنی اردو میں شریعت کے مطابق روزہ رکھنے کے ہیں۔ روزہ بہت نفیس و اعلیٰ عبادت ہے۔ جیساکہ حدیث قدسی میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جسکا بقدر ضرورت ترجمہ یہ ہے کہ اے بنی آدم کل عبادتیں تیرے واسطے ہیں مگر صرف ایک روزہ وہ ایسی عبادت ہے کہ جو مخصوص میرے لئے ہے۔

روزے ماہ صیام میں واجب ہونے کا سبب

اب قابل توجہ یہ بات ہے کہ اس عبادت کا زمانہ کیوں ماہ صیام قرار پایا۔ دوسرے مہینوں میں یہ عبادت روزہ کیوں نہ مقرر ہوئی آخر روزوں کو اس مہینہ سے کیا خصوصیت ہے اور کونسا تعلق ہے کہ جو اسی ماہ رمضان میں یہ فریضہ واجب قرار دیا گیا۔

آیات قرآن اور احادیث ائمہ معصومین وانبیاء کو بغور مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہینہ اللہ کی طرف اسی طرح منسوب ہے جسطرح کلام اللہ وبیت اللہ کی نسبت پروردگار عالم کی طرف تو اسی طرح یہ مہینہ شہر اللہ ہے۔ یہ مہینہ عقل رکھتا ہے۔ شعور رکھتا ہی بہت عمدہ نورانی جسم لطیف رکھتا ہے۔ یہ کمال درجہ کا صاحب احترام وصاحب عزت ہے۔ اس مہینہ میں لیلۃ القدر قرار دیگئی ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔ اور چونکہ روزے بہت با منفعت وکثیر الفوائد عبادت ہے لہذا اس معزز ومحترم مہینے ماہ رمضان میں واجب کئے گئے۔

وجوب روزے کی وجہ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ روزے بنی آدم پر حقتعالی نے کیوں واجب کئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم سبھوں کے جداعلی آدم ابوالبشر کے ترک اولی کا کفارہ ہے۔

شیطان دل میں وسوسہ پیدا نہ کرے کہ کریں باپ اور پکڑا جائے بیٹا لیکن جس طرح بیٹا اپنے باپ کا وارث اور کل مایملک باپ کا مالک ہوتا ہے۔ اسی طرح دین وکفارہ بھی باپ کا بیٹے کیجانب راجع وعائد ہوتا ہے۔ اسی طرح اولاد آدم پر یہ روزے واجب قرار پائے

پھر سوال ہوا کہ یا رسول اللہ اچھا تیس روزے ایک مہینہ کے کیوں واجب ہوئے۔ کیوں زیادتی وکمی نہ ہوئی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا چونکہ شکم حضرت آدمؑ میں اس درخت منہیہ کے کھانے کا اثر ایک مہینہ تک رہا اسواسطے حقتعالی نے آدم کی اولاد پر ایک ماہ کے روزے واجب فرمائیے۔

حدیث میں وارد ہے کہ اس مہینہ کا نام بے احترامی سے نہ لو۔ اس طرح نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان چلا گیا۔ بلکہ اسکو رمضان المبارک یا شہر اللہ یا صفات والقاب سے ذکر کرو۔ رمضان خداوند عالم کا نام ہے۔ علم لغت میں اسکے معنی کھا جانے اور جلا جانے ونیست ونابود کردینے کے ہیں چونکہ یہ مہینہ روزے داروں کے گناہوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو جلا کر فنا کردیتی ہے۔

یہ ہی وہ مہینہ ہے کہ جس میں خداوند عالم پانچ نعمتیں روزہ دار کو عطا فرماتا ہے۔

روزے دار کی پانچ نعمتیں پہلی

پہلی نعمت یہ کہ خداوند عالم نظر رحمت کرتا ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ جس پر نظر رحمت الہی ہو وہ کیونکہ مبتلائے عذاب اور کیسے گرفتار عقاب خداوندی ہو سکتا ہے ذراسی رحمت سحرۂ فرعون کہ جو جناب موسیٰ کے مقابلہ اور رد نبوت کی غرض سے جمع ہوئے تھے ہو گئی تھی کہ جس سے بگڑی بنگئی اور بیڑا پار ہو گیا۔ ہم لوگ تو ایمان دار ہیں اگر تھوڑی ہی سی نظر رحمت ہو جائے تو ہمارا بیڑا پار اور کشتی طوفان سے نجات پاکر ساحل مراد پر آجائیگی۔

دوسری

دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ نے بوئے دہن روزہ دار مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار قرار دی ہے۔ اور یہ بوئے دہن روزہ دار حقتعالی کو پسند ہے حوران جنت کو عطریات بہشتی سے زیادہ معطر معلوم ہوتی ہے۔

تیسری

تیسری نعمت یہ کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے اس کے حق میں ملائکہ مقربین جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل و جملہ حاملان عرش اسکے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اب تصور فرمائیے کہ جسکے لئے ملائکہ مقربین طلب مغفرت کریں تو کیونکر اسکی نجات نہو گی۔ ضرور ہوگی وہ مقرب مخلوق ہے انکو درگاہ الہی میں قربت حاصل ہے جو دعا وہ کرینگے حقتعالی مستجاب فرمائیگا۔

چوتھی

چوتھی نعمت یہ کہ جنت اسکے واسطے آراستہ و زینت دیجاتی ہے حوریں حلہائے جدید پہنتی ہیں جب روزہ دار مرجاتا ہے اور بہشت میں پہونچتا ہے تو حوریں اسے مدعو کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمیں حقتعالی نے بہت عرصہ سے تمہارے لئے بناؤ سنگار کرنے کا حکم دیا ہے ہم بہت عرصہ سے زینت کئے تمہارے انتظار میں تھے۔

پانچویں

پانچویں نعمت یہ کہ حقتعالی اپنی مغفرت و رحمت میں شامل فرماتا ہے یعنی روزہ دار کے روزوں کی بدولت بہت سے گناہوں کو بخشدیتا ہے اور روز قیامت اسکو داخل بہشت فرمائیگا

حق یہ ہے کہ روزے کے بہت سے فوائد ہیں۔ اگر یہ عرض کردوں کہ شارع مقدس نے اتنے فائدے اسکے بتائیں ہیں تو آپ جدید تعلیم یافتہ اسکو پرانی بات کہینگے۔ کیونکہ فی زمانہ دنیا کی توجہ یورپ کی نئی نئی تحقیقات پر ہے گویہ سب خیالات کی معرفت کیوجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب سنیئے ڈاکٹر امریکائی روزے کے چالیس فائدے بتاتا ہے۔ جرمنی ڈاکٹر تین سو فائدے جسمانی دکھلاتا ہے۔ کیونکہ روحانی فوائد کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اور علم

مجددین تین فائدے بتاتے ہیں

حکمت وطب میں تو بہت سے فوائد درج ہیں۔ تو جب ایک ڈاکٹر وطبیب دنیا کا اتنے فائدے بتلائے تو پھر درواقع درحقیقت میں کتنے فائدے شارع مقدس نے اس میں قرار دیے ہیں اور درحقیقت علم الٰہی میں کتنے فائدے ہونگے کہ جن کی رو سے اس نے یہ روزے واجب قرار دیے

پہلا فائدہ

مختصر یہ کہ منجملہ ان فوائد کے پہلا جسمانی فائدہ ہے۔ کل اطبا و ڈاکٹروں کا متفق علیہ یہ مسئلہ ہے کہ جسم انسانی میں چار خلط ہیں۔ صفرا۔ سودا۔ بلغم۔ خون جب ان چاروں یا بعض میں کمی و زیادتی ہو جاتی ہے تو انسان مریض و بیمار پڑ جاتا ہے۔ اور روزہ ان چاروں اخلاط میں مادہ اعتدال اور اصلاح کرتا ہے۔

بیماری کے علاج کا طریقہ

ڈاکٹروں اور طبیبوں کا بالاتفاق یہ طریقہ ہے کہ جب کسی مریض و بیمار کا علاج کرتے ہیں تو پہلے اچھی طرح تشخیص کر لیتے ہیں کہ کس خلط کی زیادتی و کمی سے یہ مرض پیدا اور کس چیز کے افراط و تفریط سے یہ شخص بیمار پڑا۔ تو اسی خلط کے معتدل ہونے کی دوا دیتے ہیں تاکہ معتدل ہو جائیں۔ اور جب معتدل ہو جاتے ہیں تو پھر مریض کے قوی ہونے کی دوا کرتے ہیں اسی طریقہ کا نام علم طب میں تنقیہ و تقویہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ روزوں کا حکم دیکر جسمانی انسان کا تنقیہ فرماتا ہے۔ اور جب ایک مہینے کے روزوں کے ذریعہ تنقیہ ہو جاتا ہے تو روز عید سے کھانے پینے کا حکم دیکر تقویہ فرماتا ہے

دوسرا فائدہ

دوسرا فائدہ روحانی ہے یعنی جس طرح روزہ تصفیہ بدن کرتا ہے اسی طرح تصفیہ روح بھی کرتا ہے۔ اگرچہ روزہ دار مسلم و مومن بھی نہ ہوں تو بھی تصفیہ روح کرتا ہے جیساکہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے یَا اَحْمَدُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا جَاعَ بَطْنُهٗ وَحَفِظَ لِسَانَهٗ عَلَّمْتُهُ الْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانَ كَافِرًا يَكُوْنُ حِكْمَتُهٗ حُجَّةً عَلَيْهِ وَوَبَالًا وَاِنْ كَانَ مُؤْمِنًا تَكُوْنُ حِكْمَتُهٗ لَهٗ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَشِفَاءً وَرَحْمَةً فَيَعْلَمُ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَيُبْصِرُ مَا لَا يُبْصِرُ فَاَوَّلُ مَا اُبَصِّرُهٗ عُيُوْبَ نَفْسِهٖ حَتّٰى لَا يَشْتَغِلَ عَنْ عُيُوْبِ غَيْرِهٖ وَاُبَصِّرُهٗ حَقَائِقَ الْعِلْمِ حَتّٰى لَا يَدْخُلَ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ اے ہمارے رسول یہ کہ جب بندہ کا پیٹ خالی ہوتا ہے اور محافظت زبان کی کرتا ہے تو حکمت کی تعلیم دیتا ہوں۔ اور اگر وہ بندہ کافر ہو تو وہ حکمت اس پر حجاب اور وبال ہوتی ہے۔ اور اگر وہ بندہ مومن ہو تو اس پر وہ حکمت نور ہوتی اور دلیل اور شفاء اور رحمت ہوتی ہے۔ پھر تو وہ ان

چیزوں کو جاننے لگتا ہے کہ جس سے پہلے واقف نہ تھا۔ اور دیکھنے لگتا ہے ان چیزوں کو کہ جنکو پہلے نہ دیکھتا تھا۔ پھر تو پہلی چیز جسکو میں دکھاتا ہوں اسکے عیوب نفس ہیں تاکہ اپنے عیبوں کی اصلاح میں مشغول رہے۔ اور غیر کے عیبوں کی طرف متوجہ نہو۔ اور دیکھاتا ہوں میں اسرار و حقائق کو تاکہ شیطان اس پر تسلط نہ کرے۔

تیسرا فائدہ

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ روزہ دافع رنجات و رافع صعوبات ہے۔ جیسا کہ حقتعالی سورہ بقر جزو اول رکوع پنجم میں ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ الخ اور شدائد و مصائب کے وقت نماز روزے سے مدد طلب کرو۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں وارد ہے کہ جب تم کو کوئی رنج ہو تو وضو کر کے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام ایسا ہی کرتے تھے۔ اور اسکے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے اور صبر سے مراد روزہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ روزہ دافع بلا و رافع شدائد و مصائب ہے۔ حتی کہ روزہ کی نذر کرنے سے بیمار شفا پاتے و مشکلات حل اور مراد دلی و مطالب قلبی حاصل ہوتے ہیں۔ یہی تو وجہ تھی کہ حسنین علیہما السلام کی عیادت کو جب پیغمبر خدا تشریف لائے تو جناب امیرؑ اور جناب سیدہ کو روزے نذر کرنیکا حکم دیا اور ان بزرگواروں نے معہ فضہ کے نذر کی اور دونوں شاہزادوں نے بھی متابعت کی۔ واقعہ مشہور ہے سورہ ہل اتی قوی دلیل اسکی ہے۔ چنانچہ اسی نذر کو حقتعالی نے موثر ثابت فرماکر حسنین علیہما السلام کو شفاء کامل عطا فرمائی۔ گویا دراصل بندوں کو متوجہ کیا کہ جب ہموم و غموم شدائد و آلام میں گرفتار ہو تو روزے کی نذر سے مدد طلب کرو

فائدہ نذر حضرت امیر و سیدہ وغیرہ بیماری حسنین میں روزہ کی نذر

چوتھا فائدہ

چوتھا فائدہ یہ کہ روزہ سپر معاصی و مانع سیئات ہے یعنی روزہ انسان کو گناہوں سے بچاتا اور مخالفت خدا کرنے سے محافظت فرماتا ہے جیسا کہ آیہ معنونہ میں ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے ایمان والوں روزہ تم پر واجب کیا گیا جیسا کہ تم سے پیشتر کے لوگوں پر واجب کیا گیا تھا اور علت وجوب روزہ آخر میں بیان فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم لوگ متقی و پرہیزگار بنجاؤ۔ اس سے صاف طور سے ثابت ہوا کہ روزہ ہی انسان کو گناہوں سے بچاتا اور متقین کے درجہ پر فائز کرتا ہے۔

پانچواں فائدہ

پانچواں فائدہ یہ کہ روزہ باعث تذکر فقر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی شخص نے

حضرت کاشف الاسرار و الحقائق و الدقائق مولانا جعفر الصادق علیہ السلام سے سوال کیا
کہ یا ابن رسول اللہ حقتعالیٰ نے روزہ کیوں واجب کیا حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّمَا
الصِّيَامُ لِيَسْتَوِيَ بِهِ الْغَنِيُّ وَالْفَقِيْرُ وَذَالِكَ اَنَّ الْغَنِيَّ لَمْ يَكُنْ لِيَجِدَ مَسَّ الْجُوْعِ
فَيَرْحَمَ الْفَقِيْرَ لِاَنَّ الْغَنِيَّ كُلَّمَا اَرَادَ قَدَرَ عَلَيْهِ فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَسْتَوِيَ بَيْنَ خَلْقِهٖ
وَاَنْ يُّذِيْقَ الْغَنِيَّ مَسَّ الْجُوْعِ وَالْاَلَمِ لِيَرِقَّ عَلَى الضَّعِيْفِ وَيَرْحَمَ الْجَائِعَ۔
اسواسطے روزہ خلاق عالم نے واجب کیا تاکہ غنی و فقیر مساوی ہوں کیونکہ تونگر و مالدار
بھوک و پیاس کے صدمہ سے بیخبر ہیں۔ کیونکہ غنی و تونگر کے واسطے ہمیشہ ہر چیز موجود
ہے۔ بخلاف فقراء و حیثیت حضرات کے اسواسطے حقتعالیٰ نے روزہ سب پر واجب کرکے
غنی و فقیر کو مساوی کر دیا اور اغنیا کو بھی بھوک و پیاس کا مزہ چکھایا تاکہ غنی فقیروں
و غریبوں پر رحم کرے۔ اور بھوکوں پیاسوں پر مہربان ہو۔

چھٹا فائدہ

چھٹا فائدہ یہ کہ روزہ باعث تذکر روز قیامت کی بھوک و پیاس کا ہے۔ تاکہ انسان اس
دنیا میں روزے کی بھوک و پیاس کی اذیت محسوس کر کے شدائد آخرت گرسنگی و تشنگی
روز قیامت کا اندازہ کر کے نادم و پشیمان ہو کر توبہ و انابہ درگاہ الٰہی میں کرے تاکہ فردائے
قیامت سزاوار مغفرت و آتش جہنم سے نجات پا کر رحمت الٰہی و نعمات جنت کا مستحق ٹھہرے

ساتواں فائدہ

ساتواں فائدہ یہ کہ روزہ سپر آتش جہنم ہے جیسا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے
ہیں اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ یعنی روزہ سپر ہے آتش جہنم سے۔

آٹھواں فائدہ

آٹھواں فائدہ یہ کہ روزہ باعث آسانی سکرات موت ہے جیسا کہ روایت میں وارد
ہے وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ حَالَةِ الْمَوْتِ يَقُوْمُ عَلٰى رَاْسِهٖ مَلَائِكَةٌ وَبِيَدِ كُلِّ مَلَكٍ
كَاْسٌ مِّنْ مَاءِ الْكَوْثَرِ وَكَاْسٌ مِّنَ الْخَمْرِ يَسْقُوْنَ رُوْحَهٗ حَتّٰى تَذْهَبَ سَكْرَتُهٗ
وَمَرَارَتُهٗ۔ یعنی جبکہ بندہ روزہ دار حالت سکرات میں ہوتا ہے تو ملائکہ سرہانے اسکے
کھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک ملک کے ہاتھ میں جام کوثر و جام شراب بہشتی ہوتا ہے
جس طرف وہ محتضر متوجہ ہوتا ہے ملائکہ اسکو آب کوثر و شراب بہشتی سے سیراب کرتے
ہیں تاآنکہ سکرات سے نجات پائے۔

نواں فائدہ چار آدمی کی دعا مستجاب ہوتی ہے

نواں فائدہ یہ کہ روزہ دار کی دعا مستجاب ہوتی ہے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ
سے روایت ہے کہ چار اشخاص کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے۔ اول مریض تاوقتیکہ

تندرست و صحیح ہو جائے۔ دوم مجاہد تا وقتیکہ واپس ہو۔ سوم حاجی تا وقتیکہ حج کر کے مراجعت کرے چہارم روزہ دار تا وقتیکہ افطار کرے۔ جو دعا کرے درجہ اجابت پر پہونچکر مستجاب ہوتی ہے۔

دسواں فائدہ

دسواں فائدہ یہ کہ روزہ باعث تقرب خدا ہو جب قرب پروردگار ہے۔ جیسا کہ حقتعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے یَا اَحْمَدُ هَلْ تَدْرِیْ بِاَیِّ وَقْتٍ یَتَقَرَّبُ الْعَبْدُ اِلَیَّ اے رسول ہمارے جانتے ہو تم کہ کسوقت بندہ ہماری درگاہ میں مقرب اور ہماری بارگاہ میں کب قربت حاصل کرتا ہے۔ عرض کی نہ اے پروردگار عالم خطاب ہوا۔ اِذَا کَانَ جَائِعًا اَوْ عَطْشَانًا اَوْ سَاجِدًا اَوْ بَاکِیًا یعنی بندہ کے مقرب بارگاہ ہونے کے

مقرب بارگاہ ہونیکے چار وقت

چار وقت ہیں ایک سجدہ کے وقت دوسرے گریہ و بکاء کے وقت تیسرے بھوک کے وقت چوتھے پیاس و عطش کے وقت آخر دونوں سے مراد روزہ ہے کیونکہ روزے کیحالت میں انسان بھوکا اور پیاسا دونوں ہوتا ہے لہذا روزہ دار دو حیثیت اور دو سبب سے مقرب درگاہ احدیت ہوتا ہے۔ حضرات مجلس گذشتہ میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ مہمان خانہ الٰہی ہے اسکے متعدد دروازہ ہیں ہر گروہ الگ الگ دروازوں سے داخل مہمان خانہ خدا ہوتا ہے۔ کوئی باب المصلین سے تو کوئی باب الصائمین سے اور کوئی باب المحسنین سے تو کوئی باب المتوکلین سے اور کوئی باب الصابرین سے تو کوئی باب التوابین سے داخل مہمان خانہ ہوتا ہے ہم لوگ متحیر ہیں کہ کس دروازہ سے داخل مہمان خانہ ہوں نہ ہماری ایسی نماز ہے جو باب المصلین سے داخل ہوں اور نہ ایسا روزہ ہے کہ باب الصائمین سے داخل ہو سکیں نہ اور کوئی ایسا عمل ہے کہ جسکے دروازہ سے داخل ہوں سوائے اسکے کہ اسوقت شریک ماہ صیام سے متمسک ہو کر مہمان خانہ الٰہی میں داخل ہوں۔ وہ کون شریک ماہ صیام۔ آپ حضرات تو سمجھ گئے ہاں ہاں وہی بزرگ شعر

دریگانہ دریائے مجمع البحرین	بخون تپیدہ کرب و بلا امام حسین
خورشید آسمان زمین نور مشرقین	پروردہ کنار رسول خدا حسین

آئیے اسوقت ہم لوگ سب باب حسین علیہ السلام سے داخل ہوں۔ اگر اس مہمان خانہ الٰہی میں باب الحسین سے داخل ہوئے تو فردائے قیامت میں بھی انہی کے دروازہ سے انشاءاللہ داخل ہونگے کیونکہ جسقدر لوگ امام حسین کے ذریعہ داخل جنت ہونگے انکے

بنی اور نہ کسی رسول کے ذریعہ داخل ہونگے۔ کوئی گروہ امام حسین علیہ السلام سے اظہار اخلاص کرنے کے سبب سے تو کوئی گروہ بجہت ارادت کے تو کوئی بجہت محبت و مودت تو کوئی بجہت نصرت کوئی بواسطہ مال صرف کرنے کوئی بجہت عزاداری تو کوئی بجہت زیارت تو کوئی بجہت بکاء تو کوئی بجہت ابکاء تو کوئی بجہت تباکی کوئی تصنیف کتب کوئی بجہت حفاظت و احترام کتب تو کوئی بجہت قصیدہ و مرثیہ کوئی بجہت شعر مدحیہ تو کوئی بجہت رعایت عزادار و کوئی بجہت لنگر نذر کوئی بجہت سبیل آب سرد کوئی بجہت تقسیم تبرک۔ تو کوئی بجہت طبخ کوئی بجہت نشر فضائل کوئی بجہت نقل مصائب جب ہی تو لوگ اپنی اولاد و لخت جگر تک فروخت کر کے صرف زیارت و تعزیہ داری کرتے تھے۔

حضرات اور امور تو ہم سے ہوتے نہیں آئیے کم از کم چند آنسو سے مضائقہ نہ کریں خداوند اسباب زیارت فراہم فرمائے کہ ہم زیارت قبر سے مشرف ہوں اور ان مقامات کو بالمشاہدہ دیکھیں۔ خدا ہم سب کو جلد زیارت نصیب کرے دیکھیں کہ جہاں امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور کبھی غش میں ہوتے تھے تو کبھی غش سے افاقہ ہوتا تھا اسی حالت میں جناب زینب خیمہ سے برآمد ہوئیں رَوَى ابنِ نَما عَن حُمَيدِ بنِ مُسلِمٍ اَنَّہُ قالَ لا اَنسیٰ زینبَ بنتَ امیرِ المؤمنینَ علیہِ السَّلامُ وَ ہِیَ تَندُبُ الحُسَینَ علیہِ السَّلامُ وَ تُنادِی بِصَوتٍ حَزینٍ وَ قَلبٍ کَئیبٍ۔

ابن نما علیہ الرحمہ نے حمید بن مسلم سے روایت کی کہ کہا اس نے کہ نہیں بھولتا ہے حال جناب زینب دختر امیر المومنین کا جب وہ مظلومہ لاش پر اپنے بھائی امام حسینؑ کے نوحہ و بین جگر خراش سوزش دل سے کرتی تھیں اور با آواز حزین و دردناک دل پر درد سے فریاد کرتی تھیں اور بشدت نہایت بے چینی کے ساتھ روتی ہوئی یہ کہتی تھیں جیسا کہ شاعر بزبان حال ان مظلومہ کے کہتا ہے۔

ہٰذا اَخِی فوقَ التُّرابِ مُعَفَّراً ۔۔۔ بِنَفسِی عَفِیراً فِی التُّرابِ مُجَدَّلا

ہائے افسوس یہ جسم اطہر میرے بھائی امام حسین علیہ السلام کا ریگ گرم پر بے لباس پڑا ہے قربان ہوں میں اس لاش انور پر جو خاک و خون میں آلودہ و غلطاں ہے

بِنَفسِی طَرِیحاً تَشمَرُ الخیلُ صدرَہُ ۔۔۔ بِنَفسِی جَرِیحاً بِالدِّماءِ مُغَسَّلا

فدا ہوں میں اس سینہ اقدس پر جو ظلم و ستم اعداء سے پامال سم اسپاں ہوا۔ اور فدا ہو

ہیں اس زخمی پر جو اپنے خون میں غسل دیا گیا اور بجائے کفن کے خاک صحرا ہی جو ہوا سے اڑ کر کے لاش مجروح پر پڑتی جاتی تھی۔

بِنَفْسِی خَضِیبُ الشَّیْبِ مِنْ دَمِ نَحْرِہٖ — تَرِیْبُ الْخُدُوْدِ بِالدِّمَاءِ مُرَمَّلاً

آہ قربان ہو ہیں ستم دیدہ اس ریش سفید و نورانی پر جس پر خون گلوئے بریدہ کا خضاب ہے۔ قربان ہوں میں اس رخسار ہائے اطہر پر جو خاک و خون میں آلودہ ہیں۔ چنانچہ اس مصیبت کو حجت خدا زیارت ناحیہ مقدسہ میں فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ اَلسَّلَامُ عَلَی الشَّیْبِ الْخَضِیْبِ سلام ہو اس رخسار انور پر جو خاک آلودہ ہوا۔ اور سلام ہو اس ریش اقدس پر جو خون سے خضاب ہوئی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس پنجم

اقسام صوم علم فقہ کی رو سے

مقام ترجمہ آیت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْعَظِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْکَرِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سورہ بقر جزو ۲ رکوع ۷ پر خلاق عالم و مصور نوع بنی آدم اپنے کلام محکم و مبرم میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے ایمان لانیوالوں تم پر روزہ واجب ہوا جس طرح پہلے لوگوں پر واجب تھا تاکہ تم لوگ متقی و پرہیزگار ہو گناہوں سے بچو خوف خدا کرو اللہ سے ڈرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان والوں پر اس واسطے واجب ہوا تاکہ گناہوں سے نجات پائیں۔ اس آیت کے متعلق پہلی مجلسوں میں کچھ بیان ہو چکا ہے آج بھی اسی آیت کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں۔

دوسری آیت میں حقتعالی اسی روزے کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ جزو دوم رکوع ہفتم میں ارشاد ہے کہ

ماہ رمضان ہی ایسا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید کو لوگوں کا ہادی اور آسمانی کتابوں سے بہتر و افضل ہر چیز کا بیان کرنیوالا و حق و باطل کا جدا کرنیوالا ہے اسی مہینہ میں نازل ہوا۔ پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو درک کرے اسکو اس مہینہ میں روزہ رکھنا چاہئے یہ آیت پہلی آیت کی تشریح و تفسیر کرتی ہے۔ اس آیت سے تصریحاً معلوم ہوا کہ روزے ماہ رمضان میں واجب ہیں۔ فوائد روزہ مختصراً کل بیان ہوئے۔ تو آج روزے کے اقسام کا ذکر کروں علم فقہ کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ روزوں کی چار قسمیں ہیں۔ واجب۔ حرام۔ سنت۔ مکروہ۔

۱ ۲ ۳ حرام روزے نو ہیں۔ اول عید الفطر۔ دوم عید قربان عید الضحیٰ۔ سوم گیارہ بارہ ۴ تیرہ ذی الحجۃ الحرام کو جو منیٰ میں ہوں۔ چہارم آخر ماہ شعبان کو بہ نیت ماہ رمضان روزہ ۵ ۶ رکھنا۔ پنجم وہ روزہ جو نذر معصیت کرکے رکھا جائے۔ ششم روزہ سکوت۔ یہ روزہ شریعت اسلام میں منسوخ ہے۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں صحیح تھا۔ جیسا کہ جناب مریم کے روزہ ۷ سکوت کا قرآن میں ذکر ہے۔ ہفتم روزہ وصال یہ روزہ بھی پہلے درست تھا لیکن اسلام نے منسوخ کردیا۔

روزہ مکروہ ۱ مکروہ روزے چار ہیں۔ اول روزہ عرفہ اس شخص کیواسطے کہ جو روزہ کیوجہ سے دعا ۲ نہ پڑھ سکے۔ دوم روزہ عرفہ جبکہ ہلال عید پوری طرح ثابت نہوا ہو اور عرفے میں شک ۳ عید الضحیٰ ہوتا ہو تو روزہ عرفہ مکروہ ہے۔ سوم روزہ نفلی مہمان بدون رضائے ۴ صاحب خانہ کے۔ چہارم روزہ فرزند نابالغ بلا اذن پدر و مادر علی الخصوص اگر والدین منع کردیں تو احتیاطاً ترک ہونا چاہئے۔

سنتی روزے بہت سے ہیں۔ اگر سنت موکدہ روزوں کو بھی ذکر کیا جائے تو بھی طول ہوگا۔ صرف چند کو بیان کرتا ہوں۔ اول ہر مہینے کے تین روزے خصوصاً اول و آخر پنجشنبہ اور وسط ماہ کا چہارشنبہ زیادہ بہتر ہے۔ دوم ایام البیض کے روزے یعنی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا۔ سوم عید غدیر اٹھارہ ذیحجۃ الحرام کا۔ چہارم عید مولود پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ سترھویں ربیع الاول کا۔ پنجم عید مبعث پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ ستائیس رجب المرجب کا۔ ششم عید دحول الارض پچیس ذالقعدۃ الحرام کا۔ ہفتم روزہ عرفہ کا بشرطیکہ روزے سے اتنا ضعف و نقاہت نہو جائے کہ جس سے دعا وغیرہ میں خلل واقع ہو

ہشتم روز مباہلہ چوبیس ذیحجۃ الحرام کا۔ نہم ہر پنجشنبہ و جمعہ کا۔ دہم اول ذیحجہ سے تا ہشتم یازدہم ماہ رجب و ماہ شعبان کے دوازدہم عید نوروز کا۔ سیزدہم اول و سوم و ہفتم محرم الحرام کا۔ چہاردہم عید فطر کے چھ روزے اور بہتر یہ ہے کہ چہارم شوال سے شروع کرے۔

واجب روزے چھ ہیں۔ اول روزہ کفارہ۔ دوم روزہ قضا سوم روزہ عوض قربانی حج تمتع۔ چہارم نذر و عہد و قسم پنجم روزہ روز سوم اعتکاف ششم روزہ ماہ صیام تفصیل اسکی علم فقہ میں موجود ہے۔

روزے کی تین قسمیں

علم اخلاق کو دیکھتے ہوئے روزوں کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں عام۔ خاص۔ خاص الخاص۔

اول روزہ عام اس روزے کو کہتے ہیں کہ جس میں دس چیزوں سے پرہیز کیا جائے یعنی کھانا۔ پینا۔ صحبت۔ استمنا۔ بقا بجنابت صبح صادق تک۔ کذب و بہتان خدا و رسول و ائمہ و جناب سیدہ و انبیاء علیہم السلام پر۔ ارتماس۔ غبار غلیظ و دھواں حلق میں پہونچانا۔ بہنے والی چیز سے حقنہ و عمل لینا۔ عمداً قے کرنا اگر بے اختیار آجائے تو ضرر نہیں۔ ان دس چیزوں سے صبح سے لیکر غروب حقیقی تک۔ امساک کرنے کو روزہ عام کہتے ہیں۔ مزید تفصیل اسکی علم اخلاق و علم فقہ میں درج ہے۔ اور چونکہ عموماً لوگ اسی قسم کا روزہ رکھتے ہیں اسیواسطے اسکو روزہ عام کہتے ہیں فائدہ ایسے روزہ کا صرف یہ ہے کہ ایسے روزہ دار کو تارک الصوم نہ کہیں گے۔ اور مومنین میں شمار کرینگے۔ لیکن یہ روزہ باعث مغفرت گناہان و موجب نجات آتش جہنم نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جو اجر و ثواب حقتعالیٰ نے روزے دار کے واسطے مقرر فرمایا ہے اس روزے دار کو نہ ملیگا۔

دوسرا روزہ

دوسرا روزہ خاص وہ روزہ ہے کہ علاوہ ادائے امورات روزہ عام کل اعضاء و جوارح سے بھی روزہ رکھے اور قوت حلال سے افطار کرے۔ اور وقت افطار درمیان خوف و رجا امید و بیم کے ہو۔ یعنی ایسے روزہ دار کی آنکھ روزے سے ہوتی ہے حرام و نامحرم پر نظر نہیں پڑتی۔ کان روزے سے ہوتے ہیں ناچ گانا و غیبت وغیرہ نہیں سنتا ناک روزے سے ہوتی ہے ناجائز خوشبو و بدبو کو روزہ کی حالت میں نہیں سونگھتا۔ دونوں ہاتھ دونوں پیر آگے پیچھے سے شریعت کے خلاف کوئی کام کرنا۔ حتی یہ کہ مکروہ و خلاف اخلاق امور کا بھی مرتکب نہیں ہوتا۔

روزہ زبان

زبان سے روزہ رکھتا ہے یعنی استہزاء و بہتان و خلف وعدہ و خوض بباطل و خواندگی اشعار مہمل و سخریہ و سوال و شہادت ناحق و غیبت برادر دینی و کذب و افتراء و مدح و خودسرائی و مجادلہ ناحق و نمامی و سخن چینی و فتنہ و فساد و دشنام و دروغ وغیرہ سے ہمیشہ خاص کر روزہ کی حالت میں دور رہتا ہے۔

مفاسد زبان

در واقع یہ زبان اسی قابل ہے کہ اسکو پوری طرح قبضے و اختیار میں رکھے کیونکہ عضو صغیر ہوکر بڑے بڑے فساد طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرتی ہے صَغِیْرُ الْجِرْمِ وَکَثِیْرُ الْجُرْمِ حضرت امیر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامٌ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

یعنی زخمہائے تیر و نیزہ وغیرہ مرحم سے مندمل ہوجاتے ہیں لیکن زخم زبان علاج و مرحم پذیر نہیں۔ اسی زبان کیوجہ سے انسان حد شرعی کا مستحق ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ حقتعالیٰ سورہ نور جزو ہیجدہم رکوع ہفتم میں ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ جو لوگ کسی زن مومنہ کی عصمت و عفت پر تہمت لگائیں اور اپنے دعوے میں چار شاہد عادل پیش نہ کریں تو انکو اے رسول اسی کوڑے لگاؤ اور انکی شہادت کسی معاملہ میں قبول نہ کرو۔

اسی زبان سے انسان نجس ہوتا ہے۔ اور اسی سے انسان مرتد و کافر و خارج از اسلام ہوجاتا ہے سَلَامَةُ الْاِنْسَانِ فِيْ حِفْظِ اللِّسَانِ سلامتی انسان کی محافظت زبان میں ہے۔

حکایت ربیع ابن خثیم کا عمل

ربیع بن خثیم کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے پاس ہمیشہ قلم و کاغذ و دوات رکھتے تھے اور جو لفظ بولتے تھے اسے لکھتے جاتے تھے اور شب کو سوتے وقت اس تحریر کو اول سے آخر تک دیکھتے تھے اور اپنے نفس سے خطاب کرکے کہتے تھے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ سورہ بنی اسرائیل جزو پانزدہم رکوع دوم میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تو اپنا نامہ اعمال پڑھ لے اور تو ہی آج اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ غرض تمام اعضاء و جوارح سے روزہ دار ہو۔ جیسا کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے کوچہ مدینہ میں عبور کرتے وقت ایک عورت کو دیکھا کہ جو روزے کی حالت میں

اپنی کنیز کو سب و شتم کرتی تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے عورت روزہ تیرا باطل ہو گیا۔ مقصود اس روزہ باطل ہونے سے روزہ خاص ہے کہ یہ خاص روزہ باطل ہوا کیونکہ زبان سے سب و شتم کرنے سے یہ روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ غرضکہ اس قسم کے روزہ دار کو ثواب مقربین ملتا ہے۔

تیسرا روزہ خاص الخاص ہے۔ اس روزے میں پہلے دونوں قسم کے روزوں کے امورات کے ساتھ اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ ماسوی اللہ سے یہ روزہ دار بالکل بے خبر و بے توجہ ہوتا ہے۔ دل میں اسکے سوائے محبت و یاد خدا کے نہ کسی کی یاد نہ کسی کی محبت و الفت ہوتی ہے۔ یہ کل مخلوق سے بے توجہ ہمہ تن یاد خدا میں ڈوبا رہتا ہے۔ ایسے روزہ دار کو نہ کبھی افطار کی فکر اور نہ بھوک کا غم اور نہ پیاس کے رفع کرنے کا خیال بلکہ ایسے خیالات و مشاغل کو اپنے روزے کے مبطلات سے خیال کرتا ہے ایسے روزہ دار کا دل بیت اللہ اور قلب عرش اللہ ہے۔ اشعار

کعبۂ مرداں نہ از آب و گل است　　دل طلب کن زانکہ بیت اللہ دل است
الا طواف دلی کن کہ خانۂ صلیست　　کہ آں خلیل بنا کرد واں خدا خود ساخت

سے روزہ دار کا قلب شاکر و لسان ذاکر و جسم صابر ہوتا ہے۔ ایسا روزہ دار دنیا کے نہ کسی غم سے مغموم اور نہ کسی مسرت سے مسرور نہ کسی فرح سے فرحناک ہوتا ہے ایسے روزہ داروں کی شان میں حقتعالیٰ سورہ انبیاء جزو سترہ رکوع دوم میں ارشاد فرماتا ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔ بلکہ ایسے لوگ اللہ کے معزز بندے ہیں یہ لوگ کبھی کسی بات میں سبقت نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ اسکے امر کے موافق عمل کرتے ہیں ایسے روزہ دار کو ثواب صدیقین کا عطا ہوتا ہے۔ ایسا روزہ سوائے ائمہ معصومین و انبیاء و جناب سیدہ کے دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا۔

حضرات جس طرح روزے کی تین قسمیں ہیں اسی طرح نماز کی بھی تین قسمیں ہیں۔ عام خاص۔ خاص الخاص۔

پہلے نماز عام اس نماز کے چھ مقدمات اور بارہ واجبات اور چودہ یا پندرہ مبطلات و شکیات و ظنیات و سہویات وغیرہ کہ جو کتب فقہیہ میں تفصیل سے درج ہیں۔ ہوتے ہیں صرف ان چیزوں کے ساتھ ادا کرنیوالی نماز عام ہوتی ہے۔

دوسرے نماز خاص یہ وہ نماز ہے کہ جو ان امور مذکورہ کا لحاظ کرتے ہوئے شرائط صحت و قبول کو بجالائے۔ یعنی اذان و اقامت و جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرے اس طرح کی نماز مقربین کی نماز ہے۔ اسکو نماز مقربین کہتے ہیں کاش ہماری نماز بھی درجہ کی ہو۔

تیسری قسم کی نماز خاص الخاص ہے۔ اس نماز کو چھ مقدمات و بارہ واجبات رکنی و غیر رکنی کے ساتھ مذکورہ مبطلات کو ترک و اکیس شکیات کا لحاظ و شرائط قبول و استجابت کو پوری طرح عمل میں لانیکے بادجود دل کو ما سوی اللہ سے خالی کر کے ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہونا نہ محبت دنیا نہ مال کی محبت نہ خویش و اقارب کا خیال نہ فرزند و عیال کی طرف توجہ دل میں سوائے محبت الٰہی کے اور کچھ نہو مصرع

خانہ خالی کن دلا تا منزل جاناں شود

اس طرح کی نماز انبیاء و ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین پڑھتے تھے جب ہی تو حقتعالیٰ انکی نماز کی مدح فرماتا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۔ اے ایمان دارو تمہارے حاکم و سرپرست صرف پروردگار عالم اور اسکے رسول اور وہ لوگ ہیں کہ جو نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

الحاصل اسی روزے کے متعلق امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں اَنَا اُحِبُّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ۔ اِكْرَامُ الضَّيْفِ۔ میں تمہاری دنیا سے تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں۔ اول مہمان کی عزت کرنا۔ اسی اکرام ضیف کے متعلق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ارشاد فرماتے ہیں اَكْرِمُوا الضَّيْفَ وَلَوْ كَانَ كَافِرًا۔ مہمان کی عزت کرو اگرچہ کافر ہی ہو۔

دوم چیز کہ جسکو حضرت امیر المومنین علیہ السلام دوست رکھتے ہیں اَلضَّرْبُ بِالسَّيْفِ جہاد و جنگ اعدائے دین سے تلوار کے ساتھ بخلاف فی زمانہ کہ جنگ کا عنوان ہی بدل گیا ہے نئے نئے آلات حرب اور جدید اسلحہ جنگ ایسے ایجاد ہو گئے ہیں کہ جس سے معمولی لڑکا جنگ رستم زماں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ جب ہمارے آپ کے بارھویں امام علیہ السلام ظہور فرمائینگے تو یہ کل آلات جدید اسلحہ جات کام نہ دینگے بلکہ وہی قدیمی تیر و تلوار سے جنگ ہوگی۔

سوم وہ چیز جسکو حضرت امیر المومنین علیہ السلام دوست رکھتے ہیں اَلصَّوْمُ فِي الصَّيْفِ

تین چیزیں جنکو پسند کرتے حضرت امیر المومنین

فاطمہ زہراؑ کا امام حسینؑ کے روزہ کی گواہی

روزے گرمی کے موسم کے جبکہ دن بڑا ہوا ور ہوا بہت گرم ہوتی ہے تو اس زمانے میں خدا کی خوشنودی کے واسطے روزہ رکھنا مجھکو پسند ہے۔ یہ ہیں نماز خاص الخاص کے پڑھنے والے اور یہ ہیں روزہ خاص الخاص کے رکھنے والے۔ اس گھر کے چھوٹے بڑے سب یکساں ہیں یہ لوگ صغر سنی میں روزے رکھتے ہیں۔ ولادت کے بعد ہی جو ماہ رمضان آتا ہے روزہ رکھنا شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان کے چاند میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ کہتے تھے چاند ہوا اور کچھ کہتے تھے نہیں ہوا سب لوگ خدمت رسولؐ خدا میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ یا رسول اللہ چاند کے متعلق اختلاف ہے۔ اب آپ حکم فرمائیے کہ آج پہلی ماہ رمضان ہے یا آخر ماہ شعبان ہے حضرت نے حکم دیا کہ جاکر امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ سے دریافت کرو۔ لوگ خدمت حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ اور کیفیت بیان کرکے دریافت کیا۔
تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ در دولت صدیقہؑ طاہرہ پر جاؤ۔
وہاں جناب یہ خیال نہ آجائے کہ العیاذ باللہ رسولؐ خدا اس مسئلہ میں حکم خدا نہ جانتے تھے یا نہ بیان کرسکتے تھے کہ جو امیر المومنینؑ کے محول کرکے ٹال دیا اور تو بہ تو بہ امیر المومنینؑ اُسکو حل نہ کر سکتے تھے کہ جو انھوں نے خانۂ سیّدہ پر بھیجا۔
بلکہ اس میں کوئی راز مخفی تھا۔ الغرض وہ لوگ خانۂ سیّدہ صلوات اللہ علیہا پر آئے اور کہنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ جواب سلام پانے پر عرض کی کہ اے صدیقہؑ طاہرہ آپ اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتی ہیں کہ کچھ مسلمان کہتے ہیں کہ کل چاند ہوگیا اور آج پہلی ماہ صیام کی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ چاند ابھی نہیں ہوا اور آج آخر ماہ شعبان ہے۔ جناب سیّدہ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ کل چاند ہوگیا اور آج پہلی ماہ رمضان ہے وہ سچ کہتے ہیں مسلمانوں نے عرض کی کہ یا سیّدہ کیا آپ نے چاند دیکھا ہے؟ جناب معصومہ نے جواب دیا کہ میں نے تو چاند نہیں دیکھا لیکن میرے فرزند حسینؑ نے آج صبح صادق سے دودھ نہیں پیا اور روزہ رکھا ہے۔

حضرتؑ کا آخری روزہ کتنا پُر مصائب تھا

کیوں مومنین یہ اول روزہ ہے امام حسین علیہ السلام کا لیکن آخر روزہ بھی تصور فرمائیے کہ جو امام حسین علیہ السلام نے بروز عاشورا زمین کربلا پر روزہ رکھا تھا۔ یہ روزہ عاشورے کا امام حسینؑ نے دنیا میں افطار نہ فرمایا۔ وقت آخر تک ارشاد فرماتے تھے یا شِمر اِنْ کَانَ

لَا بُدَّ لَكَ مِنْ قَتْلِي فَاسْقِنِي شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ اے ظالم اگر تو مجھکو قتل ضرور ہی کرنا چاہتا ہے تو تھوڑے پانی سے سیراب کردے۔ شعر

خواہید کشتنم دگر این تشنگی چرا من درجہاں نمیکنم عمری دوبارہ

اور حالت اطفال اہلبیت کے اظہار سے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ چنانچہ علامہ شیریں گفتار صاحب بحار الانوار مسلم گچکار سے نقل فرماتے ہیں کہ جب کجاوہائے اہلحرم قریب عورات کوفہ پہونچے اور وہ سب کوٹھوں پر تماشا دیکھتی تھیں آہ آہ عجب حالت زار اہلبیت کی تھی کہ جوان عورتوں سے دیکھی نہ گئی۔ سب رونے لگیں اور ہر ایک عورت ان اسیروں پر خرمے روٹیوں کے ٹکڑے اور اخروٹ کے دانے بطور تصدق کے دینے لگیں اور کہتی تھیں کہ لو اے بچوں انکو کھاؤ اور دعا کرو کہ خدا تمہاری طرح ہمارے بچوں کو یتیم و بے والی و وارث نہ کرے۔

یہ حالت جناب ام کلثوم نے دیکھکر ان عورتوں سے بآواز بلند فرمایا کہ اے اہل کوفہ گو ہم اہلبیت رسالت مقید ہوکر اس حال خراب سے بازار میں پھرائے جاتے ہیں۔ لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے ہم اولاد رسول پر صدقہ حرام کیا ہے۔ پس ان معظمہ نے وہ خرمے اور روٹیاں اور اخروٹ بچوں سے لیکر پھینکدیئے اور فرمایا کہ اے اہل کوفہ عجب ہے کہ تمہارے مردوں نے ہمارے وارثوں کو قتل کیا اور عورتیں تمہاری اس حالت زار پر روتی ہیں۔ پس جب وہ روز آئیگا کہ جس روز تمام قضایائے عالم فیصل ہونگے اس روز خداوند قہار درمیان ہمارے اور تمہارے حکم بحق کرے گا۔

آہ مومنین اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اطفال بے حد بھوکے اور مضطر وجاں بلب تھے۔ اور کیونکر یہ حال نہ ہوتا۔ اعداء نے ان تشنہ لبوں پر ساتویں محرم سے پانی بند کردیا تھا۔ ہائے ننھے ننھے بچے روز عاشورا چھوٹے چھوٹے کوزے ہاتھوں میں لیکر امام حسینؑ کے دامن سے لپٹ کر کوئی کہتا بابا پیاس ہلاک کئے دیتی ہے کوئی کہتا اے بابا پیاس مارے ڈالتی ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ششم

وجود خدا کی دلیل

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ فِی مُحْکَمِ کِتَابِهِ الْکَرِیمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِیمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ

سورۂ آل عمران جز سوم رکوع یازدہم میں ارشاد ہے اے رسول کہو تم کہ اے پروردگار میرے تو مالک ملک ہے جسکو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے آناً فاناً چھین لیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے عزت اور جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ سب تیرے ہی قبضے واختیار کی بات ہے تیری طرف سے خیر محض ہے اور ہر چیز پر تو پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔

خدا کے وجود کی کیا سیدھی سادی اور پیاری مشاہدہ و تجربہ کی یہ دلیل ہے اور شبانہ روز کا تجربہ ہمیں کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ جو اسکی اطاعت و عبادت کرتا ہے وہ عزیز اور جو اسکی معصیت و نافرمانی کرتا ہے وہ ذلیل ہے کیوں نہ ہو کہ اصل میں عزت خدا و رسول و ائمہ معصومین کے بعد مطیع و ایماندار بندوں کے واسطے ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِینَ اے ایماندارو عزت خدا و رسول و مومنین کے لیے ہی ہے۔

پس خدا کی اطاعت و عبادت کر کے طالب عزت ہونا چاہیئے نہ کہ مخالفت و معصیت الٰہی کر کے عزت حاصل کرے کیونکہ بغیر اطاعت الٰہی طالب عزت ہونا حماقت و بیوقوفی ہے بلکہ محال و ناممکن ہے۔ عزت چاہیئے ہو تو خدا کی اطاعت کیجئے۔ حکومت چاہیے ہو بندگی خدا کیجئے۔ سلطنت درکار ہو معصیت کو ترک فرمائیے عالم کو مطیع کرنا ہو تو گناہوں کو چھوڑیئے خدائے وحدہٗ لاشریک پرستش فرمائیے۔ شعر

مطیع حکم خدا باش پادشاہی کن
مکن مخالفت او ہر انچہ خواہی کن

حضرت سلمان فارسی کے حالات تصور فرمایئے کیا تھے کیا ہو گئے باپ کون دادا کیسے
اور خود کس درجہ پر پہونچے زبان وحی نے السلمان منا اھل البیت کا خطاب معبود حقیقی
کی اطاعت وعبادت الٰہی کی بدولت نصیب ہوا۔ حکومت مخلوقات کا عہدہ صرف اوامر
ونواہی الٰہی پر کاربند ہونے سے پایا حدیث قدسی میں ارشاد باری ہے عَبدِی اَطِعنِی
حَتّٰی اَجعَلَکَ مِثلِی اے بندے میرے اطاعت کر میں تجھے اپنے مثل و مانند کر دوں
کَمَا اَقُولُ لِشَیئٍ کُن فَیَکُونُ اَنتَ تَقُولُ لِشَیئٍ کُن فَیَکُونُ۔ جس طرح میرے علم سے ہر شئی
ہو جاتی ہے اُسی طرح تو بھی جب کن کہدیگا ہو جائے گا۔ مولوی رومی کہتا ہے۔ شعر

از عبادت نے توان اللہ شد　　میتوان موسیٰ کلیم اللہ شد

حقتعالی حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے۔ میں نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں مقرر
کیا ہے لوگ علاوہ ان پانچ مقاموں کے طلب کرتے ہیں۔

اول اپنی رضا و خوشنودی مخالفت ہوا و ہوس میں قرار دی لوگ اسے متابعت ہوا و ہوس
و اطاعت نفس امارہ میں حاصل کرنیکی کوشش کرتے ہیں

دوم راحت و آرام کو جنت میں قرار دیا لوگ اسکو دنیائے فانی میں خیال کرتے ہیں سو واسطے
راحت و آرام نہیں پاتے۔

سوم غنیٰ و ثروت کو قناعت و میانہ روی میں قرار دیا لوگ اسے تونگری و کثرت اموال
میں خیال کرتے ہیں۔

چہارم علم کو سفر و پردیس میں قرار دیا لوگ اسے اپنے وطن میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پنجم عزت و آبرو کو اپنی اطاعت و بندگی میں قرار دیا لوگ اسکو خدمات سلاطین و دنیا
و اہل ثروت میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہرگز حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرات ہم لوگ تو کیا چیز و کس شمار میں ہیں اگر پیغمبر و انبیاء و ائمہ کی اولاد نے بھی اطاعت
الٰہی چھوڑ دی تو ذلیل و حقیر ہو گئے۔ پڑھئے قرآن مجید میں حضرت نوح نبی اللہ کے فرزند
کا قصہ سورہ ہود جزو دوازدہم رکوع چہارم میں موجود ہے قَالَ یَا نُوحُ اِنَّہُ لَیسَ مِن
اَھلِکَ اِنَّہُ عَمَلٌ غَیرُ صَالِحٍ اے نوح یہ تمہاری اولاد نہیں ہے۔ یہ عمل غیر صالح یعنی
نالائق و نااہل اولاد ہے۔ فرزند امام حسن علیہ السلام اور علی ابن اسماعیل ابن امام ششم
اور جعفر بن امام دہم ان تینوں کے حالات عبرت و نصیحت کے واسطے لکھے ہیں۔ امام ہم

علیہ السلام کے فرزند جعفر کے ساتھ اگر کذاب کی لفظ نہ لگائی جائے تو کوئی انکو شناخت نہیں کر سکتا۔ گو انکے متعلق زیارت ناحیہ میں حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ فرماتے ہیں کہ آخر میں قریب موت تائب ہو گئے تھے تو اب انکو جعفر تواب کہنا چاہیے۔ حاصل یہ کہ معصیت وگناہ اگر نجیب الطرفین اولاد امام بھی کرے تو ذلیل وحقیر دنیا میں ہوتا ہے اور اطاعت خدا اور عبادت پروردگار یتیم بچہ بھی کرے تو دونوں جہان میں عزیز وسربلند ہوگا۔

حضرت دانیال پیغمبر تھے بچپن میں والدین کا سایہ اُٹھ گیا تھا یتیم تھے ایک زن بنی اسرائیل نے ترس کھا کے یتیم سمجھکر پرورش کیا تھا جب سات آٹھ برس کی عمر ہوئی تو ایسے عزیز محترم ہوئے کہ جو بیان سے باہر ہے۔ اس زمانے کے دو قاضی بہت بڑے مشہور تھے۔ دونوں آپس میں بیحد متحد دوست تھے ان قاضیوں کا ایک دوست جوان صالح تھا بادشاہ نے اُسے کسی ضرورت سے سفر میں بھیجا وہ جوان صالح وعابد اپنی زن جمیل کو دونوں قاضیوں کے سپرد کر گیا یہ دونوں اسکی زوجہ سے خبر گیراں رہتے تھے ایک روز اتفاق نظر ان دونوں قاضیوں کی اُس زن مومنہ پر پڑ گئی۔ دیکھکر فریفتہ وعاشق ہو گئے۔ تا اینکہ دونوں نے متفق ہوکر اپنے عشق کا اظہار اس مومنہ سے کیا اور اپنا کام پورا کرنے کا سوال کیا اس نے انکار محض کیا انھوں نے ہر طرح سے اُسے سمجھایا۔ جب کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو دونوں نے اس بات پر زور دیا کہ اگر تو ہمارے خواہشات کو پورا نہ کریگی تو ہم تجھپر الزام زنا لگا کر بادشاہ کو خبر کر دینگے جسکے سبب سے تو سنگسار کیجائیگی۔ وہ مومنہ اپنے انکار پر ثابت قدم رہی اور صاف معصیت الٰہی کرنیکو منع کیا آخر الامر جیسا کہ قاضیوں نے کہا تھا ویساہی الزام زنا لگا کر شہادت ناحق دی بادشاہ نے حکم سنگسار کا نیکو روز مقرر کرکے کل شہر میں اعلان کر دیا۔ لوگ روز معین ووقت مقرر پر جمع ہوئے وزیر بھی آراستہ وپیراستہ لباس درباری پہنکر خدمت بادشاہ میں جا رہا تھا۔ راہ میں چند لڑکوں کو دیکھا کہ جسمیں حضرت دانیال بھی عالم طفولیت میں تھے انھوں نے وزیر کو آتے دیکھکر وہاں کے لڑکوں کو اپنی طرف متوجہ کرکے مومنہ کا مقدمہ حل کرنے لگے۔ وزیر دیکھکر متنبہ وخبردار ہوا اور جاکر پورا واقعہ بادشاہ سے بیان کیا بادشاہ ہوشیار وچونک گیا اور موافق ہدایات حضرت دانیالؑ کے مقدمہ کو اس طرح حل کیا کہ سب کے سامنے دونوں قاضیوں کو طلب کیا اور دونوں کو علٰحدہ کرکے یکے بعد دیگرے دونوں سے کیفیت دریافت

کی دونوں کے کلام میں اختلاف پایا کہ جس سے مثل روز روشن ظاہر و آشکار ہو گیا کہ یہ صرف مومنہ پر تہمت و بہتان ہے اور یہ الزام صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے ہے بجائے اس مومنہ کو سزا دینے کے ان دونوں قاضیوں کو مجمع عام میں شہادت ناحق و تہمت و بہتان و عصمت و عفت پر حملہ آور ہونے کی سزا دی۔ دونوں قاضی معصیت الٰہی کی وجہ سے ذلیل و خوار اور زن مومنہ کی عزت و آبرو میں اطاعت و عبادت الٰہی و ترک معصیت کی وجہ سے چار چاند لگ گئے جب ہی تو معصوم دعا میں ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ تَخْذُلْنِیْ فِیْہِ بِمَعْصِیَتِكَ وَلَا تَضْرِبْنِیْ بِسَیِّئَاتِ نِقْمَتِكَ۔ اے پروردگار میرے نہ ذلیل کر تو مجھکو اس شہر صیام میں بسبب نافرمانی و معصیت کرنے کے اور نہ سزا دے تو مجھکو انتقام کے تازیانے سے۔ درحقیقت ہم لوگ انتقام الٰہی کی تاب نہیں لا سکتے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِیْ وَرِقَّةَ جِلْدِیْ وَدِقَّةَ عَظْمِیْ اے پروردگار میرے رحم کر تو مجھ ضعیف و ناتواں بدن اور نازک کھال اور خستہ ہڈیوں پر۔ لیکن جب گناہ انسان کے حد سے بڑھ جاتے ہیں تو پھر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ حقتعالیٰ سورہ آل عمران جزء چہارم رکوع نہم میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور سورہ یونس جزء یازدہ رکوع دہم میں ارشاد باری ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ خداوند عالم کسی پر ظلم نہیں کرتا الا یہ کہ بندے خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ علاوہ بریں سورہ رعد جزء سیزدہم رکوع ہشتم میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ خداوند عالم کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا تاوقتیکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی حالت خود متغیر نہ کر لیں۔ شعر

رحمت حق با تو مدارا کند چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ خداوند عالم تمہاری گرفت میں ہے جیسا کہ حضرت جرجیس پیغمبر کے واقعہ سے ظاہر ہے حضرت جرجیس فلسطین کے رہنے والے شہر شام کے بادشاہ پر مامور تبلیغ ہوئے۔ بادشاہ بت پرست تھا انھوں نے خدائے وحدہ لاشریک کی دعوت دی بادشاہ کو یہ معلوم ہوا گرفتار کر لیا اور لوہے کی کنگھی سے تمام کھال تار تار کر کے سیخہائے سرخ سے تمام جسم کو داغ دیا۔ اور جب اسیر وہ حضرت زندہ رہے تو انھیں کیلوں سے دونوں زانوؤں اور دونوں رانوں کو جڑ کر مردہ خیال کر کے چھوڑ دیا۔ لیکن جب اسیر بھی وہ

حضرت زندہ رہے تو بہت بڑی ایک کیل آہنی سر پر ٹھونک دی جس سے مغز سر باہر نکل آیا اور رانگا گرم کر کے جسم اقدس پر ڈالدیا اور ایک پتھر بہت وزنی کہ جسکو قریب قریب اٹھارہ آدمی حرکت دیسکتے تھے جسم اقدس کو اُس سے دبا دیا۔ تاآنکہ رات کے وقت ایک فرشتہ خدا کیجانب سے آیا لوگوں نے دیکھا کہ اُس نے خدا کا پیغام پہونچایا کہ اے جرجیس صبر کیجئے اور خوش ہو جیے کہ اللہ آپ کے ہمراہ ہے اور آپ کو ان ظالموں سے بچائے گا اور یہ لوگ تم کو چار دفعہ آزار پہونچائینگے لیکن میں تم کو بچاتا رہوں گا۔ اور اذیت و آزار سے نجات دونگا اور جب صبح ہوئی تو وہ صحیح و تندرست بادشاہ کے دربار میں تبلیغ کے واسطے پہونچے بادشاہ نے گرفتار کر لیا اور شکم مبارک پر تازیانے لگانیکا حکم دیا۔ اور پھر قید کر دیا اور دنیا کے بڑے بڑے ساحروں کو جمع کر کے اذیت دینا چاہی مگر کسی جادو نے حضرت جرجیس پر اثر نہ کیا پھر بہت تیز و تند زہر حضرت کو دیا حضرت جرجیس نے خدا کا نام لیکر زہر کو پیا وہ زہر اتنا تیز تھا کہ اگر کل اہل دنیا کو دیا جاتا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ لیکن حضرت جرجیس پر مطلق اثر نہ ہوا۔ سب سے بڑا ساحر جس نے زہر دیا تھا صدق دل سے ایمان لاکر مسلمان ہوا بادشاہ نے طیش میں آکر اسکو قتل کر دیا اور حضرت جرجیس کو مختلف صورتوں سے اذیت دینا شروع کی۔ حضرت کو پارہ پارہ کر کے ایک کنوئیں میں ڈالدیا اور خود مشغول شرابخواری ہوا۔ خدا نے میکائیل کے ذریعہ حضرت جرجیس کو کنوئیں سے نکالکر شفا دی۔ حضرت زندہ صحیح۔ سالم ہو کے پھر دوبارہ بادشاہ کے دربار میں پہونچے اور فرمایا اے بادشاہ میں اتمام حجت کی غرض سے آیا ہوں یہ حال حضرت کا دیکھکر سپہ سالار لشکر مع چار ہزار لشکر کے مسلمان ہوگیا اور حضرت پر صدق دل سے ایمان لایا بادشاہ کو بہت غصہ آیا سب کو ہلاک کیا اور ایک لوح آہنی آگ میں سُرخ کراکے حضرت جرجیس کو اسپر لٹایا اور رانگا پانی کر کے انکے منھ میں ڈالدیا اور انھیں کیلوں سے جڑوا دیا۔ جب اس طرح سے بھی حضرت جرجیس کو زندہ پایا تو آگ میں جلاکر راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ پروردگار عالم نے میکائیل کے ذریعہ پھر حضرت جرجیس کو زندہ کیا حضرت جرجیس پھر بادشاہ کے دربار میں تبلیغ کے واسطے پہونچے۔ انکی پھر بادشاہ نے گرفتار کر کے درمیان تختوں کے رکھکر کیلوں سے جڑوا دیا اور آرے کے ذریعہ دو نیم کیا اور پھر ایک دیگ میں رکھکر پانی ڈالکر پکوا ڈالا۔ اس حالت کو دیکھکر زمین و آسمان میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ حقتعالیٰ نے حضرت اسرافیل کے ذریعہ پھر حضرت جرجیس کو زندہ کیا۔ حضرت جرجیس

پھر زندہ بادشاہ کے دربار میں تبلیغ کے واسطے پہونچے حضرت کو زندہ دیکھکر لوگ حیرت میں پڑ گئے بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حضرت جرجیس کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا حضرت نے بادشاہ اور کل قوم کو بد دعا اور نفرین کی خداوند عالم نے فوراً عذاب نازل کر کے سب کو ہلاک کیا خلاصہ یہ کہ اطاعت خدا اور عبادت سے عزت دارین اور گناہ و معصیت کرنے سے انسان گرفتار عذاب خدا ہوتا ہے حضرات یہ کل مصائب حضرت جرجیس بمقابل مصائب امام حسین شمہ بلکہ ذرہ ہیں بلکہ صرف قطرہ ہیں بمقابل دریا کے۔ کیونکہ حضرت جرجیس آخر وقت میں بھوکے پیاسے نہ تھے صحاب کے داغ عزیزوں کے صدمے نہ اٹھائے تھے پردیس کی مصیبت بچوں کی تشنگی اہلبیت کی بے پردگی کا خیال خواتین کی اسیری کا غم نہ تھا بخلاف امام حسین علیہ السلام کے۔ بلکہ انکے وہ مصائب ہیں کہ جنکے مقابل مصائب عالم حقیر و کم ہیں جب ہی تو تَصْغُرُ عِنْدَهُ الْمَصَائِبُ کا جملہ اُن پر پوری طرح صادق آتا ہے الغرض یہی وجہ ہے کہ معصوم دعا میں پروردگار سے سوال کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَا تَخْذُلْنِیْ بِتَعَرُّضِ مَعْصِیَتِکَ کہ پروردگار میرے مجھکو معصیت کیوجہ سے ذلیل و خوار نہ کر وَلَا تَضْرِبْنِیْ بِسِیَاطِ نِقْمَتِکَ اور اگر مجھسے گناہ سرزد ہو تو مجھے تازیانہ انتقام سے سزا نہ دے۔ اور چونکہ بعض ایسے گناہ ہیں کہ جنکے مرتکب ہونے سے فوراً ہی غضب الٰہی میں گرفتار اور جلد عذاب خدا کا سزاوار ہوتا ہے اسواسطے معصوم تیسرے فقرے میں فرماتے ہیں وَ زَحْزِحْنِیْ فِیْهِ مِنْ مُوْجِبَاتِ سَخَطِکَ یعنی بچا تو مجھکو اس مہینے میں ان امور سے جو تیرے غضب کا باعث ہوتے ہیں۔

مولائے متقیان ہمگر زمین و آسمان ارشاد فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں خدا کے غضب کو جوش میں لاتی ہیں۔

اول اذیت و آزار والدین جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ عاق والدین کو خطاب ہوتا ہے جو کچھ تیرا جی چاہے کر خدا تجھ سے ناراض اور جگہ تیری جہنم ہے۔

دوم قاطع رحم اس سے عمر کوتاہ اور ضیق معاش روزی کم اور مصائب و آلام میں گرفتار ہوتا ہے۔

سوم نماز میں تاخیر کرنا خصوصاً جبکہ تاخیر کرنیکی وجہ سے نماز جماعت فوت ہو جائے اول وقت کی نماز حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کی نماز کے ساتھ درگاہ خدا میں پیش ہوتی ہے

چہارم حبس حقوق خدا و انبیاء و ائمہ معصومین اور مخلوق کے مثل زکوٰۃ و خمس و رد مظالم و کفارات

و دیات وغیرہ کو روکنا باوجود قدرت و تمکن و شرائط کے حبس کرے۔
پنجم ردِّ معمول یعنی کسی امیدوار کو ناامید کرنا۔ اگر انسان کسی صاحب امید کی امید پوری کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور ناامید کرے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم خلیل کے پاس پیر مرد آتش پرست بھوکا آیا حضرت ابراہیم نے اسکو کھانا کھلانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ جبتک تو اپنے دین سے دستبردار نہ ہوگا میں تجھکو کھانا نہ کھلاؤنگا اس نے انکار کردیا وہ مرد پیر ناامید واپس چلا گیا۔ جبرئیل امین فوراً نازل ہوئے اور کہا کہ اے ابراہیم خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ مرد پیر آتش پرست ستر سال سے میرے سوا غیر کی پرستش کرتا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا جو میں نے اسکو روزی نہ پہونچائی ہو اور بھوکا رکھا ہو آج روزی اسکی تمہارے پاس قرار دی ہو تم نے اُسے ناامید و محروم واپس کردیا۔ حضرت ابراہیم فوراً عقب میں ان کے روانہ ہوئے اور بعد منت والحاج کی اس نے سبب منت و ریاضت کیا حضرت نے واقعہ بیان کیا اس مرد آتش پرست نے کہا کہ انصاف سے بعید ہے کہ میں ایسے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش کروں اور فوراً بصدق دل سے کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ کہکر مسلمان ہوا۔
حضرات خوشحال اُس مرد آتش پرست کا کہ محض تھوڑی محبت و احسان سے اپنے اصلی مذہب باطل سے دستبردار ہو کر دین حق کو قبول کیا۔ لیکن افسوس صد افسوس امت پیغمبرؐ آخرالزماں پر کہ اپنے پیغمبرؐ کے کل احسانوں کو فراموش کرکے انکی اولاد احفاد کو بہزار ظلم و ستم شہید کیا۔ اگر پیغمبر اپنی اولاد کے متعلق کمال سفارش کے بدلے نعوذباللہ اذیت و آزار پہونچانے کا حکم دیجاتے تو بھی اسقدر اذیت و تکلیف نہ پہونچائی جاتی۔
اللہ اکبر ہزاروں مرتبہ کی تاکیدی سفارش و حکم محبت و مودت کے باوجود کسقدر اذیتیں پہونچیں۔ صرف دو چیزیں پیغمبرؐ نے دنیا میں چھوڑیں ایک قرآن مجید دوسرے اہلبیت قرآن کو پارہ پارہ کیا گیا۔ نیزہ پر چڑھایا گیا تیروں کا نشانہ بنایا آگ میں جلایا کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہ رکھا۔ اور اہلبیت کے ساتھ وہ رفتار کی کہ جس سے آجتک جن و انس زمین و آسمان روتے ہیں اور اہلبیت میں سے بھی بالخصوص جو امام حسین کے ساتھ برتاؤ ہوا وہ کسی کے ساتھ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔

حمید کہتا ہے کہ وقت عصر روز عاشورا میں قتل گاہ میں موجود تھا اور سید الشہدا و خاک گرم پر غش میں پڑے تھے اور تمام جسم نازنین فرزند خیر المرسلین کا تیروں سے مشبک تھا۔ اور کچھ تیر بدن میں پیوست تھے ناگاہ شمر ملعون مستعد اس امر عظیم کا ہوا جس سے زمین کربلا کو زلزلہ ہونے لگا۔ امام نے اس کرب و بیچینی کی وجہ سے آنکھ کھولی اور بکمال حسرت شمر کو دیکھا اور بہ ضعف و نقاہت فرمایا کہ اے شمر آخر تو مجھے قتل ہی کرتا ہے تو اتنی مہلت دیدے کہ اوّلاً نماز عصر ادا کر لوں۔

حضرات نہ معلوم اس کلمہ نے شمر ملعون پر کیا اثر کیا کہ وہ شقی ہٹ گیا۔ اور کہا اے حسینؑ اگر تم کو نماز نفع پہونچائے تو جلد ادا کر لو۔ تو اس وقت حضرت نے چاہا کہ ہاتھوں کو ٹیک کر اٹھیں۔ لیکن سنبھلا نہ گیا فوراً کر خاک پر گر پڑے بہر حال نہ معلوم ان دستہائے مجروح اور خون آلودہ سے گرم خاک پر تیمم کیا اور کس درد یاس سے زمین کربلا سے مخاطب ہو کے فرمایا اے زمین کربلا گواہ رہنا کہ حسینؑ نے مرتے دم تک بھی پانی نہ پایا جو وضو کرتا مجبوراً تجھ پہ تیمم کر کے نماز آخری بجالاتا ہوں بس حضرت مشکل سے بیٹھکر نماز میں مشغول ہوئے۔ اس لئے کہ اُن جناب میں طاقت کھڑے ہونے کی نہ تھی مگر افسوس حضرات قاعدہ ہے کہ اگر کافر بھی امان دیتے ہیں تو پھر اس سے معترض نہیں ہوتے۔ شمر نے تو اپنے نبی کے نواسے کو خدا کی عبادت کے واسطے مہلت دی تھی اسپر بھی تامل نہ کر سکا نماز تمام بھی کرنے نہ دی آخری سجدے میں اُس بے حیا نے بارہ ضربوں میں جانب قفا سے سر اقدس کو جدا کیا صاحب الامر فرماتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَی مَذْبُوحٍ مِنَ الْقَفَاءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی مَنْ تَوَلّٰی دَفْنَهٗ اَهْلُ الْقُرٰی۔ سلام ہو اس شہید پر جو پس گردن سے ذبح کیا گیا اور سلام ہو اُس مظلوم پر کہ جس کو ترس کھا کر اہل قریہ نے دفن کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔
وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ
یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس ہفتم

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی محکم کتابہ الکریم و مبرم خطابہ العظیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ سورہ بقر جزدوم رکوع ہفتم میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والوں روزہ تم پر واجب کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر واجب کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بنجاؤ۔

حضرات یہ دین اسلام کوئی جدید دین نہیں ہے۔ اگر کوئی اس دین کو دین جدید جانے تو خدا کے علم و قدرت پر دھبہ آتا ہے اور زمانہ و وقت کے ماتحت نہیں کہ جیسا زمانہ دیکھا ویسے قاعدے اور جیسا وقت پایا ویسے قوانین قرار دیے۔ یہ تو ہم لوگوں کا شیوہ ہے کہ ابھی کوئی قاعدہ بنایا اور پھر جب کوئی غلطی محسوس کی تو دوسرا قاعدہ گڑھ لیا۔ اور جب اس میں بھی کوئی عیب و نقص معلوم ہوا تو پھر فوراً بدل دیا گو خالق عالم نے ابتدائے عالم سے تا ایندم ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ اسی ہزار پیغمبر جنکے اول حضرت آدم ابوالبشر اور آخر میں انکے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں قرار دیے لیکن سب کا دین اسلام تھا۔ اور سب کا طریقہ یہی ایک تھا۔ یہ نہیں کہ جتنے پیغمبر ہوں اتنے ہی دین قرار پائے ہوں بلکہ سب کا مذہب ایک دین ایک اصول دین سب کچھ ایک جو پہلے کے اصول دین وہی دوسرے کے اصول دین وہی تیسرے چوتھے پانچویں کے یکے بعد دیگرے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے چلے آتے ہیں۔

اور جس طرح سب کے اصول دین ایک اسی طرح سب کے فروع دین ایک صفات ثبوتیہ ایک صفات سلبیہ ایک ہیں۔

تتبع آیات اور احادیث ائمہ معصومین پر نظر کرتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ یہ دین اسلام وہی حضرت آدم ابوالبشر صفی اللہ اور نوح نجی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ کا دین ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اسی دین پر مبعوث ہوئے ہیں دین اسلام ہی کے اصول دین انبیاء سابقین کے اصول دین تھے۔ دین اسلام

کے پانچوں اصول کو تصور فرمائیے۔
اول توحید ہے۔ کل انبیاء و مرسلین کا کلمہ توحید تھا۔ یہی خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید کا دل سے اعتقاد اور زبان سے اقرار کرتے تھے۔ اور ہماری طرح کلمۂ توحید پڑھتے تھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کسی پیغمبر نے سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے دوسرے کی نہ پرستش کی نہ کلمہ پڑھا اور نہ کسی کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا بلکہ ہمیشہ خدائے وحدہٗ لاشریک ہی کی طرف دعوت دیتے اور اسکی جانب لوگوں کو ہدایت و متوجہ کرتے تھے۔
دوسرے عدل یعنی صفات ثبوتیہ ثمانیہ خدا کی عین ذات اور صفات سلبیہ ثمانیہ خدا کی ذات سے خارج ہیں اور اللہ نے انسان کو فاعل مختار قرار دیا یہی سب انبیاءؑ کا اعتقاد تھا اور اسی کی طرف اپنی اپنی امتوں کو دعوت دیتے تھے۔
تیسرے نبوت یعنی انبیاء قبل کی تصدیق کرتے ہوئے موجودہ نبی کی نبوت کا اقرار کرنا یہ سب انبیاء کی امتوں پر فرض تھا حضرت آدمؑ کے زمانہ میں اس طرح کلمۂ نبوت پڑھا جاتا تھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اٰدَمُ صَفِیُّ اللہ۔ نوحؑ کی امت کا کلمہ یہ تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نُوْحٌ نَجِیُّ اللہ۔ ابراہیمؑ کی امت کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللہ موسیٰؑ کی امت کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُوْسیٰ کَلِیْمُ اللہ عیسیٰؑ کی امت کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ عِیْسیٰ رُوْحُ اللہ پیغمبر آخرالزماںؐ کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ اور شیعیان علیؑ کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللہ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ اور شیعہ امامیہ اثناعشریہ کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللہ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ اَلْفَاطِمَۃُ اَمَۃُ اللہ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سِبْطَیْ رَسُوْلِ اللہ وَالتِّسْعَۃُ الْمَعْصُوْمِیْنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ الْحُسَیْنِ حُجَجُ اللہ۔ وَتَاسِعُھُمُ الْقَائِمُ بِاَمْرِ اللہ۔
چوتھے امامت یعنی ہر رسول کے اوصیاء کی تصدیق و اعتقاد کرنا اور اپنے رسول کے اوصیاء کی محبت و اطاعت کرنا ہر ایک امت پر فرض تھا۔
پانچویں معاد روز قیامت یعنی اس روز کا اعتقاد رکھنا کہ جس روز نیک و بد اعمال کی سزا و جزا ملیگی ہر ایک پیغمبر کی امت کا اعتقاد تھا۔
فروع دین کے متعلق بہت سے آیات قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ کل انبیاء کے یہی فروع دین تھے چنانچہ حقتعالیٰ سورۂ یونس جزیازدہم رکوع چہاردہم میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَوْحَیْنَا اِلیٰ

مُوسَىٰ وَاَخِيهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور ہم نے موسیٰ اور انکے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کیلئے گھر بناؤ اور اپنے گھروں ہی کو مسجدیں قرار دیں۔ اور پابندی سے نماز پڑھو اور مومنین کو خوشخبری دیدو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کی امت پر نماز فرض تھی۔ جب ہی تو قبلہ بنانے کی اجازت دیدی علاوہ اسکے آخر آیت میں تو خود جناب موسیٰ کو تصریحی حکم نماز برپا کرنے کا صاف موجود ہے کہ جناب موسیٰ پر نماز واجب اور ان کی امت پر بھی فرض تھی۔ چنانچہ فی الحال موجودہ موسائیوں کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں انکی مسجدوں کا تذکرہ تو قرآن مجید میں بھی ہے۔ سورہ حج جزو ہفتدہم رکوع سیزدہم میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا۔ اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو عیسائیوں کے گرجا اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے سب کے سب ڈھا دیے جاتے۔ بیع سے اس آیت میں مراد یہودیوں کے عبادت خانے ہیں۔ اور چونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی تھی اسواسطے حقتعالیٰ نے جسکو بیع فرمایا ہے۔ اس آیت سے جہاں جناب موسیٰ کے زمانے میں نماز کا پتہ چلا اسطرح جناب عیسیٰ روح اللہ اور مجوسیوں یعنی ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ کی نماز بھی معلوم ہوئی کیونکہ صوامع و بیع و صلوات کی لفظیں حقتعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

حضرت شعیب کے قصہ سے بھی نماز کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قَالُوا يَا شُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا۔ اے شعیب کیا تمہاری نماز یہ بتاتی ہے کہ جنکی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے اسکو ترک کردیں۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ کے قصے میں سورہ مریم جزو شانزدہم رکوع چہارم میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَّاَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ کہا حضرت عیسیٰ نے کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں مجھکو کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ اور مجھے زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت موسیٰ و عیسیٰ و شعیب علیہم السلام کی مثالوں سے نماز کا وجود ثابت ہوگیا اور زکوٰۃ کا فریضہ تو اسی آیت حضرت عیسیٰ سے ثابت علاوہ بریں حضرت موسیٰ و قارون کا تفصیلی قصہ جو قرآن میں ذکر ہے اس سے پوری طرح پایا جاتا ہے۔ اور جہاد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ کے واقعات مندرجہ قرآن مجید سے مثل روز روشن ظاہر و آشکار ہے۔

أَمرِ بِالمَعرُوفِ ۔ وَنَهِي عَنِ المُنكَرِ حضرت لقمان کے واقعات قرآنی سے اچھی طرح روشن و ہویدا ہے جیساکہ سورۂ لقمان جزو بست و یکم رکوع یازدہم میں ارشاد باری ہے۔ يَابُنَيَّ اَقِمِ الصَّلوٰةَ وَامُرْ بِالمَعرُوفِ وَانْهَ عَنِ المُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلىٰ مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اے بیٹا نماز پابندی سے بڑھا کرو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرو کیونکہ یہ یقیناً بڑی ہمت کا کام ہے۔

تولّا و تبرا کے متعلق سورۂ مجادلہ جزو بست و ہشتم رکوع نہم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ۔

جو لوگ خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم انکو خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھوگے اگرچہ وہ انکے باپ بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ کیوں نہ ہوں۔

فی الحال دین اسلام تقابل مذہب موسوی و عیسوی سے کرتے ہوئے بہت فرق معلوم ہوتا ہے اور دین اسلام ان دونوں سے جداگانہ دکھائی دیتا ہے لیکن غور و خوض و تفکر و تدبر کرنے سے یہ شک دفع ہو جاتا ہے کیونکہ موجودہ موسوی و عیسوی دین میں بالنسبۃ اصلی دین موسوی اور حقیقی مذہب عیسوی میں بہت تغیر و تبدل ہوگیا ہے بہت سی چیزیں خارج اور بہت سی داخل دین کرلی گئیں ورنہ اصول دین و فروع دین یہی اسلام کے اُنکے بھی تھے درحقیقت پیغمبر آخرالزماں کا دین جدید نہیں بلکہ انھیں زیادتیوں کو کم کرکے دین کو پورا کرکے دنیا کو دعوت دی یہ دین اسلام عین دین عیسوی و دین موسوی ہے کیونکہ ہمارے اُنکے تغیرات و تبدلات کی اصلاح کرکے اصلی و قدیمی دین دنیا کے سامنے پیش کیا کہ جس بادی النظر سے دیکھنے والوں کو دین جدید دنیا مذہب ہونیکا دھوکا ہوتا ہے۔

ونہی عن المنکر

تبرا

اسلام و دیگر ... سے علحدہ ہونیکی وجہ

جہاد

حقتعالیٰ سورہ شوریٰ جز بست وپنجم رکوع سوم میں اسی مطلب کی تشریح فرماتا ہے۔
شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ
وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۔ اس نے تمہارے لئے دین کا وہی
راستہ مقرر کیا جسپر نوح کو چلنے کا حکم دیا تھا اور اے رسول اسکی ہم نے تمہارے پاس
وحی بھیجی ہے اور اسی کا ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو بھی حکم دیا وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور
اس میں تفرقہ نہ ڈالنا اور دوسری آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے سورہ حج جز ۱۷
رکوع ۱۰ میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔
تمہارے باپ ابراہیم کے مذہب (کا) اس خدا ہی نے نام رکھا مسلمین یعنی اسلام قبول
کرنیوالے مسلمان مقصود یہ کہ اصول دین و فروع میں بالکل اختلاف نہیں البتہ فروع کئے
تنوعات میں کچھ اختلاف تھا۔ اور وہ اختلاف حکمت و مصلحت و فلسفہ سے مملو ہے
کہ جسکی تفصیل کتابوں میں درج ہے۔

رہا روزہ تو وہ اسی آیت جس سے مجلس شروع کی ہے ثابت ہے کہ روزہ بیشتر کے
لوگوں پر بھی واجب تھا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ اے ایمان والوں روزہ تمہارے اوپر فرض کیا گیا جطرح بیشتر
کی امتوں پر واجب تھا تاکہ تم متقی و پرہیزگار بنجاؤ چنانچہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے روزے
کے متعلق قرآن مجید میں ذکر ہے کہ جسکو مختصراً ادا کرتا ہوں۔ جیساکہ سورہ اعراف جزو ۹ رکوع ۱۷
میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ
مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ہم نے
دس روز بڑھا کر پورا کر دیا۔ غرضکہ پروردگار کا وعدہ چالیس راتوں میں پورا ہو گیا۔
حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر توریت لینے کے واسطے آؤ اور تیس
روز برابر روزے رکھو۔ حضرت موسیٰ نے حسب الحکم بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر اپنے بھائی
ہارون کو اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیکر تیس روز کا وعدہ کر کے کتاب توریت لینے پہونچے
اور اول ذیقعدۃ الحرام سے روزے شروع کئے اور جب تیسواں روزہ ختم ہوا تو دس دن
اور خداوند عالم نے اضافہ فرمایا ادھر وعدہ تیس روز کا گذر جانے پر حضرت موسیٰ واپس
نہ ہوئے تو بنی اسرائیل کے مختلف خیالات ہونے لگے سامری کو موقع ملا اس نے لوگوں

کو جمع کرکے کہا کہ حضرت موسیٰ اب نہ آئینگے کیونکہ تم نے ان کے حکم کے خلاف کیا۔ فرعون کے غرق ہونے کے بعد قوم عمالقہ کی لوٹ میں جو سونا چاندی بغیر حکم جناب موسیٰ کے جمع کرلیا ہے اس سے وہ ناراض ہوکر تم میں سے چلے گئے۔ تا کہ اگر عذاب نازل ہو تو وہ بچے رہیں یہودی گھبراکر متفق الرائے ہوئے۔ اور سب سونا چاندی واپس کر دینے پر تیار ہوگئے چنانچہ سب سونا چاندی گلاکر زمین میں دفن کرکے انتظار جناب موسیٰ کا کرنے لگے۔ سامری کہ جو زرگری میں اُستادِ زمانہ تھا اور اسکے پاس حضرت جبرئیل کے مادیان کے سم کی خاک پہلے سے موجود تھی اس نے مخفی طور پر اس دفینہ کا سونا نکالکر ایک قالب تیار کرکے ایک گوسالہ بنایا اور اسمیں وہ مٹی بھی ڈالی کہ جس سے اُس میں جان وروح پیدا ہوگئی اور بچھڑا چلنے پھرنے بولنے لگا فوراً یہودیوں کو خبردار کیا اور کہا کہ دیکھو پروردگار عالم کیسا تم پر مہربان ہوگیا۔ اب وہ خود بلا واسطہ حضرت موسیٰ تم کو ہدایت کرنے کے واسطے بنفس نفیس آیا ہے۔ فوری لوگ جمع ہوگئے اور صف بستہ بچھڑے کے دونوں جانب کھڑے ہوئے اور جونہی گوسالہ بولا فوراً سامری نے گوسالہ کو سجدہ کیا یہودیوں نے اُسکی تقلید کرتے ہوئے سجدے کرنے لگے اور جوش میں آکر گوسالہ کے سامنے ناچنے کودنے اُچھلنے لگے۔ اسی گوسالہ پرستی سے گاؤ پرستی دنیا میں شروع ہوئی کہ ابتک ہندوستان میں جاری ہے اور پہلے پہل دنیا میں ناچنے کودنے اچھلنے کو عبادت خیال کیا گیا اور یہی ناچ گانے کو ذریعہ عبادت کرنے کا طریقہ ہمارے پیغمبر خدا کے زمانہ تک رواج تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت لوگ اچھلتے کودتے ناچتے تھے اور اسکو عبادت مقبول جانتے تھے۔ سورہ انفال جزو ۹ رکوع ۱۸ میں حقتعالیٰ اسکا تذکرہ فرماتا ہے وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً۔ ناچ کود تالیاں بجانے کے سوا انکی نماز ہی کیا تھی۔ دین اسلام نے اسکو منسوخ فرمایا ناچنے گانے کو حرام اور اسکے ذریعہ عبادت ناجائز و باطل قرار دی۔ قوالی وغیرہ سب حرام وناجائز ہے حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔ سورہ حج جزو ۱۷ رکوع ۱۱ میں۔ پس ناپاک بتوں سے بچتے رہو اور گانے لغو باتیں وغیرہ سے بچتے رہو۔ اگرچہ اردو زبان میں زور کے معنی بزرگی کے ہیں لیکن عربی زبان کہ جسکی یہ لفظ ہے اس کے چند معنی ہوسکتے ہیں۔ جھوٹ۔ شرک۔ گانا اس مقام پر بہت سے مفسرین نے گانا مراد لیا ہے۔ اور اسکی تائید ائمہ معصومین صلوٰت اللہ علیہم

پرستی کی ابتدار

نے کی حرمت

اجمعین کی بہت سی احادیث بھی کرتی ہیں۔

بہر حال حضرت ہارون نے یہ حالات دیکھکر لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی لیکن لوگ حضرت ہارون کے دشمن ہو گئے اور درپے اذیت و آزار ہو کر قتل کرنا چاہا۔

جناب ہارون نے مجبور ہو کر خانہ نشینی اختیار کی فَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰی اِلٰی قَوْمِہٖ غَضْبَانَ اَسِفًا سورۂ اعراف جزو ۹ رکوع ۸ میں ہے کہ جب جناب موسیٰ واپس ہوئے تو قوم کی یہ حالت دیکھکر بہت غضبناک اور بیحد متاسف ہوئے۔ جناب موسیٰ کو دیکھکر لوگ گوسالہ کے پاس سے متفرق ہو گئے حضرت موسیٰ کے ہاتھ بڑھاکر جناب ہارون کی ڈاڑھی پکڑی اور طمانچہ مارا اور کہا کیوں لوگوں کو نہ روکا حضرت ہارون نے عرض کی اے بھائی لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ مجھکو شماتت نہ کیجئے آپ تو تھے نہیں جو میری حالت دیکھتے قریب تھا کہ یہ لوگ مجھکو قتل کر ڈالتے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم میرے پاس کیوں نہ چلے آئے۔

ہارون نے عرض کی کہ اس خیال سے کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈالا۔ پھر جناب موسیٰ گوسالہ کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا اے گوسالہ کیا تجھ میں خدا حلول کئے ہوئے ہے فَنَطَقَ الْعِجْلُ وَقَالَ عَزَّ رَبُّنَا گوسالہ نے بزبان فصیح جواب دیا کہ حقتعالیٰ اجل ہے اس سے کہ اسیر گوسالہ احاطہ کر سکے پھر جناب موسیٰ سامری کی طرف مخاطب ہوئے اور اُسے پچھاڑ کر قتل کرنا چاہا خطاب الٰہی ہوا لَا تَقْتُلْہُ فَاِنَّہٗ سَخِیٌّ۔ اے موسیٰ سامری کو قتل نہ کرو کیونکہ وہ سخی ہے۔ جناب موسیٰ نے فرمایا کہ اے سامری تیری سخاوت کیوجہ سے خدا نے تیرے قتل سے مجھکو منع کیا ہے۔ لیکن مادام الحیات دنیا میں سزا تیری یہ ہے کہ جو کوئی ہاتھ اپنا تیرے بدن پر لگائے تو فوراً اس جگہ درد پیدا ہوکر بیمار پڑجائیگا تاوقتیکہ اُس جگہ کا گوشت و کھال کاٹ کر جدا نہ کر دیا جائے درد و مرض میں تخفیف نہ ہوگی اسوجہ سے خود سامری لوگوں سے بھاگنے اور دور رہنے لگا۔ اور جو کوئی اس کے پاس جاتا تھا تو اُسے آتا دیکھکر فریاد کرنے لگتا تھا لَا مِسَاسَ لَا مِسَاسَ۔ ہاں ہاں مجھے نہ چھونا مجھے مس نہ کرنا سامری کی اولاد ابتک شام و مصر وغیرہ میں پائی جاتی ہے بلکہ شہر شام میں تو ایک محلہ اسکی اولاد سے آباد ہے۔ جناب موسیٰ نے پھر بنی اسرائیل سے فرمایا فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ

هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ - سورہ بقر جزو اول رکوع ششم میں ہے تم لوگ درگاہ خدامیں اپنی
کرتوت کی توبہ کرو۔ وہ بھی اس طرح کہ خود کو قتل کر ڈالو تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے
حق میں یہی بہتر ہے پھر جب تم نے ایسا کیا تو خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی بیشک وہ بڑا معاف
کرنیوالا مہربان ہے۔

اسکی پرستش کی سزا

گوسالہ پرستی کا گناہ بہت بڑا ہے اور توبہ اسکی قتل ہیں اے یہودیوں جس نے گوسالہ پرستی
کی ہو چاہئے کہ قتل کیا جائے۔ یہودیوں نے جب موت کا نام سُنا تو سب نے انکار کیا۔
فَبَرَدَ الْعِجْلَ مِنْ اَنْفِهِ اِلٰی ذَنَبِهٖ ثُمَّ اَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ جناب موسیٰ نے گوسالہ کو سر سے
دُم تک ریتی سے گھسوا کر ریزہ ریزہ کیا اور اسکو آگ میں جلا کر دریائے نیل میں ڈالدیا
پھر گوسالہ پرست سرخ و سفید رنگ والوں نے جب اسکا پانی پیا تو دونوں لب و ناک
سیاہ ہوگئی اور سیاہ رنگ والے گوسالہ پرستوں نے جب پانی اسکا پیا تو دونوں لب و ناک
سفید ہوگئی پس حضرت موسیٰ نے توبہ کا حکم فرمایا کہ کل گوسالہ پرست جو قریب چھ لاکھ
کے تھے غسل کرکے کفن پہنکر فلاں میدان میں جمع ہوں اور بارہ ہزار آدمی کہ جو بیطرف تھے

لوگونکی سزا

انکو حکم دیا کہ تملوگ ہتھیاروں سے انکو قتل کرو انھوں نے عرض کی کہ ہماری سزا تو ان سے بھی
زیادہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کریں۔ جناب موسیٰ نے
فرمایا کہ یہ تمھارے امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنیکا بدلہ ہے پھر جناب موسیٰ و ہارون ایک
بلندی پر کھڑے ہوئے اور اُنکی جانب سے ایک منادی نے ندا دی کہ خدا لعنت کرے
اُس شخص پر کہ جو اپنے کو قتل ہونے سے بچائے۔ اور خدا لعنت کرے اس شخص پر کہ جو
قتل کرنے میں کسی کی مراعات کرے اور ایک ابر سیاہ نمودار ہوا کہ جس سے سب پر
اندھیر الگھپ چھا گیا اور اُسی اندھیرے میں قتل عام شروع ہوا تا اینکہ ستر ہزار آدمی قتل
ہوئے موسیٰ و ہارون نے بکمال تضرع و زاری دعا کی۔ دعا دونوں کی مستجاب ہوئی قتل
کی موقوفی کا حکم ہوا ابر سیاہ برطرف ہوا روشنی نمودار ہوئی جب حساب کیا تو ستر ہزار مقتول
معلوم ہوئے خطاب ربّ العزت جناب موسیٰ کو ہوا کہ اے موسیٰ لوگوں کو بشارت دو

ل خدا

کہ قاتل و مقتول دونوں جنتی ہیں۔ یہ توبہ کا طریقہ پہلے تھا۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ کروڑ کروڑ شکر
ہے کہ امت کیواسطے توبہ کو بہت سہل و آسان قرار دیا۔ جو اعمال، قابل عوض و بدلہ کے
نہیں مثل شرب خمر وغیرہ کے اس میں صرف ندامت و پشیمانی و استغفار کو توبہ قرار دیا

اور جو چیزیں قابل عوض وتلافی کے ہیں مثل نماز، روزہ، زکوٰۃ وخمس وکفارات وغیرہ کے اس میں ندامت وپشیمانی وآئندہ کے متعلق مصمم ارادہ بجالانیکا اور اس معصیت کو ترک کرنیکا حتمی قصد کے علاوہ ان افعال کی قضا کہ جس سے برأت ذمہ حاصل ہوجائے توبہ کیلئے کافی ہے۔ اللہ اکبر کیا رحمت وفضل وکرم اسکا ہے۔

حضرات چونکہ لاحق کو سابق سے کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے لہٰذا جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا اس امت میں بھی مثال اسکی ضرور موجود ہے جناب موسیٰ کلیم اللہ کا جانا جناب ہارون کو خلیفہ وجانشین فرمایا۔ سامری کا گوسالہ تیار کرنا اور اسکے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرنا وغیرہ سب کی نظیر اس امت میں موجود ہے۔

پیغمبر آخرالزماں کا دنیا سے وفات کرنا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو خلیفہ وجانشین اپنا قرار دینا۔ اور دوسرے صاحب جنکو آپ لوگ جانتے ہیں بمنزلہ سامری پہلے صاحب کو جو بمنزلہ گوسالہ کے ہیں ممبر رسول خدا پر بٹھا کر لوگوں کو گمراہ کرنا۔ در ہارون امت یعنی علی بن ابیطالب علیہ السلام نے منع کرنا چاہا تو ان کے در پے قتل ہوگئے۔ گردن میں رسی ڈالکر کھینچ کر گھر سے مسجد لیگئے۔ جس طرح حضرت ہارون کے دونوں بیٹوں کے سوا کوئی معین ومددگار نہ تھا اسی طرح جناب امیر کا بھی سوائے حسنینؑ وفاطمہؑ کے کوئی حامی ومددگار نہ تھا۔ فاطمہ مسجد میں آتی ہیں علی کو سامنے ممبر کے کھڑا شمشیر برہنہ کے نیچے سر برہنہ دیکھکر ارشاد فرماتی ہیں کہ ان کو چھوڑدو ورنہ میں ابھی بددعا تم لوگوں کے واسطے کرتی ہوں۔

تقابل مصائب امیر و امام حسینؑ

حضرات مصیبت حضرت امیر سب ائمہ سے بڑھکر ہے حتیٰ کہ خود امام حسینؑ کی مصیبت سے بھی انکی مصیبت بڑھی ہے کیونکہ امام حسینؑ جبتک زندہ تھے کسیکو انکے عیالات سے معترض ہونیکی جرأت نہوئی۔ بخلاف جناب امیر علیہ السلام کے کہ انھوں نے جناب سیدہ کو مار کھاتے ہوئے دیکھا۔ مابین در ودیوار محسن کو ساقط ہوتے دیکھا۔ دشنام دیتے سنا۔ پسلیاں شکستہ پائیں۔

شیعو عزت عورت کی شوہر کی عزت وحرمت سے ہوتی ہے اگر کسی مرد کو اذیت ادا ننار ہو تو اسکی عورت کی بے عزتی کا باعث ہوتا ہے۔ جناب سیدہ کو جو صدمہ مابین در ودیوار کے پہونچا اسکے اظہار سے شرم آتی ہے۔ جزو سوم صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ غَضِبَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا اللّٰهُ لَامِ غُمُّهَا وَلَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ۔ یعنی خدا معلوم کیا ذلت و

توہین ان معصومہ کی ان دونوں کے ہاتھوں ہوئی تھی اور کیسی اذیت قلبی اُن دونوں نے اُن معصومہ کو پہونچائی تھی کہ جس سے وہ معصومہ اُن دونوں سے ایسی بیزار ہوئیں کہ جبتک زندہ رہیں پھر کبھی ان سے بات نہ کی۔

اہلسنت کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ پارۂ جگر میری ہے جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے خدا کو ایذا دی اور یہ حدیث بھی معتبر و صحیح ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا جس سے فاطمہ بیزار ہے اُس سے میں بیزار ہوں اور جس سے میں بیزار ہوں اُس سے خدا بیزار ہے۔

اور اُن کے نزدیک یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ فرمایا رسول خدا علیؑ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَ الْحَقُّ یَدُوْرُ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُ مَا دَارَ۔ یعنی علیؑ ہمراہ حق کے ہیں اور حق ہمراہ علیؑ کے ہے اور حق اُسی طرف پھرتا ہے جدھر علیؑ ہوں۔

پس ان احادیث مسلمہ اہل سنت سے ظاہر ہے کہ وہ غاصب دونوں قابل نفرین و بیزاری ہیں۔ اور خدا و رسول ان دونوں سے بیزار ہیں۔ اسلئے کہ جناب فاطمہ زہرا کی ذلت و توہین کی اور اُنکو ایذاء و تکلیف دی اور اُن معصومہ کو فدک کے دعوے میں کاذب ٹھہرایا اور حضرت امیر علیہ السلام کی طرف نسبت کذب و افترا کی دی اور کہا کہ علیؑ یہ گواہی اپنے نفع کے لئے دیتے ہیں اور فدک ہرگز فاطمہؑ کا حق نہیں ہے آہ آہ مومنین باوجودیکہ حق و باطل کو خوب جانتے تھے۔ مگر پھر بھی جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ علیہا السلام کو کیسی اذیت و تکلیف پہونچائی اور بعد انتقال کے بھی اُن کی روح مقدس کو اعدا نے بیچین کیا اور انکی اولاد و عترت کو زہر اور تلوار سے شہید کیا۔ جس سے آجتک وہ مظلومہ بیچین رہتی ہیں اور اسوقت بھی آپ حضرات کے ساتھ گریہ و بکاء کررہی ہیں۔ شعر

بدکردن شمر ہم زبدکردن اوست ۔۔۔ خون شہدا تمام برگردن اوست

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ہشتم

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی مُحکَمِ کِتَابِهِ الْکَرِیمِ وَمُبرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِیمِ بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ ۔

سورہ بقر جزو دوم رکوع ہفتم میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والوں روزہ تم پر واجب کیا گیا۔ جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر واجب تھا تاکہ تم متقی بنجاؤ۔

حضرات خداوند عالم کے اس طرح سے سمجھا کر روزہ کا حکم دینے سے یہ مطلب ہے کہ یہ حکم تمہارے واسطے بیحد مفید اور کمال درجہ کا فائدہ مند اور دین و دنیا کی خوبیاں اس میں تمہارے واسطے مضمر ہیں۔ نہ یہ کہ جائے روزہ رکھنے سے کچھ پروردگار عالم کا فائدہ اور نہ رکھنے سے کچھ اُسکا نقصان ہو شعر

گر جملہ کائنات کافر گردد ۔۔۔ بر دامن کبریا نہ نشنید گرد

جس طرح سے نماز زکوٰۃ حج جہاد و کل واجبات و مستحبات بجالانیکا فائدہ ہمارے ذات سے ہے اور محرمات و مکروہات بجالانیکا نقصان ہماری ہی ذات سے وابستہ ہے۔ اسی طریقہ سے روزہ رکھنے کا فائدہ اور نہ رکھنے کا نقصان دینی و دنیوی ہماری ہی ذات کے لئے ہے خدا کی ذات اجل و اعلیٰ اس بات سے ہے کہ وہ ہمارے اعمال حسنہ سے فائدہ اور سئیات سے نقصان اُٹھائے فَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَیرًا یَرَهُ وَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهُ ۔ جو ذرہ برابر بھی عمل خیر کریگا اُسکے ثواب سے فائدہ اور جو ذرہ برابر بھی عمل شر کریگا تو اُسکی برائی و خرابی کو دیکھے گا۔ سورہ زلزال جز ۳۰ رکوع میں یہ آیت موجود ہے۔ دوسرے مقام پر سورۂ والنجم جز ۲۷ رکوع ۷ میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ اُخرٰی کوئی کسی دوسرے کے بوجھ کو روز قیامت نہ اُٹھائیگا۔ اچھے برے کاموں کی سزا و جزا خود ہی برداشت کرنا ہوگی۔

غرضکہ آیۂ صوم ماہ شعبان ۲ھ کے آخر تاریخ میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ رسولخدا نے فریضہ الٰہی مسلمانوں کو پہنچایا۔ مسلمان متحیر ہوئے کہ یہ حکم روزہ کا کس مہینہ و

کس تاریخ سے شروع کرنیکے متعلق ہے اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ سورہ بقر جزو دوم رکوع ۷ روزوں کا مہینہ ماہ رمضان ہے۔ جس میں قرآن نازل کیا گیا کہ جو لوگوں کا ہادی و رہنما ہے۔ اور اس میں رہنمائی و حق و باطل کے تمیز کی روشن نشانیاں ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے اس مہینہ میں اپنی جگہ وطن میں ہو تو اُسکو چاہئے کہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے روزے کی گنتی پوری کرے خدا تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا اور شمار کا حکم اسلئے دیا ہے کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو خدا نے جو تم کو راہ پر لگا دیا ہے اس نعمت پر اُسکی بڑائی کرو تاکہ تم شکر گذار ہو اس سے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ روزہ ماہ رمضان کی پہلی سے آخر تک رکھنا چاہئے چنانچہ مسلمان اس پر کاربند ہوئے اور مفطرات صوم دس مقرر ہوئے۔

اول و دوم کھانا پینا اُن چیزوں کا جو عادۃً کھائی پی جاتی ہوں یا غیر عادۃً۔ ہاں اگر بھولے سے کچھ کھالے یا پی لے تو روزہ میں خرابی نہیں ہوتی۔

سوم جماع۔ خواہ قبل میں ہو یا دبر میں انسان کے ہو یا حیوان کے۔ زندہ کے ہو یا مردہ کے فاعل ہو یا مفعول انزال ہو یا نہ ہو۔

چہارم۔ کذب یعنی خدا و رسول و ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا۔ اور اسی حکم میں کل انبیاء و اوصیاء و جناب سیدہ علیہا السلام کو شریک جاننا بہتر و موافق احتیاط کے ہے۔

پنجم ارتماس۔ یعنی عمداً کل سر کا پانی میں ڈبونا یا غوطہ کے ارادے و قصد سے نہر یا دریا یا حوض تالاب و کنوئیں وغیرہ میں غوطہ لگانا۔

ششم۔ غبار غلیظ کا حلق میں پہونچانا۔ حلال ہو مثل آٹے وغیرہ یا حرام مثل گرد خاک وغیرہ یا جائز و مباح مثل حقہ سگریٹ چرٹ بیڑی وغیرہ سب سے روزہ باطل ہوتا ہے علی الاحوط۔

ہفتم۔ استمناء خواہ کسی ذریعہ سے حلال سے ہو خواہ حرام سے ہو۔

ہشتم۔ حقنہ بالمائعات یعنی بہنے والی چیزوں سے عمل لینا مگر شیاف نمک وغیرہ خشک چیزوں سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے۔

نہم صبح صادق تک عمداً جنابت پر باقی رہنا۔ جنابت خواہ احتلام سے ہو یا دوسری وجہ سے۔

دہم۔ قے کرنا۔ اگر بلا ارادہ و بلا قصد خود بخود آجائے تو کوئی حرج نہیں فضائے دہن میں پہونچکر پھر حلق کے نیچے نہ لیجائے۔ بقیہ تفصیل اسکی کتب فقہیہ میں درج ہے تتبع آیات و احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دو امر اور بھی اُس زمانہ میں مفطرات سے شمار ہوتے تھے۔

پہلا امر جماع۔ یعنی اگرچہ وقت غسل و طہارت بھی باقی ہو تب بھی ماہ صیام میں جماع حرام تھا۔ دوسرے نوم یعنی اگر بغیر افطار نیند آجاتی تھی یا نماز عشا کے قبل اگر کچھ کھایا پیا نہ جاتا تھا تو پھر کھانا پینا ناجائز و حرام ہوجاتا تھا بغیر کچھ کھائے دوسرے دن روزہ رکھنا واجب تھا۔

پہلے امر یعنی جماع کے متعلق بعض جوانوں نے نافرمانی کی اور شب کو خفیہ طور پر اپنی محللات کے ساتھ صحبت کی۔ خلاق عالم نے اپنے تفضل و احسان سے اس امر کو منسوخ فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ سورہ بقر جزء ۲ رکوع ۷۔ تمہارے واسطے روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا حلال کردیا گیا عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم اُنکا لباس ہو خدا نے دیکھا کہ تم گناہ کرکے اپنا نقصان کرتے تھے کہ آنکھ بچاکر اپنی زوجہ کے پاس چلے جاتے تھے۔ تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہاری خطا درگذر کی بس اُن سے ہمبستری کرو اور اولاد سے جو کچھ خدا نے تمہارے لئے لکھدیا ہے مانگو۔

تفسیر جلالین جلد اول بحاشیہ و تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد اول کے صـ۷۵ پر درج ہے کہ اس حکم کے خلاف کرنیوالے خلیفہ اول تھے۔

دوسرا امر نوم۔ تو یہ ۵ ہجری تک جاری رہا ۵ھ کے ابتدائی ماہ صیام میں جبکہ

ہفتم
ہشتم
نہم
دہم

کفار قریش معہ یہودیوں کے دس ہزار لشکر لیکر مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے جانب مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ حقتعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ اس لشکر کے آنیکی خبر اپنے رسول کو دی اور اس امر میں اصحاب سے مشورہ کرنیکا حکم دیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اصحاب کو جمع کر کے کفار قریش اور یہودیوں کے دس ہزار لشکر آنیکی خبر دی اور اس امر میں مشورہ فرمایا اصحاب یہ سنکر دم بخود رہ گئے لیکن جناب سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہم اہل فارس کا دستور یہ ہے کہ اگر دشمن قوی ہمارے ملک پر آتا ہے تو ہم شہر کے چاروں طرف خندق کھود کر اپنی حفاظت کرتے ہیں لہٰذا آپ بھی اگر مدینہ کے چاروں طرف ایک خندق کھود ڈالیں تو زیادہ بہتر ہے۔ جبرئیل نے بھی یہ رائے سلمان کی پسند کی رسالتمآب نے اصحاب کو شہر مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اور خود بنفس نفیس بھی خندق کھودنے میں مشغول ہوئے ہر قبیلہ و جماعت کو زمین ناپ کر دی اور خندق کھودنے کی تاکید کی چنانچہ خوات بن جبیر بقول دیگر مطعم بن جبیر کہ جو نہایت دیندار ابرار و متقی صحابی تھے۔ تمام دن روزہ کی حالت اور دھوپ میں خندق کھودنے میں ایسے مشغول رہے کہ گھر میں افطار تک کا انتظام نہ کر سکے قریب وقت افطار کچھ اناج لیکر گھر آئے اور زوجہ کو حوالہ کر کے تیار کرنیکی تاکید کی۔ زوجہ فوراً حسب الحکم مشغول ہو گئی۔ اور یہ بیچارے تمام دن کے روزہ دار خستہ و ماندہ و گرسنہ انتظار میں کھانے کے بیٹھے تھے لیکن نیند آگئی۔ جبکہ زوجہ نے کھانا تیار کیا تو انکو خواب راحت میں پایا۔ دوسرے روز بلا کچھ کھائے اور افطار کئے دوسرا روزہ رکھا اور خندق کھودنے میں مشغول ہوئے دو دن کے بھوکے پیاسے زمین کھودنا برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو گئے پیغمبر خدا اس حالت سے بیحد متاثر و متاسف ہوئے فوراً جبرئیل یہ آیت کہ جو سورہ بقر جزو ۲ رکوع ۷ پر ہے لیکر نازل ہوئے کُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ سیاہی میں صبح صادق کی سفیدی نمودار ہونے تک تم کو کھانے پینے کی اجازت ہے۔ اسکے بعد روزہ کو رات تک تمام کرو۔ بہر حال جنگ خیبر کا ذکر آگیا لہٰذا اسکا بیان برمحل و مناسب ہے۔ اسلیئے کہ جنگ خندق ۵ھ ماہ صیام میں ہوئی۔ اور بیس روز سے زیادہ یہ جنگ جاری نہ تھی۔ چنانچہ لشکر قریش و یہود کہ جنکے سردار عمرو ابن عبدود۔ و ابو سفیان و نوفل۔ و عکرمہ

اور ابی لہب وغیرہ تھے دس ہزار لشکر کے ساتھ وارد ہوئے اور چاروں طرف خندق دیکھکر متعجب ہوئے اور کہتے تھے کہ یہ عربوں کا کام نہیں بلکہ یہ اُسی بڑھے سلمان فارسی کا کام ہے۔ عرب کے لوگ اس سے بالکل ناواقف ہیں یہ طریقہ آجتک عرب میں جاری نہ تھا پہلے چند روز تک طرفین سے مختصر سی لڑائی روزانہ ہوتی رہی آخر میں ایک روز سردار لشکر عمرو بن عبدود سلاح جنگ میں ڈوبا ہوا میدان میں آکر رجز پڑھنے لگا اسکو دیکھکر مسلمان خاص کر صحاب کی بری حالت ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اصحاب کو جمع کرکے عمرو بن عبدود کے مقابلہ کیواسطے جانے کا حکم دیا۔ بار بار جبکی طرف متوجہ خطاب فرماتے تھے لیکن بجبت خوف کل اصحاب سر جھکائے بیٹھے تھے اور کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا بعض ایسے بے دین صحاب بھی تھے جو سامنے کیجانب سے اٹھکر پشت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ پر اس غرض سے چلے گئے کہ پیغمبر خدا ہمارا نام لیکر مقابلہ پر جانیکا حکم نہ دیں۔ اور بعض صحاب نے مقابلہ کرنا تو درکنار بلکہ جانیوالوں کو ایسا مرعوب کردیا تھا کہ جس سے کسی کی ہمت ہی نہ پڑتی تھی ایسے کلمات ناشائستہ کہے کہ جس سے قلب مبارک پیغمبر خدا کو تکلیف واذیت پہونچی مختصر یہ کہ بار بار پیغمبر خدا اصحاب کو آمادہ کرتے تھے لیکن سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے حکم پیغمبر پر لبیک کہنے والا کوئی نہ تھا پیغمبر ہر مرتبہ جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرماتے تھے کہ تم بیٹھ جاؤ فرمایا کوئی دوسرا شخص جانا چاہیے۔ آخر میں پیغمبر خدا نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علی جانتے ہو کہ یہ کون ہے یہ شخص عمر بن عبدود ہے اسکو اہل فارس بلیل کہتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اگر عمرو بن عبدود فارس یلیل ہے تو میں بھی علی بن ابیطالب ہوں۔ حضرت اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اپنے قریب بلاکر اپنا خود علی کے سر پر رکھا اور عمامہ صحاب علی کے سر پر باندھا اپنی زرہ علی کو پہنائی اپنی تلوار علی کی کمر میں باندھی اور ڈھال اپنی علی کے پشت پر لگائی اور دعا دیکر علی کو عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا۔ لیکن پھر بھی قلب رسول خدا کی ظاہر میں عجب حالت تھی۔ رسولخدا نے علی کے جانیکے بعد دونوں ہاتھ درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کرکے مناجات کرنا شروع کی۔ اللّٰھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحت قدمیہ اللّٰھم لا تذرنی فرداً و

اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ - خدایا تو علیؑ کو چاروں طرف سے بچا خدایا تو مجھکو اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارثین سے ہے۔ مطلب حضرت کا یہ تھا کہ خدایا علی سے بہتر کوئی ناصر و مددگار میرا دنیا میں نہیں ہے اسکو تو اپنی حفظ و امان میں رکھ۔ جب حضرت امیر علیہ السلام روانہ میدان ہوئے تو پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ عَلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ - یعنی ایمان کل کا مقابلہ کفر کل سے ہے۔ جب عمرو بن عبدود نے حضرت امیر علیہ السلام کو اپنی جانب آتے دیکھا تو گھوڑا بڑھا کر قریب آیا اور حضرت کا حسب و نسب دریافت کرنے کے بعد کہنے لگا۔ کہ تمہارے باپ میرے دوست تھے مجھے یہ گوارا نہیں کہ تمکو میں قتل کر کے تمہارے باپ کی روح سے شرمندہ ہوں حضرت امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرو ان باتوں کو چھوڑ میں نے سنا ہے کہ تیرا قول ہے کہ اگر کوئی میدان جنگ میں تجھ سے تین باتیں کہے گا تو ان میں سے تو ایک بات ضرور قبول کرے گا عمرو بن عبدود نے جواب دیا کہ ہاں یہ میرا وعدہ و اقرار ہے۔ میں ضرور پابند ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے تین باتیں بیان کرتا ہوں اس میں سے ایک کو قبول کر اول یہ کہ تو مسلمان ہو کر دائرۂ اسلام میں آجا۔ اس نے انکار کیا۔

دوسرے یہ کہ تو پیغمبر خدا اور مسلمانوں کو خود انکی حالت پر چھوڑ کر واپس ہو جا اور لشکر لیکر یہاں سے چلا جا اور کچھ ان سے تعرض نہ کر۔ اس نے جواب دیا کہ اے علیؑ یہ ناممکن ہے۔ اس میں میری سخت ترین توہین و ذلت ہے دنیا کی عورتیں اور شعراء اپنے اپنے مقام پر مذمت و ہجو کرینگے میں خود زندگی بھر دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا آپ تیسری بات بیان کیجئے۔ فرمایا

تیسرے یہ کہ میں پیدل ہوں اور تو سوار۔ سوار و پیدل کا مقابلہ نہیں ہوتا ہے اگر تو مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو تو بھی پیدل ہو جا۔ یہ سنکر وہ گھوڑے سے کود پڑا۔ اور رجز پڑھنا شروع کیا۔ حضرت نے بھی اسی ردیف و قافیہ میں اسکے رجز کا جواب دیا جنگ شروع ہوئی۔ گرد و غبار بہت زیادہ اڑنے لگا۔ پہلے عمرو بن عبدود نے تیر کا وار کیا۔ اور بہت دیر تک رد و بدل ہوتی رہی پھر عمرو بن عبدود نے طیش میں آ کر نیزہ توڑ کر پھینکدیا اور تلوار سے لڑنا شروع کیا حضرت امیر علیہ السلام اسکے ہر وار کو روک لیتے تھے۔ آخر کو غصہ میں آ کر ایک ایسا وار کیا کہ تلوار خود و عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی مبارک میں در آئی

حضرت کا تین باتوں کا بیان کرنا

پہلی

دوسری

تیسری

حضرت فوراً زخم باندھکر اسکو للکارے اور نعرہ حیدری کر کے ایک ایسا ہاتھ تلوار کا ران پر مارا کہ مثل خیار تر کٹ کر زمین پر گرا. فوراً حضرت نے سینہ پر بیٹھکر سر اس کا قلم کیا اور سر کو لئے ہوئے نہایت سکینہ و وقار کے ساتھ خدمت رسولخدا میں پہونچے اور ہدیۃً پیش کیا حضرت رسولخدا بہت خوش ہوئے اور اصحاب کی طرف مخاطب ہو کے ارشاد فرمایا ضَرْبَۃُ عَلِيٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ یعنی قتل کرنا علی ابن ابیطالب کا عمرو بن عبدود کو بروز خندق قیامت تک کی عبادت جن وانس سے بہتر و بالاتر ہے. اسکے بعد لشکر کے پیر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جمعیت بیحواس ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی خداوند عالم نے یہ آیت کہ جو سورہ احزاب جز ۲۱ رکوع ۲ میں ہے نازل فرمائی کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا. خدا نے اپنی مہربانی سے مومنین کے لڑنیکی نوبت نہ آنے دی اور خدا بڑا زبردست و غالب ہے.

عبداللہ ابن عباس اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے. کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِيِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا. یعنی خدا نے حضرت امیر علیہ السلام کے جنگ کرنیکی وجہ سے مومنین کے لڑنیکی نوبت نہ آنے دی. اور خدا بڑا زبردست و غالب ہے. اس جنگ کی فتح کا سہرا حضرت امیر علیہ السلام کے سر پہ بندھا. قطب راوندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے تلوار اپنی اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو دیکر ارشاد فرمایا کہ یہ تلوار گھر لیجا کر اپنی ماں کو دو تاکہ اسکو پاک و صاف کریں امام حسن علیہ السلام نے حسب الحکم تلوار دھلوا کر واپس لائے اور حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی حضرت کی نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک قطرۂ خون موجود ہے. حضرت نے امام حسنؑ سے وجہ پوچھی اور کہا کہ کیا یہ خون صاف نہ کیا گیا تھا. حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنکر ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ اسکی وجہ خود تلوار سے دریافت کرو. حضرت نے تلوار سے متوجہ ہو کر وجہ پوچھی تلوار بقدرت خدا گویا ہوئی کہ میں نے اس ایک قطرۂ خون کو اسواسطے جذب کیا ہے کہ جب اس قطرۂ خون پر ملائکہ کی نظر پڑے تو آپ کی شجاعت و بہادری یاد آوے.

حضرات جب جناب امیر علیہ السلام عمرو بن عبدود کا سر لیکر خدمت رسولخدا میں آئے تو بعض صحابہ نے عرض کی کہ آپ نے زرہ عمرو بن عبدود کی کیوں نہ اُتار لی ایسی زرہ

عرب میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ ایسی عمدہ زبش بہا قیمت کی ذرہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے تھا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھکو شرم آئی اور گوارا نہ ہوا کہ ذرہ اتار کر لاش کو کپڑوں کے ساتھ بلا ذرہ چھوڑ دوں۔ جب ہی تو اسکی بہن نے جب سنا اور اپنے بھائی کی لاش کو ذرہ کے ساتھ دیکھا تو کہنے لگی کہ قاتل اسکا کفو کریم ہے۔ اشعار

لَوْ کَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَیْرَ قَاتِلِہٖ ۔۔۔ لَکُنْتُ اَبْکِیْ عَلَیْہِ دَائِمًا اَبَدًا

لٰکِنَّ قَاتِلَہٗ مَنْ لَا یُعَابُ بِہٖ ۔۔۔ بَلْ کَانَ یُدْعٰی عَلٰی اَبُوْہُ بَیْضَۃَ الْبَلَدِ

اگر عمرو بن عبدود کا قاتل علی کے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو میں ہمیشہ اپنے بھائی پر رویا کرتی لیکن اب رونیکی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس شخص کے ہاتھ سے مارا گیا ہے جو تمام عیبوں اور کل برائیوں سے پاک ہے جسکا باپ رئیس اور سردار قوم تھا۔

اے دوستوں یہ لاش برہنہ کرنا کوفیوں اور شامیوں کا کام ہے جنھوں نے کربلا میں اپنے امام کو تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کرنے پر اکتفا نہ کی اور لاش برہنہ وعریاں کردی کوئی عمامہ لیگیا کسی نے قبا اتاری تو کسی نے نعلین یا اتاری کسی نے حلے لئے تو کسی نے موزے حتی کہ وہ پیراہن کہنہ کہ جو سب کپڑوں کے نیچے پہنا تھا جسکو پہنتے وقت جابجا سے چاک چاک کر دیا تھا۔ اسکو بھی جسم اقدس میں باقی نہ رہنے دیا۔ اور لاش اطہر کو جلتی ریت پر برہنہ چھوڑ دیا۔ آہ آہ ایک شقی اسوقت آیا جبکہ جسم اقدس پر بظاہر کوئی چیز باقی نہ تھی۔ لیکن امام سخی ابن سخی ہیں اسکو بھی محروم نہیں فرماتے ۱۱ اُس شقی کی نظر انگوٹھی پر پڑ گئی پہلے تو اس نے یونہی اتارنا چاہی لیکن انگشت مبارک پر ورم ہونے اور خون بھی جمع ہوجانے سے اُتر نہ سکی۔ پھر وہ شقی گود اں قتلگاہ میں چاروں طرف دیکھنے لگا کہ یکایک نظر اسکی ایک ٹوٹی تلوار پر جا پڑی۔ اس تلوار کے ٹکڑے سے وہ ظلم اس شقی نے کیا کہ جس سے قلب رسول زخمی ہوگیا۔ فاطمہ خون کے آنسو رونے لگیں۔ شعر

بہر انگشتری انگشت تو از ہند برید ۔۔۔ مصلحت بود ندانم چہ دریں کار قضا را

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نہم ماہ صیام

مقام و ترجمہ آیہ شریفہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم۔ من الشیطان الرجیم۔ قال اللہ العلی العظیم فی محکم کتاب الکریم۔ و مبوم خطابہ العظیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون سورۂ بقر جزء ۲ رکوع ۷ پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے ایمان والو تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا جس طرح سے پہلے لوگوں پر روزہ واجب تھا تاکہ تم لوگ متقی و پرہیزگار بنو۔

حضرات تقویٰ بہت بڑا درجہ ہے جس سے کل کام دین و دنیا کے بنتے ہیں تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے انسان عذاب الٰہی سے بچتا ہے اور جنت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور نعمات ابدیہ کا سزاوار ہوتا ہے۔

تقویٰ کے معنی گناہوں سے پرہیز کرنے کے ہیں، کہ جو خدا کے خوف کی وجہ سے ہو۔ تقویٰ کے متعلق امیرالمومنین قریب اس مضمون کی ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر صاحب تقویٰ کے کل اعمال کو دنیا کے سامنے ظاہر و آشکار کر دیا جائے۔ تو ان کو کسی طرح سے بھی شرمندگی و ندامت و پشیمانی نہ ہو۔ اسی واسطے تو خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے۔ سورہ طلاق جزء ۲۸ رکوع ۱۷۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ الخ یعنی جو خدا سے تقویٰ کریگا تو خدا اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیگا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہونچائیگا۔ جہاں سے وہم و خیال بھی نہ ہو۔ ان القرآن یفسر بعضھا بعض۔ قرآن کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں چنانچہ متقین کی تفسیر دوسرے مقام سورہ بقر جزء ۲ رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی

القربیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئك الذین صدقوا واولئك هم المتقون نیکی اس میں نہیں ہے کہ نماز میں اپنے منھ پورب یا پچھم کی طرف کرلو۔ بلکہ نیکی تو اس کی ہے کہ جو خدا اور روز آخرت اور خدا کی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی الفت میں اپنا مال قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پردیسیوں اور مانگنے والے اور غلام کے آزاد کرنے میں صرف کرے اور پابندی سے نماز پڑھے اور زکوٰۃ دیتا رہے۔ اور جب کوئی عہد کرے تو اپنے قول پر پورا رہے اور فقر و فاقہ رنج و سختی اور گھٹن کے وقت ثابت قدم رہیں یہ لوگ وہ ہیں جو سچے نکلے اور یہ ہی لوگ متقی ہیں۔

جب ہی تو امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں انا امام المتقین میں ایسے لوگوں کا امام ہوں کہ جن کے صفات آیہ میں مذکور ہیں۔

ازلفت الجنۃ للمتقین سورہ شعراء جز ۱۹ رکوع ۹ میں ہے۔ ایسے ہی متقیوں کے واسطے جنت آراستہ ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سورہ حجرات جز ۲۶ رکوع ۱۴ میں ہے۔ تحقیق متقین درگاہ الٰہی میں مقرب ہیں۔ شناخت متقین کی یہ ہے کہ ہمیشہ و ہر حال میں رضائے خداوندی و خوشنودی کے خواہاں رہتے ہیں کیونکہ رضائے الٰہی کل نعمات سے بہتر اور ہر لذت سے بالاتر ہے جیسا کہ سورہ توبہ جز ۱۰ رکوع ۱۵ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وعد اللہ المومنین والمومنات جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر ذالك هو الفوز العظیم خدا نے ایمان داروں مردوں اور عورتوں سے بہشت کے ان باغوں کا وعدہ کرلیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں گے بہشت عدن کے باغوں میں عمدہ عمدہ مکانات کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور خدا کی خوشنودی و رضامندی ان سب سے بالاتر ہے یہی تو اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔

کل نعمات الٰہی سے سب سے بڑی نعمت رضا و خوشنودی پروردگار عالم ہے یہ ہی خلقت انسان کی علت غائی۔ اسی کے حصول

کل نعمات الٰہی سے بڑھکر نعمت رضائے الٰہی ہے

کی غرض سے انسان مکلف و مامور ہے۔ اگر کسی نے رضائے خدا حاصل کر لی تو پھر مخلوق اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور قضا و قدر اس کے موافق ہوتی ہے۔ یہی چیز متقین کی روح اور ہر حال میں ان کا نصب العین ہوتا ہے۔ جب ہی متقین ہر راحت و تکلیف کو پروردگار عالم ہی کی جانب دیکھتے ہیں۔ اور نہ ان کو کسی راحت میں آرام اور نہ کسی تکلیف میں اذیت ہوتی ہے۔ سورہ حدید جز ۲۷ رکوع ۱۹ میں درج ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتٰکم۔ نہ ان کو کسی چیز کے نقصان کا غم اور نہ کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے نہ ان کو دنیا کی کوئی تکلیف میں اذیت اور نہ کسی دنیاوی آرام میں مسرت وہ ہمیشہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے طالب رہتے ہیں۔ اور اسی کے حصول میں رات دن سرشار رہا کرتے ہیں۔

رضائے الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جسمانی یعنی خدا کی رضا و خوشنودی سے جسم انسان کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے دوسرے روحانی یعنے رضائے الٰہی و خوشنودی خدا سے انسان کو روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور روحانی فائدہ و جسمانی فائدہ میں اتنا ہی فرق ہے جتنا جسم و روح میں ہے۔ حق تعالیٰ نے متقین کے واسطے جنت میں جسمانی لذتیں ایسی قرار دی ہیں لا عین رائت ولا اذن سمعت ولا تخطر بالبال جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں تصور ہو سکتا ہے ما تشتھی الانفس جس چیز کو دل چاہے سب موجود ہے۔

جنت کی جسمانی و روحانی لذتیں

لیکن لذات روحانی جنت میں لذات جسمانی سے بدرجہا زیادہ ہیں اور ان ہی لذات روحانی کے متقین شیدا و فریفتہ ہیں اور وہ چند لذتیں ہیں

اول

اول ثبات و دوام جب متقی لوگ داخل جنت ہوں گے۔ تو پروردگار عالم کی طرف سے ایک ملک بشارت دیگا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین۔ سلام خدا ہو تم سب پر تم اچھے رہے تم بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو۔ سورہ زمر جز ۲۴ رکوع ۴

حضرات اگر کوئی عاشق اپنے معشوق حقیقی کے پاس پہنچ کر یہ خوشخبری پائے کہ تم میں اور معشوق میں کبھی جدائی نہ ہوگی اور ہمیشہ دوام و ثبات فیما بین رہے گا۔ اس بشارت سے جو لذت روح کو حاصل ہوگی وہ اظہار سے باہر اور زبان اس کے بیان سے عاجز ہے۔

دوم مشاہدہ و مشافہ جبکہ اہل جنت، جنت میں، اور اہل جہنم، جہنم میں پہنچ جائیں گے تو

بروایت امام ششم علیہ السلام ایک منادی ندا کرے گا کہ اہل جنت اپنے اپنے منازل وقصور سے جہنم کی طرف ذرا دیکھو۔ اس وقت اُنکی منزلیں وقصور اس قدر بلند ہو جائیں گے کہ جس سے تم کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ تو ان سے کہا جائے گا۔ ھذہ امنازلکم التی فی النار لو عصیتم لدخلتموھا۔ یہ تمھارے جہنم کے مقامات ہیں کہ اگر تم معصیت کرتے تو اس میں داخل کیے جاتے، اس کلام کو سن کر اہل جنت کو وہ لطف روحانی اور وہ مسرت اندرونی ہوگی کہ اگر موت اہل جنت کے واسطے ہوتی تو بسبب خوشی شادی مرگ ہو جاتے۔

سیم

سوم ملاقات انبیاء وائمہ علیہم السلام اور ان کی صحبت و بالمشافہ زیارت ودیدار سے وہ لطف روحانی حاصل ہوگا کہ جو بیان سے باہر ہے۔

چہارم

چہارم ہر جمعہ کی ضیافت خاصۂ الٰہی سے جو روحانی لطفِ حقیقی لذت حاصل ہوگی وہ بیان واظہار سے خارج ہے۔ ابوصلت ہروی امام ہشتم امتکہ آرامے سرید او قہنا یعنی الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں۔ ان المومنین یزورون ربھم فی منازلھم فی الجنۃ کیا مومنین جنت میں اپنے پروردگار کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرات نے ارشاد فرمایا کہ زیارت رب سے مقصود ہم آئمہ معصومین کی زیارت ہے جیسا کہ بعیت پیغمبر خدا کو خدا نے اپنی بعیت قرار دی۔ سورۂ فتح جزء ۲۶ رکوع نہم حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یقیناً اے رسول لوگوں کا تم سے بعیت کرنا خدا سے بعیت کرنا ہے۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اے رسول تمھارا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہونے کی وجہ سے سب ہاتھوں کے اوپر ہے سورۂ نساء جزء ۵ رکوع ۸ رسول کی اطاعت کو حق تعالیٰ نے اپنی اطاعت فرمایا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی اطاعت رسول عین اطاعت خدا ہے۔

پس اسی طرح مقصود ضیافت الٰہی سے ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کا مہمان ہونا ہے۔

پنجم

پنجم لذائذ روحانی سے رضا وخوشنودی الٰہی ہے جیسا کہ سورۂ توبہ جزء ۱۰ رکوع ۵ میں تصریحاً ارشاد باری ہے رضوان من اللہ اکبر۔ رضائے خدا بہت بڑی چیز ہے لہٰذا اس رضائے الٰہی کا حاصل کرنا ہر ایک پر فرض وواجب ہے اور رضائے الٰہی چند باتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

اول

اول رضایت بندہ کیونکہ جب خدا سے راضی ہوتا ہے تو خدا بھی بندہ سے راضی ہوتا ہے کما قال تعالیٰ۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ قوم موسیٰ کلیم اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خواہش کی کہ آپ ہمارے واسطے خدا سے سوال کیجئے کہ ہم لوگوں کو کوئی ایسا علم تعلیم ہو کہ جس سے ہم اپنا جنتی ہونا اور خدا کا ہم سے راضی ہونا سمجھ سکیں حضرت موسیٰ کو مناجات کے بعد جواب ملا کہ اے موسیٰ ان سے کہدو کہ اگر وہ لوگ ہم سے راضی وخوشنود ہیں تو ہم بھی ان سے راضی وخوشنود ہیں۔ اور ہم سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے قضاء وقدر پر راضی و خوشنود رہیں اور ہماری نعمتوں پر شکر کریں۔ اور ہماری بلاؤں پر صبر وتحمل کریں من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی فلیطلب ربا سوائی۔ جو ہماری قضاء و قدر پر راضی نہ ہو اور ہماری بلاؤں پر صبر نہ کرے اور ہماری نعمتوں کا شکر نہ کرے تو اسکو چاہیے کہ میرے سوا دوسرے خدا کی عبادت کرے پس انسانوں کو ہر حال میں مشیت الٰہی کا تابع اور قضاء وقدر پر راضی وخوشنود رہنا چاہیے۔

دوم

دوم باعث رضائے الٰہی ترک ہوا وہوس ہے۔ کیونکہ خواہشات نفسانی پر عمل کرنے سے ابلیس لعین خوش ومسرور اور ترک ہوا وہوس وخواہش نفس کے خلاف کرنے سے پروردگار عالم راضی وخوشنود ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ نازعات جزء ۳۰ رکوع ۴ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماویٰ اور جو شخص اپنے خدا کی عظمت وجلال سے ڈرے اور روکے اپنے نفس کو ہوا وہوس سے پس اس کی جگہ جنت ہے۔

حضرت داؤد کو خطاب ہوا کہ ہم نے پانچ چیزیں پانچ چیزوں میں قرار دیں لوگ سوا ان پانچ چیزوں کے حاصل کرنا چاہتے ہیں کبھی حاصل نہ کرسکیں گے۔

۱ **راحت وآرام** کو آخرت میں قرار دیا ہے لوگ دنیا میں راحت وآرام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی نہ ہوگا۔

۲ **علم** کو غربت وپردیس میں قرار دیا لوگ اپنے وطن میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہرگز نہ پائیں گے۔

۳ **عزت وآبرو** کو اپنی اطاعت وعبادت میں قرار دیا لوگ خدمت سلاطین دنیا میں طلب کرتے ہیں کبھی نہ پائیں گے۔

۴ **رضامندی وخوشنودی** کو اپنی میں نے خواہشات نفسانی کے ترک میں قرار دیا لوگ بتابعت

ہوا و ہوس و پیروی خواہشات نفسانی میں حاصل کرنا چاہتے ہیں ہرگز حاصل نہ کرسکیں گے۔

۵ غنا و بنیازی کو قناعت وسیا نہ روی میں قرار دیا۔ لوگ اس کو کسب مال و فراوانی اموال میں خیال کرتے ہیں ہرگز حاصل نہ کرسکیں گے۔

سوم باعث رضائے الٰہی ماہ مبارک رمضان کے روزے رکھنے سے حاصل ہوتی ہے

عن الصادق علیہ السلام عن رسول اللہ قال رسول اللہ الصوم جنۃ۔ ای ستر من آفات الدنیا۔ امام ششم سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ روزہ ایک سپر ہے یعنی آفات دنیا سے بچاتا ہے۔ وحجاب من عذاب الآخرۃ اور عذاب آخرت کے لئے ایک پردہ ہے۔ پس جب روزہ رکھو تو نیت کرو روزے کی اور مقصود روزہ رکھنے سے اپنے خواہشات نفس روکنا اور شیطان کی متابعت سے باز رہنے کا ارادہ ہونا چاہیے اور اپنے نفس کو ایک بیمار ضعیف و نحیف خیال کرو کہ جو کھانے پینے کے وقت اپنے شفا و تندرستی گناہوں سے چاہتا ہو اور اپنے باطن کو ایسی کدورت وغفلت و ظلمت سے پاک و صاف کرو کہ جو تم کو خالصا لوجہ اللہ اعمال کرنے سے روکتا ہے۔

چہارم باعث رضائے الٰہی وخوشنودی خدا دعا و مناجات۔

السماء والارض قائمتان بالدعاء آسمان و زمین دعا ہی کی وجہ سے قائم ہیں دعا بہترین عبادات و بالاترین طاعات ہے اسی سے اظہار بندگی اسی سے عبودیت کا پتہ چلتا ہے اسی سے انکساری و فروتنی بندہ کی ظاہر ہوتی ہے اسی وجہ سے ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین دعا کی طرف بیحد متوجہ تھے جب ہی تو صدہا بلکہ ہزارہا دعائیں ان کی ہم لوگوں تک پہونچی ہیں

سورۂ فرقان جزو ۱۹ رکوع ۱۶ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم اے رسول تم کہہ دو کہ اگر تم لوگ دعا نہیں کرتے رہے تو میرا پروردگار تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ دعا کی وجہ سے سختی مبدل براحت ہوتی ہے۔ دعا سے مشکل حل ہوتی ہے دعا سے خوف مبدل بامن ہو جاتا ہے۔ دعا ہی سے در بستہ کھل جاتا ہے۔ اسی دعا سے بیمار شفا پاتا ہے بچہ جوان اور جوان بڈھا ہوتا ہے اسی دعا سے مفلس مالدار اور بے اولاد صاحب اولاد ہوتا ہے۔ شعر

دست حاجت چو بری پیش خدا وند بہ برد
کہ رحیم است و کریم ست و غفور ست و ودود

پنجم باعث خوشنودی خدا اور رضائے الٰہی نماز ہے۔ نماز خواہ واجب ہو خواہ مستحب بہترین عمل ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنِّی احبّ من دنیاکم ثلاثۃ ۔ میں تمھاری دنیا سے تین چیزیں پسند کرتا ہوں الطیب والنساء وَ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ۔ ایک خوشبو و عطر اور دوسری عورتیں اور تیسری میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہیں۔

نماز معراج مومن ہے الصلوٰۃ معراجُ المؤمن ۔ نماز سبب قرب متقین ہے الصلوٰۃ قربانُ کلِّ تقی ۔ الصلوٰۃ خیرُ موضوع من شاء استقلّ ومن شاء استکثر ۔ نماز بہترین چیز ہے جس کا جی چاہے کم پڑھے۔ شعر

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

نماز کے فوائد تارک کا عذاب بیان کرنے کے واسطے بہت وقت کی ضرورت ہے لہذا ترک کرتا ہوں۔

ششم باعث رضائے خدا و موجب خوشنودی پروردگار رضائے والدین ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ چھ قسم کے لوگ دنیا ہی قبض روح کے پہلے آب کوثر سے سیراب ہوتے ہیں اول جو شخص محضر میں جا کر مسائل دین حاصل کرتا ہو دوسرے جو اپنی اولاد کو تعلیم قرآن و علوم دین خود کرائے یا دوسرے کے ذریعہ سکھائے، تیسرے جو کسی مومن و برادر دینی کو وقت ضرورت قرض الحسنہ دے چوتھے جس عورت کا شوہر اس سے راضی و خوشنود ہو۔ پانچویں جو اپنے اہلبیت کو فقیر و سائل کو رد نہ کرنے کی تاکید کرے کہ ہمارے مال سے کچھ دیا جائے چھٹے۔ جس کے والدین راضی و خوشنود ہوں۔

ہفتم باعث رضائے الٰہی و خوشنودی ایزدی تلاوت قرآن مجید ہے علیکم بتلاوۃ القراٰن تم پر تلاوت قرآن کرنا ضروری ہے۔ درجات بہشت بعد تلاوت آیات قرآن حاصل ہوں گے۔ جو ایک آیت پڑھیگا اس کو ایک درجہ جو زیادہ پڑھیں گے ان کو انہیں کے حساب سے درجات جنت ملیں گے۔

قرآن کی فضیلت میں یہ کیا کم ہے کہ پیغمبر خدا اپنی عترت کے ساتھ دنیا میں چھوڑ گئے ہیں اور ان دونوں کو ثقلین فرمایا۔ انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔ فرمایا

لیکن اس امت نے جو رفتار ان دونوں سے کی وہ مثل روز روشن کے ظاہر و آشکار ہے ۔ یشتعر قرآن کنند حفظ بہ حدالله جمیع با ایشاں کنند حرز امام مبین کشتہا ۔ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تتمہ حدیث یہ جملہ ہے احدھما اکبر من الاٰخر ۔ یعنی ان دونوں میں ایک بڑا ہے ۔

مسلمانوں میں اختلاف ہے کہ وہ ان دونوں سے کون ہی ہمارے علمائے امامیہ اثنا عشریہ اہلبیت کو قرآن سے بڑا بتاتے ہیں اور اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو جو صامت و ناطق میں فرق ہے وہی قرآن مجید اور عترت و اہلبیت رسول میں ماننا پڑیگا تو اس سے بھی اہلبیت کی فضیلت قرآن سے بالاتر پائی جاتی ہے اچھا اگر ان سب باتوں سے بفرض محال کام نہ لیں تو کم از کم دونوں کو مساوی و برابر ضرور سمجھنا پڑیگا اور جو احکام و آداب ایک کیواسطے ہونگے وہی دوسرے کے حق میں جاری کیئے جائیں گے ۔

اچھا اگر قرآن مجید کوئی بلندی پر ہو تو اسکی توہین کسی تیر یا لکڑی کی نوک وغیرہ سے کرنے کی ممانعت ہے ، تو یہی امر قرآن ثانی کے واسطے بھی ضروری ہے لیکن اہل کوفہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے اس حکم کو روا نہ رکھا ۔ امام حسینؑ زخموں سے چور چور پشت ذوالجناح پر مجبور رہے یہانتک کہ ایک ظالم نے قریب آکر ایک نیزہ اس زور سے سینۂ اقدس پر مارا کہ حضرت پشت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے بشعر قرآن رحل زیں سے سر فرش گر پڑا + دیوار کعبہ پھٹ گئی عرش گر پڑا ۔

فبقی الحسین ثلاث ساعات مکبوبا علی الارض ابومخنف کہتا ہے کہ تین ساعت تک حضرت منھ کے بھل زمین پر بیہوش پڑے رہے حالت احتضار شروع ہوگئی تھی اور موت کا پسینہ منھ پر آگیا تھا کبھی آپ ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے تھے اور کبھی سمیٹ لیتے تھے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹ لیتے تھے ۔ اور گوشۂ چشم پھرا پھرا کر بہ نگاہ حسرت اپنے اہل حرم کی طرف دیکھ رہے تھے

اب دوسرا امر بھی سن لیجئے وہ یہ کہ احکام اور آداب کلام الله سے یہ امر ہے کہ لوہا اس پر نہ رکھا جائے اور یہاں یہ حالت ہے کہ شمر ملعون خنجر ہاتھ میں لئے قریب حضرت کے آگیا ہے اور جو بے ادبی کیا چاہتا ہے اس کو میں کس زبان سے عرض کروں ۔ تصریحاً نہ کہوں گا ۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس شقی نے وہ ظلم کیا کہ جس سے آفتاب کو گہن لگ گیا زمین کربلا کو زلزلہ ہوا فرات کا پانی تیز تیز اچھلنے لگا ۔ درمیان زمین و آسمان کے منادی نے ندا دی ۔ الا قتل الحسین بکربلا ۔ الا ذبح الحسین بکربلا ،

الا لعنۃ الله علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۃ

مردم

مجلس دہم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہٖ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَھِمِ خِطَابِہٖ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ۔ ذَالِکَ ھُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ سورہ یونس جز ۱۱ رکوع ۱۲ میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے آگاہ وخبردار ہو جاؤ کہ دوستان خدا کو نہ کسی طرح کا خوف و خطر ہے اور نہ کبھی وہ لوگ محزون ومغموم ہونگے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اور محرمات خدا سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے واسطے خدا کی جانب سے دنیا و آخرت میں مژدہ وبشارت ہے اللہ کے کلمات کبھی نہیں بدلتے یہ نوید وبشارت فوز عظیم ہے۔

حضرات! حقتعالیٰ نے اس آیت میں اولیاء اللہ کے صفات وحالات ذکر فرمائے ہیں اور اولیاء اللہ کو سمجھنے اور اس آیہ وافی ہدایہ کا مطلب ذہن نشین ہونا اس بیان پر موقوف ہے کیونکہ اس سے آیت کا ماحصل بہت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گا وہ یہ ہے۔

یہ بات روز روشن کیطرح قابل اظہار ومحتاج بیان نہیں کہ ایمان کی رکن اعظم دو چیزیں ہیں یعنی ایمان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک تولاّ اور دوسرا تبرّاٗ۔

معنی تبرّا یہ ہیں کہ انسان دشمنان اہلبیت سے دشمنی وبیزاری ودوری کرے۔

اور تولاّ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اہلبیت اور انکے دوستوں سے محبت ومودت کرے اسی سے تو صلاۃ ولعنت دونوں ضروری ہیں۔ صلوات تولا اور لعنت تبرا کی ایک فرد ہے۔

ایمان کا محقق ہونا دو چیزوں پر موقوف ہے۔

چنانچہ علم طب میں تنقیہ اور تقویہ پر کل علم طب کا دارومدار ہے۔

تنقیہ کا مطلب اخلاط فاسدہ کی اصلاح اور تقویہ سے مقصود طبیعت ومزاج کو قوت پہونچانا ہے بغیر تنقیہ کے کوئی چیز مزاج کو فائدہ نہیں پہونچا سکتی خواہ خون فاسد ہو یا صفرا غالب ہو یا بلغم کی زیادتی ہو یا سودا بڑھ گیا ہو اول انکی اصلاح ضروری ہے اسکے بعد تقویت مزاج

کرنا مفید ہوکر صحت انسانی وتندرستی برقرار ہوتی ہے۔
یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ اگر کسان زمین میں کچھ بونا چاہتا ہے تو پہلے مواقع زراعت مثل شوریت وپتھر وگھانس وخس وخاشاک وغیرہ سے تصفیہ زمین کرکے ہل چلاکر دانہ بوتا ہے۔
اسی طرح ہم لوگ اگر چاہیں کہ اپنے باغیچہ دمین کو گلستاں ارم بنادیں تو اول اسکا تصفیہ ضروری ہے پہلے خس وخاشاک ومواقع کو دور کرکے پاک وصاف بنالیں پھر اس میں رنگارنگ کے پھول بوٹے لگائیں
یہ بات تو بچے بلکہ معمولی عقل والے بھی بخوبی جانتے ہیں کہ خضاب کرنے کے لئے کثافات مقامی کو اچھی طرح دور کرنا چاہیئے بعد کو خضاب کریں کیونکہ بغیر دفع کثافت کے خضاب اپنا عمل نہ کریگا۔
علم فقہ میں بھی یہ قاعدہ مسلم ومتفق علیہ ہے کہ اول نجاسات عینی کو زائل کرنا چاہیئے اسکے بعد تطہیر ممکن ہوسکتی ہے۔ بلا زوال نجاسات عینیہ اگر کوئی تطہیر کرے تو کل دریاؤں کا پانی بھی طاہر نہیں کرسکتا۔
علم اخلاق کا اجماعی کلیہ ہے کہ اول تخلیہ بعد کو تحلیہ یعنی پہلے دفع کثافت وضعات رذیلہ و اوصاف مذمومہ کو اپنے سے انسان دور کرے بعد اسکے خصائل حمیدہ واخلاق پسندیدہ ومحمودہ سے آراستہ وپیراستہ ہو۔
توجو شخص سلوک الی اللہ اور تقرب خدا اور داخل حزب اللہ وشامل جند اللہ ہونا چاہتا ہے تو اسکو بھی دو چیزیں ضروری ولازمی ہیں کیونکہ بغیر ان دو چیزوں کے سلوک الی اللہ ہونا محال وقرب خدا ناممکن و داخل حزب اللہ وشامل جند اللہ ہونا ممتنع اور دائرہ عبودیت کے خلاف اور خانہ اطاعت میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ اول کثافت گناہ ونجاست معصیت کو دور کرے دوم اعمال صالحہ وحسنات سے مزین ہو۔ ان دونوں کے بغیر انسان مورد الطاف الٰہی وشامل تفضلات ایزدی نہیں ہوسکتا۔
پس جب انسان کو کثافت گناہ سے پاک وطاہر ہونا مقصود اور نجاست معصیت سے طاہر ومطہر ہونا مطلوب ہو اسکو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے خطبہ آخر ماہ شعبان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔
آنحضرت اس خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَنْفُسَکُمْ مَرْهُوْنَةٌ

بِاَعمَالِکُمْ فَفُکُّوھَا بِاِسْتِغْفَارِکُمْ اے لوگوں تمہاری جانیں رہن ہیں تمہارے اعمال نیک
کے بدلہ میں پس تم لوگ توبہ و استغفار کرکے انھیں چھڑا دیعنی توبہ و استغفار کیوجہ سے تم کثافت
گناہ و نجاست معصیت سے پاک و صاف و طاہر و مطہر ہو۔

حدیث میں وارد ہے کہ حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام نے شیطان کے مسلط ہونے کی
درگاہ الٰہی میں شکایت کی خطاب ہوا کہ اے آدم ہم نے تمہاری اولاد کے متعلق قرار دیا ہے
کہ جبتک وہ معصیت و گناہ نہ کریں اسوقت تک ان پر کوئی گناہ نہ لکھا جائیگا۔ اور اگر کسی
امر نیک و عمل صالح کی صرف نیت ہی کریں تو ایک حسنہ اُنکے نامۂ عمل میں لکھا جائے گا۔
اور اگر اس عمل نیک کی نیت کو عمل میں لائیں تو دس حسنہ لکھے جائینگے۔ حضرت نے اور
زیادتی چاہی خطاب ہوا کہ جو شخص احیاناً کوئی گناہ کرے اور پھر استغفار کرے تو میں اسکو
بخش دیتا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی پروردگار اور زیادتی فرما۔ حکم ہوا کہ ہم نے
توبہ کو تمہاری اولاد کے واسطے مقرر کیا ہے۔ عرض کی بس اسیقدر مجھے کافی ہے۔ حکم ہوا کہ
اے آدم جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو سات گھنٹہ تک مہلت دیجاتی ہے۔ اگر استغفار کر لیا تو
معاف ہو جاتا ہے ورنہ بعد سات گھنٹہ کے وہ گناہ لکھ لیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر کیا رحمت واسعہ
الٰہی ہے۔

اور استغفار کے بھی مراتب و مدارج ہیں اول۔ دوم۔ سوم

درجہ اول کا استغفار وہ ہے کہ جو صرف نادم و پشیمان ہو کر زبان سے استغفار کرے یہ استغفار
موجب تخفیف گناہ ہے۔ اسکے بہت سے طریقہ ہیں انمیں سے صرف پانچ طریقوں کو مختصراً
بیان کرتا ہوں۔

اول۔ صبح کے وقت ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہنا موجب آمرزش گناہ ہے

دوم بعد ہر نماز واجب کے تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ ذُوالْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ کہنا بہت گناہوں کی آمرزش کا باعث ہے۔

سوم سوتے وقت اسی استغفار کو کہنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ وہ گناہ بعدد ریگ بیابان
و ستارۂ آسمان ہوں۔

چہارم شبانہ روز میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ عَلَیَّ۔

طریق استغفار

اول

دوم

سوم

چہارم

ایک دفعہ ضرور کہے اس استغفار کی وجہ سے خلاق عالم چالیس گناہ کبیرہ انسان کے بخشتا و معاف فرماتا ہے۔

پنجم۔ نماز میں تین مرتبہ استغفار ضرور کہے حتی الامکان ترک نہ کرے۔ اول تکبیرۃ الاحرام کے قبل۔ دوم دونوں سجدوں کے درمیان سوم بعد تسبیحات اربعہ کے ان تینوں مقام پر استغفار کہنے سے بہت سے گناہ انسان کے معاف ہوتے ہیں اور آیندہ کے واسطے موفق بالخیر ہوتا ہے۔

استغفار کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اگر گناہان گزشتہ کے متعلق انسان دل سے نادم و پشیمان ہو اور آیندہ کے متعلق پوری طرح ارادہ ترک گناہ کا رکھتا ہو تو اس طرح کی توبہ و استغفار موجب مغفرت کل گناہان و باعث آمرزش جمیع معاصی ہے جیسا کہ سید نعمۃ اللہ جزائری اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جسکا خلاصہ و ماحصل یہ ہے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص گناہگار جو ننانوے خون کرنیکے بعد پشیمان و نادم ہو کر توبہ کے ارادہ سے ایک عابد کے پاس جاکر کل ماجرا بیان کیا۔ عابد نے جواب دیا کہ اب توبہ تیری قبول نہیں۔ یہ سنتے ہی طیش میں آکر اس عابد کو بھی قتل کر ڈالا۔ بعد کو ایک عالم دین کی خدمت میں حقیقت حال کا اظہار کیا اور توبہ کرنا چاہی اس عالم نے جواب دیا کہ اچھا اگر تجھکو توبہ کرنا منظور ہے تو فلاں مقام کے عالم کے پاس جاکر توبہ کر وہ مرد روانہ ہوا درمیان میں جام عمر اسکا لبریز ہو گیا۔ اجل اسکی آگئی ملائکہ رحمت و فرشتہائے عذاب دونوں قبض روح کو آگئے۔ دونوں نے قبض روح کرنا چاہی۔ دونوں قسم کے ملائکہ میں اختلاف ہوا۔ خلاق عالم نے ارشاد فرمایا کہ زمین کو ناپ کر دیکھو کہ کتنی اس نے طے کی ہے حساب کرکے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ یا ایک بالشت راہ توبہ راہ ماندہ سے زیادہ تھی۔ ملائکہ رحمت نے اسکی روح قبض کی۔ مرحوم جزائری یہ بھی لکھتے ہیں کہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ باقی ماندہ راہ طے شدہ راہ سے زیادہ تھی۔ لیکن پروردگار عالم نے راہ طے شدہ کو بڑھا کر ملائکہ رحمت کو قبض روح کا حکم دیا۔ شعر

رحمت حق بہانہ میخواہد رحمت حق بہا نمیخواہد

درواقع حضرات ندامت و پشیمانی گناہان گزشتہ کے متعلق اور عزم مصمم آیندہ کے گناہوں کے ترک کے متعلق اگر حقیقۃً حاصل ہو جائے تو یقیناً موجب آمرزش گناہان کو باعث مغفرت

ننانوے خون کرنیکے بعد گو کہ دس خون اور کئے

معاصی ہے۔ یہ درجہ استغفار پہلے درجہ سے بڑھکر و بالاتر و افضل ہے۔
استغفار کا تیسرا درجہ حدیث میں وارد ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے استغفار کیا حضرت نے ارشاد فرمایا ثکلتک امک تیری ماں تیری صف عزا میں بیٹھے۔ آیا تو حقیقت استغفار سے بھی واقف ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں واقف نہیں ہوں آپ بیان فرمائیے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس میں چھ باتیں ہونا چاہیے اول گناہاں گذشتہ سے ندامت دوسرے آیندہ کے متعلق مصمم ترک گناہ کا ارادہ تیسرے ادائے حقوق خداوندی کہ جو اسکے ذمہ ہیں چوتھے ادائے حقوق خلق پانچویں اسقدر اطاعت الٰہی کرنے میں تکلیف گوارہ کرے کہ جتنی معصیت و گناہ کرنے میں لذت اٹھاتی تھی چھٹے جو گوشت و پوست حرام سے اسکا پیدا ہوا ہے اسکو اطاعت الٰہی میں گھلا وے۔ ان چھ چیزوں کے ساتھ اَستَغفِرُ اللّٰہ زبان پر جاری کرنا کامل درجہ کا استغفار اور حقیقی توبہ ہے
لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ جنکی توبہ و استغفار کسی طرح بھی قبول نہیں اگر کوئی شخص کسی برادر دینی کو قتل کرے یا فطرتاً اسلام پر متولد ہوکر حد بلوغ تک پہونچے اور بعد کو مرتد ہو جائے تو ہرگز توبہ و استغفار کے ذریعہ اُسکا گناہ معاف نہو گا۔ بلکہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے مرتد پر اُسکی زوجہ حرام اور مال اسکا وارثوں پر تقسیم ہو جائے گا۔ وہ خود واجب القتل اور خون اُسکا مباح ہوگا۔ اگر وہ درمیان اپنے اور خدا کے توبہ کرے تو توبہ اُسکی آیا قبول ہوگی یا نہ۔ اس میں علمار اعلام میں اختلاف ہے بعض قبول بتاتے ہیں جیسے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت حر بن یزید ریاحی کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کا قول ہے کہ قبول نہیں ہوتی۔ اور امام حسین علیہ السلام کا حر کی توبہ قبول فرمانے کا جواب دیتے ہیں کہ جناب حر بن یزید الریاحی کا مرتد ہونا ثابت نہیں ہے۔ علاوہ اسکے خاص طور سے اس فعل امام میں کوئی حکمت و مصلحت ہو گی لیکن عجب نہیں کہ مرتد مذکور کی توبہ حقیقی باطناً مقبول درگاہ ہو۔
ہاں البتہ قاتل نبی و قاتل امام کی توبہ و استغفار یقیناً قبول نہیں۔
الحاصل خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے اِستَغفِرُوا رَبَّکُم اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا سورہ نوح جزو ۲۹ رکوع ۹۔ استغفار کرو اپنے پروردگار کی درگاہ میں تحقیق وہ بڑا غفار ہے دوسرے مقام پر سورہ ذریات جز ۲۶ رکوع ۸ میں ارشاد باری ہے وَبِالاَسحَارِ ھُم یَستَغفِرُونَ یعنی اوقات سحر میں استغفار کرتے ہیں۔ غرضکہ قبول توبہ و استغفار خداوند عالم پر لازم ہے۔ کیونکہ اَلَّذِینَ اِذَا

وعدہ وفی شان کریم کی یہ ہے کہ جب کوئی وعدہ کرے تو ضرور اُسکو پورا کرے سورہ توبہ جز ۱۱ رکوع ۲ میں ارشاد باری ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ۔ یقیناً اللہ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اسی طرح کے استغفار کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ گناہوں سے توبہ کرنیوالا مثل بے گناہ کے پاک و صاف ہے۔ علاوہ برین صرف یہی نہیں کہ تائب کی توبہ قبول اور وہ مثل بے گناہ کے ہوجاتا ہے بلکہ تائب محبوب خدا کا ہے اسکو اللہ دوست رکھتا ہے ارشاد باری ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یقیناً اللہ توابین اور متطہرین کو دوست رکھتا ہے۔
غرضکہ جب انسان کثافت گناہ سے صاف و نجاست معصیت سے پاک ہوگیا تو پھر عمل صالح بجالانا موجب رفع درجات اور باعث حصول لذات ابدی ہے کیا اُسکی رحمت ہے۔ کیسا وہ کریم و رحیم کہ عمل جزئی کو قبول فرماکر ثواب کلی عطا فرماتا ہے۔ شعر

نیم جان بستاند و صد جاں دہد انچہ در وہمت نیاید آں دہد

ہم اپنے اعمال شبانہ روز پر نظر کریں دیکھیں کہ آیا دو رکعت نماز بلا عیب کہ جو مقبول بارگاہ ایزدی ہو اپنی تمام عمر میں ہم نے پڑھی۔ اگر دو ہی رکعت نماز صحیح ہو تو بھی خلاق عالم ثواب بیس حجوں کا مرحمت فرماتا ہے۔ اور اگر دو رکعت نماز جماعت کیساتھ مقبول ہوگئی تو ثواب ساٹھ حجوں کا پروردگار عالم عطا فرماتا ہے۔ اور حج بھی وہ حج کہ جو بہتر ہے ثواب میں پورا گھر سونے سے مملو راہ خدا میں دینے سے۔

کتاب جامع المعجزات میں لکھا ہے کہ ایک بندہ کو موقف حساب میں لاکر جب نامۂ اعمال اُسکے ہاتھ میں دینگے تو وہ بندہ نامہ عمل کو گناہوں سے بھرا دیکھکر خود بجانب جہنم روانہ ہوگا۔ خطاب رب العزت پہونچےگا کہ اے میرے بندے کہاں جاتا ہے وہ عرض کرےگا کہ جہنم کی طرف خطاب ہوگا کہ تیری ایک امانت ہمارے پاس ہے۔ وہ یہ کہ تو نے ایک دفعہ نیند سے بیدار ہوکر ایک تکبیر کہی تھی جو تیرے نامۂ عمل میں لکھی ہے۔ ہم تجھکو اس تکبیر کے عوض بخشتے ہیں اور داخل جنت کرتے ہیں اور اسی طرح اگر کسی پیاسے کو سیراب کیا تو ہر گھونٹ کے بدلے میں ستر ہزار حسنات نامہ عمل میں اوسکے ثبت ہوتے ہیں۔ اور اگر پانی کمیاب ہونے کے مقام پر کسی پیاسے کو سیراب کیا تو ایک بندہ اولاد اسماعیل سے آزاد کرنے کے برابر خداوند عالم ثواب مرحمت فرماتا ہے مختصر یہ کہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرنے اور اعمال صالح و اطاعت و عبادت الٰہی بجالانے

سے انسان دائرہ اولیاء اللہ و مقربان درگاہ خدا میں داخل ہوتا ہے۔ گو یہ مقام و مرتبہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اس عہدہ کی تاثیر اور اس منصب کی خاصیت قضاء و قدر الٰہی پر راضی و بلائے الٰہی پر صابر رہتا ہے۔

ایسے اولیاء اللہ کی تعریف میں خداوند عالم اوس آیت میں کہ جو اول مجلس میں ذکر ہوئی۔ سورہ یونس جز ۱۱ رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ کو کسی طرح کا خوف نہیں اور نہ کبھی وہ محزوں و مغموم ہونگے۔ لَھُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ انہی لوگوں کے واسطے دنیا و آخرت میں خدا کیجانب سے مژدہ و خوشخبری ہے۔ صاحب تفسیر منہج لکھتے ہیں لَھُمُ الْبُشْریٰ فِی الدُّنْیَا سے مقصود یہ ہے کہ وقت جانکنی ان اولیاء خدا سے فرشتے کہتے ہیں۔ سورہ حم سجدہ جز ۲۴ رکوع ۱۸ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نہ ڈرو اور نہ کوئی رنج کرو بلکہ خوش و خرم ہو کر اُس جنت میں جاؤ جسکا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اور وَفِی الْاٰخِرَۃِ بشارت آخرت سے مقصود یہ ہے کہ فرشتے انساں سے کہیں گے سورہ زمر جز ۲۴ رکوع ۴ پر حقتعالی اسکو بیان کرتا ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ سلام خدا ہو تم پر کہ تم پاک و پاکیزہ ہو گئے۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے ان جنتوں میں داخل ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام سے لوگوں نے اوصاف اولیاء اللہ دریافت کئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو راتوں کو بجہت عبادت بیدار رہتے ہیں چہرے اُنکے زرد ہوتے ہیں انکے پیٹ پیٹھ سے لگے ہوتے ہیں دونوں ہونٹ خشک ہونگے۔

حضرت امام چہارم ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء خدا سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرائض و واجبات الٰہی کو ادا کریں۔ ممنوعات و محرمات سے پرہیز کریں مستحبات کیطرف راغب ہوں دنیا سے کنارہ و متنفر کسب حلال سے روزی حاصل کریں حقوق واجبی و سنتی ادا کریں پس حقتعالی ان صفات حسنہ کے سبب سے دنیا میں بھی انکے واسطے درجات عالیہ مقرر فرماتا ہے اور آخرت میں بھی مقامات و مراتب اُنکے بلند فرماتا ہے

حدیث نبوی میں ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ولی اللہ کون ہے۔ تو آپنے اپنا دست مبارک حضرت امیر علیہ السلام کے کاندھے پر رکھکر فرمایا

هٰذَا وَلِیُّ اللّٰهِ یہ ولی اللہ ہیں۔ شعر

خوشا ما خوشا دین و دنیائے ما   کہ ہمچوں علی ہست مولائے ما

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صنادید قریش کے پاس تشریف فرما تھے کہ میں حاضر خدمت ہوا جب مجھ پر حضرت کی نظر پڑی تھوڑی دیر مجھے دیکھتے رہے پھر ارشاد فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اِنَّمَا مَثَلُکَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کَمَثَلِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ اَحَبَّهٗ قَوْمٌ وَاَفْرَطُوْا فِیْ حُبِّهٖ فَهَلَکُوْا وَاَبْغَضَهٗ قَوْمٌ وَاَفْرَطُوْا فِیْ بُغْضِهٖ فَهَلَکُوْا وَاقْتَصَدَ فِیْهِ قَوْمٌ فَنَجَوْا۔ فرمایا اے علی تمہاری مثال اس اُمت میں مثل عیسیٰ ابن مریم کے ہے، ایک قوم نے انکو دوست رکھا اور انکی محبت میں اتنی زیادتی کی کہ مرتبہ الوہیت تک پہونچا دیا تو بیدین ہوئے۔ اور ایک گروہ نے انکو دشمن رکھا اور دشمنی میں اتنی زیادتی کی کہ در پے ہلاکت ہوے اور گمراہ ہوے۔ اور ایک جماعت نے میانہ روی اختیار کی تو انھوں نے نجات پائی۔

اے علی تمہارا حال بھی اس امت میں ایسا ہی ہے کہ لوگ الوہیت کے ساتھ اطاعت کرینگے اور ایک فرقہ تمکو دشمن رکھے گا اور تمہارے حق میں سخنان بیہودہ کہے گا۔ پہلا گروہ بسبب افراط کے اور دوسرا بسبب تفریط کے ہلاک و گمراہ ہوگا۔ وَشِیْعَتُکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ اور تیسرا فرقہ جو میانہ روی اختیار کریگا وہ تمہارے شیعہ ہیں یہی لوگ روز قیامت رستگار ہوں گے۔

حضرات اگر عیسیٰ کو فلک چہارم پر معراج ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام کو بالائے دوش نبی معراج ہوئی۔ شعر

بود چوں دوش نبی بالاتر از عرش بریں   زیں سبب شد جائے پایت یا امیر المومنینؑ

ہاں جسم جناب امیر ضرور زمین پر رہا اور جناب عیسیٰ معہ جسم کے آسمان پر ضرور گئے لیکن اس معمہ کو کیا خوب شاعر فارسی زباں نے حل کر دیا ہے۔ اشعار

مسیح بر فلک و مرتضیٰ علی بزمیں   دلم ز تاتش ایں غصہ بسکہ بود کباب
سوال کردم ازیں ماجرا ز پیر خرد   جو غنچہ لب بتبسم کشود و داد جواب
کہ قدر ہر دو بجنیز ان عدل سنجیدند   چو او گران تر از و بود در ہمہ ابواب
نشست پلہ میزان مرتضیٰ بزمیں   مسیح بر فلک چہارمی برفت شتاب

جناب عیسیٰ کے بارے میں بطور عتاب حقتعالیٰ سورہ مائدہ جزء ۷ رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے نصاریٰ سے کہدیا تھا کہ وہ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا کے علاوہ دو خدا اور بنا لیں۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے وجود ذیجود پر خداوند عالم نے فخر و مباہات کی ہے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ شب ہجرت جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ یہاں سے ہجرت فرمائیے اور اپنے فرش خواب پر جناب امیر کو شب ہونیکا حکم دیجئے جناب رسالتماب نے جناب امیر کو طلب فرمایا اور جبرئیل جو حکم لائے تھے اس سے جناب امیر کو آگاہ کیا جناب امیر نے عرض کی بسم اللہ جو حکم خدا ہوا ہے آپ اُسکی تعمیل فرمائیے۔ میری جان اور میرے ماں باپ کی جان سب آپ پر فدا ہو۔

مومنین پانچ راتیں اہلبیت رسولخدا پر بہت سخت گذریں۔ ایک یہی شب ہجرت رسول تھی۔ دوسری شب وفات رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ تھی۔ تیسری رات وہ مصیبت و سخت تکلیف کی رات اہلبیت پر تھی کہ جسکی صبح کو جناب امیر علیہ السلام شہید ہوئے یعنی شب ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ کی تھی۔ چوتھی رات مصیبت اہلبیت کی وہ شب تھی جسکو آپ حضرات سمجھ گئے ہونگے۔ آہ آہ وہ عاشور کی رات تھی۔ اس شب کو عجیب عجیب مصیبتیں ذریت رسولخدا پر گذریں۔ پانچویں رات گیارہویں شب محرم تھی آہ آہ اہلبیت رسول پر جو مصیبت اس شب میں پڑی وہ کبھی نہ پڑی تھی۔

آپ تصور فرمائیے کہ امام حسین شہید ہو چکے ہیں سب عزیز و انصار بھی مارے جا چکے ہیں۔ اہلبیت جلے ہوئے خیموں میں بیٹھے اپنے اپنے وارثوں کو رو رہے ہیں۔

سید بن طاؤس علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ عمر سعد نے سر امام حسین علیہ السلام تو اسی وقت عصر عاشورا کو خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ کوفہ روانہ کر دیا تھا۔ باقی شہدا کے سروں کو تنوں سے جدا کر کے شمر بن ذالجوشن اور قیس بن شعث کے ہمراہ روانہ کئے۔

آہ آہ اطفال کو اہلبیت نے نہ معلوم کس طرح تسلی و دلاسہ دیکر اور خستگی و ماندگی سے بچے جلے خیموں میں آرام کر رہے ہیں۔ جناب ام کلثوم نگراں ہیں جناب زینب پاسبانی و طلایہ پھیر رہی ہیں کہ یکایک جانب کوفہ سے سیاہی نمودار ہوئی جناب زینب نے خیال کیا کہ شاید

ہم لوگوں کو اذیت و تکلیف پہونچانیکی غرض سے لوگ آتے ہیں۔ جناب زینبؑ آگے بڑھیں دیکھا کہ ایک سوار نقابدار چلا آتا ہے۔ بڑھکر فرمایا کہ اے سوار ابھی اطفال خورد سال ہمارے روتے روتے تھک کر آرام کر رہے ہیں ہمیں شب بھر مہلت دے صبح کو جو تیرا جی چاہے کرنا سوار کچھ نہیں سنتا آگے چلا آتا ہے۔ یہانتک کہ جناب زینبؑ نے آگے بڑھکر لگام تھام لی اور فرمایا کہ اے سوار میں کس کس طرح تجھے روک رہی ہوں اگر اب تو نہ مانے گا اور یہاں سے آگے بڑھے گا تو میں ابھی اپنے بابا حضرت امیرؑ سے فریاد کرونگی۔ اس سوار نے جونہی نام جناب امیرؑ کا نام سنا منھ سے نقاب الٹ دی اور فرمایا اے بیٹی زینبؑ نہیں پہچانا تم نے میں تمہارا باپ علی ہوں اے بیٹی جاؤ تم آرام کرو میں آج کی شب پاسبانی کرونگا جناب زینبؑ نے سنتے ہی دونوں ہاتھ گردن میں حضرت کی ڈالدیے اور عرض کی بابا آپ بہت دیر میں تشریف لائے کاش اسوقت تشریف لاتے جب سینہ حسینؑ پر شمرؔ بے ادبی کر رہا تھا اور خیموں میں آگ لگائی گئی تھی اور لاش اطہر امامؑ حسین کی پامال سم اسپاں ہوئی تھی اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس یازدہم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ مُحْكَمِ كِتَابِهِ الْكَرِيْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ سورہ طلاق جزو ۲۸ رکوع ۷ ارشاد باری ہے خدا پر توکل کرنیوالے کیلئے اللہ ہر مہم کو آسان و ہر مشکل کے حل کرنیکے واسطے کافی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری صحابی رسول اس آیت پر لوگوں کو توکل کیطرف ترغیب و تحریص دیتے تھے۔

معنی توکل کے یہ ہیں کہ انسان نَفْيُ الشُّكُوْكِ وَتَفْوِيْضُ الْاُمُوْرِ اِلٰى مَالِكِ الْمُلُوْكِ مخلوق کیجانب سے قطع نظر کر کے اپنے امور کو سپرد مالک الملوک کر دے اور اُسپر پوری طرح اعتماد و کامل طریقہ سے بھروسہ کرے۔

جناب یوسف پیغمبر نے جب اُس قیدی سے کہ جو چھوٹنے والا تھا ارشاد فرمایا کہ جب تو

جھوٹ کر دربار بادشاہ میں پہنچے تو مجھکو نہ بھولنا اور میرا ذکر بھی اس سے کرنا تاکہ میں بھی اس قید کی مصیبت سے نجات پاؤں۔ سورۂ یوسف جزو ۱۲ رکوع ۱۵ پر خود خلاق عالم انکی زبانی بیان فرماتا ہے وَاذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ یعنی جناب یوسف نے اس سے کہا کہ میرا ذکر بادشاہ سے کرنا پس اس بات کو شیطان نے اُسے بھلا دیا۔ صرف اتنی سی بات پر کہ خالق کیطرف توجہ نہ کی اور مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے سات برس مبتلائے قید رہے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے یوسف حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم کو حسن و جمال کس نے دیا۔ یوسف نے کہا خلاق عالم نے کہا تم کو محبوب پدر کس نے کیا کہا اُوسی پروردگار عالم نے کہا کس نے تم کو دعائے نجات تعلیم کہا رب العزت نے کہا کس نے قافلہ کنویں کے قریب بھیجا کہا ذات احدیت نے۔ کہا کنوئیں میں ڈوبنے سے کس نے بچایا کہا اُسی پروردگار عالم نے۔ کہا کنوئیں سے کس نے نکلوایا کہا حقتعالیٰ نے۔ کہا کس نے گہوارے میں بچہ کو تمہاری پاکدامنی کی شہادت کیواسطے متکلم و گویا فرمایا۔ کہا خلاق عالم نے۔ کہا کس نے تمہاری عصمت کی شہادت دلوائی کہا اسی حقتعالیٰ نے۔ کہا علم تعبیر خواب کس نے تم کو عطا کیا کہا خدائے یکتا نے کہا تم کو اس نے کسی وقت میں فراموش نکیا تو اب کیسے تم کو فراموش و بھول جائے گا۔ کہ جو تم نے ایسے خدائے برتر و توانا کو چھوڑکر ادنیٰ مخلوق سے متوسل ہوئے۔ اے یوسف اسکے بدلے میں سات سال تک قید کی مصیبت اٹھاؤ۔ اللہ اکبر۔ تھوڑی سی مدد مخلوق سے لینے اور ذرا سی توجہ خالق کو چھوڑکر مخلوق کیطرف کرنے سے جناب یوسف ایسے پیغمبر صدیق عتاب الٰہی میں مبتلا اور گرفتار ہوئے۔ تو کیا حال ہوگا اُن لوگوں کا کہ جو خدائے قوی و توانا کو چھوڑکر مخلوق کے دروں کی گدائی اور ہر کس و ناکس کے دروازوں پر ناصیہ فرسائی کرتے ہیں۔ سورہ مائدہ جزو ۶ رکوع ۸ میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے عَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ اے مومنوں خدا پر توکل و اعتماد کرو اگر کچھ بھی ایمان رکھتے ہو۔ سورہ فرقان جزو ۱۹ رکوع ۳ میں ارشاد الٰہی ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ یعنی خدائے حی و دائم و قائم پر توکل و اعتماد کرو۔

حدیث میں وارد ہے کہ حضرت امیرالمومنین جنگ صفین کے واسطے لشکر آراستہ فرما رہے تھے۔ تو ان میں ایک باپ بیٹے ایسے تھے جو ایک دوسرے سے بدرجہ مشابہ و شبیہ تھے۔ حضرت اُن پر غور سے بار بار نظر فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ تم دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے

سے کسقدر مشابہ ہو۔ اس نے عرض کی یا امیرالمومنین اس لڑکے کی حکایت عجیب وغریب ہے۔ یا امیرالمومنین جب یہ بچہ شکم مادر میں تھا تو مجھکو سفر درپیش ہوا میں اس بچہ کو سپرد خدا کرکے سفر میں گیا اور جب واپس ہوا تو ماں اسکی انتقال کرچکی تھی۔ اور چند ہی روز انتقال کو گذرے تھے۔ میں بہت رویا پیٹا اور اسی غم والم میں سوگیا شب کو خواب میں دیکھا کہ میرا بچہ صحیح وسلامت قبر میں ہے میں بیدار ہوا خواب کی طرف خیال نہ کیا کہ یکایک ہاتف غیبی کی بھی آواز سنی کہ جسپر میں نے قبر کھود کر دیکھا بچہ اپنی ماں کے پستان سے چمٹا دودھ پی رہا ہے میں نے بچہ کو لیلیا قبر بند کردی دل میں خیال آیا کہ جس خدا نے بچہ کو اس طرح صحیح وسلامت مجھ تک نہ پہونچا دیا تو کیوں اس نے اسکی ماں کو مجھ سے نہ ملایا ہاتف غیبی نے آواز دی چونکہ تو نے صرف بچہ کو ہمارے سپرد کیا تھا۔ اسواسطے یہ بچہ ہمنے صحیح وسلامت تجھے سونپ دیا۔ اگر تو اسکی ماں کو بھی ہمارے سپرد کرتا تو ہم اُسے بھی صحیح وسالم تیرے سپرد کر دیتے۔ اشعار

ہاں توکل کن ملرزاں دست وپائے — رزق تو برتو ز تو عاشق ترست

گر ترا صبری بودی رزق آمدی — خویش را چوں عاشقاں برتو زدی

حضرات اس بیان پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں اس حکایت کو اس سے دریافت کیا۔ حالانکہ شان امام یہ ہے کہ ہر چیز کا اُن کو علم ہو تو اسکے جوابات بہت ہیں منجملہ اسکے یہ ہے کہ اگر حضرت امیر اس حکایت کو اُس سے ظاہر بظاہر نہ دریافت فرماتے اور صرف اپنے علم سے معلوم ہونے پر ساکت رہتے تو ہم لوگوں کو توکل خدا کا یہ فائدہ معلوم نہ ہوتا۔

ہاں ہم لوگ امام کے متعلق علم کے قائل ہیں۔ یعنی امام عالم ہوتے ہیں۔ اور خدا کے متعلق بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ عالم ہے۔ صفات ثبوتیہ سے ایک یہ کہ خدا عالم ہے لیکن علم امام یا علم نبی اور علم الٰہی میں بہت فرق ہے۔ ایک یہ کہ علم الٰہی خدا کی عین ذات ہے۔ اور علم انبیا و ائمہ عین نہیں۔ اگر علم خدا عین ذات نہ ہو تو خدا کا مرکب ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ عقلی بات ہے کہ ہر مرکب اپنے جزو کا محتاج ہوتا ہے۔ اور محتاج ہونا شان الوہیت اور واجب الوجود سے بعید ہے۔

فرق درمیان علم خدا و علم امام و انبیاء

دوسرا فرق علم خدا اور علم ائمہ میں یہ ہے کہ علم خدا اُسکے وجود سے ہے یعنی جب سے خدا کا

وجود تصور ہو اسی کے ساتھ ہی علم خدا بھی تصور کرنا چاہیئے۔ بخلاف علم ائمہ و انبیاء کے کہ انکا علم علیم خدا سے ہے۔

تیسرا فرق۔ علم خدا و علم ائمہ و انبیاء میں یہ ہے کہ خدا عالم الغیب ہے کوئی جزئی و کلی چیز اُسکے علم سے باہر و خارج نہیں۔ بخلاف علم انبیاء و ائمہ کے کہ انکو بعض چیزوں کا علم نہیں ہے۔ مثلاً خود علم خدا کا انکو علم نہیں یا کنہ ذات و حقیقت الٰہی سے وہ واقف نہیں یا اسم اعظم الٰہی کہ جسکے تہتر حروف سے صرف ایک حرف کا علم ائمہ و انبیاء کو ہے۔ بقیہ بہتر حروف مخصوص ذات پروردگار عالم ہیں اس سے کوئی مخلوق مطلع و باخبر و واقف نہیں۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ آیا علم ائمہ کی ابتداء کب سے ہوتی ہے بعض کا قول ہے کہ پیغمبر قبل یا امام قبل کے دنیا سے اُٹھنے کے بعد دوسرے پیغمبر یا امام کے علم کی ابتداء ہوتی ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ابتدائے علم ائمہ رحم مادر سے شروع ہوتی ہے۔ جیسا کہ صاحب تحفۃ المجالس تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام شکم مادر میں تھے ابھی متولد نہ ہوئے تھے تو یہودیوں نے مشورہ کر کے شمعون یہودی کے ذریعہ ایک گوسفند بریاں کہ جس میں اچھی طرح سے زہر ملایا تھا جناب ابوطالب کے گھر اس غرض سے بھیجا تاکہ جناب فاطمہ بنت اسد مادر گرامی جناب امیر علیہ السلام کی کھالیں اور معہ اپنے فرزند شکمی کے ہلاک ہو جائیں چنانچہ جب وہ گوسفند بریاں لائے تو جناب فاطمہ بنت اسد نے اُٹھکر لینا چاہا۔ ناگاہ شکم مبارک میں سنگینی محسوس ہوئی اور آواز آئی کہ اے مادر گرامی آپ اسکو ہاتھ تک نہ لگائیے۔ کیونکہ زہر ملایا ہے۔ جناب فاطمہ نے اُسکو اسی طرح واپس کر دیا۔ جب شمعون یہودی کے کنیز و غلام اس گوسفند بریاں کو گھر لیگئے تو معلوم ہوا کہ شمعون معہ اپنی زوجہ کے باغ گیا ہے اور دونوں لڑکے اسکے مکتب میں ہیں نوکروں نے وہ خوان مکان میں رکھا ناگاہ شمعون کے دونوں لڑکے مکتب سے پڑھکر گھر واپس آئے۔ لڑکے بھوکے تھے دونوں نے اسی گوسفند سے خوب سیر ہو کر کھایا۔ زہر نے اپنا اثر کیا اور دونوں لڑکے تڑپ کر مر گئے غلام و کنیزوں نے فوراً شمعون اور اسکی زوجہ کو خبر دی۔ وہ دونوں روتے پیٹتے آئے جب لڑکوں کو مردہ پایا تو کمال صدمہ کی وجہ سے زوجہ شمعون نے ایک پتھر اپنے سینہ پر ایسا مارا کہ وہ خود بھی مر گئی اس صدمہ سے شمعون بھی ایسا متاثر ہوا کہ ایک پتھر اپنے سر پر مار کر واصل جہنم ہو گیا۔ مَنْ حَفَرَ بِئْراً لِاَخِیْهِ وَقَعَ فِیْهِ۔ چاہ کندہ را چاہ در پیش۔

لیکن میرا اعتقاد ائمہ معصومین کے بارے میں یہ ہے کہ ہمارے بارہ اماموں کی امامت مثل پیغمبر آخر الزماں کے ہے۔ یعنی جسطرح رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ قبل خلقت عالم انوار میں نبی تھے اسیطرح انکے بارہ اوصیاء کی امامت یعنی یہ بزرگوار بھی قبل خلقت عالم و آدم امام تھے اور جب ہی خدا نے انکو علم عطا کیا تھا۔ یہی توجہ ہے کہ انھوں نے دعوای علم کیا جسکو باستثناء پیغمبر آخر الزماں کسی نے نہیں کیا سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ سوال کرو مجھ سے جو جی چاہے۔ قبل اسکے کہ میں مفقود ہو جاؤں۔ یہ دعوا دنیا میں سوائے انکے کسی نے نہیں کیا۔ علامہ سبط ابن جوزی نے بھی یہ دعوی کیا تھا کہ جسکو مدینہ ایک معمولی عورت نے ایسا ذلیل وحقیر کیا کہ جسکو سب جانتے ہیں۔

مختصر یہ کہ خداوند عالم جو انسان کو اپنے اللہ پر توکل وبھروسہ کر لیتا ہے تو اسکو کبھی بھوکا نہیں رکھتا۔ کیونکہ رزق مخلوق اس نے اپنے ہاتھ میں اور اپنے قبضہ واختیار میں رکھا ہے بلکہ لوگوں کے اطمینان کی خاطر سورہ والذاریات جزو ۲۶ رکوع ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور رزق وروزی تمہاری اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ اور خلاق عالم نے محض اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ وعدہ و اقرار کر لیا ہے جیسا کہ سورۂ والذاریات جزو ۲۷ رکوع ۲ میں ارشاد باری ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ یعنی یقینا پروردگار عالم بہت بڑا روزی دینے والا ہے قوی وتوانا ہے۔ اور زبردست ہے۔

لیکن چونکہ انسان متلون المزاج ہے اس واسطے صرف وعدہ پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ بلکہ ضمانت وذمہ داری رزق کی کرکے انسان کو اطمینان دیا۔ جیسا کہ سورہ ہود جزو ۱۲ رکوع ۱ پر ارشاد الٰہی ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اور زمین کے چلنے والوں میں ایسا کوئی نہیں ہے جسکی روزی خدا کے ذمہ اور اسکا پروردگار ضامن نہ ہو۔ اللہ اکبر ضمانت پر اکتفا نہ کی بلکہ قسم کھا کر سورۂ والذاریات جزو ۲۶ رکوع ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ پس خدائے آسمان وزمین کی قسم ہے بالکل ٹھیک ہے جسطرح تم باتیں کرتے ہو باوجود اس کے پھر بھی انسان کو روزی ورزق کی فکر ہے۔ اور اگر اللہ پر سے انسان کا بھروسہ اٹھ جائے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو کر دائرہ مشرکین میں داخل ہو جائیگا۔ کیونکہ باوجود اطلاع و

اقرار و وعدہ وضمانت و قسم کے انسان حرص دنیا کو چھوڑ کر قناعت اختیار نکرے تو ایسا شخص سگ نفس کی پیروی و شیطان لعین کی پیروی کر رہا ہے۔

یہ سب اسواسطے ہے کہ انسان کو پروردگار عالم پر پوری طرح توکل و اعتماد و بھروسہ ہو کیونکہ توکل بہت بڑی صفت و نہایت اعلیٰ خصلت ہے کہ جسکے بارے میں خلاق عالم سورہ آل عمران جزءہم رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ بتحقیق کہ خداوند عالم توکل کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جبرئیل سے معنی توکل دریافت کئے۔ جبرئیل نے عرض کی اَلْعِلْمُ بِاَنَّ الْمَخْلُوْقَ لَا یَنْفَعُ وَلَا یَضُرُّ وَاِسْتِعْمَالُ الْیَاسِ مِنَ الْخَلَائِقِ۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان یقین کامل کرے کہ مخلوق اُسکو نہ نفع پہونچا سکتی ہے اور نہ ضرر اور مخلوق سے مایوس ہو کر رحمت الٰہی سے مانوس ہو۔ جبکہ انسان اس درجہ توکل پر فائز ہو جاتا ہے تو لَمْ یَعْمَلْ لِاَحَدٍ سِوَی اللّٰہِ وَلَمْ یَرْجُ سِوَی اللّٰہِ وَلَمْ یَخَفْ سِوَی اللّٰہِ وَلَمْ یَطْمَعْ فِیْ اَحَدٍ سِوَی اللّٰہِ۔ ایسا بندہ سوائے خدا کے سوا کسی کے لئے عمل نہیں کرتا۔ اور بجز خدائے وحدہ لاشریک کے کسی دوسرے سے کوئی امید نہیں رکھتا اور سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا اور سوائے خدا کے کسی سے کوئی طمع ولالچ نہیں رکھتا پس یہ معنی توکل کے ہیں۔

حضرات توکل کے تین درجے ہیں۔ اول درجہ توکل مثل وکیل و موکل۔ یعنی انسان کم از کم اتنا خدا پر بھروسہ کرے کہ جتنا موکل اپنے وکیل و نائب پر کرتا ہے۔ موکل اپنے وکیل کو اپنا پورا کام سونپ دیتا ہے۔ اور پھر اُسپر اعتماد کرتا ہے۔ کہ جس میں وکیل موکل کی خیر و صلاح و بہبودی دیکھے گا اسی کو عمل میں لائے گا۔ یہ درجہ توکل پست ترین درجات توکل ہے۔

دوم درجہ توکل کفیل کا ہے۔ یہ درجہ توکل پہلے سے بڑھا و چڑھا ہے۔ جسطرح چھوٹا بچہ اپنے والدین و بزرگوں پر بھروسہ و اعتماد کرتا ہے۔ آیا ہم لوگ مثل بچہ کے خدا پر توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔ جس طرح بچہ کو والدین اگر کوئی چیز دیتے ہیں تو وہ اسکو کھاتا پیتا پھینکتا توڑتا بانٹتا ہے بلکہ بہت ہی تھوڑا سا اپنے کام و صرف میں لاتا ہے۔ بقیہ تو متوکلاً ضائع و برباد کرتا ہے۔ یہ نہیں خیال کرتا کہ ہمارے والدین نے معلوم کس صورت سے یہ چیز

معنی توکل کو جبرئیل نے بیان کئے

توکل کے تین درجوں کا بیان

اسوقت ہم کو فراہم کردی ہے۔ ہم بقدر ضرورت اس میں سے استعمال کریں بقیہ کو دوسرے وقت ضرورت کیواسطے رہنے دیں۔ ایسا نہو کہ دوسرے وقت یہ چیز ہمکو نہ ملے کیونکہ بچے کو پوری طرح اپنے والدین پر بھروسہ و توکل ہے کہ ہم کو جب بھی جس چیز کی ضرورت ہوگی تو ہمارے والدین ہمارے واسطے جسطرح بھی ممکن ہوگا فراہم کردینگے۔ کم از کم ہم لوگ بھی اپنے پروردگار پر اتنا ہی بھروسہ کرلیں تو دین و دنیا میں بیڑا پار ہوجائے گا۔

یہ درجہ پہلے سے بہت افضل و اعلیٰ ہے۔

سوم درجہ توکل مثل میت بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ کے ہے۔ غسال میت کو جس طرح الٹے پلٹے اور جس صورت سے رکھے تابع و مطیع رہتی ہے۔ کوئی خواہش اپنی پیش نہیں کرتی۔ انسان اس طرح اپنے پروردگار پر توکل و اعتماد کرے۔ جیسے میت غسال کی مرضی کی تابع اور کوئی خواہش اپنی پیش نہیں کرتی۔ اسی طرح انسان ہمہ تن مشیت الٰہی و قضا و قدر کا تابع رہے سورہ انبیاء جز ۱۷ رکوع ۲ پر ارشاد الٰہی ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ یہ آیت ایسے ہی توکل رہنے والوں کی شان میں ہے۔ بمفاد آیہ وہ معزز و محترم ایسے لوگ ہیں کہ جو اپنی خواہش درگاہ الٰہی میں پیش نہیں کرتے۔ بلکہ مشیت الٰہی پر خوش و مسرور رہیں اور قضاء و قدر الٰہی سے آنکھوں میں نور دل کو اسکے سر در حاصل ہوتا ہے۔ یہ درجہ بجد اعلیٰ اور پہلے دونوں درجوں سے بدرجہا بہتر و افضل ہے۔

حضرت ابراہیم کا درجہ توکل

جیسے حضرت ابراہیم خلیل تھے۔ ہر مخلوق نے مدد کرنے کی خواہش کی مگر انھوں نے مخلوق کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی اور نہ کسی کی مدد قبول کی جب وہ اس درجۂ عالی توکل پر ثابت قدم رہے۔ تو پھر فوراً خلاق عالم نے انکی مدد کی۔ سورہ انبیاء جز ۱۷ رکوع ۵ میں خلاق عالم نے ارشاد فرمایا یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ اے آگ تو ابراہیم پر بالکل ٹھنڈی ہو اور سلامتی کا باعث رہ۔

پیغمبر اسلام کا درجہ توکل اور اسکا صلہ

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا درجہ توکل بھی بہت بڑا تھا۔ خدا نے اس توکل کا بدلہ بھی بہت بڑا قرار دیا۔ عاص بن وائیل نے پیغمبر کو نہایت توہین کیساتھ صنادید قریش کے روبرو ابتر کی لفظ سے اہانت کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس معاملہ کو خدا کے سپرد فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اور نہ کوئی خواہش اس بارے میں درگاہ احدیت میں پیش

کی نہ کسی مخلوق سے اس بارے میں مدد کمک چاہی۔ خلاق عالم نے سورۂ انا اعطینا نازل کیا اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَر۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانحَر۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الاَبتَر۔ اے رسول ہم نے تمکو کوثر عطا کیا۔ تم اپنے خدا کی نماز پڑھا کرو۔ اور قربانی دیا کرو بیشک تمہارا دشمن مقطوع النسل ہے۔ کوثر کے متعلق اختلاف ہے۔ کسی نے نہر کوثر مراد لی ہے کسی نے علم کثیر معنی بتائے ہیں اور کسی نے علم و عمل بتایا ہے کسی نے نبوت لکھا ہے۔ لیکن عبداللہ بن عباس اور بن جبیر اور مجاہد نے خیر کثیر یعنی کثرت اولاد مراد لی ہے اللہ اکبر پیغمبر خدا کے توکل کا درجہ کسقدر زبردست تھا کہ خداوند عالم نے جبیا جاگتا چلتا پھرتا بدلہ وعوض یعنی اولاد کثیر عطا فرمائی۔ گو بنی عباس و بنی امیہ نے انکے فنا و نابود کرنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن یہ پیغمبر خدا ہی کے توکل کا نتیجہ ہے کہ آج بھی مشرق و مغرب جنوب و شمال خشکی و تری بلکہ دنیا کے ہر گوشہ و کونہ میں یہی گل محمدی سادات رفیع الدرجات موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہینگے۔

حقانیت اسلام و پیغمبر کی نبوت کی تصدیق اور قرآن مجید خدائی کتاب ہونکی دلیل دنیا میں اور اس سے بڑھکر کیا چاہیئے ہے کہ کل دنیا کا بچہ بوڑھا امیر و غریب لولا لنگڑا اندھی ہاتھ سے چھوکر چلتے جاگتے سادات رفیع الدرجات کو دیکھکر یقین کرے۔

روز عاشورا زمین کربلا پر صرف ایک بیمار علیل باقی رہگیا تھا اُسی کی نسل سے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں سادات رفیع الدرجات صاحب کرامات نظر آتے ہیں۔

آہ یہی جدّ سادات بیمار کربلا معہ اپنی ماں بہنوں پھوپھیوں کے اسیر ہوکر کربلا سے تا کوفہ اور کوفہ سے تا شام مثل بندیان ترک و روم کے گئے۔ ایک مرتبہ کسی نے خدمت میں اُس جناب کی عرض کی کہ یابن رسول اللہ سخت ترین مصائب آپ پر کہاں گزرے فرمایا اَلشَّام۔ اَلشَّام۔ اَلشَّام چنانچہ مقتل ابو مخنف میں سہل بن سعد سے منقول ہے کہ وقت داخلہ دمشق کے وہ جناب فرماتے تھے۔

اُقَادُ ذَلِیلًا فِی دِمَشقَ کَاَنَّنِی مِنَ الزَّنجِ عَبدٌ غَابَ عَنہُ نَصِیرٌ

آہ اعدائے دین مجھے شہر دمشق میں اس ذلت سے مقید کر کے لائے حسطرح کوئی شخص کسی غلام حبشی کو جسکا کوئی حامی و مددگار نہو قید کر کے لاتا ہے۔

وَجَدِّی رَسُولُ اللّٰہِ فِی کُلِّ مَشھَدٍ وَشَیخِی اَمِیرُ المُؤمِنِینَ اَمِیرٌ

باوجود اسکے کہ تمام عالم جانتا ہے کہ اجداد امجاد میرے جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ علیہما السلام ہیں۔ جو باعث ایجاد عالم تھے۔ اسیر بھی کسی نے رعایت نہ کی۔

فَیَالَیْتَ لَمْ اَبْلُغْ دِمَشْقَ وَلَمْ اَکُنْ یَرَانِیْ یَزِیْدُ فِیْ یَدَیْهِ اَسِیْرُ

کاش میں بھی ہمراہ اپنے پدر بزرگوار کے کربلا میں شہید ہوجاتا اور آج دمشق میں نہ پہونچتا اور اس حال سے اسیر یزید شر انجوار مجھے سامنے اپنے نہ دیکھتا آہ اُس جناب کو مع اہل حرم کے اعدائے دین رسن بستہ سامنے یزید لعین کے کس ظلم و ستم سے لائے کہ حضرت فرماتے ہیں ہم بارہ نفر اہلبیت رسالت سے ایک رسن میں بندھے تھے اُسوقت کے حال میں ابن نمّا لکھتے ہیں کہ اہل حرم کو دیکھکر یزید نے اپنے ملازموں سے کہا۔

قَدْ اَتَیْتُمْ بِاِمَاءٍ اَیْنَ بَنَاتُ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَةَ تم لوگ چند کنیزیں لیکر آئے ہو دختران علیؑ و فاطمہؑ کہاں ہیں۔ قَالُوْا هٰذِهٖ زَیْنَبُ وَهٰذِهٖ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بَنَاتُ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَةَ اُن اشقیا نے کہا کہ اے یزید یہ زینبؑ اور یہ ام کلثومؑ دختران علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس دوازدہم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ۔ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِهِ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیْمًا ۝ سورہ نساء جزء ۵ رکوع ۱۸ میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے۔ یعنی اگر تم نے شکر کیا اور اسپر ایمان لائے تو خدا تم پر عذاب کرکے کیا کریگا۔ بلکہ خدا تو شکر کرنیوالوں کا قدردان اور جاننے والا ہے۔ اس آیت میں دو بڑے امروں کو خداوند عالم نے بیان کیا۔ اول ایمان۔ دوم شکر۔

ایمان کے متعلق ابتدا کی مجلسوں میں کچھ بیان ہوچکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایمان بڑی چیز ہے۔ کل اعمال کا دارومدار اسی ایمان پر ہے۔ اگر ایمان نہیں تو کوئی عمل خواہ سنتی ہو یا واجبی قبول بارگاہ ایزدی نہیں جیساکہ مشہور روایت جناب امام حسین علیہ السلام کی ہے

ایک مرد غریب خدمت میں اُن حضرت کی حاضر ہوا اور دین و دنیا کی حاجت پیش کی حضرت نے فرمایا کہ میں تیرے مبلغ و معرفت کے موافق تیرے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہوں۔ یہ فعل حضرت کا کل اہل ایمان اور جمیع دنیائے اسلام کو ہدایت اس باعث کی کرتا ہے کہ ہر شخص سے اُسکے مبلغ علم و معرفت کے مطابق مسلوک ہونا چاہیئے بہر حال حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے بھائی میں تجھ سے تین مسئلے دریافت کرونگا۔ کہ جن میں سے اگر ایک مسئلہ کا جواب دیگا تو ایک ثلث قرض تیرا ے اور دو مسئلوں کے جواب پر دو ثلث قرض اور تینوں مسئلوں کے جواب پر کل قرض تیرا ادا کردونگا۔ اُس نے عرض کی اِسْئَلُكَ یُسْئَلُ عَنْ مِثْلِیْ آپ ایسے عالم علوم ربانی و واقف اسرار سبحانی کا جواب مجھ ایسا جاہل کیا دیسکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تیرے حسب حال سوال کرونگا۔ اُس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ اگر ایسا ہے تو اب ارشاد فرمائیے۔ اگر مجھے نہ معلوم ہوگا تو آپ سے دریافت کرلوں گا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

اول اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔ کل اعمال سنتی و واجبی میں کونسا عمل افضل و اعلیٰ ہے اُس نے عرض کی اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ اللہ اور اُسکے اوامر و نواہی پر ایمان رکھنا اور اسکے احکام پر عمل کرنا کل اعمال سے افضل و اعلیٰ ہے حضرت نے فرمایا صَدَقْتَ یَا اَخَ الْعَرَبِ۔ اے بھائی سچ کہا۔

دوم حضرت نے ارشاد فرمایا فَمَنْ نَجَاۃٌ مِنَ الْمَھَالِكِ اے بھائی شدائد دنیا و مہالک زمان سے کون چیز نجات دینے والی ہے اس نے عرض کی اَلثِّقَۃُ بِاللّٰہِ وَالتَّوَکُّلُ عَلَی اللّٰہِ پورا پورا اعتماد و بھروسہ کرنا اللہ پر کل مہالک و شدائد سے بچاتا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا صَدَقْتَ یَا اَخَا الْعَرَبِ۔ سچ کہا اے بھائی تو نے۔

سوم پھر حضرت نے ارشاد فرمایا مَا یُزَیِّنُ الرَّجُلَ دنیا میں زینت مرد کس چیز سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یا ابن رسول اللہ اَلْعِلْمُ مَعَہُ الْحِلْمُ عرض کی زینت مرد کی عالم دین متین ہونے میں ہے بشرطیکہ علم و برداشت کے ساتھ میں ہو حضرت نے فرمایا اِنْ اَخْطَاہُ اگر یہ نہو تو زینت مرد کس چیز سے ہے اُس نے عرض کی فَمَالٌ مَعَہُ الْبَذْلُ تو زینت مرد کی مالداری میں ہے بشرطیکہ بذل و بخشش کیساتھ میں ہو حضرت نے ارشاد فرمایا فَاِنْ اَخْطَاہُ اگر انسان کے پاس یہ بھی نہو تو پھر زینت مرد کس چیز سے ہے اُس نے عرض کی پھر فَقْرٌ مَعَہُ الصَّبْرُ تو زینت مرد کی فقیر ہونے میں ہے بشرطیکہ فقیری صبر کیساتھ ہو۔

حضرت نے ارشاد فرمایا فَاِنْ اَخْطَاہُ اگر یہ بھی انسان میں نہ ہو تو پھر زینت مرد کس چیز میں ہے عرض کی پھر تو زینت اس میں ہے فَصَاعِقَۃٌ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فَتُحْرِقُہٗ کہ ایک بجلی آسمان سے گرے اور اسکو جلا کر خاک کر دے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ صَدَقْتَ یَا اَخَا الْعَرَبِ۔ اے مرد سچ کہا تو نے۔ پھر حضرت نے موافق وعدہ کے اسکی حاجت پوری کی اور ضرورت سے زیادہ دیکر اسے رخصت کیا فِدَاکَ اُمِّیْ وَاَبِیْ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فدا ہوں ماں باپ میرے آپ پر اور آپ کی اس قدردانی وفقیر نوازی پر کہ جو آپنے اس مرد کے ساتھ برتی۔

مقصود اس حدیث کے بیان سے یہ ہے کہ ایمان تمام اعمال سے بہتر اور کل امور سے بالاتر ہے۔

رہا دوسرا امر یعنی شکر اسکے متعلق سورۂ نساء جزو ۵ رکوع ۱۸ میں ارشاد باری ہے کہ جسکو ابتدائے مجلس میں پڑھا اور اسی سے بیان کو شروع کیا یعنی مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ عذاب الٰہی تمہارا کیا کریگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو گے۔ شکر وہ صفت حمیدہ ہے جسکو حقتعالیٰ نے اپنے صفات واوصاف سے قرار دیا ہے۔ جیساکہ اسی آیت کے آخر میں ارشاد فرماتا ہے وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا۔ یعنی خداوند عالم شاکر وعلیم ہے خداوند عالم نے اپنی نعمتوں کا شکر اپنے ہر ایک بندے پر ضروری وواجب قرار دیا ہے اور نعمائے الٰہی کا شمار وحساب ناممکن ہے۔ جیساکہ خود سورۂ نحل جزو ۱۴ رکوع ۸ میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ نعمت الٰہی کا احصاء وشمار محال وناممکن ہے۔ کیونکہ ہر سانس میں انسان کی دو نعمتیں موجود۔ اسواسطے کہ انسان جب اندر کیجانب سانس لیتا ہے تو ممد حیات اور جب باہر کیجانب نکالتا ہے تو مفرح ذات اور ہر نعمت پر شکر واجب الوجود کا واجب پس ہر سانس پر دو نعمت ایک ممد حیات اور دوسری مفرح ذات موجود۔

ڈاکٹری اور اصول طبی سے چار سکنڈ میں انسان صحیح المزاج ایک سانس لیتا ہے اس حساب سے صحیح انسان نے ایک منٹ میں پندرہ سانسیں لیں اور ہر سانس پر دو نعمت اور ہر نعمت پر شکر خدا واجب تو ہر منٹ میں تیس نعمتوں کا شکر ادا کرنا صرف نعمت سانس کا واجب ہوگا۔ تو اس حساب سے فی گھنٹہ نوسو سانسیں کہ جسکی اٹھارہ سو ۱۸۰۰

حاشیہ: اردو شکر کی اہمیت — صحیح انسان کی سانسوں کا حساب

نعمتیں اور شبانہ روز میں اکیس ہزار چھ سو سانسیں کہ سبکی تینتالیس ہزار دو سو نعمات الٰہی سے متنعم ہوتا ہے۔ اور ہر نعمت پر شکر واجب تو تینتالیس ہزار دو سو شکر ادا کرنا صرف سانس کی نعمتوں کا واجب ہوتا ہے۔ شعر

از دست و زباں کہ برآید — از عہدہ شکرش بدر آید

علاوہ اسکے اور نعمتیں لا تعد و لا تحصی ہیں لطف تو یہ ہے کہ یہ شکر خداوند عالم نے بندے پر واجب فرمایا تو اس میں بھی خود بندہ ہی کی بہبودی و بہتری ہے۔ کیونکہ ہر شکر نعمت پر دو بڑے فائدہ خلاق عالم نے قرار دیے ہیں۔

اول دوام نعمت جسکے متعلق سورۂ رعد جز ۱۳ رکوع ۸ میں خود ارشاد فرماتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ یقیناً اللہ کسی کی نعمت کو متغیر نہیں کرتا جب تک وہ اپنے ہاتھوں سے خود متغیر نہیں کرلیتا۔ اگر انسان نعمات الٰہی کا شکر ادا کرتا رہے تو نعمت الٰہی دائم و برقرار رہتی ہے۔

دوم ازدیاد نعمت ہوتا ہے جیساکہ سورہ ابراہیم جز ۱۳ رکوع ۱۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم نے شکر نعمات ادا کیا تو ہم بھی ضرور ضرور تمہاری نعمتوں کو زیادہ کرینگے اور کفران نعمت سے نعمت زائل و برطرف ہو جاتی ہے جیساکہ اسی آیت کے تتمہ میں حقتعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اگر تم لوگوں نے کفران نعمت کی تو یاد رکھو کہ علاوہ نعمت برطرف ہونیکے عذاب الٰہی بہت سخت و شدید ہے۔

سورہ نحل جز ۱۴ رکوع ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور اللہ نے تم کو شکم مادر سے پیدا کیا جبکہ تم بالکل ناسمجھ تھے اور تم کو کان دیے اور آنکھیں عطا کیں قلب عنایت فرمایا تاکہ تم اسکا شکر ادا کرو جیساکہ دوسری جگہ یعنی سورہ بلد جز ۳۰ رکوع ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ آیا ہم نے اُسے دونوں آنکھیں اور زبان اور دونوں لب نہیں دیے۔ اور اس کو اچھی بری راہیں بھی دکھادیں۔

غرضکہ شکر نعمات الٰہی واجب اور نعمات الٰہی کا شمار کرنا طاقت انسانی سے باہر۔ ذرا

تصور کیجئے کہ خداوند عالم نے نعمت صحت و تندرستی کیسی اعلیٰ نعمت قرار دی ہے۔ اسکے لطف کو بیماروں اور مریضوں کے دل سے پوچھئے۔ اگر ذرا سے ناخن میں درد یا دانت میں ٹیس ہو یا معمولی طور سے آنکھ دکھنے آئی ہو تو تمام دنیا انسان کی آنکھ میں ہیچ ہو جاتی ہے اور اپنی تندرستی کے واسطے دنیا کی دارائی دنیا گوارہ کرتا ہے تاکہ تکلیف رفع ہو کر صحت و تندرستی حاصل ہو۔ اگر ذرا آنکھ میں درد ہو تو کل اہلبیت کو تکلیف کل اہل محلہ کو خواب سے بیدار کر دیتا ہے ہر ممکن تدبیر دفعیہ کی کرتا ہے نِعْمَتَانِ مَجْهُولَتَانِ اَلصِّحَّةُ وَ الْاَمَانُ دو نعمتیں مجہول القدر ہیں ایک صحت و تندرستی دوسری امنیت و امان۔ صحت کی قدر بیماروں سے دریافت فرمائیے۔ اور امن و امان کی قدر نا امن اور صاحبان خوف و خطر سے دریافت کیجئے۔

علاوہ اسکے دنیا کی اور نعمتوں پر نظر ڈالئے مرکوبات۔ مشمومات۔ مسموعات۔ مناظرات ملبوسات۔ ماکولات۔ مشروبات۔ مناکحات وغیرہ نعمات کو تصور فرمائیے یہی دانۂ اناج کو خیال فرمائیے حدیث میں وارد ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عائشہ کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ حضرت نے روٹی کے ٹکڑے کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہے اور پیروں کے نیچے آتا ہے حضرت نے اُس ٹکڑے کو اُٹھا لیا اور عائشہ سے فرمایا کہ یہ لقمۂ نان عرش سے لیکر فرش تک کل مخلوقات کے کام کا نتیجہ ہے۔ اسکی عزت و حرمت کرنا ضروری ہے۔ حضرت داؤد نے درگاہ الٰہی میں عرض کی کہ میرے جنت کے ہمسایہ پڑوسی کو مجھے دنیا میں دکھلا دے حکم ہوا وہ متّی جناب یونس پیغمبر کے والد ہیں حضرت داؤد معہ اپنے بیٹے حضرت سلیمان کے اُن سے ملنے گئے تو اُنکو اپنے مقام پر نہ پایا کچھ دیر ٹہر گئے تو دیکھا کہ ایک لکڑہارا جنگل سے لکڑیاں سر پر رکھے تسبیح و تہلیل و نعمات الٰہی کا شکر کرتا چلا آرہا ہے۔ اور بازار میں پہونچکر وہ لکڑیوں کا گٹھا رکھکر درگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگا۔ کہ میں جنگل سے تیرے دیے ہوئے اعضاء و قوت و طاقت کی بدولت یہ لکڑیاں لایا ہوں۔ اب تو مشتری پہونچا تاکہ وہ خریدے۔ اسی اثنا میں مشتری آیا اور انکی لکڑیاں خرید لیں۔ انھوں نے اسکی قیمت سے کچھ جو خریدے اور معہ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کے مکان پر آئے۔ اور اُن جوؤں کو ایک پتھر پر رکھکر دوسرے کے ذریعہ آٹا پیسا اور اسکو گوندھکر روٹیاں تیار کیں اور دسترخوان بچھا کر روٹی و نمک رکھکر

خواہش جناب داؤد کہ میرا ہمسایہ جنت مجھے دنیا میں دکھا دے

باادب کھانے کے واسطے بیٹھے لقمہ توڑ کر منھ میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہی۔ اور لقمہ کو اچھی طرح چبا کر قوت کیا تو زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہا لقمے کھا کر سیر ہوئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اٰلَاءِہٖ وَالشُّکْرُ عَلٰی نَعْمَاءِہٖ کہا۔ بعد کو بہت عجز و عاجزی تضرع و زاری کیساتھ ایک ایک نعمت یاد کر کے شکر ادا کرنے لگے۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان یہ حالت دیکھکر انکی شکر گذاری کے معترف ہوئے۔ یہی تو وجہ ہے کہ خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے سورہ سبا جز ۲۲ رکوع ۸ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ یعنی شکر گذار بندے میرے بہت ہی کم ہیں۔

ہملوگوں کے مولا و آقا امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں۔ اشعار

لَوْکُنْتُ اَلْفَ عَامٍ فِیْ سَجْدَۃٍ لِرَبِّیْ　　شُکْرُ الْفَضْلِ یَوْمٍ لَمْ یَقْضِیْ بِالتَّمَامِ
اَلْعَامُ اَلْفُ شَھْرٍ وَالشَّھْرُ اَلْفُ یَوْمٍ　　وَالْیَوْمُ اَلْفُ حِیْنٍ وَالْحِیْنُ اَلْفُ عَامٍ

اگر میں نعمات خدا کا سجدہ شکر ایسے ہزار سال کروں کہ جب کا ہر سال ہزار مہینے اور ہر مہینہ ہزار دن کا اور ہر دن ہزار گھنٹے اور ہر گھنٹہ ہزار منٹ کا اور ہر منٹ ہزار سال کا ہو تو بھی ایک دن کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

حقتعالٰی سورۂ بقر جز اول رکوع ہفتم میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰہِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ہم نے عام اجازت دی ہے کہ خدا کی دی ہوئی روزی کھاؤ پیو اور زمین میں فتنہ و فساد نہ کرتے پھرو۔

حضرات! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم کو امت پیغمبر آخر الزماں و شیعیان امیر المومنین اور محبان اہلبیت قرار دیا۔ کیونکہ محبت اہلبیت بڑی نعمت ہے۔ اسکی قدر و قیمت ایسے صحابی رسول سے پوچھئے کہ جنکو بارگاہ نبوی سے صداقت کا تمغہ ملا ہو جنکے متعلق زبان وحی سے یہ مضمون ادا ہوا ہو۔ آسمان نے اُن سے بڑھکر کسی سچے پر سایہ نہیں کیا۔ اور زمین نے کسی کو اُنکے سوا کسی سچے کا بوجھ نہیں اُٹھایا۔

حضرت ابوذر غفاری وہی بزرگ ہیں کہ جنکو کچھ مال خلیفہ سوم نے بھیجا۔ انھوں نے اس مال کو بعینہ واپس کر دیا۔ اور کہا کہ مجھکو خدا نے نعمت محبت اہلبیت سے مالا مال و غنی کر دیا ہے۔ مجھکو تیرے مال کی ضرورت نہیں۔ یہ ہیں اس نعمت محبت اہلبیت کے قدر دان اور یہی ہیں اس نعمت کے جوہر شناس۔

اشعار جناب امیر علیہ السلام

محبت اہلبیت بڑی نعمت ہے

یہی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بعد غصب حق امیر المومنین کے مدینہ سے شام چلے گئے اور وہاں نشر فضائل داظہار مناقب امیر المومنینؑ شب و روز کرتے تھے حاکم شام امیر معاویہ نے خلیفہ سوم کو مدینہ میں اُنکے حالات کی اطلاع دی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اگر اسی طرح کچھ مدت فضائل و مناقب امیر المومنینؑ ابوذر غفاری بیان کرتے رہینگے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں کل اہل شام مجھسے برگشتہ وخلاف ہوجائینگے۔ خلیفہ سوم نے فوراً جواب میں لکھ بھیجا کہ انکو ایک شتر لاغر پر سوار کر کے غلام بدخو کی سپردگی میں مقید کر کے جلد میرے دربار میں بھیجدو۔ جناب ابوذر غفاری بکمال ذلت وخواری اور بصد اذیت وآزار کے ساتھ زخمی وخستہ روبرو خلیفہ کے کھڑے کئے گئے۔

خلیفہ کے سامنے اسوقت ایک لاکھ دینار طلائی کا ڈھیر تھا خلیفہ نے اسکے ذریعہ حضرت ابوذر کو مرعوب کرنا چاہا۔ تو بہت دیر تک انکو ذلت وخواری کے ساتھ کھڑا رکھا۔ بعد کو کہا اے ابوذر یہ لاکھ دینار میرے سامنے موجود ہیں اور دوسرے ایک لاکھ کا انتظار ہے۔ جناب ابوذر غفاری نے فرمایا کہ اے عثمان چار دینار زیادہ ہیں یا ایک لاکھ اس نے جواب دیا یقیناً ایک لاکھ زیادہ ہیں۔ فرمایا یاد ہے تجھکو جب ہم اور تو دونوں خدمت رسول میں گئے تھے اور انکو محزون ومغموم پایا تھا۔ پھر جب دوسرے وقت گئے تو انکو خوش ومسرور دیکھا تو تونے اُن سے سبب حزن وملال کا پوچھا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت میرے پاس چار دینار مال دنیا تھا کہ جو مستحقین کو نہیں پہونچا تھا اس سبب سے اس وقت میں ڈرتا تھا۔ کہ مبادا موت آجائے اور ان چار دینار کا مجھے بروز قیامت حساب دینا پڑجائے۔

اس پر خلیفہ کو طیش آیا اور کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ اگر خلیفہ سونا چاندی اپنی غرض سے جمع کرے تو کیا شریعت اسلام میں مذموم ومنع ہے۔ کعب الاحبار نے خلیفہ کی خوشنودی کی غرض سے جواب دیا کہ اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ اگر خلیفہ سونے چاندی کی اینٹیں بھی جمع کرے تو بھی مضائقہ نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری کو یہ کلام بدعت سُنکر طیش آگیا۔ اور لکڑی سے کعب الاحبار کا سر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ تو سچا ہے یا قرآن مجید خداوند عالم سورہ توبہ جزو دسواں رکوع گیارہواں میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے جاتے ہیں اور اسکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے رسول اُن کو

حضرت ابوذر کے مصائب

جناب ابوذر غفاری کا کعب الاحبار کو لکڑی سے مارنا

عذاب دردناک کی خوشخبری سنادو۔ اسکے بعد خلیفہ نے غصہ میں آکر حضرت ابوذر سے کہا کہ آپکو کون شہر دنیا کے شہروں میں پسند ہے فرمایا وہ شہر اول مکہ معظمہ دوم مدینہ منورہ۔ کیونکہ پہلا شہر ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء کا مولد اور انکے آباء و اجداد کا مرقد ہے اور اس میں خدا کا گھر بیت اللہ و مسجد الحرام ہے اور دوسرا شہر ہمارے حبیب اصلی خاتم الانبیاء کا محل مدفن ہے۔ عثمان نے پوچھا سب مقاموں میں آپ کس جگہ سے نفرت فرماتے ہیں فرمایا ربذہ سے جہاں میں کفر میں تھا۔ عثمان نے جواب دیا اچھا میں تمکو وہیں ربذہ میں بھجواتا ہوں۔ مروان بن حکم کو حضرت ابوذر اور انکی زوجہ و لڑکی و لڑکے کیساتھ شہر بدر کرنیکا حکم دیا۔ غرضکہ عثمان نے انکو ربذہ نکلوادیا اور جانیکے وقت حکم دیا کہ کوئی انکی رخصت و مشایعت تک کو نہ جائے اور نہ کوئی ان سے کلام کرے۔ مروان کو حکم دیا کہ خود لیجاکر ربذہ میں پہونچا دے۔ کوئی شخص عثمان کے خوف سے جناب ابوذر کو رخصت کرنے تک نہ گیا۔ مگر جناب امیر المومنین اور جناب امام حسن و امام حسین علیہم السلام اور عقیل برادر جناب امیر علیہ السلام اور عمار و مالک اشتر ساتھ ساتھ پہونچانے گئے۔ وہاں پہونچکر انکو بہت ہی اذیت و تکلیف اٹھانی پڑی تاانیکہ انکے بیٹے نے انتقال کیا بعد کو زوجہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ کے دنیا سے اٹھ گئیں۔ اب فقط ایک لڑکی رہگئی وہ بھی فاقہ پر فاقہ کرتی تھی حضرت ابوذر کا حال بھی متغیر ہوا تو لڑکی نے رو رو کر کہا کہ بابا آج تین دن ہوئے کہ کچھ نہیں کھایا ہے اب تو مارے بھوک کے ہم آپ بھی مرجائینگے غرضکہ دختر ابوذر بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے اپنے باپ کی حالت ندھال دیکھی اور آنکھیں انکی منقلب ہوگئیں تو میں رونے پیٹنے لگی اور کہنے لگی کہ اے بابا آپ تو دنیا سے کوچ کرتے ہیں میں تنہا اس صحرا میں کیا کروں گی کیونکر آپ کے دفن و کفن کا سامان کرونگی۔ فرمایا کہ اے بیٹی تشویش نہ کر مجھ سے جناب رسولخدا فرما چکے ہیں غزوہ تبوک میں مجھے خبر دے چکے ہیں۔

يَا اَبَاذَرٍ رَحِمَكَ اللّٰهُ تَعِيْشُ وَحْدَكَ وَتَمُوْتُ وَحْدَكَ وَتُبْعَثُ وَحْدَكَ وَتَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَحْدَكَ يَسْعَدُ بِكَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ يَتَوَلَّوْنَ غُسْلَكَ وَتَجْهِيْزَكَ وَدَفْنَكَ۔

اے ابوذر خدا تم پر رحمت اپنی نازل کرے تم تنہا زندگی بسر کروگے۔ اور تنہا فوت ہوگے اور تنہا اٹھوگے اور تنہا بہشت میں جاؤگے۔ تمہارے مرنے کے وقت کچھ لوگ اہل عراق پہونچ جائینگے اور تمکو غسل و کفن و نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ اے بیٹی جب میں مرجاؤں تو عبا سے میرے منھ کو چھپا دینا اور سر راہ جاکر بیٹھ جانا جب کوئی قافلہ دکھائی دے تو کہنا کہ ابوذر صحابی

جناب امیر کا ساتھ اہلبیت ابوذر کو رخصت کرنے جانا

رسول نے انتقال کیا ہے چلکر دفن و کفن کا سامان کرو۔ اسکے بعد جناب ابوذر غفاری نے دعا کی کہ خداوندا جلد میری روح قبض کر۔ قسم ہے تیرے حق کی میں تیری ملاقات کا بیحد مشتاق ہوں۔ یہ کہتے کہتے انتقال کر گئے۔ دختر ابوذر نے حسب ہدایت عبا میت پر ڈالدی اور راہ عراق پر جاکر منتظر قافلہ ہوئیں۔ اتنے میں ایک قافلہ نظر پڑا۔ دیکھا تو بہت تیزی سے قافلہ چلا آتا ہے۔ جب قریب پہنچا تو دختر ابوذر نے پکار کر کہا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا اَبُوْذَرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ تُوُفِّیَ فِیْ هٰذِهِ الْغُرْبَةِ اے جمعیت مسلمین اس غربت و میدان میں ابوذر صحابی رسول نے انتقال کیا ہے۔ کوئی ایسا نہیں کہ جو دفن و کفن کرے یہ سنتے ہی سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر پڑے۔ اُن میں جناب عبد اللہ بن مسعود۔ حجر بن عدی اور مالک اشتر بھی تھے وہ سب کے سب آئے اور غسل دیا مالک اشتر نے ایک کفن قیمتی کہ جو چار دینار کا تھا دیا اور سب نے نماز جنازہ پڑھکر بعزت و احترام دفن کیا۔

مائب

مومنین معلوم جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے کیا مصلحت تھی کہ کوئی قافلہ کربلا میں ایسا نہ پہنچا کہ آنحضرت کی لاش مطہر کو دفن کرتا۔ اگر کوئی قافلہ گذرتا بھی تو عزیزوں میں سے کوئی پاس تھا جو آواز دیتا۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حُسَیْنُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ تُوُفِّیَ فِیْ هٰذِهِ الْغُرْبَةِ اے گروہ مسلمین دیکھو یہ حسین غریب فرزند رسول بے کفن جلتی ریت پر پڑا ہے آؤ اُسکو دفن کرتے جاؤ مگر مومنین اس سے نہ سمجھنا چاہئے کہ امام حسین کے واسطے تجہیز نہیں ہوئی بلکہ امام حسینؑ کے واسطے جو تجہیز ہوئی اور ہوتی ہے نہ عالم میں کسی کے واسطے نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ ساڑھے تیرہ سو برس شہادت حسینؑ کو گذرے مگر آجتک لوگ تعزیے اُٹھاتے ہیں تابوت اُٹھاتے ہیں کربلا میں لیجاکر دفن کرتے ہیں۔ کس پیغمبر کے واسطے کس وصی پیغمبر کے واسطے یہ بات حاصل ہے۔ امام حسینؑ کی تجہیز خود خدانے کی رسول خدا نے کی بلکہ خود امام حسین نے اپنی تجہیز آپ کی ہے۔ تجہیز خداوند عالم امام حسین کے واسطے یہ تھی کہ اس نے خود دست قدرت سے امام حسین کی روح قبض کی اس کفن دیا۔ ایسا نور عطا کیا تھا کہ باوجودیکہ ملاعین لباس اتار لیگئے تھے مگر اس نور نے تمام جسم اقدس کو چھپا لیا تھا خداوند عالم نے اُس مظلوم پر نماز پڑھی ہے صلوٰۃ بھیجی ہے جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔

مدینہ درگار کیجانب ہے

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ پیغمبر خدا نے حسین کی تجہیز اس طرح کی کہ خود حسین کی قبر کھودی ہے یہ وہی قبر تھی کہ جب بنی اسد نے چاہا کہ امام حسینؑ کو دفن کریں تو ایک قبر پہلے سے کھدی ہوئی ملی

رنا

خود سید الشہدا تجہیز و تکفین

تھی مومنین امام حسین نے خود اپنی تجہیز کی ہے۔ خود کفن پہنا ہے خود غسل دیا ہے خود ہی قبر کی جگہ تجویز کی ہے جب زمین کربلا پر پہونچے تو بنی اسد سے زمین خرید کی اور فرمایا واللہ یہی ہماری قبر کی جگہ ہے۔ اب یہاں سے کہیں نہیں جائینگے قیامت تک یہیں رہینگے اور خود اپنا کفن کیا جناب زینب سے فرمایا یَا اُخْتِیْ زَیْنَبُ اِیْتِیْنِیْ بِثَوْبٍ عَتِیْقٍ لَا یَرْغَبُ فِیْهِ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اے بہن زینب کوئی پرانا لباس ہو تو لے آؤ کہ میں اسے پہن لوں تاکہ بعد میری شہادت کے کوئی اُسے پرانا سمجھ کے نہ اتارے۔ جب لے آئیں تو حضرت نے اسے اور بھی جا بجا سے چاک کر دیا اور بصورت کفن پہن لیا مگر ہائے افسوس ایسا کپڑا بھی جسم اقدس پر رہنے نہ پایا۔ اعدا اسے بھی اتار لیگئے غسل جو حضرت نے کیا کس چیز سے کیا۔ پانی سے غسل کیا۔ نہیں پانی کہاں میسر تھا بلکہ اس خون سے جو سنان بن انس نے کبھی تو نیزہ سینۂ اقدس پر لگایا اور کبھی تیر لگایا وہ تیر حضرت کے گلے میں لگا۔ جسکے صدمہ سے گھوڑے سے زمین پر گرے اور اس تیر کو نکالکر پھینکدیا نکلتے ہی خون جاری ہوا۔ حضرت دونوں ہاتھ اپنے گلے کے پاس لے گئے۔ جب چلو خون سے بھر جاتا تھا تو سر اور چہرۂ اقدس پر ملتے تھے اور فرماتے تھے ھٰکَذَا اَلْقَی اللّٰہَ مُخَضَّبًا بِدَمِیْ۔ میں اسی طرح خون آلودہ خداوند عالم سے ملاقات کرونگا۔

جیساکہ زیارت مفجعہ میں ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ دَمُہٗ غُسْلُہٗ۔ سلام ہو اس شہید راہ خدا پر کہ جس کا غسل اُسکے خون سے ہوا۔

محبان امام اب ان حضرت کا غسل آپ حضرات کے آنسوؤں سے ہوتا ہے اور اُن جناب کی قبر آپ لوگوں کے دلوں میں ہے۔ جیساکہ زیارت مفجعہ میں ہے۔ وَفِیْ قُلُوْبِ مَنْ وَالَاہُ قَبْرُہٗ۔ جتنے دوستداران حسین ہیں اُن کے دلوں میں اُس مظلوم کی قبر کی جگہ ہے

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اَیَّ مُنْقَلَبٍ
یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس سیزدہم

ترجمہ آیت

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ. اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا. سورہ دہر جز ۲۹ رکوع ۱۹ میں ارشاد باری ہے اور اسکو ہر طرح کا راستہ دکھا دیا۔ اب وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا۔

اسلام کے دو بڑے فرقوں میں اس بات پر نزاع ہے کہ آیا اپنے اعمال خیر و شر میں بندہ فاعل مختار ہے یا مجبور۔

اہلسنت کا خیال یہ ہے کہ بندوں کے کل اچھے برے افعال کا فاعل خدا ہے اور بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ میرا عقیدہ بندوں کے امور خیر ہوں یا شر کفر ہوں یا ایمان معصیت ہوں یا طاعت ان سب کا خالق خدا ہی ہے۔ بندوں میں نیک و بد کاموں کے کرنیکی قوت و طاقت بالکل نہیں۔ بندہ صرف آلہ ہے۔

اس خیال کے بطلان اور مذہب حق کی تقویت کی چند دلیلیں پیش کرتا ہوں۔

ہماری پہلی دلیل

پہلی دلیل۔ اگر یہ کل اعمال جو بندے بجالاتے ہیں خدا ہی کے ہوتے تو کسی فعل پر عذاب کرنا ظلم صریح ہوگا۔ کیونکہ اس سے بڑھکر ظلم ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کام کو خود کرے اور دوسرے کو سزا دے۔

دلیل

دوسری دلیل۔ اگر خدا ہی بندوں کے افعال کا فاعل ہوتا تو انبیاء کا بھیجنا احکام شرع کا مقرر کرنا واجبات و محرمات کا بیان کرنا محض فضول و بیکار ہوتا۔

کیونکہ جب خود ہی ہر کام کو کرتا ہے تو یہ کہنا کہ نبی کی اطاعت کرو امام کی پیروی کرو نماز پڑھو روزہ رکھو۔ زنا سے بچو۔ چوری نہ کرو شراب نہ پیو۔ سب لغو و فضول ہے۔

تیسری دلیل۔ ہم یقیناً اپنے اختیاری و غیر اختیاری کام میں فرق پاتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اختیاری اور وہ غیر اختیاری ہے۔ مثلاً کوٹھے سے قصد و ارادے کیساتھ اترنے کو اختیاری اور گر پڑنے کو غیر اختیاری کہتے ہیں۔ پس اگر بندوں کے افعال بھی

اختیاری نہ ہوتے تو ہم ضرور ان افعال اختیاری و غیر اختیاری میں فرق نہ سمجھتے حالانکہ ظاہری طور پر فرق موجود ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ نکلا کہ بندے کل اچھے اور برے افعال کے فاعل و خود مختار ہیں۔ یہ قول فرقہ امامیہ اثناعشریہ حقہ کا ہے اور اسکی صدہا دلیلیں عقلی و نقلی علم کلام میں موجود ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کو قوت و قدرت عطا کر کے نیک و بد راہ بتا کے اکثر افعال ہیں کہ جسمیں تکلیف شرعی بھی ہے مختار و فاعل با اختیار بنا دیا ہے۔ جسکو چاہے کرے اور جسکو چاہے نکرے۔ انبیاء و آئمہ معصومین ہیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ گناہوں کے ترک اور اعمال حسنہ بجالانے پر مجبور ہیں۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو صفت عصمت غلط و فضول ہو جائے گی۔ اور صفت عصمت قابل قدر و لائق مدح نہ رہیگی۔ بلکہ انبیاء و ائمہ معصومین پر وہ لوگ فوقیت لیجائینگے جو اعمال نیک و بد میں فاعل مختار ہیں کہ گناہ کرنے کا مادہ ہونیکے باوجود ترک گناہ کر کے حسنات بجالاتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء و ائمہ عصمت کیوجہ سے کل مخلوقات پر فوقیت و افضلیت رکھتے ہیں۔ بلکہ عصمت انبیاء و ائمہ علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اچھے برے کاموں کے کرنے میں فاعل مختار ہیں لیکن سوائے حسنات کے سیئات نہیں کرتے یہ تو عام انبیاء کی عصمت ہے۔

ہمارے ائمہ معصومین۔ چودہ بزرگواروں کی عصمت کا درجہ اس سے کہیں بڑھا ہے۔ ان ذوات مقدسہ سے سوائے حسنات اور کوئی فعل سرزد نہیں ہوتا حتی کہ یہ حضرات ترک اولی تک نہیں کرتے۔ بلکہ خیال ترک اولی تک ان بزرگواروں کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

اس بیان کی تصدیق و تقویت انبیاء و ائمہ معصومین کے تقابل سے ہوگی۔ شعر

آدمُ قد اکل الحنطۃ واللہ نُھی ۔۔۔ و علیٌّ ترکَ الحنطۃَ لِقصدِ القُربیٰ

سورۂ والشمس جز ۳۰ رکوع ۱۶ میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ پس انسان کو نیک و بد راستہ اچھی طرح بتا دیا اور پرہیزگاری کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔

الحاصل جب انسان فاعل مختار ٹھہرا اور خیر و شر کے راستہ بتا دیے گئے تو اب انسان اگر راہ خیر اختیار کریگا تو مستحق ثواب اور اگر راہ شر اختیار کریگا تو سزا و عذاب ہوگا۔ شعر

کیطرف توجہ کرنے سے نفس امارہ کی تقویت ہوگی شیطان خوش ہوگا۔ جنود شیاطین اسکی مدد کرینگے تا اینکہ گوہر ایمان لیکر عذاب الٰہی کا سزاوار بنادینگے۔ اور اگر خیر کیطرف توجہ کریگا تو نفس امارہ کے باعث ضعف اور شیاطین کی موجب ناراضی عقل کی تقویت کا سبب نفس مطمئنہ کی خوشی کا باعث۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کی خوشنودی کا در رحمت الٰہی کا سزاوار در مقرب درگاہ ایزدی ہوگا۔ اور خلاق عالم اسکو موفق بالخیر فرمائیگا اور روز قیامت داخل جنت فرمائیگا۔ اسی واسطے راہ خیر کی طرف توجہ کرنے والے کے لئے کچھ ایسے اعمال شارع مقدس نے قرار دیے ہیں کہ جو موجب توفیق الٰہی اور باعث دخول رحمت ایزدی و تائید خداوندی کا سبب ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ اعمال تفصیل سے ذکر کرنے میں طول ہوگا۔ اسواسطے صرف چند وہ مختصر و مفید عرض کرتا ہوں خداوند عالم ہم سب کو توفیق عمل عطا کرے۔

اول

اول۔ استغفار خصوصاً عصر روز جمعہ ستر مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ کہے تو باعث مغفرت گناہ اور موجب حفاظت شر شیطان ہے۔

دوسرے۔ غسل روز جمعہ کرنا باعث مغفرت گناہ و موجب توفیق و شر شیطان سے نجات کا باعث ہے۔ غسل جمعہ قبل از زوال مثل دوسرے غسلوں کے کیا جاتا ہے۔ یہ غسل صدر اسلام میں واجب تھا۔ لیکن فی زمانہ سنت موکدہ ہے۔ اسکے آداب و شرائط مثل دوسرے غسلوں کے ہیں۔ آپ لوگ خوب واقف ہیں۔ کیونکہ غسل واجب کے صحیح ہونے پر کل عبادتوں کا دارومدار ہے۔ اگر کوئی شخص غسل صحیح کا طریقہ نہ جانتا ہو تو اسکی نماز نہ صحیح نہ روزہ درست نہ حج مقبول ہے۔ مسلمان ہونیکی حیثیت سے عموماً اور شیعہ اثنا عشری ہونیکے اعتبار سے خصوصاً ہر شخص پر فرض ہے کہ غسل صحیح کرے اور اگر نہ جانتا ہو تو سیکھے اور سیکھنے میں شرم و حیا نہ کرے کیونکہ لَاحَيَاءَ فِي الدِّيْنِ مسائل دین سیکھنے میں حیا و شرم کی ممانعت ہے۔ اگر آپ لوگ صحیح طریقہ کا غسل کرنا نہ جانے گے تو آپ کے زیر دست اہلبیت بھی غسل صحیح کرنے سے جاہل رہینگے اور اہلبیت و متعلقین و عیالات کی ذمہ داری دین و دنیا میں آپکے ذمہ ہے۔ جیساکہ سورہ تحریم جزو ۲۸ رکوع ۱۹ میں ارشاد باری ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ اے ایمان والوں بچاؤ اپنی اور اپنے متعلقین کی جانوں کو آتش جہنم سے

۳

تیسرے۔ کلمہ توحید کو زبان پر جاری کرنا اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا اس کلمہ کا ثواب یہ ہے کہ خدا وند عالم پینتالیس ۴۵ ہزار حسنے اُسکے نامۂ عمل میں ثبت فرماتا اور پینتالیس ۴۵ ہزار درجہ اس کے جنت میں بلند کرتا ہے پینتالیس ۴۵ ہزار گناہ نامۂ عمل سے اسکے محو فرماتا ہے اور بارہ ختم قرآن کا ثواب عطا کرتا ہے۔ اور شر شیطان سے بچاتا ہے۔

۴ چوتھے۔ جبت و طاغوت پر لعنت کرے تو پورے روز گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۵ پانچویں۔ ہر روز صبح کو گیارہ مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ پڑھے تو تمام دن معصیت سے بچتا ہے اور موفق بالخیر ہوتا ہے۔

۶ چھٹے۔ خدا سے دعا کرنا ہے۔ کیونکہ دعائے خیر کرنے سے انسان شر شیطان سے محفوظ اور اعمال خیر پر موفق و موید من اللہ ہوتا ہے۔

ساتویں۔ نماز ہے۔ اسکے متعلق سورہ عنکبوت جز ۲۱ رکوع اول میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ تحقیق نماز بُرے کاموں بُری عادتوں سے انسان کو روکتی ہے۔ نماز خواہ سنتی ہو موجب توفیق و باعث نجات شر شیطان ہے۔

۸ آٹھویں۔ قرأت و تلاوت قرآن مجید ہے۔ اس کے بارے میں حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص نماز ایستادہ میں پڑھے تو بعوض ہر حرف قرآن سو ۱۰۰ حسنے نامۂ اعمل میں لکھے جاتے ہیں۔ اور اگر نماز نشستہ میں پڑھے تو ہر حرف پر پچاس ۵۰ حسنے اُسکے نامۂ عمل میں ثبت ہوتے ہیں۔ اسی سے راز پوشیدہ و مخفی کا انکشاف ہو گیا کہ شریعت نے کیوں نماز نشستہ کا ثواب نصف قرار دیا اور دو رکعت نماز نشستہ کو بمنزلہ ایک رکعت ایستادہ کے شمار کیا اور اگر کوئی قرآن مجید علاوہ نماز کے باطہارت پڑھے تو پچیس ۲۵ حسنات اور بدون طہارت پڑھے تو بارہ حسنات کا ثواب ملتا ہے یہ ثواب اس ماہ مبارک کی تلاوت کا نہیں بلکہ دوسرے مہینوں میں تلاوت کا ثواب ہے اور ماہ مبارک صیام میں ایک آیت کی تلاوت کا ثواب ایک ختم قرآن ہے۔ اور ایک ختم قرآن کا ثواب چھ ہزار دو سو پچاسی ۶۲۸۵ ختم قرآن کا ثواب ہے بعدد آیات قرآن۔

نویں۔ محبت امیر المومنین اس محبت کی وجہ سے انسان شر شیطان سے بچتا ہے اور موجب مغفرت گناہ و باعث توفیق خیر ہے۔ سورہ عنکبوت جز ۲۱ رکوع اول میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کی تفسیر میں وارد ہے کہ ذکر اکبر سے مراد امیر المومنین ہیں۔ کہ جنکے متعلق زبان وحی بیان سے وارد ہوا ہے حُبُّ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ لَا

يَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ محبت علیؑ وہ نیک عمل ہے کہ جسکو کوئی گناہ نقصان نہیں پہونچاتا ہے۔ اقل درجہ اسکا اور کم از کم فائدہ گناہان گذشتہ کی مغفرت اور گناہان آیندہ کے متعلق ترک کی توفیق کا باعث ہے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حُبُّ عَلِيٍّ يَأْكُلُ الذُّنُوبَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ علی کی محبت اس طرح گناہوں کو کھاجاتی ہے جسطرح سے آگ خشک لکڑی کو جلاکر خاکستر کردیتی ہے اگر کافر کے دل میں بھی جناب امیرؑ یا انکی اولاد احفاد کی مودت ومحبت شمہ برابر بھی ہو تو باعث نجات ہوتی ہے۔

صاحب روضۃ الجنان تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مجوسی مالدار کے ہمسایہ میں ایک سیدانی علویہ فاطمیہ بیوہ معہ چند یتیم بچوں کے رہتی تھیں۔ اور بسبب ناداری اور تنگدستی سے بسر کرتی تھیں۔ ایک روز مجوسی کے گھر میں دعوت کا انتظام ہوا اور مختلف قسم کے کھانے تیار ہوئے اور لوگوں کو کھلائے جاتے تھے۔ کھانوں کی خوشبو بچوں کے مشام میں پہونچکر فاقوں کی مصیبت کو اور زیادہ کرتی تھی۔ سیدانی کے بچے کہ جنکو دوسرا یا تیسرا فاقہ تھا کمال حسرت و یاس سے خوشبو کو سونگھتے تھے۔ اور اپنی غربت و ناداری کا تذکرہ کرتے تھے۔ وہ سیدانی بچوں کو تسلی و دلاسا دیتی تھیں۔ مرد مجوسی نے اس گفتگو کو سنکر تھوڑا سا کھانا اور کچھ کپڑا اس سیدانی کے گھر بھجوادیا جب وہ کھانا اور کپڑے بچوں نے دیکھے تو چھوٹے بچے نے اپنی ماں بہن بھائیوں سے کہا کہ کوئی اسکو ہاتھ نہ لگائے پہلے میں اس مجوسی پڑوسی کے واسطے دعائے خیر کرلوں اور آپ لوگ آمین کہیں بعد کو اپنے صرف میں لائیے۔ اس بچہ نے قبلہ رخ ہوکر اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو بلند کرکے دعا کی کہ اے پروردگار میرے اس مجوسی کو میرے جدا علی پیغمبر خدا کے ساتھ محشور فرما۔ اس دعا پر سب نے آمین کہی بعد کو کھانا صرف کیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد اس شہر کے عالم دین نے پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے عالم جا کو فلاں مجوسی کو خبر دیدو کہ دعا اس سیدانی کے بچہ کی قبول ہو گئی۔ عالم خواب سے بیدار ہوکر خیال کرنے لگا کہ آیا یہ خواب صحیح ہے یا غلط اسی کشمکش و پیچ میں رہے۔ دوسری شب خواب میں پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا حضرت نے یہی کلام پھر ارشاد فرمایا اسکی مرتبہ عالم دین نے بیدار ہوکر خیال کیا کہ میں عالم دین ہوکر اگر مجوسی کے دروازے پر جاؤنگا۔ تو باعث اپنی غیبت کا ہونگا۔ تا اینکہ شب سوم پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا اسکی مرتبہ ان جناب نے عتاب کے ساتھ خطاب فرمایا۔ یہ خواب سے بیدار ہوئے

اور بکمال عجلت و سرعت اس مجوسی کے گھر پہونچکر پیغام حضرت کا پہونچایا۔ وہ مجوسی سنکر حیرت میں پڑ گیا اور مع سات سو گھروں کے شرف اسلام قبول کرکے صدق دل سے مسلمان ہوا۔ اور اصول و فروع کا پابند بنا۔

یہ ہے محبت جناب امیر علیہ السلام اور انکی اولاد کی مودت و دوستی کا فائدہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ارشاد فرماتے ہیں اِنِّیْ شَافِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْاَرْبَعَۃَ وَلَوْ جَاؤُا بِذُنُوْبِ اَھْلِ الدُّنْیَا رَجُلٌ نَصَرَ ذُرِّیَّتِیْ وَرَجُلٌ بَذَلَ مَالَہٗ لِذُرِّیَّتِیْ۔ وَرَجُلٌ یُحِبُّ ذُرِّیَّتِیْ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ۔ وَرَجُلٌ سَعٰی فِیْ حَوَائِجِ ذُرِّیَّتِیْ اِذَا طُرِدُوْا وَشُرِّدُوْا۔ جناب رسالتماب ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بروز قیامت چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کرونگا اگرچہ بقدر گناہاں اہل دنیا کے آویں اول جس نے میری ذریت و اولاد کی دنیا میں مدد کی ہے۔ دوسرے جس نے بوقت تنگی اپنا مال میری ذریت و اولاد پر صرف کیا ہو۔ تیسرے جس نے دل و زبان سے میری ذریت و اولاد کو دنیا میں دوست رکھا ہو۔ چوتھے جس نے میری ذریت و اولاد کے کاموں میں سعی و کوشش دنیا میں کی ہو خاصکر جبکہ وہ غریب الوطن و دربدر خاک بسر مبتلائے مصیبت و گرفتار صدمات ہوں۔ اور ثمرہ عداوت اہلبیت و ذریت رسول و اولاد علیؑ و بتولؑ سے دشمنی کرنیکا وہ مظلمہ سخت ہے کہ جو قابل بیان نہیں۔ ع

ہر کہ با آل علیؑ در افتاد بر افتاد

انکی دشمنی بیماری سے نکرانا ہے پیغمبر فرماتے ہیں کہ ہم طائفہ اولاد عبد المطلب پر کوئی جانر نہیں ہو اگر یہ کہ مرض جرب میں مبتلا ہوگیا۔ جو خاندان ہم سے ٹکرایا وہ نیست و نابود ہوگیا۔ بنی عباس و بنی اُمیہ کے حالات عبرت کیواسطے کافی ہیں۔ اہلبیت کے مٹانیوالے خود مٹ گئے۔ لیکن اولاد رسول و ذریت علی و بتول اب بھی ہر گوشہ دنیا میں موجود ہیں اگرچہ صرف امام زین العابدینؑ بچے تھے اشقیا چاہتے تھے کہ انھیں بھی قتل کرڈالیں۔ ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ انھیں باہر لیجاکر قتل کردو۔ جناب زینبؑ دوڑکر بھتیجے سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑونگی اگر ایسا ہی ہے تو اسکے ساتھ مجھے بھی قتل کرڈال جناب زینبؑ نے کیا خوب حمایت کی ایک امام کو نہیں بچایا بلکہ نو امام بچائے اور جتنے سادات حسینی ہیں سبکو بچالیا۔ کربلا میں بھی لوگوں کا یہی خیال تھا کہ آج نسل رسول کا خاتمہ ذریت علی و بتول کو دنیا سے مٹادو۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ حمید ابن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کہا اُس نے کہ جب ہم لوگ روز عصر عاشورا لوٹتے ہوئے امام زین العابدین تک پہونچے تو وہ مظلوم اسوقت شدت مرض سے بستر بیماری پر لیٹے تھے اور اسوقت شمر لعین کے ہمراہ ایک جماعت پیادوں کی تھی اُن اشقیا نے شمر سے کہا آگاہ ہو کہ ہم اس مریض کو بھی قتل کرتے ہیں۔ حمید کہتا ہے کہ اسی اثناء میں عمر سعد داخل خیام اہلبیت ہوا اہل حرم نے فریاد و استغاثہ کیا اور انکی بیتابی و بیقراری سے وہ رونے لگا اور اُن ستم رسیدوں کے خیموں کی حفاظات اور بیمار کربلا کی حراست کیلئے ایک جماعت کو مقرر کر کے حکم دیا کہ کوئی ان میں سے مضطرب ہو کر نہ نکلنے پائے۔

میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ یہ ابن سعد کا فعل صرف کرامت و اعجاز امام چہارم کا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ کو نسل آل محمد کا باقی رکھنا منظور تھا ع۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ حقتعالیٰ نے شر اعدا سے اس امام بیمار کو بچالیا۔

حضرات یہ دو مقام تھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام قتل سے بچے۔ اب تیسرا مقام بھی بیان کر دوں علامہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ جب اہلبیت رسالت اسیر ہو کر وارد شام اور داخل دربار یزید ہوئے اور اس شقی کے سامنے رسن بستہ کھڑے کئے گئے تو یزید نے امام زین العابدین کو قریب اپنے بلایا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور نام تمہارا کیا ہے بیمار کربلا نے فرمایا کہ اے یزید تو مجھے لوگوں میں سوا کرتا ہے باوجودیکہ تو خوب واقف ہے کہ میں علی ابن الحسین بن علی بن ابیطالب ہوں یہ سنکر یزید نے کہا کہ کیا علی بن الحسین روز عاشورا قتل نہیں ہوئے حضرت نے فرمایا کہ وہ بھائی میرے علی اوسط تھے جو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ یزید نے کہا اے علی تم بھی قتل کئے جاؤ گے یہ کہکر جلاد کو حضرت کے قتل کا حکم دیا جلاد حضرت کو قتل کیواسطے لیچلا۔ آہ یہ مصیبت عظمیٰ دیکھکر جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ نے یزید کیطرف خطاب کر کے کہا کہ اے یزید کیا تجھے ہم اہلبیت رسالت کا قتل کرنا کافی نہوا ابھی اور اولاد رسول کا خون بہانا چاہتا ہے اے یزید ہم بیکسوں کے وارث اور علیل و بیمار کے قتل پر آمادہ ہے۔ اے یزید اگر تیرا یہی ارادہ ہے تو پہلے ہم سبکو قتل کر دے۔ یہ سنکر وہ شقی اس ارادہ سے باز رہا اور کلمات طعن آمیز اپنی زبان نحس پر جاری کئے اسوقت بیمار کربلا اسیر رنج و بلا کے قلب قدس پر کیا صدمہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ زخم سنان و نیزہ کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر زخم زبان و طعن کا کوئی علاج نہیں ہے اسلئے کہ طعن سوہان روح و جگر ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس چہاردہم

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ الْكَرِيمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ كُلُوا وَارْعَوا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِي ذَالِكَ لَاٰيَاتٍ لِاُولِي النُّهٰى ۔ سورہ طٰہٰ جز ۱۶ رکوع ۱۱ میں ارشاد باری ہے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپاؤں کو چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں صاحبان نُہی کے واسطے بہت سی نشانیاں ہیں۔ نہی صیغہ جمع ہے مفرد اسکا نہیہ ہے۔ مراد نہیہ سے عقل ہے کہ جو نہی کرتی ہے انسان کو نواہی الٰہی سے اور منع کرتی ہے ارتکاب معاصی سے علم معنی و بیان میں اسطرح کے استعارے کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔

عقل مشتق ہے عقال سے۔ اور اُس رسی کا نام ہے کہ جس سے اونٹ کا پاؤں باندھتے ہیں اور عقال کیوجہ سے چونکہ شتر مست تک قابو و اختیار میں رہتا ہے۔ نہ کہیں بھاگ سکتا ہے اور نہ کہیں دوڑ سکتا ہے۔ اسی طرح عقل کے ذریعہ شتر مست نفس امّارہ قبضہ و اختیار میں رہتا ہے نفس امّارہ کو قبضہ میں لانا اور اسکو مطیع و منقاد بنانا عقل ہی کا کام ہے اسکے سوا کوئی طاقت نفس امارہ کو سرکشی سے روک نہیں سکتی۔ اسکے سوا کوئی دوسری چیز اُسکو اطاعت خدا اور عبادت الٰہی کیطرف متوجہ نہیں کر سکتی۔ اسی واسطے اسکو عقل کہتے ہیں۔ اور اسی واسطے شریعت کے احکام کا دار و مدار عقل پر ہے۔

حقتعالیٰ نے عقل کے نام صفات و خواص کے اعتبار سے متعدد ذکر فرمائے ہیں۔ جیساکہ سورہ آل عمران جز چہارم رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِاُولِي الْاَلْبَابِ اس میں تو شک ہی نہیں کہ آسمان و زمین کی پیدائش و شب و روز کے پھیر بدل میں اولی الالباب کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ لُب عقل کا نام ہے اُولُو الالباب سے مراد صاحبان عقل ہیں اور یہ بات اجماعی دنیا کی ہے۔ کہ کثرت اسامی کثرت فضیلت و زیادتی عزت کی دلیل ہوتی ہے عقل کے متعدد نام ہونا شرافت و عزت کی دلیل ہے۔ اور وہ متعدد نام قرآن مجید ایسی کتاب میں مذکور ہونا یہ فضیلت بالائے فضیلت اور مصداق نور علی نور ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ خداوند عالم نے علم کو نفس عقل و فہم و ادراک کو روح عقل و زہد دنیا کو سر عقل اور حیا کو دو چشمان عقل اور حکمت کو زبان عقل اور رافت کو ہمت عقل اور رحمت کو قلب عقل قرار دیا ثُمَّ حَمَاہُ وَ قَوَّاہُ بِعَشَرَۃِ اَشْیَاءٍ پھر خداوند عالم نے عقل کو دس چیزوں سے آراستہ و پیراستہ فرمایا۔ ایمان۔ اخلاص۔ تسلیم۔ رفق۔ سکینہ۔ شکر۔ صدق عطیہ۔ قناعت۔ یقین۔ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ۔ پھر حکم الٰہی ہوا اے عقل آگے آ۔ عقل آگے آگئی۔ پھر حکم ہوا پیچھے ہٹ تو عقل پیچھے ہٹ گئی۔ ہمہ تن حکم الٰہی کی تعمیل کی پھر حکم الٰہی ہوا کلام کر عقل نے عرض کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ ضِدٌّ وَ لَا نِدٌّ وَلَا شَبِیْہٌ وَلَا عَدِیْلٌ وَلَا مِثْلٌ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ خَاشِعٌ وَذَلِیْلٌ کل تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کا نہ کوئی ضد ہے اور نہ خلاف اور نہ وہ کسی سے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کا عدیل و ہمپلہ اور نہ کوئی مثل اسکا ہے ہر شئی اسکی عظمت و قدرت کے سامنے خاشع و ذلیل ہے۔ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِكَ اُوْحَدُ۔ وَبِكَ اُعْبَدُ۔ بِكَ اُخَافُ۔ بِكَ اُرْجٰی۔ وَبِكَ اُعَاقِبُ وَبِكَ اُثِیْبُ۔ پھر ارشاد باری ہوا کہ تیری ہی وجہ سے واحد و یکتا مانا جاؤنگا۔ تیری ہی وجہ سے لوگ میری عبادت کرینگے اور تیری وجہ سے لوگ مجھ سے ڈرینگے تیری ہی وجہ سے میری درگاہ میں امیدوار ہونگے تیری ہی وجہ سے میں لوگوں کو ثواب عطا کروں گا اور تیری ہی وجہ سے عتاب و عقاب کرونگا۔ فَخَرَّ الْعَقْلُ سَاجِدًا وَكَانَ فِیْ سُجُوْدِہٖ اَلْفَ عَامٍ پس عقل ہزار سال سجدہ الٰہی میں رہی حکم ہوا اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ اے عقل سر سجدہ سے اٹھا اور سوال کر عطا کیا جائے اور شفاعت تیری قبول کروں۔ پس خداوند عالم نے ارشاد فرمایا اے ملائکہ گواہ رہو میں عقل کی شفاعت صاحبان عقل کے متعلق قبول کرونگا۔

اور کتاب اصول کافی میں حضرت رسول مقبول سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے بعد خلق عقل جہل کو دریائے تلخ سے خلق فرماکے حکم دیا اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ یعنی پیچھے ہٹ تو جہل پیچھے ہٹ گیا پھر فرمایا اَقْبِلْ فَلَمْ یُقْبِلْ آگے آ تو نہ آیا۔ پھر اس پر لعنت فرمائی۔

سورہ مائدہ جزء ۶ رکوع ۱۲ میں حقسبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ یہ فضل و عطیہ الٰہی ہے عطا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے پس عقل مدار تکلیف اور باعث احکام پروردگار عالم ہے۔

حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام کی جب توبہ قبول ہوئی تو تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئیں۔ اول عقل۔ دوم دین۔ سوم حیا۔ حضرت آدم نے عقل کو قبول کیا جبرئیل نے حیا و دین کو واپس ہونے کا حکم دیا انھوں نے جواب دیا کہ ہم عقل سے جدا نہیں ہوتے۔ ہم عقل کے ساتھ رہنے پر مامور ہیں۔

حضرات! احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ دنیا کے تین قسم پر ہیں۔ اول وہ لوگ جو بہت تیز عقل کے ہوتے ہیں۔ اگر اُن سے کوئی بات بیان ہو تو وہ ختم ہونے سے قبل ہی اُس بات کا مطلب سمجھ لیتے ہیں بلکہ ابتدائے کلام ہی سے مطلب تاڑ جاتے ہیں۔

دوم وہ لوگ ہیں جو پوری بات سنکر سمجھتے ہیں۔

سوم وہ لوگ جو تین مرتبہ سکھانے بتانے سے مشکل کیساتھ سمجھتے ہیں۔ بروایت اسحاق ابن عمار چھٹے امام کاشف الاسرار الحقائق والدقائق مولانا جعفر الصادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اے اسحاق ان لوگوں کے اختلاف کا سبب بھی جانتا ہے۔ امام نے ارشاد فرمایا جو لوگ تھوڑا سنکر پورا مطلب سمجھ لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکو خلاق عالم نے شکم مادر میں عقل عطا فرمائی اور عقل اُنکے نطفہ میں خمیر ہوئی۔ دوسری قسم کے لوگوں کو شکم مادر میں بعد تکمیل خلقت عطا ہوئی ہے۔ تیسری قسم کے لوگوں کو بعد پیدائش عقل عطا ہوئی ہے۔ اسواسطے یہ اختلاف عقلی لوگوں میں ہے۔

عقل کی قلت و
کا ذریعہ خود انسا

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ عقل لوگوں کی مختلف ہے۔ اور عقل کی کمی و زیادتی یا اوقات مذکورہ میں عقل کا عطا ہونا خود انسان کا اختیاری یعنی انسان کے واسطے ممکن ہے اپنی اولاد کو شکم مادر میں قبل خلقت و قبل تکمیل عقل ملنے کا باعث ہوا ور یا بعد خلقت شکم مادر میں عقل کا سبب اور یا بعد خلقت وولادت عقل عطا ہونیکا ذریعہ ہو۔ اسی واسطے شارع مقدس نے ہر ایک ان اوقات ثلاثہ میں ایسے احکام مقرر فرمائے ہیں کہ جس سے بچہ کو عقل عطا کیجاتی ہے اگرچہ وہ بہت ہیں لیکن صرف چند مختصراً عرض کرتا ہوں۔

اول یہ کہ اگر کوئی شخص اوقات مخصوص میں نزدیکی کرے۔ تو اولاد کو شکم مادر میں وقت پیدائش وابتدائے خلقت عقل عطا ہوتی ہے اور فرزند کمال درجہ کا عقلمند ودانا متولد ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ اگر زن حاملہ انار یا کندر کھائے تو بچہ کو شکم مادر میں بعد تکمیل خلقت عقل عطا ہوتی ہے۔

سوم یہ کہ اگر بعد ولادت جو شیر ناک میں ٹپکا دیں اور تربت سید الشہداء و شہد سے بچہ کا تالو

اُٹھ لے تو بعد ولادت عقل عطا ہوتی ہے۔

علاوہ بریں عقل کی قلت وکثرت کیواسطے بھی شریعت میں احکام مقرر ہیں جنکے بجالانے سے انسان کے عقل میں کمی و زیادتی ہوجاتی ہے وہ چند امر ہیں۔ اول تلاوت قرآن۔ دوم خواب قیلولہ یعنی قبل از زوال آفتاب سونا اگرچہ تھوڑی ہی دیر ہو سوم کدو کھانا۔ چہارم کندر چبانا پنجم روزہ رکھنا ششم مسواک کرنا ہفتم علماء عقلاء کی صحبت میں بیٹھنا۔ ہشتم اطاعت وعبادت الٰہی کرنا یہ امور تھے جس سے عقل انسانی زیادہ وتیز ہوتی ہے۔ رہے وہ امور کہ جس سے عقل میں کمی وکندی واقع ہوتی ہے۔

ر جس سے عقل ... ہوتی ہے

اول باقلا استعمال کرنا دوم کلے پائے مغز وغیرہ کھانا۔ سوم پنیر کھانا۔ چہارم خواب بوقت عصر کرنا جسکو خواب جہالت کہتے ہیں پنجم خواب بین الطلوعین ششم شکم سیر ہونا۔ ہفتم مجالست اطفال وحجامین واحمقان ہشتم ارتکاب معاصی وترک اوامر واتیان نواہی ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ حقتعالی نے انکی روشنی لے لی۔ یعنی عقل سلب کرلی۔

موجب کمی عقل

حضرات! عقل کی دو قسمیں ہیں۔ عقل معاش، عقل معاد۔ عقل معاد کے معنی زبان شرع میں یہ ہیں اَلْعَقْلُ مَا عُبِدَ بِهِ الرَّحْمٰنُ وَاكْتُسِبَ بِهِ الْجِنَانُ عقل معاد سے مقصود وہ چیز ہے کہ جس سے عبادت الٰہی و اطاعت خداوندی کیجائے اور اسکے ذریعہ کسب جنت کیا جائے اَلْعَقْلُ نُورٌ فِي الْبَدَنِ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ عقل کا کام جسم میں نورانیت پیدا کرنا۔ اور حق و باطل کو جدا کردینے کا ہے۔

دو قسمیں ہیں

رہی عقل معاش۔ تو اسکے چار درجے ہیں۔ اول عقل تمیز دوم عقل تمرین سوم عقل تکلیف چہارم عقل تدبیر۔

چہ عقل معاش

۱ عقل تمیز پانچ سال کے اندر بچے میں پیدا ہوتی ہے اسی واسطے شارع مقدس نے مکلفین کو ستر عورتین کا ایسے بچہ سے حکم دیا ہے۔

۲ عقل تمرین سات سال کی عمر کے اندر بچے میں آتی ہے اسی واسطے شارع نے عبادات کی عادت ومعاصی سے روکنے کا مکلفین خصوصاً اولیاء کو حکم دیا ہے۔

عقل تکلیف۔ یہ لڑکیوں کو نو سال تمام ہونے پر اور لڑکوں کو پندرہ برس تمام ہونے پر عطا کیجاتی ہے اسی واسطے شریعت کے کل احکام واجبات ومحرمات اس عمر والے سے متعلق ہوجاتے ہیں۔

۴ عقل تدبیر۔ اسکا صحیح زمانہ بسبب اختلاف امزجہ و طبائع و آب و ہوا کے مختلف ہونیکی وجہ سے معین و مقرر نہیں۔ بعض کو ابتدائے بلوغ اور بعض کو بعد بلوغ تھوڑی ہی مدت میں ملتی ہے۔ اس عقل کے حاصل ہونیکے بعد انسان میں قوت کسب روزی و معیشت و ملکۂ حکومت و ریاست و تدبیر تصرف و خرچ مال و اموال و طریقہ رفتار با عیالات و زیردستان حاصل ہوجاتا ہے۔ اسیواسطے شریعت نے ایسی عقل والے کو اپنے مال و دولت پر متصرف و مختار قرار دیا اور جو ناظر و قیم اس عقل کے پہلے منجانب شارع معین ہوتا ہے۔ اس عقل کے درجہ پر فائز ہونے سے برطرف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ انسان کو پوری عقل مال و متاع کے حفظ و صرف و حصول کی تدابیر کا ملکہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اچھی طرح کل امور کو انجام دیسکتا ہے۔

کسب معاش کرنیوا...

لوگ کسب معاش اور حصول مال و اموال اور انکے مصارف کے اعتبار سے چار قسموں پر ہیں۔

۱ اول حلال سے حاصل کرکے حلال و خوشنودی خدا میں صرف کریں یہ لوگ شریعت میں عاقل و دانا و خردمند باشعور مانے جاتے ہیں۔

۲ دوم۔ حرام سے کسب کرکے حرام میں صرف کریں۔ یعنی ناجائز طریقہ سے مال دنیا حاصل کرکے ناجائز و محرمات میں صرف کریں۔

۳ سوم حلال سے حاصل کرکے حرام میں صرف کریں۔ ان دونوں قسموں کے لوگوں کو بے عقل و بیوقوف و احمق و سفیہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت میں بے شعور و ناقابل مانے جاتے ہیں۔

۴ چہارم۔ حرام سے کماکر حلال میں صرف کریں ایسے شخص کو شریعت و لسان شارع میں اسفہ اور کامل بے عقل اور حد درجہ کے بیوقوف مانے جاتے ہیں۔

مال غصبی ...

جناب امیر علیہ السلام نے جبکہ معاویہ شام میں مسجد بنوا رہا تھا تو اسکو تحریر فرمایا کہ تو کسقدر بیوقوف ہے کہ لوگوں کا زبردستی ناحق پیسہ لیکر مسجد بنواتا ہے خدا تجھکو موفق نہ کرے۔

رمّانہ زانیہ کی حکایت مشہور ہے کہ مال زنا کو راہ خدا میں صرف کرتی تھی پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا وائے ہو تجھ پر نہ زنا کر اور نہ تصدق و صدقہ دے۔

حکایت سفیان ... چوری کر...

سفیان ثوری۔ کہ جو اہلسنت و جماعت صوفیہ کا رئیس و سردار ہے۔ یہ شخص نان فروش و میوہ فروش کی دوکان سے روٹیاں و میوہ چرا کر فقرا کو تصدق کرتا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دیکھکر منع فرمایا۔ اس نے عرض کی کہ خداوند عالم قرآن مجید سورہ انعام جزء ۸ رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۔ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى

اِلَّا مِثْلَھَا۔ یعنی جو ایک حسنہ بجالائے اُسکو دس حسنہ کا ثواب دیا جاتا ہے اور جو ایک معصیت کرے اُسکے لئے ایک معصیت کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ یا ابن رسول اللہ چوری کرنے کا ایک گناہ اور تصدق کرنا دس حسنات کا باعث اس دس سے ایک حسنہ صاحب مال کا بقیہ نو مجھے فائدہ میں ملے۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر یہ کونسی نیکی ہے کہ مال چرا کر دوسروں کو دیتا ہے۔ مال کا چرانا زبردست گناہ کبیرہ اور پھر اس غصبی مال کو تصدق کرنا دوسرا گناہ عظیم۔ تو پھر یہ عمل نیک کیسے رہا کہ جسکے بدلے میں دس حسنات ملیں علاوہ بریں پیشوائے مذہب صوفیہ بنا ہے وہ بیوقوف حکم قرآن سے جاہل تھا خداوند عالم سورہ مائدہ جزء چھٹا رکوع نو میں ارشاد فرماتا ہے۔ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ اس میں شک نہیں کہ متقین کے اعمال کو پروردگار قبول فرماتا ہے نہ کہ گناہ گاروں سے۔

ست چار چیزوں
ن سوال ہوگا

اخطب خوارزمی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر خدا نے۔ لَا یَزُوْلُ قَدَمُ عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یَسْئَلَہٗ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ۔ وَعَنْ جَسَدِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ فِیْمَا اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ۔ وَعَنْ حُبِّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔ روز قیامت کوئی بندہ قدم تک بھی نہ اٹھا سکے گا تا اینکہ چار چیزوں کا سوال نہ کیا جائے۔ اول عمر کے متعلق کہ کس چیز میں گذاری دوسرے بدن کے متعلق کہ کس چیز میں تمام کیا تیسرے مال کے متعلق کہاں سے حاصل کیا اور کس چیز میں صرف کیا چوتھے ہم اہلبیت کے متعلق سوال ہوگا۔ اللہ اکبر ان چاروں چیزوں کے متعلق جواب دینا بہت دشوار ہوگا۔

خوشحال محبان اہلبیت کا امام ششم کاشف الاسرار الحقائق والدقائق مولانا جعفر الصادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں شِیْعَتُنَا مِنَّا قَدْ خُلِقُوْا مِنْ فَاضِلِ طِیْنَتِنَا وَعُجِنُوْا بِمَاءِ وِلَایَتِنَا۔ شیعہ ہمارے ہم سے ہیں اور خلقت شیعیں کی ہماری بقیہ مٹی سے ہے۔ اور خمیر اس مٹی کا ہمارے ماءِ محبت سے ہے۔

حضرات! ہر چیز کی علامت و شناخت ضروری ہے۔ محب اہلبیت کی شناخت کی طرف خیال فرمائیے انکی علامت و شناخت کیا ہے۔

مصائب

اقوال ائمہ پر نظر کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے یَحْزَنُوْنَ لِحُزْنِنَا وَیَفْرَحُوْنَ لِفَرْحِنَا۔ علامت محبت۔ شیعوں کی شناخت یہ ہے کہ ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے رنج میں رنجیدہ ہوتے ہیں واقعہ کربلا سے بڑھکر شیعوں کے رنج وغم کا باعث اور کیا ہوسکتا ہے۔

کہ امام زماں فرزند رسول کو تین دن کا بھوکا پیاسا مع عزیز و انصار کے شہید کیا حتیٰ کہ طفل ششماہہ شیرخوار بچہ تک کو نہ چھوڑا۔

آہ مومنین جان تمہاری قربان ہو ان لبہائے خشک پر کہ جن سے فرمانے تھے کہ اے قوم ناانصاف والے ہو تم پر کہ تم نے بھائی اور فرزند اور اعوان و انصار و شیعہ میرے آج سب قتل کیے اور اب کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ سوائے اس شیرخوار کے کہ یہ بھی تین شبانہ روز سے پیاسا ہے فَاسْقُوْهُ جُرْعَةً مِّنَ الْمَاءِ فَبَيْنَا هُوَ يُخَاطِبُهُمْ۔ اِذْ رَمَاهُ مَلْعُوْنٌ بِسَهْمٍ مَسْمُوْمٍ فَوَقَعَ فِيْ حَلْقِ الطِّفْلِ فَذَبَحَهُ مِنَ الْاُذُنِ اِلَى الْاُذُنِ۔ پس اسے ایک جرعہ پانی کا پلا دو کہ یہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔ آہ حضرت ابھی اتمام حجت فرما رہے ہے کہ ایک بیرحم نے کہ نام اسکا حرملہ تھا ایک تیر مسموم طرف حضرت کے مارا کہ وہ تیر ستم حلق نازنین علی اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کرکے نکل گیا۔ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْخَيْمَةِ وَنَاوَلَهُ بِاُمِّهِ وَقَالَ لَهَا يَا رَبَابُ اِصْبِرِيْ عَلَى الْبَلَاءِ وَاشْكُرِيْ اِلٰهَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ فَاِنَّهُ لَا يَظْمَأُ بَعْدَ ذَالِكَ اَبَدًا۔ پس مظلوم کربلا مقتل سے طرف خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اس شیرخوار کی انکی مادر ستم دیدہ کو دیدی اور فرمایا کہ اے رباب صبر کرو اس مصیبت عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالق آسمان و زمین ہے اور یہ امر باعث رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب لیسے آب خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا فَجَعَلَتْ تُقَبِّلُهُ وَتَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَنَحْرِهٖ۔ پس مادر ستم رسیدہ انکی اس بچہ کو لیکر بوسے لینے لگی اور خون منھ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھیں۔ اشعار

تَبْكِيْ وَتَلْطِمُ وَجْهَهَا وَخُدُوْدَهَا ۞ وَعُيُوْنُهَا تَجْرِيْ دَمًا وَتَقْطُرُ

وَغَدَتْ تُمَرِّغُ خَدَّهَا بِدِمَائِهٖ ۞ وَتَقُوْلُ وَاحُزْنَاهُ مِثْلُكَ يُنْحَرُ

اور زار زار روتی تھیں اور اپنے منھ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منھ اپنا منھ پر اس نور نظر کے رکھکر یہ بین جگرخراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارہ جگر اے نور نظر ہائے اے راحت دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کسی بیرحم نے تجھسے شیرخوار پر رحم نہ کیا۔ اور تجھ سے تشنہ لب ہمشکل رسول خدا کو تیر ستم سے نحر کیا آہ شاید اس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ سے شیرخوار کو اعدا نے نحر کیا اور وہ مظلومہ

خون گلوئے علی صغر سے لیکر اپنے منھ پر ملتی تھیں اور کہتی تھیں کہ مجھے نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکان تیر سے بڑھایا جائے گا وَرَوَی ابْنُ نَمَا فَلَمَّا تَغَيَّرَتْ حَالُهَا اَخَذَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ حِجْرِهَا وَجَاءَ بِهٖ فِي الْمَقْتَلِ وَوَضَعَهُ فِي الْقَتْلٰى مَعَ اَهْلِبَيْتِهٖ چنانچہ ابن نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسین نے حال مادر علی صغر کا نہایت متغیر پایا تو اس نور چشم کو آغوش سے اُس معظمہ کی لے لیا اور قتلگاہ میں تشریف لائے اور لاش میں بچہ کی لاشہائے شہدائے اہلبیت میں رکھدی وَفِي الْاِحْتِجَاجِ اَنَّهُ نَزَلَ عَنْ فَرَسِهٖ وَحَفَرَ لَهُ بِجَفْنِ سَيْفِهٖ وَرَمَّلَهُ بِدَمِهٖ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ بِيَدِهٖ وَبَكٰى عَلَيْهِ بُكَاءً شَدِيدًا اور احتجاج طبرسی میں یوں منقول ہے کہ امام حسین لاش علی اصغر کو آغوش میں لیکر مقتل شہدا میں تشریف لائے اور ذوالجناح سے اُتر کر نوک شمشیر سے ایک چھوٹی سے قبر کھود دی اور خون حلق نازنین علی اصغر سے لیکر تمام بدن پر اُس بچے کے بجائے کفن کے ملا اور نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اُس نور نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کردیا اور بعد دفن کے قبر پر اُسکی بشدت روتے تھے ۔ اور گویا فرماتے تھے ۔

وَاللّٰهِ مَا لِيْ اَنِيْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِكُمْ ۔۔۔ اِلَّا الْبُكَاءُ وَقَرْعُ السِّنِّ مِنْ نَدَمٍ

اے فرزند میرے قسم بخدا کہ بعد تم سب کی شہادت کے اب کوئی انیس ہمارا باقی نہیں ہے سوائے رونے اور دندان حسرت چبانے کے پس اے نور چشم اے علی صغر جبتک کہ ہم جیتے ہیں تیری مفارقت میں رویا کرینگے اور دست تاسّف ملا کرینگے جبتک کہ تجھ سے نہ ملینگے

پس حضرت بحسرت قبر علی صغر پر گریہ و بکا کیا کیے ۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس پانزدہم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ مُحْكَمِ كِتَابِهِ الْكَرِيْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ سورہ بقر جزو دوم رکوع سوم میں ارشاد باری ہے کہ دعا مانگو تملوگ بذریعہ صبر و صلوٰۃ کے تحقیق اللہ صابروں کیساتھ ہے۔

مفسرین کا بیان ہے کہ صبر سے مراد روزہ اور صلوٰۃ سے مقصود نماز ہے۔ اور استعانت سے مطلب مدد مانگنا ہے۔ یعنی انسان اپنے مشکلات و مہمات کے وقت نماز و روزہ سے مدد مانگے۔ نمازیں پڑھے روزے رکھے نماز و روزے کی نذر کرے۔ اسی کی منت مانے۔ اسکو اپنے مہمات میں حقتعالیٰ کے نزدیک واسطہ اور انہی کو اپنے حاجات کے برآوردہ ہونیکا ذریعہ اور اپنے حل مشکلات کے لیے اپنے پروردگار کی درگاہ کا وسیلہ قرار دے۔ یہی وہ چیزیں ہیں کہ جس سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور سخت سے سخت مہم آسان ہو جاتی ہے۔

صلوٰۃ سے مراد نماز ہے۔ یعنی نماز کے ذریعہ درگاہ الٰہی میں اپنی حاجتیں پیش اور اسکے وسیلہ سے اپنی مرادیں طلب کرو۔ اسی کے سبب سے دعائیں مانگو۔

صبر سے مراد روزہ ہے چونکہ روزے میں لذائذ دنیا کو ترک کر کے صبر کرنا ہوتا ہے اسواسطے حقتعالیٰ نے اسکو صبر سے تعبیر فرمایا ہے علم فصاحت و بلاغت میں اس طرح کے استعارے کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔ روزے کے ذریعہ مہمات آسان مشکلات حل کام دل پورا مطالب قلبی حاصل مرادیں برآتی ہیں۔ دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اسی سے ہموم رفع اور غموم دفع ہوتے ہیں۔ روزے سے بے اولاد صاحب اولاد۔ مفلس غنی اور ضعیف قوی مریض تندرست و شفایاب ہوتے ہیں اس میں ہر غم والم کی دوا اور ہر مرض و بیماری کی شفا ہے۔ قرآن مجید میں نماز کو ہر جگہ مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اس مقام پر حقتعالیٰ نے روزے کو مقدم فرمایا ہے اس سے اشارہ اس بات کا ہے کہ روزہ بہت ہی مہتم بالشان امر اور بیحد مفید فریضہ ہے۔ ہملوگ تو کیا اس کی اہمیت شارع مقدس سے پوچھیئے زینت عرش الٰہی کا واقعہ مشہور ہے۔

حسنین علیہما السلام بیمار پڑتے ہیں۔ پیغمبر خدا عیادت کو آتے ہیں علی و فاطمہ علیہما السلام کو روزے کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں پس چونکہ قول و فعل رسول بلا ایمائے الٰہی و بغیر وحی خداوندی کے نہیں ہوتا لہٰذا بحکم خدا روزے کی اہمیت اور اسکی عظمت و بزرگی کی تصدیق پیغمبر خدا کے ذریعہ علی و فاطمہ سے عملی جامہ پہنوا کر مخلوق کو ہدایت فرماتے ہیں۔

گو اظہر من الشمس ہے کہ پیغمبر خدا علی و فاطمہ کو تلقین و تعلیم کرنا عدم واقفیت کی بنا پر نہ تھا۔ علاوہ بریں اگر رسالتمآب دونوں شہزادوں کی صحت و تندرستی کا ذریعہ دوسرے کسی عمل کو قرار دیتے تو بھی ممکن تھا۔

بھلا کوئی معمولی مسلمان بھی یہ کہہ سکتا کہ اگر خود بہ نفس نفیس پیغمبر خدا اپنے دونوں نور چشموں کی صحت و تندرستی کی دعا فرماتے۔ تو کیا حسنین تندرست و صحیح و سالم نہ ہوتے۔ اور نعوذ باللہ دعائے رسول کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ یا انکی دعا مستجاب و مقبول نہ ہوتی۔

یا علی و فاطمہ باہم یا کوئی ایک ان میں سے دونوں شہزادوں کے لئے دعائے صحت و تندرستی فرماتا تو کیا پروردگار مستجاب نہ فرماتا۔ یا انکی دعا کا اثر استجابت ظاہر نہ ہوتا یا اور کسی ذریعہ و وسیلہ سے ان شہزادوں کے شفا و تندرستی درگاہ الٰہی سے طلب کیجاتی تو کیا نہ ملتی۔ نہیں نہیں ضرور ضرور حاصل ہوتی ضرور ضرور دعا قبول ہوتی۔

پس ان کل ذریعوں اور جملہ وسیلوں و تدابیر کو ترک فرما کر صرف روزے کو صحت حسنین کا ذریعہ۔ اور جناب امیر اور حضرت صدیقہ طاہرہ کو تعلیم و تلقین کرنا دلیل قوی روزے کی اہمیت اور اسکی شرافت و عظمت کی ہے۔ پس قول رسول اور عمل حضرت علی و بتول سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر اس سے بڑھکر دوسری تدبیر اور اس سے زائد زود اثر کوئی صورت اور اس مہم کی حل کرنیوالی اور مشکل آسان اور حاجت برآری اور بیمار و مریض کو شفا و تندرست کرنیوالی اور دعا کے مستجاب ہونیکی اور کوئی چیز ہوتی تو حضرت اسکو فرماتے اور اسی پر جناب امیرؑ اور جناب معصومہؑ عمل فرماتے پس اسواسطے حقتعالیٰ نے نماز بر روزے کو مقدم فرمایا۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔

کیفیت نذر دو روزے حضرت امیرؑ و جناب معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا

چنانچہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام بیمار ہوئے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ عیادت کو تشریف لائے حالت دیکھکر حکیم حاذق و طبیب واثق حقیقی نے حضرت امیرؑ و جناب معصومہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی صحت و شفا کیواسطے کچھ روزے نذر کرو۔ جناب امیر علیہ السلام نے

نذر کی کہ اگر ان دونوں کو اس بیماری سے صحت و شفا ہوئی تو میں تین روزے رکھونگا۔ یہ سنکر جناب معصومہ نے بھی اور خود حسنین علیہما السلام اور جناب فضہ تک نے یہی نذر کی پروردگار عالم نے دونوں شہزادوں کو خلعت شفا سے سرفراز فرمایا اور روزوں کی نذر کرتے ہی تندرست و صحیح و سلامت ہوئے۔

جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ علیہا السلام نے ایفائے نذر چاہی حسنین علیہما السلام نے بھی شرکت کی۔ فضہ خاتون نے بھی متابعت کی پانچوں بزرگواروں نے روزے رکھے واقعہ بہت مشہور ہے سامعین کی نظروں میں پورا مرقع پھر گیا ہوگا۔ مختصر یہ کہ وقت افطار ہر ایک کے سامنے جو کی ایک ایک روٹی صدیقہ طاہرہ کے ہاتھ کی پکائی دسترخوان پر رکھی ہے۔ لقمہ توڑ کر منھ میں رکھنا چاہتے ہیں ناگاہ بیرون دروازہ سے مسکین پکار کر کہتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَبَیْتِ النُّبُوَّةِ اَنَا مِسْکِیْنٌ مِنْ مَسَاکِیْنِ الْمَدِیْنَةِ اَطْعِمُوْنِیْ اَطْعَمَکُمُ اللّٰهُ مِنْ مَوَائِدِ الْجَنَّةِ سلام ہو میرا آپ پر اے اہلبیت پیغمبر میں ایک مسکین ہوں مساکین اہل مدینہ سے بھوکا ہوں مجھے سیر فرمائیے۔ اللہ آپ کو اسکے عوض نعمات جنت سے سیر فرمائے۔

جناب امیر نے سنتے ہی اپنی روٹی مسکین کے سپرد فرما دی۔ صدیقہ طاہرہ نے بھی حوالے فرمادی شہزادوں نے بھی والدین کی تاسی کی۔ فضہ نے بھی متابعت کی۔ پانچوں بزرگوں نے اپنی اپنی روٹیاں دیکر صرف پانی سے روزہ افطار کرکے دوسرے روز پھر روزہ رکھا اور مثل روز اول دسترخوان پر بیٹھے اور ہر ایک کے آگے ایک ایک جو کی روٹی ہے۔ عین وقت افطار یتیم نے سوال کیا۔ اور تیسرے روز بھی وقت افطار اسیر نے آکر سوال کیا۔ اور مثل پہلے روز کے دونوں دن اپنا اپنا کھانا پانچوں بزرگوں نے حوالے فرمادیا۔ اسی جرم سے سورۂ ہل اتی نازل ہوا۔ سورہ دہر جزو ۲۹ رکوع ۱۹ پر ارشاد باری ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا یہ لوگ وہ ہیں کہ جو محض خوشنودی خدا کے لئے مسکین و یتیم و اسیر کا پیٹ بھرتے ہیں۔

سورہ حشر میں ارشاد ہے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ یہ وہ ذات مقدسہ ہیں کہ جو اپنی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورتوں کو مقدم کرتے اور خود اذیت و تکلیف برداشت کرکے دوسروں کو خوش و مسرور کرتے ہیں۔

صاحب فواتح لکھتے ہیں کہ امام شافعی سے حضرت امیر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا انھوں نے

جواب دیا میں کیا کہہ سکتا ہوں اس شخص کے بارے میں جس میں تین باتیں تین باتوں کے ساتھ ایسی جمع ہیں کہ جو کسی فرد بشر کیلئے جمع نہ ہوئی ہیں۔
اول سخاوت فقر و تنگدستی کے ساتھ، دوم شجاعت و بہادری عقل و دانشمندی کیساتھ سوم علم و ادراک عمل کے ساتھ۔ بعد اسکے یہ رباعی پڑھی۔

أَنَا عَبْدٌ لِلْفَتَى ۔ أُنْزِلَ فِيهِ هَلْ أَتَى ۔ إِلَى مَتَى أَكْتُمُهُ ۔ أَكْتُمُهُ إِلَى مَتَى

میں اس جوانمرد کا غلام و بندہ دل سے ہوں کہ جسکی شان میں سورہ ہل اتی نازل ہوا ہے کب تک انکی غلامی کو چھپا سکتا ہوں۔ میں کب تک انکے فضائل و مناقب کو کہ جو خدا نے انکے لئے بیان فرمائے پوشیدہ رکھ سکتا ہوں۔ شاعر کیا خوب کہتا ہے۔

از سخائش لافتی آمد پدید ۔ در نہ سہ نانش ہل اتی آمد پدید

حضرات! عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ تینوں سائل بنی نوع انسان نہ ہو سکتے تھے ورنہ یہ نہ تھے ورنہ کیا انکو علم غیب و مخفی چیزوں کا علم تھا کہ جو عین کھانے کے وقت آکر باری باری سوال کرتے ہیں۔ یہ کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ تینوں سائل انسان نہ تھے۔ بلکہ یہ ملائکہ مقربین تھے جو سائل بنکر انکے فضائل و مراتب کا اظہار کرنیکی غرض سے اور انکے در کی گدائی فخر و شرف جانکر بلکہ سیدہ عالم کے دست مبارک کی روٹیوں سے جنت فردوس کی زینت کی غرض سائل بنکر آئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

انکے دروازے پر ملائکہ کا آنا صرف یہی دفعہ نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ و اکثر و بیشتر آتے تھے۔ بلکہ ملائکہ انکے در پر آنا فخر و شرف جانتے تھے اور تحفہ و ہدیہ لاتے تھے۔ ملائکہ کبھی آب کوثر لیکر آتے تھے۔ تو کبھی مائدہ جنت کبھی میوہ بہشتی لائے۔ تو کبھی کوئی حاجت لیکر آئے کبھی کوئی درزی ہوکر آیا تو کوئی خادم بنکر آیا کوئی لوری دینے آیا تو کوئی تسبیح کرنے آیا تو کوئی چکی پیسنے آیا۔

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهْراً مِنْ لَبَنٍ ۔ لِعَلِيٍّ وَالزَّهْرَاءِ وَحُسَيْنٍ وَحَسَنٍ
كُلُّ مَنْ كَانَ مُحِبًّا لَهُمُ ۔ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ غَيْرِ مِحَنٍ

یعنی جنت میں ایک نہر شیر خالص کی ہے کہ جو حضرت امیر علیہ السلام اور حضرت صدیقہ طاہرہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کیواسطے مخصوص ہے اور محب دوست ان بزرگواروں کے بلا زحمت و تعب داخل جنت ہونگے کیا اچھی بشارت اور کیسی روح افزا خوشخبری ہے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

الحاصل حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ مدد طلب کرو۔

بعض مفسرین صلوٰۃ سے مراد امام حسین علیہ السلام بتاتے ہیں۔ بات بھی جچکتی ہے کیونکہ نماز سے جو تعلق امام حسین علیہ السلام کو ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے۔ اگر انسان معمولی غور و فکر سے بھی کام لے تو بھی دونوں میں بہت سی مناسبتیں سمجھ سکتا ہے۔ آذان و اقامت بلا ان کے نانا کے نام نامی و اسم گرامی کے ناقص اور بلا انکے پدر بزرگوار کے نام ذکر کئے ابتر تشہد میں انپر اور انکے بزرگوں اور انکی اولاد پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے ورنہ نماز باطل۔ تکبیرات سبعہ انہی کی وجہ سے مقرر ہوئیں۔ سورہ حمد میں انہی کی معیت کی نمازی دعا کرتا ہے۔ سلام میں انپر اور انکے نانا و والدین اور انکی اولاد پر سلام کیا جاتا ہے۔ سجدہ انہی کی خاک مدفن پر کرنیکی تاکید ہے۔ تسبیح انہی کی خاک تربت سے بنائی جاتی ہے۔ ان کے مرقد سے مقدم ہوکر نماز پڑھنا ناجائز و باطل ہے بلکہ ان کی قبر کو مقدم و قبلہ قرار دینے کا حکم ہے۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بعض مفسرین صبر سے مراد معصوم ممتحن حضرت امام حسن علیہ السلام کو لیتے ہیں بات بھی عقل میں آتی ہے کیونکہ صبر سے انکو کمال خصوصیت اور خاص تعلق ہے۔ حالات و واقعات کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انکو صبر سے تعلق ہے اسی طرح صبر کو ان سے خاص نسبت ہے۔ اور حقتعالیٰ کا انکو صبر سے تعبیر فرمانا بین ثبوت و قوی دلیل اسکی ہے کہ یہ بزرگوار بے حد حلیم اور کامل درجہ کے متحمل المزاج ہیں۔ اسی واسطے دنیا میں حلم حسنی مشہور ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

قربان جائیں مومنین کی ایسے حلیم و صابر پر کہ جسکو حقتعالیٰ نے قرآن میں لقب صابر عطا فرمایا چونکہ آجکی شب شب ولادت باسعادت امام الشمرۃ العلن۔ دافع الکرب والمحن۔ السید الممتحن حضرت امام حسن علیہ السلام ہے لہذا انہی کے حالات عرض کرنا مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

ولادت آنحضرت کی مدینہ طیبہ میں پندرہ ماہ رمضان المبارک یوم سہ شنبہ سنہ ۳ ہجری کو ہوئی اور کل سینتالیس ۴۷ سال حضرت دنیا میں بحسب ظاہر زندہ رہے ۲۸ بقولے ۲۹ ماہ صفر بروز پنجشنبہ سنہ ۵۰ ھ کو بسبب اثر زہر جعدہ بنت اشعث باغوائے معاویہ وفات ہوئی۔

اعداد ازواج قریب تین سو تک معلوم ہوتے ہیں تعداد اولاد کا پندرہ ۱۵ سے تیئیس ۲۳ تک کا پتہ چلتا ہے۔ جب آنحضرت متولد ہوئے تو جناب سیدہ نے جناب امیر علیہ السلام سے نام مقرر کرنیکو کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کبھی جناب پیغمبر خدا پہ سبقت نکرونگا۔ رسالتمآب تشریف لائے۔ اُن سے نام رکھنے کی خواہش کیگئی۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ میں کبھی خدا سے سبقت نکرونگا۔ فوراً جبرئیل نازل ہوئے وحی لائے کہ اے حبیب ہمارے علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی پس چونکہ ہارون کے بیٹے کا نام شبر تھا لہذا آپ بھی وہی رکھیے۔ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا کہ یہ نام عبرانی زبان کا ہے اور ہماری زبان عربی ہے۔ جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ شبر کا ترجمہ عربی زبان میں حسن ہے لہذا اس مولود کا نام حسنؑ رکھیئے۔

جب حضرت کی عمر ظاہری ڈھائی برس کی تھی تو ایک مرتبہ حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں ابوسفیان حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے علیؑ آپ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے میری سفارش کیجیے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو میرے قتل سے ممانعت کردیں اور مجھکو جان کا خوف نہو۔ حضرت امیر نے ارشاد فرمایا کہ تو اسلام قبول کر ورنہ مسلمان تیرے خون کی محافظت نہ کرینگے اور نہ رسالتمآب تیرے قتل سے منع فرمائینگے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام پس پردہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھے تھے بیرون پردہ تشریف لائے جب ابوسفیان نے اس شہزادے کو دیکھا تو باواز بلند حضرت صدیقہ سے عرض کی کہ اے سیدہ اپنے اس شہزادے سے ارشاد فرمائیے کہ وہ اپنے نانا رسولخدا سے میری سفارش کریں۔

امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اپنی جان کی حفاظت چاہتا ہے تو مسلمان ہوجا اور صدق دل سے دین اسلام قبول کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے نانا رسولخدا سے سفارش کرونگا۔ یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ذریت آل محمدؐ میں مثل یحییٰ ابن زکریا کے فرزند پیدا کئے کہ جنھوں نے لڑکپن میں کلام کیا تھا۔ سورہ مریم جزو ۱۶ رکوع چہارم میں رب العزت فرماتا ہے وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ اور ہم نے بچپنے میں جناب یحییٰ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ جب جناب امیر علیہ السلام کو یہ خبر ہوئی کہ معاویہ ایک لاکھ فوج کیساتھ آمادہ

آپ کے نام کا مقرر ہونا

آپ سے ابوسفیان کا کلام کرنا

جنگ ہے۔ تو پوچھا کہ یہ لوگ کس قوم اور کس قبیلہ کے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اہل شام ہیں فرمایا کہ یہ لوگ اہل شام نہیں بلکہ اہل شوم سے ہیں۔ وہ لوگ انکی نسل سے ہیں جن پر حضرت داؤد نے لعنت کی تھی اور خدا نے انکو بندر اور سور کی صورت پر مسخ کر دیا تھا۔

جناب امیر کا خط

بعد کو حضرت نے ایک معاویہ کو لکھا کہ اے معاویہ تو کیوں بندگان خدا کا خون کرتا ہے۔ فقط ہم تم دونوں باہم ہو کر لڑلیں۔ اگر تو مارا گیا تو جہنم پہونچیگا لوگ تیرے ظلم و ستم سے راحت پائینگے۔ اور اگر میں قتل ہو گیا تو بہشت میری جگہ ہوگی۔ مراد دل تیری پوری ہوگی۔

دونوں مقابلہ کرلیں

یہ خط پڑھکر معاویہ نے اپنے مصاحبین کو دکھایا۔ سب نے پسند کیا اور سب تبسم کہتے تھے کہ حضرت امیر نے بہت ہی منصفانہ بات لکھی ہے۔ معاویہ نے کہا بھلا میں کیسے یہ بات قبول کر سکتا ہوں۔ میری مجال ہے کہ ان سے مقابلہ کر سکوں میں خود جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر مشرق سے مغرب تک ملکر لوگ علیؑ سے مقابلہ کریں تو بھی وہ سب کو قتل کرینگے لوگوں نے کہا کہ اے معاویہ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ ہم لوگ جناب امیرؑ سے لڑنے میں حق پر نہیں بلکہ صریحا ناحق و باطل پر ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو میں تو ایک لاکھ لشکر کے ساتھ ان سے مقابلہ و جنگ کرونگا۔

سلطان روم

جب یہ خبر بادشاہ روم کو پہونچی تو اس نے تجار عرب سے ایسے شخص کو بلایا کہ جو دونوں کے شمائل و اوصاف سے واقف تھے اور دونوں کے اوصاف و محامد دریافت کئے۔ اور اپنے خزانہ شاہی سے کچھ تصویریں طلب کر کے دیکھیں اور کہا بیشک یہ شامی بادشاہ بے دین دغا صفت و گمراہ ہے۔ اور وہ بادشاہ کہ جو ساکن کوفہ ہے برحق و ہادی خلق ہے۔ بعد اسکے سلطان روم نے معاویہ کو ایک خط لکھا کہ تیرے خاندان میں جو سب سے زیادہ عالم و عارف ہو میرے پاس بھیجدے تاکہ بعد گفتگو دیکھوں کہ اس ملک کا مستحق و اہل تم دونوں سے کون ہے۔ اور نیز جناب امیر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بھی اسی مضمون کا عریضہ ارسال کیا۔

دعا دینے

معاویہ نے اپنے فرزند ناخلف یزید بدبخت کو بھیجا۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے فرزند دلبند حضرت امام حسن علیہ السلام کو روانہ کیا۔

امام حسن و یزید کے دربار میں

یزید نے بادشاہ روم کے پاس پہونچکر بادشاہ کے ہاتھوں کو چوما سر کو بوسہ دیا۔ اور جناب حسن علیہ السلام نے پہونچکر ارشاد فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْنِیْ یَهُوْدِیًّا وَلَا نَصْرَانِیًّا وَلَا مَجُوْسِیًّا وَلَا عَابِدَ الشَّمْسِ وَلَا الْقَمَرِ وَلَا الصَّنَمِ وَلَا الْبَقَرِ وَجَعَلَنِیْ

حَنِیْفًا مُسْلِمًا وَلَمْ یَجْعَلْنِی مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ شکر ہے اس خدا کا کہ جس نے مجھے یہودیت سے بری نصرانیت سے عاری مجوسیت سے دور آفتاب و ماہتاب کی عبادت کا منکر بت پرستی کا مخالف اطاعت بقر سے روگرداں بلکہ حقیقی مسلمان قرار دیکر دائرۂ شرک سے بچایا یہ فرماکر حضرت بیٹھ گئے اور اپنے سامنے نظر فرماتے تھے۔

بادشاہ نے اس وقت دونوں کو جائے قیام پر رخصت کردیا پھر بعد کو پہلے یزید پلید کو بلایا اور تین سو تیرہ صندوق اپنے خزانہ عامرہ سے منگائے اور ان میں سے تصویریں نکال کر یزید سے پوچھنا شروع کیا اور ایک ایک تصویر کو دیکھا کر دریافت کرنے لگا کہ یہ کسکی تصویر ہے اور وہ کسکی ہے۔ یزید مبہوت رہا اور کسی ایک کو نہ بتا سکا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ روزی خلائق کہاں سے تقسیم ہوتی ہے اور روحیں مومنین کی کہاں رہتی ہیں اور ارواح کفار کہاں جمع ہوتی ہیں۔ یزید کچھ جواب نہ دے سکا۔ بادشاہ نے امام حسن علیہ السلام کو بلایا۔ اور عرض کی کہ میں نے یزید کو صرف اتمام حجت کیواسطے بلایا ہے تاکہ اسکو اچھی طرح یقین ہوجائے کہ خلاق عالم نے آپکو اور آپ کے پدر بزرگوار کو نعمت علم سے مالا مال فرمایا ہے۔ یا ابن رسول اللہ میں نے انجیل میں بھی دیکھا ہے اسمیں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو رسولخدا اور علیؑ کو اُن کا وزیر و خلیفہ لکھا ہے۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے سلطان جو کچھ تجھے پوچھنا ہو پوچھ خواہ انجیل ہو یا توراۃ یا زبور ہو یا قرآن جیسے چاہے دریافت کر۔

بادشاہ نے تصویریں دیکھانا شروع کیں۔ امام حسن علیہ السلام نے ہر ایک کو بتلانا شروع کیا۔ پہلی تصویر دیکھکر حضرت نے فرمایا کہ یہ تصویر حضرت آدم ابو البشر کی ہے۔ دوسری کو دیکھکر فرمایا کہ یہ حضرت حوا ام البشر کی ہے تیسری کو حضرت شیث اور چوتھی کو حضرت نوحؑ اور پانچویں کو جناب ابراہیم خلیل اور چھٹی کو حضرت اسمٰعیل ساتویں کو جناب یعقوبؑ آٹھویں کو جناب یوسفؑ صدیق نویں کو حضرت موسیٰ کلیم دسویں کو داؤد گیارہویں کو شعیبؑ بارہویں کو زکریا تیرہویں کو حضرت یحییٰ چودھویں کو حضرت روح اللہ کی تصویریں بتائیں۔ اسی طرح ایک ایک نبی کی تصویر کو بادشاہ دیکھاتا تھا حضرت امام حسن اس نبی کا نام بتاتے تھے۔

اسکے بعد سلطان روم بادشاہوں کی تصویریں دیکھاتا تھا اور دریافت کرتا تھا حضرت ہر ایک کا نام و صفات بتلاتے تھے اور فرمایا کہ انکے حالات کسی کتاب آسمانی میں نہیں ہیں۔

ت سلطان روم
یزید پلید

ت سلطان روم
ت امام حسنؑ

اس نے اعتراف کیا۔ پھر ایک پاکیزہ و حسین تصویر تھی اسے دیکھکر حضرت رونے لگے اور فرمایا کہ یہ تصویر میرے جد امجد رسول مقبول محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ کی ہے۔

پھر سلطان روم نے پوچھا کہ وہ سات چیزیں کون ہیں کہ جو اپنی ماں کے شکم سے پیدا نہیں ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اول حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام ہیں دوم حضرت حوا ام البشر علیہا السلام تیسرے گوسفند حضرت ابراہیم خلیل الرحمان ہے چوتھے گوسفند اسمٰعیل ذبیح اللہ پانچویں ناقہ صالح پیغمبر ہے چھٹے اژدھائے حضرت موسیٰ کلیم اللہ ساتویں وہ زاغ جس نے قابیل کو ہابیل کے دفن کرنیکی تعلیم دی تھی۔

پھر سلطان نے رزق خلائق کو پوچھا، فرمایا چوتھے آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور بقدر قسمت ہر شخص کو تقسیم کیا جاتا ہے پھر ارواح مومنین کو پوچھا فرمایا نزدیک صخرہ بیت المقدس کے۔ پھر پوچھا کہ ارواح کفار کہاں رہتی ہیں حضرت نے جواب دیا کہ وادی برہوت کہ جو حضر موت میں ہے۔

جب امام حسن علیہ السلام نے کل سوالات کا تسکین بخش جواب دیا اور اسکے کل معموں کو حل اور جملہ مسائل کے جواب باصواب دیدئے تو سلطان یزید کی طرف متوجہ ہوکر سر دربار کہنے لگا کہ اے یزید سنا تو نے جملہ سوالات کے جوابوں کو۔ اے یزید یہی وہ علم ہے جسکو سوائے نبی اور اسکے وصی کے کوئی نہیں جانتا۔

اسکے بعد امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں تحفے و ہدیے پیش کئے۔ اور التماس کی کہ یا ابن رسول اللہ دعا فرمائیے کہ حقتعالیٰ مجھے بھی آپکے جد امجد جناب رسو لخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دین نصیب فرمائے۔

اسکے بعد معاویہ کے نام ایک خط لکھا کہ اے معاویہ کمال تعجب اور بہت ہی حیرت تجھ سے اس بات پر ہے کہ جبکہ حقتعالیٰ نے بعد اپنے رسول کے اعلم ناس قرار دیا ہو۔ اور کتب آسمانی توریت و زبور و انجیل و قرآن سے حکم کرتا ہو وہ تو خلیفہ رسول نہ قرار پائے اور اسکے مقابل تیرا باپ دعوائے خلافت کرے۔ جو جاہل محض اور سراپا مکار ہے۔

سلطان روم نے ایک عریضہ خدمت امیر المومنین میں اس مضمون کا لکھا کہ بیشک یہ خلافت آپ کا حق ہے اور آپ اور آپکی اولاد طاہرین خاندان نبوت و وصایت سے ہیں۔ بیشک آپ جہاد فرماویں جو آپ سے لڑیگا وہ آپ کے ہاتھ سے قتل اور عذاب

جہنم میں مبتلا ہوگا۔ اور میں نے کتاب انجیل میں دیکھا ہے کہ جو آپ سے قتال کرے گا خدا و رسول اور کل انسانوں کی اس پر لعنت ہو گی اور کل اہل زمین و آسمان اسپر لعنت کرینگے۔

روایت میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ آخر کیا سبب ہے کہ جو آپ اسقدر ظلم معاویہ پر صبر و تحمل فرماتے ہیں۔ آپ نے بہت معقول جواب باصواب دیا کہ جسکا خلاصہ یہ ہے اے شخص میں عاجز و مجبور نہیں ہوں اگر میں دعا کروں تو حقتعالیٰ عراق کو شام اور شام کو عراق بنا دے اور عورت کو مرد اور مرد کو عورت کر دے

(شامی کی عورت بنکر مرد بنانا)

ایک شامی بھی وہیں بیٹھا تھا کہنے لگا کون ایسے محال امر پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ سُنکر حضرت نے اُس سے فرمایا کہ جا اُٹھ کھڑی ہو اے عورت، تجھے شرم نہیں آتی کہ مردوں میں بیٹھی ہے۔ اب جو اس نے خیال کیا تو اپنے تئیں عورت پایا۔ پھر تو بہت ہی گھبرایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے عورت گھبراتی کیوں ہے تیری زوجہ مرد ہو گئی۔ اور تجھے اُس سے حمل بھی رہیگا۔ اور اولاد بھی پیدا ہو گی۔ اور تجھ سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ خنثیٰ ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ جیسا حضرت نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا۔ بعد اس کے اُس مرد شامی اور اسکے عیال نے اپنے اعتقاد فاسد سے حقیقی توبہ کی اور عورت و مرد دونوں طالب عفو ہوئے۔ حضرت نے دعا فرمائی وہ دونوں اپنی اصلیت اور پہلی حالت پر ہو گئے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

مجلس شانزدہم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ عَذَابَ رَبِّہِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ - سورہ معارج جزء ۲۹ رکوع ہفتم میں ارشاد باری ہے - تحقیق تمہارے پروردگار کا عذاب غیر مامون ہے - یعنی اپنے کو عذاب الٰہی سے امن وامان میں نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ ہروقت ڈرتا رہنا چاہیئے۔

حضرات دل انسان کا کبھی فکر وخیالات سے خالی نہیں رہتا - کوئی نہ کوئی فکر وخیال خواہ وہ اچھا ہو یا برا ضرور دل میں رہتا ہے۔

دلِ انسان بمنزلہ حوض کے ہے کہ جسکی جانب بہت سی نہریں جاری ہیں - اور ہر سمت سے اس میں نہریں اُترتی ہیں - ہاں البتہ جو حضرات زیور علم سے آراستہ اور محسنات معرفت سے پیراستہ ہیں انکے دل میں اذکار حسنہ اور خیالات محمودہ شب وروز رہتے ہیں لیکن جو عقل وفہم سے عاری اور خواہشات نفسانی میں سرشار ہیں انکے دل ہروقت خیالات فاسدہ اوہام کاذبہ سے پر وعلو رہتے ہیں۔

مگر جنکے دل نور ایمان سے منور اور معارف الٰہی سے روشن ومزین ہیں انکو ہروقت دو فکریں گھیرے رہتی ہیں وہ لوگ انہی دو فکروں کے رفع ہونیکے اسباب فراہم کرتے ہیں شب وروز مثل سیارہ گردش وحرکت میں بسر کرتے ہیں اور وہ دو فکریں یہ ہیں۔

(اول) عمر گذشتہ کے متعلق کہ جو آجتک گناہ ومعاصی سرزد ہوئے ہیں - انکی جزاوسزا کیسے اور کب ہوگی اور اسکے متعلق حقتعالیٰ کیا معاملہ فرمائیگا۔

(دوم) بقیہ عمر کی بابت کہ آیا یہ عمر اطاعت وعبادت میں صرف ہوگی یا نعوذ باللہ معصیت ومخالفت خدا میں صرف ہوگی - غرضکہ خدا کے نیک وصالح بندے کبھی بھی ان دو فکروں سے خالی نہیں ہوتے۔

کیونکہ جو عمر انسان دنیا میں بسر کرچکا ہے اور جو حسنات وسیئات دنیا میں بجالایا ہے اسکی فکر ضروری ہے۔

حسنات - کے متعلق یہ خیال کہ آیا یہ درست وصحیح ہیں یا نہیں - ارکان وشرائط کے والا - واجبات کے ساتھ مستحبات سے مزین - شرائط صحت وآداب قبول سے آراستہ بھی ہیں یا نہ - کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن اعمال کو انسان درست وصحیح خیال

کرتا ہے وہی مردود ومعیوب ہو جاتے ہیں۔ اور جس پر شخص اعتماد نہ بھروسہ کرتا ہے وہی ناقص وبیکار ہوتے ہیں۔ شعر

خوش بود چوں محک تجربہ آید بمیاں ؛ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

امتحان کے وقت آزمائش کرنے سے بےعیب ثابت ہوں۔ جب حسنات کی جانچ پرتال کے وقت اعمال صالحہ بےنقص و بےعیب قرار پائے تب درست ورنہ کف افسوس ملنا پڑیگا۔

سئیات۔ کے متعلق خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم حقتعالیٰ ہم سے کیا معاملہ کریگا حقوق الناس کے متعلق کیسے نجات حاصل ہوگی۔ حقوق اللہ کیوجہ سے کیسے دردناک عذاب کا سامنا پڑیگا۔ گاہ خیال آتا ہے کہ سیئات کا بدلہ عذاب آخرت ہوگا یا دنیا میں بدلہ لیلجائیگا یا دنیا وآخرت دونوں میں بھگتنا ہوگا یا عالم برزخ کا عذاب شدید جھیلنا ہوگا۔ اور کبھی خیال آتا ہے کہ آیا ان معاصی کی سزا دنیا میں ہوئی تو آیا صرف مجھ اکیلے کو مبتلا ہونا ہوگا یا میری اولاد واحفاد بھی مبتلائے عذاب ہوگی۔ اور کبھی خیال آتا ہے کہ وہ سزائے معاصی عالم شباب جوانی میں ہوگی یا پیری وضعیفی میں۔ صحت وتندرستی کے زمانہ میں یا بیماری ومرض میں ہوگی۔ غربت وپردیس میں ہوگی یا وطن میں نقصان مال سے ہوگی یا نقصان جان سے۔ بھوک وجوع سے یا عطش وپیاس سے۔ سورہ بقر جزو دوم رکوع سوم میں ارشاد ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ الخ حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم ضرور تم لوگوں کا امتحان خوف اور بھوک مال وجان کے نقصان اور میوں کی کمی سے کرینگے۔ بہرحال دل میں مختلف طریقوں سے افکار وخیالات رہتے ہیں کہ آجتک جو حسنات وسئیات مجھ سے سرزد ہوئے ہیں۔ مجھسے کیا معاملہ وسلوک فرمائیگا۔

دوسرے امر کے متعلق کہ بقیہ عمر خواہ تھوڑی ہو یا بہت اطاعت الٰہی وعبادت خداوندی میں صرف ہوگی۔ یا معصیت ونافرمانی میں گزرے گی۔ غرضکہ انسان عاقل وعارف وشخص عالم ودانشمند انہی خیالات وافکار میں ہمیشہ غلطاں وپیچاں رہتا ہے۔

حضرات یہ دونوں فکریں خود بخود پیدا نہیں ہوتیں بلکہ خوف خدا وخشیت الٰہی کیوجہ سے قلب انسان میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو دل خوف خدا سے خالی اور جو قلوب خشیت

الٰہی سے عاری ان سے یہ افکار کوسوں دور اور منزلوں بعید ہیں۔
اور چونکہ خوف الٰہی وخشیت خدائی کے مراتب ودرجات ہیں پس جس انسان میں جتنا اور جس درجہ کا خوف خدا ہوگا اتنا ہی اس میں یہ خیالات وافکار زیادہ ہونگے
حضرات! آیات قرآن میں تدبر وتفکر سے پتہ چلتا ہے کہ خوف خدا وخشیت الٰہی کا دارومدار علم ومعرفت پر ہے۔ جو شخص جتنا علم ومعرفت میں بلند پایہ ہوگا اتنا ہی اس میں خدا کا خوف اور اللہ کی خشیت زیادہ ہوگی۔ سورہ فاطر جز ۲۲ رکوع ۱۶ میں ارشاد باری ہے اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا خدا کے بندوں میں سے خدا کا خوف رکھنے والے صرف طبقہ علماء کا ہے۔ اور ہدایت ورحمت پروردگار کا رکن اعظم خوف الٰہی وخشیت خداوندی پر ہے۔ سورۂ اعراف جز ۹ رکوع نہم میں ارشاد ہے هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ۔ ہدایت ورحمت خدا سے ڈرنیوالے لوگوں کے واسطے ہے۔ اور عمارت ایمان واقعی وقلعہ اسلام حقیقی بھی خشیت وخوف ایزدی پر قائم ہے۔ سورۂ آل عمران جز ۴ رکوع نہم میں فرماتا ہے خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر واقعی مومن ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو۔ سورہ انفال جز ۹ رکوع ۱۵ میں ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ایماندار تو وہی ہیں کہ اگر انکے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو دل انکے دہل جاتے ہیں۔ اور دخول جنت ونجات جہنم بھی بلا خوف وخشیت کے محال ہے سورۂ رحمان جز ۲۷ رکوع ۱۳ میں ارشاد خدا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ جو شخص اپنے پروردگار کی عظمت وجلال سے ڈرتا رہا اسکے لئے دو جنتیں ہیں۔
غرضکہ بہت سے آیات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خوف انسان کے واسطے بہت ضروری اور بیحد مفید ولازمی ہے بلکہ کل اوامر کا انحصار اور کل نواہی کا دارومدار اسی پر ہے۔ بغیر اسکے انسان نہ کوئی واجب ادا کر سکتا ہے اور نہ بلا اسکے کوئی حرام ترک کر سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسی اہم اور ضروری چیز سے عموماً لوگ خالی اور زیادہ تر اس سے فقط آتے ہیں۔ آخر اسکا کیا باعث اور کیا سبب ہے۔
لیکن افسوس بلکہ لاکھ افسوس ایسے نادانوں واحمقوں پر جو بچہ شیر کے مقابلہ اور روبرو جانے سے پس وپیش نہیں کرتے۔ لیکن جب وہ دوسروں یا اپنے بزرگوں کو کسی سے خائف وترساں دیکھتے ہیں تو وہ بھی خائف وترساں ہوتے ہیں۔

جو لوگ معارف الٰہیہ سے دور اور ناواقف ہیں انکو معرفت خدا حاصل کرنا اہم واجبات اور اشد ضروری ہے اور جو لوگ معرفت کے دارا ہیں لیکن عرصہ دراز سے دنیاوی امورات اور نفسانی خواہشات میں منہمک ہونے کیوجہ سے بے خوف ہیں۔ انکو انبیاء و مرسلین و ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر بزرگان دین کے حالات و واقعات کو نصب العین قرار دینا ضروری و لازمی ہے۔ کیونکہ وہ حضرات باوجودیکہ لباس عصمت سے مزین اور معصوم کے درجہ پر فائز ہونے کے کس طرح عظمت الٰہی سے ڈرتے و ترساں تھے۔

اور جو لوگ رحمت الٰہی اور مغفرت ایزدی پر مطمئن ہیں انکو یہ خیال رکھنا واجب و لازم ہے کہ آیا اس رحمت و مغفرت حقتعالیٰ سے انبیاء و ائمہ معصومین بھی باخبر و مطلع تھے اور وہ بھی اسکی رحمت واسعہ سے واقف تھے یا نہیں پس جو شخص انکو ناواقف و بے خبر سمجھے یا نعوذ باللہ خود کو اُن سے زیادہ باخبر و واقف کار جانے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو کر زمرہ کفار میں محسوب ہے۔

بہرحال جب وہ لوگ باوجود معصوم ہونیکے اس طرح سے خوف خدا رکھیں تو ہم لوگ باوجود سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہونیکے زیادہ حقدار خوف و خشیت الٰہی کے ہیں۔

کیونکہ رحمت خدا محسنین کے واسطے ہے جیسا کہ سورۂ اعراف جزء ۸ رکوع ۱۵ میں ارشاد باری ہے إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنیوالے محسنین سے نزدیک ہے۔

اے اعمال صالحہ و حسنات پر بھروسہ کر نیوالے ذرا خیال کرو کہ اعمال تمہارے شرائط صحت و اسباب استجابت و لوازم قبولیت کے بھی دارا ہیں یا نہیں کیونکہ بغیر شرائط و اسباب استجابت و لوازم قبولیت کے نہ کوئی عمل درست اور نہ کوئی حسنہ معتبر اور نہ کوئی امر نیک مقبول ہے۔ اور سب سے بڑی شرط قبول اعمال و صحت کی تقویٰ یعنی خشیت الٰہی و خوف ایزدی ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ جزء ششم رکوع ہشتم میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ بمفاد و مفہوم یہ کہ ہر کس و ناکس کے اعمال و افعال قبول بارگاہ احدیت نہیں بلکہ خدا سے ڈرنیوالوں اور خشیت الٰہی سے کام لینے والوں کے اعمال و حسنات قبول و مقبول ہیں۔

علاوہ بریں اے برادران ذرا تو بزرگان دین کے حالات تصور فرمائے کہ انحضرات کے اعمال و حسنات

کہ باوجود دارائے جمیع محسنات و کل شرائط صحت دبجا آداب قبولیت کے پھر بھی کس طرح خدا سے خائف اور پروردگار سے ترساں و لرزاں ہیں۔

حضرت خلیل حضرت یحییٰ اور خاتم الانبیاء کا خوف خدا۔

حضرت خلیل اللہ کی حرکت قلب مبارک کی نماز میں خوف خدا سے ایک میل تک سنائی دیتی تھی حضرت داؤد خلیفۃ اللہ صرف ایک ترک اولیٰ پر اسقدر روئے کہ جانوران صحرا تک جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت یحییٰ پیغمبر کے دل میں خدا کا خوف اس درجہ تھا کہ بکثرت گریہ و بکا دونوں رخسار گھل گئے تھے۔ ماں نمدے کے ٹکڑے رخساروں پر رکھدیتی تھیں۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی خوف خدا و خشیت الٰہی سے یہ حالت تھی کہ پوری پوری راتیں نماز و مناجات میں گزارتے تھے کثرت قیام و زیادتی مناجات سے پاہائے مبارک پر ورم آ گیا تھا سورہ طٰہٰ جز ۱۶ رکوع ۱۰ میں ارشاد حقتعالیٰ ہے طٰهٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى۔ اے ہمارے پاک و صاف رسول ہم نے تم پر یہ قرآن مشقت و تکلیف اٹھانے کیواسطے نازل نہیں کیا اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى۔ بلکہ خوف خدا کرنیوالوں کے لئے نصیحت قرار دیکر نازل کیا ہے لَقَدۡ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ يَبۡكِيۡ حَتّٰى يُغۡشٰى عَلَيۡهِ۔ حضرت اسقدر خوف خدا سے روتے تھے کہ روتے روتے غش آ جاتا تھا اور عرصہ دراز تک اسی طرح رہتے تھے۔

حضرت کے خوف و خشیت کی حالت علاوہ اسکے اور بھی کئی مقام پر قرآن میں موجود ہے۔ چنانچہ سورہ زمر جز ۲۳ رکوع ۱۶ میں ارشاد ہے اِنِّيۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ میں تو معصیت خدا کرنے سے ڈرتا ہوں۔

اللہ اکبر خاتم الانبیاء باعث ایجاد عالم باوجود معصوم ہونیکے معصیت الٰہی سے ڈریں اور ہم لوگ شب و روز نافرمانی خدا و معصیت الٰہی کے دریا میں سرتاپا غرق رہیں۔ اور مطلق خوف خدا کا نہ کریں۔

جناب امیر کا خوف

حضرت امیر علیہ السلام کے خوف خدا سے تو ہر شخص واقف ہے۔ ہر کس و ناکس اور ہر خاص و عام آپ کے حالات خوف سے واقف ہے۔ آپکو ہر شب ستر مرتبہ خوف خدا سے غش آتا تھا۔

اے حاضرین و سامعین! البتہ خدا سے ڈریے اور اس سے خائف و ترساں ہوجیئے۔ ان بزرگان کی تاسی و متابعت کیجئے۔ آہ آہ نصف ماہ رمضان تمام ہو گیا۔ ہم میں ذرہ برابر بھی خدا کا خوف پیدا نہ ہوا۔ ہم پر تھوڑا سا بھی خشیت الٰہی کا اثر نہ ہوا ہمارے اعضاء و جوارح

مطلقاً اسکے خوف سے ترساں و لرزاں نہ ہوئے۔ آہ آہ نہ معلوم ابتک گناہ ہمارے بخشے گئے یا نہ۔ نہ معلوم ہمارے نام دفتر اشقیا سے محو ہوئے یا نہ۔ نہ معلوم ہمارے نام دفتر سعدا میں لکھے گئے یا نہ۔ خدا نے یہ مہینہ برکت و رحمت و مغفرت کا قرار دیا ہے۔ لیکن خدا معلوم اسکی رحمت و مغفرت ہم لوگوں کے شامل حال بھی ہوئی اور اسکی رحمت میں داخل ہوئے یا نہ۔ ایسا تو نہیں کہ یہ مہینہ ہمارے لئے شقاوت کا باعث ہو۔ ایسا تو نہیں کہ خالق ہمارا ہم سے شاکی و ناراض ہو۔ ہر شخص اپنے دل میں خیال کرے اور اپنے حالات پر غور کرے ذرا ٹھنڈے دل سے تو معلوم ہوگا کہ خالق کو ہم سے شکایت ہے۔ رسول خدا بھی شاکی ہیں حضرت امیر بھی گلہ فرماتے ہیں جناب صدیقہ طاہرہ بھی ناراض ہیں۔ دیگر ائمہ بھی ناراض ہیں۔ ماہ صیام بھی شاکی ہے۔ کلام اللہ ناخوش شب قدر کو بھی ہم سے شکایت ہے۔

خدا کی شکایت یہ ہے کہ اے میرے بندوں میں نے کل ضروریات حیات و زندگی کے لوازمات بلا شرکت احد تمکو عطا کئے لیکن اے میرے بندوں تم نے بھی کوئی عمل خالصاً لوجہ اللہ کیا۔ اور میری پسند و خوشنودی کا کوئی حصہ خلوص کیساتھ بجالائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی شکایت ہے کہ میں نے اس دین اسلام واحکام الٰہی کیواسطے طرح طرح کی تکلیف اُٹھائی اپنی اولاد واحفاد کی تکلیفیں اہلبیت کی اسیری برداشت کی ہر حکم خدا جاری و نافذ کر کے بدعتوں کو مٹایا۔ اس چمن اسلام کو اپنے اور اپنی اولاد امجاد کے خون سے سینچ کر سرسبز و شاداب کیا۔

لیکن اے میری امت تم اس چمن اسلام کے درختوں کی ٹہنیوں کو قطع و برید کر کے جڑ سے کھود کر منہدم کر رہے ہو۔ میری زحمت و محنت برباد کئے دیتے ہو۔ آہ آہ اوامر کو ترک و نواہی و محرمات کے مرتکب ہو کر بدعتوں کو جاری کرتے ہو۔

افسوس صد افسوس صرف شبانہ روز میں سترہ رکعت نماز واجب بھی ادا نہیں کرتے۔ تمام سال کے بارہ مہینوں سے صرف ایک مہینے کے بھی روزے واجب نہیں رکھتے۔ اور اے صاحبان استطاعت تمام عمر میں صرف ایک مرتبہ بھی حج بیت اللہ نہیں کرتے۔ بلکہ حجاج بیت اللہ کا طرح طرح سے مذاق و تمسخر اور احکام حج پر ہر طرح کے اعتراضات کرتے ہو۔ پابند نماز کو بیوقوف اور روزہ دار کو احمق خیال کرتے ہو۔ آیا یہی میری محنتوں کا بدلہ اور میری زحمتوں و تکلیفوں کا عوض اور میری مشقتوں کا صلہ ہے۔

ائی کی شکایت

کی شکایت

جناب امیرؑ کی شکایت

امیرالمومنین کی شکایت یہ ہے کہ اے شیعوں اور اے دوستوں ہمارے میں تو دنیا میں صرف دو دانہ خرما پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اپنی بھوک کو صرف جو کی تھوڑی سی خشک روٹی سے روک لیتا ہوں۔ آہ آہ میری خانہ نشینی تمہاری درستی حالات کیلئے کافی نہ ہوئی۔ میرے مواعظ سفر و حضر و نصائح شبانہ روز حتی کہ وقت شہادت کے مواعظ بھی کافی نہوئے آہ آہ کسقدر اہل زمانہ سے حضرت کا قلب متاذی ہے۔ سامعین اس کلام سے حضرت کے اندازہ فرمائیے فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان میں جدائی ڈالے خدا کرے کہ اس کلام سے حضرت کے ہملوگ مقصود نہوں قَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِيْ قَيْحًا تم لوگوں نے میرے دل کو پیپ کردیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے قلب مبارک کو لوگوں نے اسقدر اذیت و تکلیفیں پہونچائی تھیں جسکی نظیر تاریخ دنیا میں نہیں ملتی۔

شکایت جناب صدیقہ صلواۃ اللہ علیہا

جناب صدیقہ طاہرہ کی شکایت یہ ہے کہ میں تو شب و روز اپنے فرزند حسینؑ کے غم میں روتی ہوں۔ اور تم لوگ بجائے گریہ و بکا کے باجے بجاتے ہو۔ میں سوگوار کالے کپڑے پہنتی ہوں اور نئے نئے وضع و طرح و جدتوں کیساتھ قطع و برید کرکے کمال خوش نمائی کیساتھ سوگ کے نام سے کپڑے پہنتے ہو۔ میں نے قریب نو سال کے اپنے شوہر کے گھر میں عمر بسر کی لیکن کبھی کوئی خواہش و فرمائش اپنے شوہر سے نہ کی۔ جو کچھ شوہر نے فرمان ہمکو دیا کمال خوشنودی سے قبول کیا انکی زحمت و تکلیف کا ہمیشہ خیال رکھا۔ انکی خوشنودی و رضامندی کو اپنی خوشنودی پر مقدم کرکے عمر اپنی تمام کردی۔ پس اے عورات مومنین اور اے مستورات متدینین خانہ نشین تم بھی میری تاسی کرو اور اپنے شوہر سے فرمائش و خواہش کرکے محنت و مشقت میں بیجا پڑے کو نہ ڈالو ہمیشہ اسکی خوشنودی و رضامندی کا خیال رکھو۔ حشر اس خاتون کا میرے ساتھ ہوگا کہ جو اپنے شوہر کو زندگی میں راضی و خوشنود رکھے گی۔

شکایت ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہم

ائمہ معصومین کی شکایت یہ ہے۔ کہ اے ہمارے شیعوں ہملوگ بحکم خدا تمہارے اعمال دیکھتے ہیں جب تمہارے نامۂ عمل میں گناہ دیکھتے ہیں تو اسکے نتیجہ و سزا کا خیال کرکے ہمکو تکلیف و اذیت پہونچتی ہے۔ اے شیعوں خیال کرو کہ گناہ کرنے سے امام کو اذیت پہونچانا اور نعوذ باللہ امام کو زخم پہونچانا ہے۔ اے گناہ گاروں گناہ کرکے کیوں اپنے امام کو زخمی کرتے ہو اور اذیت پہونچاتے ہو۔ زیارت جامعہ کہ معتبر زیارات سے ہے اس میں ہملوگ پڑھتے ہیں اٰخِذٌ بِقَوْلِكُمْ وَعَامِلٌ بِحُكْمِكُمْ یعنی ہم تو آپ کا فرمان واجب الاذعان کو

قبول اور آپ کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں۔ اب ذرا خود انصاف سے فرمائیے کہ آیا ہم اپنے امام کے قول کو قبول اور ان حضرات کے حکم پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔

(کلام اللہ کی شکایت)

کلام اللہ کی شکایت یہ ہے کہ کیوں ہمارے الفاظ ہی کی تلاوت کرتے ہو اور اسکے اوامر و نواہی کو ترک کئے ہو صرف ہمارے حروف و کلمات پڑھ لیتے ہو۔ لیکن ہمارے احکام کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتے۔ واجبات و محرمات سے صرف اپنے مطلب و فائدہ ظاہری کے واجبات پر عمل اور اپنے خواہش نفسانی ظاہری کے مضر محرمات کو ترک کر کے باقی احکام کو پس پشت ڈالتے ہو۔ سورہ بقر جزو اول رکوع دہم میں ارشاد باری ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ آیا تم ہی بعض احکام پر قرآن کے ایمان و عمل کرتے ہو اور بعض باتوں سے انکار کرتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ جو تم میں ایسا کرینگے تو انکے لئے اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ زندگی بھر ذلت و رسوائی ہو۔ اے امت پیغمبر آخر الزماں میں تمہارے پیغمبر کا معجزہ حوض کوثر تک کے لئے معجزہ ہوں لیکن تم لوگ مجھے چھوڑے بیٹھے ہو۔ سورہ حشر جزو ۲۸ رکوع ششم میں ارشاد باری ہے لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خوف خدا سے جھکتا اور پھٹ جاتا اور یہ مثالیں لوگوں کے واسطے بیان کیں تاکہ وہ غور کریں۔

(شکایت شب قدر)

شب قدر کی شکایت یہ ہے کہ ہم ہر سال دنیا میں واقع ہوتے ہیں۔ اور پوری رات رہتے ہیں لیکن اتنی دنوں میں بھی تم نے کوئی ایسا کام اب تک نہیں کیا کہ جو باعث نجات ہو۔ اگر شب قدر میں بیدار بھی رہتے ہو تو خلاف شرع امورات میں بسر کرتے ہو۔ غیبت نمامی۔ فتنہ و فساد۔ اذیت و آزار برادر دینی میں صرف کرتے ہو۔ ایسی شب بیداری سے گھر میں سو رہنا بہتر ہے کیونکہ یہ بیداری بجائے ثواب کے باعث عذاب ہے شعر

اے خواجہ چہ پرسی ز شب قدر نشانے   ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

(شکایت ماہ صیام)

ماہ صیام کی شکایت یہ ہے۔ اے امت مرحومہ میں وہ متبرک محترم و مقدس خدا کا پیارا مہینہ ہوں کہ جس میں بے حد مفید اور بہت عظیم الشان فریضہ خدا نے واجب فرمایا۔ اور تم بغیر عذر شرعی کے اسے ترک کرتے ہو۔ حقتعالی نے تو مجھے ماہ حرمت قرار دیا۔ لیکن تم

شامل رحمت نہیں ہوئے۔ خدا نے تو مجھے برکت و مغفرت کا مہینہ قرار دیا مگر تم اس سے فائدہ
نہیں اُٹھاتے خدا کے مہمان خانے میں تم مدعو ہو لیکن تم باوجود دعوت قبول کرنے کے
خلاف ورزی و عدہ خلافی کرتے ہو بلکہ دور بھاگتے ہو۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ پیغمبر خدا خاتم الانبیاء
کی دعائے بد کے مستحق ہو جاؤ۔

آئیے کم از کم اسوقت ہی درگاہ پروردگار میں صدق دل و صمیم قلب سے توبہ کریں۔ اور
نادم و پشیمان ہو کر گناہوں کے لئے طلب مغفرت کریں کیونکہ ماہ مبارک تمام ہو گیا۔ لیکن
نہ معلوم ابتک کوئی عمل ہمارا مقبول درگاہ خدا ہوا کہ جو موجب مغفرت گناہ اور باعث شمول
رحمت حقتعالی ہو۔ حضرت رسالتمآب ارشاد فرماتے ہیں فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ عَنْ
غُفْرَانِ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ الْعَظِیْمِ۔ یقینا شقی ہے وہ شخص کہ جو رحمت الٰہی سے اس
مہینے میں محروم رہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ آنحضرت نے اپنے کلام کو لفظ اِنَّ کے ساتھ موکد
فرمایا نہ صرف اسی پر اکتفا کی بلکہ لفظ شَقِیّ کو الف لام کیساتھ ذکر کیا ہے کہ جو قواعد نحو کی رو سے
حصر کا فائدہ دیتا ہے دونوں لفظیں صاف صاف اس بات کی مشعر ہیں کہ شقاوت انسان
اسی بات پر منحصر ہے کہ انسان پر پورا مہینہ ماہ رمضان کا ختم ہو جائے اور وہ باعث آمرزش
گناہ و موجب مغفرت و نجات اخروی کا سبب اور رحمت الٰہی کا سبب نہ ہو۔

پس اے حاضرین باوفا جالسین مستمعین آئیے اسوقت ہم لوگ اپنی حالت زار پر زار زار روئیں
اور اپنے گناہ اور عذاب خدا کا خیال کر کے چند قطرۂ اشک خاص اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کر لیں
کیونکہ اسوقت اسطرح کا رونا اور خدا کے خوف کا ایک قطرہ اشک کا ذخیرہ روز قیامت پانچسو
برس کی راہ تک آتش جہنم کو دور کریگا۔ آہ آہ اسوقت رو لیجئے قبل اس کے کہ اس دن رونا پڑے
جس دن کا رونا کام نہ آئے۔ اشعار فارسی مناسب

ما درین رہ نہ پئے حشمت و جاہ آمدہ ایم — از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
لنگر حلم تو اے کشتی توفیق کجا — کہ درین بحر کرم غرق گناہ آمدہ ایم
آبرو می رود اے ابر خطا پوش ببار — کہ بدیوان عمل غرق گناہ آمدہ ایم

حضرت! ہر شخص جو جہاں بیٹھا ہے اپنے اپنے گناہوں کو تصور کر کے عظمت و جلال پروردگار
کا دل سے خیال کر کے گریہ و بکا کرے۔ اِلٰهِیْ رَبِحَ الصَّائِمُوْنَ وَفَازَ الْقَائِمُوْنَ وَنَجَی
الْمُخْلِصُوْنَ وَنَحْنُ عَبِیْدُكَ الْمُذْنِبُوْنَ۔ اے پروردگار میرے نفع میں تو ہے روزے دار

اور فائدہ میں نمازی ہوے۔ اور مخلصین نے بھی نجات پائی۔ لیکن ہم لوگ عاصی و گناہ گار تیرے رہگئے۔ فَارْحَمْنَا بِرَحْمَتِكَ پس تو اپنے فضل و رحمت سے ہم گنہگاروں پر رحم فرما وَاَعْتِقْنَا مِنَ النَّارِ بِعَفْوِكَ اور ہم لوگوں کو آتش جہنم سے اپنے عفو و مغفرت کے ساتھ آزاد کر دے وَقَفَ السَّائِلُوْنَ بِبَابِكَ تیرے دروازے پر سائل و محتاج مجمع کئے کھڑے ہیں۔ وَلَاذَ الْفُقَرَاءُ بِجَنَابِكَ اور فقراء و ضعفاء تیرے در پر گریہ و بکا کر رہے ہیں۔

حضرات! اسی حالت تضرع و زاری میں خدا کو اس مظلوم کا واسطہ اور قسم دیجئے کہ جس کے مصائب میں تمام عالم رو دیا۔ آسمان و زمین عرش و کرسی حور و غلمان حیوانات و نباتات اشجار و انہار سب ماتم امام مظلوم میں روئے ہیں جنکی آنکھیں تھیں وہ آنسوؤں سے روئے اور جنکی آنکھیں نہ تھیں انکا حال دگرگوں ہو گیا تھا ملائکہ نے تسبیح و تہلیل چھوڑ دی اور مصروف گریہ و بکاء ہوئے درختوں اور زمین سے خون جاری ہوا تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان تاریکی چھاگئی تھی زمین کو زلزلہ ہوا تھا پہاڑ مضطرب و شق ہو گئے تھے۔ دریا تلاطم میں آگئے تھے۔

اے محبان امام مظلوم! یہ تلاطم اس وقت تھا جبکہ حضرت زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر آ گئے تھے اور شمر نے سر اقدس کو بدن مبارک سے جدا کیا تھا۔ صاحب خصائص الحسینیہ لکھتے ہیں کہ ظالموں نے تین مرتبہ حضرت پر تلواریں لگائی تھیں۔ ایک تو اس وقت جبکہ حضرت گھوڑے پر سوار تھے اور دوسرے جبکہ حضرت گھوڑے سے گر کر خاک پر بیٹھے تھے تو اشقیاء نے چند ضربتیں حضرت پر لگائی تھیں۔ تیسرے جب حضرت خاک پر افتادہ تھے تو چند ضربتیں حضرت کے گلوئے مبارک پر لگائی تھیں اور کو جدا کرنیکا ارادہ کیا تھا اس حالت میں تمام عالم میں عجیب انقلاب واقع ہوا تھا۔ جب امام حسینؑ نے غش سے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ شمر خنجر بکف سینہ پر سوار آمادہ ذبح ہے پس بروایت ابو مخنف آپ نے اتنا فرمایا کہ یَا شِمْرُ اِنْ كَانَ لَابُدَّ لَكَ مِنْ قَتْلِیْ فَاسْقِنِیْ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ اے شمر اگر تجھے میرا قتل ہی منظور ہے تو پہلے تھوڑا سا پانی پلا دے۔

اے عزاداروں یہ جو حضرت نے فرمایا فَاسْقِنِیْ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ کہ تو مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے اور یہ نہ کہا کہ تو مجھے پانی لا دے کہ میں خود پی لوں۔ اسکی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ تھوڑا سا پانی کوئی چیز نہیں ہے کہ میں پی کر طاقتور ہو جاؤنگا اور تم سے جنگ کرونگا پس اگر تجھے یہی گمان ہے کہ میں زیادہ پیلونگا تو تو خود اپنے ہاتھ سے تھوڑا سا پانی پلا دے۔ دوسری وجہ بظاہر یہ ہے کہ حضرت کمال درجہ کے ضعیف و ناتوان تھے۔ اور اتنی طاقت

تین مرتبہ پڑنا

پانی طلب کرنا

نہ تھی کہ کوزۂ آب ہاتھ میں لیکر پیتے اسی سبب سے فرمایا کہ تو خود مجھے پلا دے۔ مگر آہ شمر کیا شقی القلب تھا جواب میں کہنے لگا۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لَا تَذُوقُ الْمَاءَ أَوْ تَذُوقُ الْمَوْتَ غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَجُرْعَةً بَعْدَ جُرْعَةٍ۔ اب تمکو پانی نہیں ملیگا اب تم آب مرگ سے سیراب ہونا أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

مجلس ہفتدہم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِينِ الرَّجِيمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ الْكَرِيمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ سورہ نساء پ ۵ رکوع ۱۷ میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے ایمان والوں خدا اور رسول اور اسکی کتاب پر جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کی ہے اور کل وہ کتابیں جو پہلے نازل کر چکا ہے ایمان لاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جو اسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور روز قیامت کا منکر ہوگا تو راہ راست و صراط مستقیم سے بھٹک کر بہت دور جا پڑا۔

صاحب مجمع البحرین فرماتے ہیں کہ مراد یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ سے دُوموا و اُثبتوا علی الایمان یعنی اے ایماندار دل تملوگ ایمان پر دائم و قائم برقرار و ثابت قدم رہو آیات قرآن کو تامل و تدبر کیساتھ تلاوت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دل مومن کو خلاق عالم نے چار چیزوں کے اعتبار سے چار خطاب دیے ہیں۔ یعنی چار چیزوں سے ذکر کیا ہے۔

اول لب۔ کہ جسکی جمع الباب ہے۔ سورہ ابراہیم پ ۱۳ رکوع ۱۹ میں ارشاد باری ہے۔ لِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ یعنی عقلمندوں کے واسطے باعث تذکرہ ہو۔ اس مقام پر حقتعالیٰ نے لب کو مقر اور باعث ذکر قرار دیا ہے۔

دوم فواد۔ جیساکہ سورہ نجم پ ۲۷ رکوع پنجم میں ارشاد باری ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى یعنی جو کچھ انھوں نے دیکھا انکے دل نے جھوٹ نجانا۔ اس مقام پر حقتعالیٰ نے فواد کو موضع

معرفت قرار دیا۔

سوم صدر ہے۔ جیساکہ سورہ زمر پ۲۳ رکوع ۷ ، ایر ذکر ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ آیا وہ شخص جس کے سینہ کو خدا نے قبول اسلام کے لئے کشادہ کر دیا ہے وہ تو نور خدا سے منور ہے۔ اس جگہ صدر کو موضع اسلام فرمایا ہے۔

چہارم قلوب ہے۔ کہ جسکا مفرد قلب ہے حقتعالیٰ نے اسکو محل و موضع ایمان فرمایا ہے۔ جیساکہ سورہ مجادلہ پ۲۸ رکوع سوم پر ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا اور خاص اپنے نور سے انکی تائید کی ہے۔

فی الواقع ایمان باعث نجات و رفع درجات و حصول سعادات و قبولیت حسنات و ماحی سیئات و موجب صحت عبادات و تقرب درگاہ قاضی الحاجات و استجابت دعوات ہے ایمان ہی سے انسان مقرب خدا ہوتا ہے۔ ایمان ہی سے بندہ شامل جند اللہ اور داخل دائرہ اولیاء اللہ ہوتا ہے ایمان ہی سے انسان محبوب بحزب اللہ اور موفق من اللہ اور موید بتائید اللہ اور مصئون بحفظ اللہ و امان اللہ اور اسی سے دین و دنیا کے مراحل طے اور دارین کے مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ پس ضروری ہوا کہ معنی و مراد و مقصد ایمان بیان کیا جائے کہ وہ ایمان کہ جو اسقدر ضروری اور ہر عمل اور قول و فعل میں لازمی ہے اس کے کیا معنی ہیں۔

معنی ایمان۔ قرآن مجید اور ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی اصطلاح و احادیث کی رو سے معنی ایمان کے متعدد معلوم ہوتے ہیں۔ ماحصل سب کا یہ ہے کہ دل سے صحیح اعتقاد اور زبان سے پوری طرح اقرار و اعتراف اور اعضاء و جوارح سے عمل کرے تو اسکو مومن کہینگے صرف اقرار زبانی یا صرف اعتقاد دلی یا صرف اعمال ظاہری سے انسان مومن نہیں ہو سکتا جیساکہ باب معجزات امیر المومنین میں مذکور ہے۔

حضرت امیر ... لام

جناب خلافت مآب دوم کے زمانہ میں ایک مرد پیر دربار خلافت میں پہونچکر جناب خلیفہ دوم صاحب کو بغور دیکھنے لگا۔ جناب خلیفہ صاحب نے سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ سال گذشتہ میں نے آپکے مقام پر ایک پیر فرتوت ریش سفید دراز قد کو بیٹھے دیکھا تھا خلیفہ دوم نے کہا وہ دنیا سے رحلت کر گئے میں انکی گدی کا وارث ہوں جو کچھ تجھے کہنا ہو کہہ۔

اس نے ایک دستاویز ہزار اشرفی طلا پیش کر کے مطالبہ اشرفیوں کا کیا۔ اور کہنے لگا میں نے ہزار اشرفی طلائی بطور امانت خلیفہ اول کو سونپی تھیں۔ کہ جسکی یہ دستاویز دستخطی ہے۔ پس چونکہ آپ اُنکے قائم مقام ہیں میری ہزار اشرفیاں طلائی واپس کیجئے اور اپنے پیش خلیفہ صاحب کے دین کو ادا فرمائیے۔ انھوں نے اپنی گردن سے رفع کرنیکی یہ تدبیر اختیار کی کہ اسکو خلیفہ اول کے بیٹے کے پاس بھیجدیں چنانچہ محمد بن ابی بکر کو بلاکر اسے سونپ دیا اور اسے سمجھا دیا کہ یہ خلیفہ اول کا بیٹا و فرزند رشید اور اولاد اکبر اسد کا ہے۔ اسسے اپنی امانت طلب کر اور بغیر لئے اسکو نہ چھوڑنا اُس مرد عرب نے محمد کا دامن پکڑ لیا اور اپنے مال کا سختی کیساتھ مطالبہ کرنا شروع کیا۔ جناب محمد بن ابی بکر نے ہر چند کہا کہ اے خلیفہ اسکو میرے پیچھے نہ لگا تو بخوبی جانتا ہے بوجہ محبت و دوستی امیر المومنین میرے اور میرے باپ کے درمیان تعلقات قطع تھے اور حد سے زیادہ جدائی و مخالفت تھی اور آپس میں وہ نفرت و مغایرت تھی کہ جسکی وجہ سے کل مال و ملکیت میرے باپ نے میرے چھوٹے بھائی عبد الرحمان کو حوالے کردی اور مجھے ایک درہم بھی میراث کا نہ پہونچا اور نہ خود ہی اسکا خیال کیا اگر اسکی کوئی امانت وغیرہ ہوگی تو عبد الرحمان کے پاس ہوگی۔ اس سے طلب کی جائے۔

چونکہ محمد دوست و محب حضرت امیرؑ تھے۔ اسوجہ سے جناب خلیفہ ثانی ان کے سخت دشمن و مخالف تھے۔ اسی سبب سے اُس عرب کو پوری طرح اغوا کر کے محمد کے پیچھے لگا دیا۔ اس مرد عرب نے محمد کا ہاتھ پکڑ کر سختی کے ساتھ اپنے مال کا مطالبہ کیا۔ جناب محمد نے ہر طرح سمجھایا لیکن بے سود رہا۔ یہی جناب محمد ہیں کہ جنکے متعلق حضرت امیرؑ کا قول مشہور ہے کہ محمد میرا بیٹا ہے۔ آخر الامر جناب محمد بن ابی بکر کچھ دیر کی مہلت لیکر خدمت پدر حقیقی حضرت امیر علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے تسلی و دلاسا دیکر فرمایا کہ جاؤ قصائیوں کے محلے میں چوراہے پر کتوں کا مجمع نظر آئیگا۔ ان میں سے ایک سگ ناپاک شکم کندہ دم بریدہ بدشکل بدہیئت ایسا دکھائی دیگا کہ جسکو دیگر کتے اپنے پاس بھی سر آنے دیتے ہونگے۔ اے محمد تم اسکے قریب جاکر کلام کرنا وہ تمہارے کلام کا جواب دیگا۔ محمد ابن ابی بکر حسب ارشاد امام گئے اور جیسا حضرت نے ارشاد فرمایا تھا تمام و کمال پیش آیا۔ جناب محمد نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے بزبان فصیح جواب دیا کہ میں تیرا باپ فلاں ابن فلاں ہوں۔ اے محمد میں نے بوجہ دشمنی و عداوت علیؑ و اولاد علیؑ وہ نقصان اٹھایا کہ جو بیان سے باہر ہے۔ اے محمد تم کبھی محبت و مودت اہلبیت خصوصاً علیؑ

و ولایت علیؑ و اولاد علیؑ سے ہاتھ نہ اُٹھانا اور ہرگز ہرگز متابعت و اطاعت سے ان بزرگواروں کی دریغ نہ کرنا۔ ورنہ یہی حالت تمہاری بھی ہوگی۔ اے محمد اب میں سخت سے سخت نادم و پشیمان ہوں لیکن اس وقت کی ندامت و پشیمانی بے سود ہے۔ اے محمد میں ہر طرح سے تم کو محبت و اطاعت علیؑ کی تاکید اکید کرتا ہوں۔ غرضکہ محمد نے اس سے امانت مرد عرب کی دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ جس ذات مقدس نے تمکو مجھ تک بھیجا اور میری اس حالت سے تم کو آگاہ کیا وہی بزرگوار اس مال کی حالت دحقیقت سے بھی خوب واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ کتنا ہے اور کہاں ہے۔ جناب محمد یہ کلام سنکر خدمت حضرت امیرؑ میں حاضر ہوئے۔ اور کل ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد جاؤ تم اپنے باپ کے مکان مسکونہ میں اور حجرہ شمالی متصل کھڑکی کے کھود دو۔ وہاں اس مرد عرب کا مال نظر آئیگا۔ محمد نے حسب ہدایت عمل کیا اور وہ مال تمام و کمال پایا۔ اس مرد عرب کو بلا کر حوالہ کیا۔

اے فدایان امام۔ اس بیان سے جہاں شان و مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام سے قلوب میں سرور اور آنکھوں میں نور حاصل ہوا۔ ساتھ ہی محبت و ولایت حضرت اور انکی اولاد امجاد کی دوستی کا فائدہ معلوم ہوا یہ بات بھی ذہن نشین ہوئی اور درجہ ثبوت کو پہونچی کہ ایمان کیواسطے صرف اقرار لسانی و اعتراف زبانی کافی نہیں ہے۔ ورنہ یہی سگ سیاہ علیہ اعلیہ اپنی زندگی میں سب ہی باتوں کا اقرار کرتا تھا اگر صرف اقرار زبانی و محض اعتراف لسانی سے انسان مومن ہو سکتا تو اس سگ نجس کی یہ حالت نہوتی۔ شعر

خوشا ما خوشا دین و دنیائے ما   کہ حیدر علیؑ ہست مولائے ما

غرضکہ جسطرح ایمان محض اقرار زبانی سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح صرف اعتقاد قلبی سے بلا اقرار و عمل بالاعضاء و جوارح انسان باایمان نہیں کہلاتا بلکہ اگر بلا عمل و اقرار صرف اعتقاد قلبی کیوجہ سے دائرۂ ایمان میں داخل ہو کر انسان مومن ہوجاتا تو شداد و نمرود و فرعون اول نمبر کے مومن اور بڑے پایہ کے صاحب ایمان شمار ہوتے

تتبع کتب اور علم التاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب فرعون نے دعوائے الوہیت کیا۔ اور آسمان و زمین اور اسکے درمیان کل اشیاء کا پروردگار اپنے کو ظاہر کیا۔ اور اپنی خدائی و الوہیت کا اقرار اپنی رعایا سے لینا شروع کیا تو دریائے نیل خشک ہوگیا۔ تو کل رعایا نے فرعون سے خواہش کی کہ اگر آپ سچے پروردگار ہیں تو دریائے نیل پھر سے جاری کر دیجئے۔ فرعون نے

قبول کیا اور دوسرے روز دریائے نیل جاری کرنے کا وعدہ کرلیا۔ شبکو اپنے ہاتھ پیروں میں زنجیر جکڑ کے اللہ اللہ کرتا رہا۔ اپنی عبودیت کا اقرار و اعتراف اور خدائے وحدہٗ لا شریک کی عظمت وجلال کا صمیم قلب سے اعتقاد صحیح کیساتھ اقرار صبح تک کرتا رہا۔ تا اینکہ حقتعالیٰ نے دعا اسکی مستجاب کی اور دریائے نیل مثل سابق جاری اور پر آب ہوگیا۔ یہ دیکھکر بہت سے لوگوں نے اسکی خدائی اور ربوبیت کا اقرار کیا۔

خلاصۂ بیان یہ کہ صرف اقرار زبانی سے انسان مومن نہیں ہو سکتا اور نہ محض اعتقاد قلبی سے انسان دائرہ ایمان میں داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ فرعون پوری طرح حقتعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی عبودیت کا معتقد تھا۔ پس

معنی مُومن کے یہ ہیں کہ انسان زبان سے اقرار اور دل سے اعتقاد اور اعضاء وجوارح سے عمل کرے۔ ایسا شخص مومن کامل اور دائرۂ ایمان میں شامل کہلاتا ہے۔ یہی وہ درجہ ایمان ہے کہ جو صاحب ایمان کے اعمالوں کو درجۂ استجابت پر پہونچاکر شرف وخلعت قبلیت دلواتا ہے اور عذاب جہنم سے بچاتا ہے اور مقرب بارگاہ اور داخل اولیاء اللہ کرتا ہے مومن کو اسی سبب سے مومن کہتے ہیں اَلْمُؤمِنُ یُؤمِنُ مِنَ عَذَابِہٖ چونکہ مومن بجہۃ اس ایمان کے عذاب الٰہی سے امن وامان میں ہے اسواسطے اسکو مومن کہتے ہیں۔

ماحصل یہ کہ مومن میں علاوہ اقرار لسانی و اعتقاد قلبی اعضاء وجوارح سے اطاعت وعبادت کرنا ضروری ہے اور ترک نواہی و معاصی لازمی ہے علاوہ بریں اعمال نیک انسان مؤمن کے ہر مقام و ہر جگہ پر رفیق و انیس وجلیس ہوتے ہیں پس ہر شخص کو چاہیئے کہ زبان سے اقرار اور دل سے اعتقاد اور اعضاء وجوارح سے اعمال وحسنات بجالائے تاکہ ایسے اعمال انسان کو ہر جگہ مفید و کار آمد ہوں۔

تین چیزوں کا وقت مجسم ہونا۔

حدیث میں وارد ہے کہ وقت احتضار تین چیزیں مجسم ہوکر انسان کے سامنے آتی ہیں۔ اور وہ محتضر عالم احتضار میں ان سے خطاب کرتا ہے اور وہ اسکا جواب دیتی ہیں۔

اول مال

اول مال۔ انسان اس سے پوچھتا ہے کہ اے مال میں نے تجھکو بڑی زحمت و مشقت سے فراہم کیا۔ اور میرا دنیا سے کوچ ہے اور میری تجھ سے جدائی ہے۔ تو مجھکو کیا فائدہ پہونچائیگا۔ مال جواب میں کہتا ہے کہ اے شخص اب میں تجھکو کچھ فائدہ نہ دونگا تو مجھ سے اب صرف ایک کفن لے سکتا ہے۔ اس جواب سے اسے سخت رنج و صدمہ پہونچتا ہے۔ اس

رنج وصدمہ کا کیونکر اندازہ ہو سکے ۔ لیکن یقین جانئے کہ جتنا صدمہ انسان کو جوان بیٹے کی موت سے ہوتا اتنا ہی اس جواب سے اس محتضر کو رنج و صدمہ ہوتا ہے ۔

دوئم اہل وعیال ۔ پھر وہ اپنی زوجہ وعیال واطفال کیطرف متوجہ ہوتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ میں نے تمہارے واسطے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر کے تمکو خوشنود رکھا بلکہ تمہارے واسطے حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام نہ سمجھا کمال محنت اور حد درجہ کی مشقت سے تم لوگوں کی پرورش کی تمہاری ہر ضرورت کو فراہم کرتا رہا ۔ اب میرا دنیا سے کوچ اور تم سب سے جدائی کا وقت ہے ۔ پس اب میرے آخر وقت میں تم لوگ مجھے کیا فائدہ پہونچاؤ گے ۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ صرف قبر تک ہیں ۔ غسل وکفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کے پیوند خاک و سپرد قبر کر کے واپس ہو جائینگے ۔ اور تمکو ہم لوگوں سے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا ۔

سوم اعمال ۔ پھر وہ اپنے اعمال کیطرف متوجہ ہوتا ہے ۔ اور خطاب کرتا ہے کہ اے اعمال میرے گو میں تمہاری طرف سے بہت ہی بے توجہ تھا ۔ تم میرا کہانتک ساتھ دو گے ۔ اعمال جواب دیتے ہیں کہ ہم ہر مقام اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں ، تاریکی قبر و فشار ہی سوال نکیرین عالم برزخ صحرائے محشر پل صراط بلکہ ہر موقف وعقبات میں تمہارے ساتھ رہینگے ۔ حالانکہ تو اپنی تندرستی وصحت میں ہماری طرف سے بالکل بے توجہ اور لاپرواہ تھا ۔

پس اے برادران دینی اور اے اخلائے روحانی ابھی حیات موجود اور خلعت تندرستی وصحت کے دارا ہیں ۔ اعمال نیک ۔ خیرات و میرات کی طرف توجہ فرمائیے ۔ کیونکہ اعمال صالح بصورت نیک بکمال حسن وجمال ہر مقام و ہر مرحلہ میں مونس و مددگار رہینگے ۔ اور گناہ ومعاصی نسان نہایت کریہ المنظر بصورت عقرب ومار عذاب الٰہی بنکر ہر مقام و ہر محل میں اذیت وآزار پہونچائینگے ۔ یہی وجہ ہے کہ معصوم دعائے روز ہفتم ہم ماہ صیام میں فرماتے ہیں ۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنِیْ فِیْہِ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ اے میرے پروردگار ہدایت کر تو مجھکو اس مہینے میں اعمال صالح بجالانیکی ۔ اور چونکہ اعمال صالح بہت ہیں کہ جنکو تفصیلاً بیان کرنا دشوار و ناممکن ان میں سے اس وقت صرف ان اعمال کی طرف بطور اجمال توجہ دلاتا ہوں کہ جن سے پلۂ میزان بہاری و وزنی ہوتا ہے بلکہ آسمان و زمین کی گرانی سے بھی زیادہ سنگین وثقیل ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی مومن کا بچہ سقط ہو جائے اور اسکے والدین کا پلۂ حسنات میزان کا سبک وہلکہ ہوگا تو اسکو پلۂ میزان حسنات میں رکھدینگے تو وہ سنگین وثقیل ہو جائیگا

عجب نہیں کہ اسی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ یقیناً میں دوسری امتوں پر روز قیامت فخر و مباہات کرونگا اگرچہ بچہ ساقط ہی کیوں نہ ہو جائے۔

علاوہ بریں حسن خلق بھی بہت عمدہ ذکار آمد و مفید صفت ہے۔ اس سے پلۂ میزان حسنات ثقیل و سنگین ہوتا ہے۔

کلمۂ توحید بھی پلۂ حسنات میزان کو گراں کر دیتا ہے اور روزہ تو اسقدر میزان اعمال کے پلۂ حسنات کو وزنی کر دیتا ہے کہ جسکا تصور کرنا بھی مشکل و دشوار ہے۔

صلوات میں بھی بڑی تاثیر ہے۔ اسکے بیحد فوائد و بلا حساب ثواب ہے منجملہ یہ کہ اس سے پلۂ حسنات میزان کا ثقیل ہوتا ہے۔

غرضکہ اعمال صالح و حسنات و خیرات و مبرات انسان کو مقرب بدرگاہ قاضی الحاجات کر دیتے ہیں اسی سے دعائے انسان مستجاب ہوتی ہے امورات منتظم اور مراد دلی حاصل اور حاجتیں برآوردہ اور مشکلات حل اور مہمات آسان مطلب قلبی اور مقصود دلی سرانجام پاتے ہیں۔

چونکہ استجابت دعا کا دارومدار و رکن اعظم و بہترین شرط مخلوق سے صرف نظر کرنا ہے۔ اور ہمہ تن بہمہ وجوہ خدائے واحد و یکتا کیطرف توجہ کرنا ہے۔ اور یہ بات زیادہ روزہ میں پائی جاتی ہے اسواسطے روزہ بہترین عبادت و بالاترین طاعت قرار پایا۔ چونکہ روزہ حقیقی اور صوم واقعی میں انسان ماسوی اللہ سے بے توجہ ہو جاتا ہے۔ اور نماز حقیقی میں بھی چونکہ پوری توجہ خالق ہی کیطرف ہوتی ہے۔ اور مخلوق سے بالکل صرف نظر ہو جاتی ہے اسواسطے یہ خیر العمل اور بہترین طاعات و کامل ترین عبادات و باتمرین حسنات قرار پائی۔

حدیث میں وارد ہے کہ بعد ہر نماز اور ہر روزہ کے وقت افطار دعائے مومن مقبول و مستجاب ہوتی ہے لیکن ہملوگ باوجودیکہ ہر نماز کے بعد اور روزہ کے وقت افطار دعا کرتے ہیں پھر کیوں مقبول و مستجاب نہیں ہوتی۔ تو نعوذ باللہ یا تو قول معصوم و حدیث غلط۔ اور یا ہمارا دعا کرنا غلط قول معصوم کو غلط کہنے سے تو دائرۂ اسلام و ایمان سے خارج ہو جائینگے۔ اور دعا کے متعلق چونکہ ہمارا شب و روز کا عمل ہے لہذا اسکو بھی غلط خیال کرنا ناممکن ہے۔ اسکے جوابات اور شافی بیانات علم کلام میں بیحد موجود ہیں۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْہِ۔

ایک سبب اسکا یہ ہے کہ نماز ہماری حقیقی نماز نہیں ہے ورنہ اسکے بعد ضرور دعا مستجاب ہوتی۔ روزہ ہمارا حقیقی روزہ نہیں ورنہ وقت افطار ضرور دعا ہماری مقبول و مستجاب ہوتی بلکہ یہ ہماری نماز و روزہ صورت نماز و روزے کی ہے اسکی مثال و تصویر ہے یہ نماز و روزہ ہمارا جسم بلا روح اور بدن بلا جان کے ہے۔ جیساکہ ابواب معجزات حضرت ذوالمنن جناب امام حسن علیہ السلام میں ذکر ہے۔

شہر خطا کی شہزادی کہ جو حسن و جمال میں عدیم المثال تھی۔ بڑے بڑے لوگ اسکے خواستگار تھے۔ بادشاہ نے اپنے ایک وزیر کے لڑکے سے شادی کا ارادہ کیا۔ دوسرے وزیروں کو برا معلوم ہوا۔ ایک روز بادشاہ نشہ میں مست دیکھکر بادشاہ کو سمجھا دیا اور شہزادی کو وزیرزادے سے متہم کر دیا بادشاہ نے غصہ میں آکر نشہ کی حالت میں دونوں کو قتل کر ڈالا۔ جب نشہ سے افاقہ ہوا اور ہوش میں آیا تو سبکو غمگین و سوگوار دیکھکر سبب دریافت کیا۔ اور اپنے فعل و کرتوت پر بیحد پشیمان و نادم ہوا۔ اور خاصان حکومت و اراکین سلطنت کو جمع کر کے چارہ کار دریافت کیا۔ اور کہا کہ اگر تم لوگ اسکی تدبیر نہ کروگے تو تم سب لوگوں کو قتل کرونگا اور کل اہل شہر کو ہلاک کرونگا۔

حاضرین دربار سے ایک وزیر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عرض کی اے بادشاہ رعیت کو ناحق قتل کرنا لائق و زیبا نہیں۔ اے بادشاہ یہ کام طاقت بشری سے بعید ہے کہ کوئی مردے کو زندہ کرے۔ ہاں البتہ اسکی تدبیر اور چارۂ کار اگر ہو سکتا ہے تو امام زمان فرزند رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ممکن ہے کیونکہ وہ امام برحق و ہادی خلق و واجب الاطاعت والاتباع ہیں بادشاہ اس کلام سے بہت ہی خوش ہوا اور ایک عریضہ بکمال عجز و انکساری و ذلت و خواری جناب امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں لکھکر قاصد تیز رفتار کے سپرد کر کے حکم دیا کہ چھ روز کے اندر اسکا جواب ملنا چاہیئے۔ ورنہ اے قاصد تجھکو مع اہل شہر کے قتل کرونگا۔ قاصد حکم شاہی سے ناچار ہوکر شہر سے دور جاکر بکمال تضرع و زاری درگاہ الٰہی میں جناب امام حسن علیہ السلام کے آنیکی دعا مانگنے لگا۔ ناگاہ آسمان سعادت سے افق طلعت و اوج سیر آفتاب امامت طالع ہوا اور نور جمال امامت نے اس صحرائے شہر خطا کو روشن و منور فرمایا۔ اور وہ خط شاہی قاصد سے طلب فرما کے ارشاد فرمایا کہ جا بادشاہ کو خبر کر کہ میں حسن بن علی بن ابیطالب موجود ہوں لہذا جو کچھ تیرا مقصود دلی اور مطلوب قلبی ہو اسے ظاہر کر۔

قاصد نے یہ بشارت بادشاہ کو پہونچائی۔ سنتے ہی بادشاہ سر و پا برہنہ روتا پیٹتا خدمت امام میں حاضر ہوا۔ حضرت نے دونوں کی لاشوں کو منگوایا۔ اور دو رکعت نماز پڑھکر دونوں کے زندہ ہونے کے واسطے دونوں ہاتھ بدرگاہ قاضی الحاجات بلند فرماکر دعا کی جس سے فوراً تن بیجاں میں جان آئی اور دونوں اٹھکر بیٹھ گئے اور تمام لوگ خوش و خرم ہوئے۔ اے شیعوں امام کی تو حیات و ممات دونوں مساوی و یکساں ہوتی ہے۔ اب میں انہی امام سے فریاد کرتا ہوں۔ کہ یا ابن رسول اللہ کیوں آپ تازہ نوشاہ اپنے فرزند داماد امام حسین جناب قاسم کی فریاد کو نہ پہونچے آہ آہ ذرا تصور فرمائیے کہ جس وقت جناب قاسم نے گھوڑے سے گر کر اپنے چچا کو آواز دی یا عَمَّاهُ اَدْرِکْنِیْ اے چچا جان میری خبر لیجیے اور میری فریاد کو پہونچیے فَجَاءَ الْحُسَيْنُ كَالصَّقْرِ الْمُنْقَضِّ۔ حضرت اس آواز کے سنتے ہی مثل باز شکاری کے پہونچے۔ دیکھا کہ عمر سعد ازدی سینہ پر بیٹھا سر حضرت قاسم کا جدا کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حملہ آور ہوئے۔ اس نے فریاد کر کے لشکر کو اپنی کمک و مدد پر بلایا۔ جنگ طرفین سے ہونے لگی جب حضرت نے لشکر کو پسپا کیا تو یکایک کان میں ایک آواز ضعیف و نحیف پہونچی کہ اے چچا جان اب جنگ نہ فرمائیے تلوار روک لیجیے۔ کام میرا تمام ہوا اور جسم میرا ٹاپوں سے گھوڑوں کی پامال ہو رہا ہے۔

اعدا کو بھگا کر جو لگے ڈھونڈنے سرور
پامال ملے قاسم نوشاہ سراسر
گو زی کا بلا پاؤں رگڑتا تھا زمیں پر
رو کر پسر فاطمہ نے پیٹ لیا سر

دیکھا جو حسن کو تن صد پاش سے لپٹے
چلا کے حسین ابن علی لاش سے لپٹے

رو کر کہا صدقے ہو چچا منہ سے تو بولو
کیا حال ہے اے ماہ لقا منہ سے تو بولو
بیٹا میں تڑپتا ہوں بھلا منہ سے تو بولو
گر اٹھ نہیں سکتے ہو بھلا منہ سے تو بولو

مادر کو بڑا داغ دیے جاتے ہو قاسم
بیبی کو مری بیوہ کیے جاتے ہو قاسم

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ہیجدہم

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِینِ الرَّجِیمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فِی مُحْکَمِ کِتَابِهِ الْکَرِیمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِیمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ مَثَلُ الَّذِینَ یُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ۔

سورہ بقرہ رکوع چہارم میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو اپنا مال راہ خدا میں صرف کرتے ہیں انکی مثال اس دانہ کی طرح ہے کہ جسکی سات بالیاں ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور جسکے لئے خدا چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے۔ اور خدا بڑی گنجائش والا اور ہر چیز کا واقف وعالم ہے۔

حضرات! خوشا حال ان لوگوں کا جو اس آیہ وافی ہدایہ کے مصداق ہوں۔ اور اسی سورہ و جزمیں چوتھے رکوع میں ارشاد باری ہے۔ اَلَّذِینَ یُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُونَ مَا اَنْفَقُوا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔ جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال کو صرف کرتے ہیں۔ اور پھر صرف کرنیکے بعد کسی طریقہ کا احسان نہیں جتاتے اور نہ اعلان کر کے اذیت و آزار پہنچاتے ہیں۔ تو انکا اجر و ثواب انکے پروردگار کے پاس ہے اور نہ آخرت میں انپر کسی طرح کا خوف اور نہ کسی طرح کا انپر حزن و رنج ہے۔

سخاوت بلاعوض و بذل بلاغرض۔ دنیا میں کرامات بزرگ و دشوار ہے۔ ایک پیسہ بھی بے منت و احسان راہ خدا میں دینا۔ لاکھوں و کروڑوں منت و احسان کیساتھ دینے سے بہتر و بالاتر ہے۔ سورہ بقرہ رکوع ۴ میں حقتعالی بیان فرماتا ہے قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی سائل کیساتھ نرمی و ملائمت کیساتھ جواب دینا۔ اور اسکے اصرار پر نہ جھڑکنا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بدرجہا بہتر ہے کہ جسکے بعد سائل و فقیر کو ایذا و اذیت پہونچے۔ فقیر کے ساتھ سخت زبان سے پیش آنا اذیت دیگر احسان جتا کر مال کر دینے سے کہیں بہتر ہے۔ سورہ بقرہ رکوع چہارم میں ارشاد ہے یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا

لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ اے ایماندارو! اپنی خیرات کو احسان و منت جتا کے اکارت و بیکار و باطل نہ کرو۔ اسی واسطے حدیث میں وارد ہے کہ جو صدقہ و خیرات راہِ خدا میں انسان دیتا ہے اسکو حقتعالیٰ اپنے یدِ قدرت میں لیتا ہے ھُوَ یَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ صدقات کو تو حقتعالیٰ ہی لیتا ہے اسی واسطے حکم ہے کہ جب تم صدقہ دو تو اپنے ہاتھ نیچے کر لو تاکہ لینے والے کا ہاتھ اونچا رہے کیونکہ اُس فقیر مومن کا ہاتھ بمنزلہ دستِ خدا ہے صدقات و خیرات دیتے وقت تم لینے والے کے ممنون احسان ہو کہ وہ قبول کر کے تمہارے اجر و ثواب کا باعث ہوا۔ اسی سبب سے شارع نے حکم فرمایا ہے کہ تم انفاق فی سبیل اللہ کے بعد اپنے ہاتھ کے بوسے لو۔ کیسا نیک آدمی وہ ہے اور کیسا اچھا شخص وہ ہے کہ جو مال حلال خالصاً لوجہ اللہ بلا منت و احسان و بلا غرض و بلا عوض انفاق فی سبیل اللہ کرے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ

ایک بادشاہ کو مہم در پیش ہوئی تو اس نے نذر کی کہ اگر میری یہ مہم حل و آسان ہو جائیگی تو میں اپنا کل خزانہ راہ خدا میں انفاق کر دونگا حقتعالیٰ نے اُسکی مہم کو حل اور مشکل کو آسان کیا بادشاہ نے ایفائے نذر چاہی خزانچی کو حکم دیا کہ کل سیم و زر خزانہ کا سر دربار جمع کرو۔ ارکین سلطنت کو یہ عمل ناگوار گذرا۔ بادشاہ کو سمجھانا شروع کیا کہ اے بادشاہ تیرے واسطے مناسب نہیں کہ کل خزانہ خالی کر دے۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ درہم و دینار صرف لشکر فرمایئے۔ تاکہ قوت و طاقت لشکر کی زیادہ ہو اور دشمن جرأت نہ کرے۔ بادشاہ یہ سنکر متحیر ہوا یکایک ایک مدبر خوبصورت نے بکمال دلیری کھڑے ہو کے کہنے لگا کہ اے بادشاہ کیوں متحیر و متفکر نظر آتا ہے۔ بادشاہ نے کل ماجرا بیان کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ اگر تو صاحب نذر ہے دوبارہ کوئی واسطہ نہ رکھے تو جو تیرا دل چاہے وہ کر ورنہ جو تو نے نذر کی تھی اسے ضرور پورا کر۔ تاکہ پھر تیری مہم و مشکل فوری بر آئے۔ بادشاہ نے یہ نصیحت پسند کر کے نذر اپنی پوری کی اور کل مال و دولت راہ خدا میں انفاق کر دیا۔

حدیث میں وارد ہے کہ ایک روز حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لوگ جمع تھے کہ اتنے میں ایک مرد مسافر پریشان حال میلے کپڑے پہنے آکر ایک مرد غنی مالدار کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ تونگر نے اس مرد غریب و فقیر کو اپنے پہلو میں بیٹھا دیکھکر اپنے کپڑے سمیٹ لئے۔ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا کہ اے شخص کیا اسکی فقیری و محتاجی تیرے جسم تک جاتی یا اسکے پھٹے

صدقہ کی اہمیت خدا کے ہاتھ میں جانا

پرانے کپڑے تجھ میں اثر کرتے یا تیرا مال اسکے پاس چلا جاتا پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے اپنے کپڑے اس طرح سمیٹ لئے تو نگر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دو مصاحب دشمن کار دشمن قوی ہیں۔ ایک نفس امارہ دوسرا شیطان لعین۔ ان دونوں کے اغوا کا یہ نتیجہ ہے۔ یارسول اللہ اسکے عوض ہیں میں اپنا نصف مال اس فقیر کو محض رضائے خدا کیلئے بخش کرتا ہوں تا یہ میری خطا کو معاف کرے۔ اور اس مال سے فائدہ اٹھائے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس فقیر سے دریافت کیا کہ آیا تو اسکے نصف مال کو قبول کرتا ہے اس نے انکار کیا حضرت نے سبب دریافت فرمایا۔ اس فقیر نے عرض کی کہ میں اسواسطے اسکے مال کو نہیں لیتا ہوں کہ شاید میں بھی مال سے مغرور ہو کر مثل اسکے ہو جاؤں۔ یہ ہیں بلا منت و عوض اپنا مال انفاق کرنیوالے۔ اور یہ ہیں مال دنیا سے انکار کرنیوالے۔

حضرات! مومن کو مومن کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسرے برادر دینی کی جان و مال و عزت و آبرو و ناموس محفوظ و امن و امان میں ہے۔ اور مسلم کو مسلم کہنے کی بھی ایک یہ وجہ ہے کہ اسکے دست و زبان و کل اعضا و جوارح سے دوسرا مسلمان سلامت و محفوظ ہے۔ مہاجر کو بھی مہاجر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ معاصی و گناہوں سے ہجرت کرتا ہے۔ اور مجاہد کو مجاہد کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس امارہ کو قبضہ و اختیار میں رکھتا ہے۔

جل سرخی اگر خرے پوشد | پیش چشم جہانیاں خوار است
شال تبتی اگر سگ پوشد | السلام السلام در کار است

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الدِّیْوَانِ دیوان کہ جو حضرت امیر المومنین کیجانب منسوب ہے حضرت فرماتے ہیں رَضِیْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِیْنَا : لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْاَعْدَاءِ مَالٌ ہم اپنے پروردگار کی اس تقسیم پر راضی و خوشنود ہیں کہ اس نے ہمیں خلعت علم سے سرفراز فرمایا اور ہمارے دشمنوں کو دولت مال عطا کیا۔

دو نا بغفلت نخسپی کہ قوم | حرام است بر چشم سالار قوم
غم زیر دستان بخور زینہار | بترس از زبر دستی روزگار
نصیحت کہ خالی بود از غرض | چو داروئے تلخ است دافع مرض
اگر گوش دارد خداوند ہوش | شہنشاہ ازین حرف آید بجوش

الحاصل دامے درمے سخنے برادر دینی کے ساتھ احسان و سلوک کرنیکی شریعت میں بہت

بڑی تاکید اور بعید باعث ثواب و رفع درجات اور موجب محو سیئات اور باعث خوشنودی خدا و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و رضامندی آئمہ ہدیٰ کا ہے۔

حدیث نبوی میں وارد ہے کہ اگر کوئی برادر دینی کو شاد کیے تو اس نے مجھے شاد و خوشنود کیا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ باستثنار نماز تمام عملوں سے بہتر اور کل حسنات سے بالاتر برادر مومن کو خوش کرنا ہے۔

حدیث معتبر میں وارد ہے کہ جو شخص ایک حاجت بھی برادر دینی کی بر لائے۔ تو خداوند عالم روز قیامت ایک لاکھ حاجتیں اسکی روز قیامت بر لاتا ہے جسمیں سے ادنیٰ یہ ہوگی کہ اسکو معہ جملہ اعزہ و اقارب کے داخل بہشت فرمائیگا بشرطیکہ ناصبی و خارجی نہ ہو۔

حدیث میں وارد ہے کہ بر لانا حاجت مومن کا ہزار بندوں کے آزاد کرنے سے بہتر ہے اور ہزار گھوڑے راہ خدا میں جہاد کیواسطے دینے سے بالاتر ہے اور بیس حج کہ جسکے ہر ایک میں ہزار درہم طلا حلال کے صرف کئے ہوں سے بھی ثواب میں بیشتر ہے بلکہ بیس حج سے کہ جسکے ہر ایک کا ثواب ستر بندے آزاد کرنے کے برابر ہے۔ ثواب ملتا ہے۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حاجت برادر دینی کا بر لانا بہتر ہے دس طواف سے اور ثواب ہر طواف کا چھ ہزار حسنہ کے برابر ہے۔ اور چھ ہزار گناہ محو ہوتے ہیں اور چھ ہزار درجے بہشت میں بلند کئے جاتے ہیں اور چھ ہزار حاجتیں اسکی پوری کیجاتی ہیں۔

حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی برادر دینی کی حاجت بر لانے کیواسطے قدم اٹھائے تو بحکم خدا پچھتر ہزار ملک اسپر سایہ کرتے ہیں اور ہر قدم پر حسنہ لکھتے ہیں اور اسکے نامہ عمل سے گناہ محو کرتے ہیں اور درجے بلند کرتے ہیں اور جب اس سے فراغت پاتا ہے تو ثواب حج و عمرہ نامہ عمل میں اسکے لکھتے ہیں۔

روایت میں وارد ہے کہ ایک مومن دیندار بادشاہ جبار کے ظلم و جور سے عاجز و پریشان ہو کر بلاد کفر میں چلا گیا۔ اور ایک مشرک کا مہمان ہوا۔ بعد فراغت مہمانی اس مشرک نے انتقال کیا فرشتوں کو حکم خدا ہوا کہ اگر یہ مرد مشرک نہ ہوتا تو میں اسکو اس عمل کے بدلے بہشت عنبر سرشت میں داخل کرتا۔ اور چونکہ بہشت مشرکوں پر حرام ہے آتش دوزخ کو حکم ہوا کہ اے آتش اسکو نہ جلا بلکہ اسکو صرف خائف و ترساں و لرزاں کرتا اور ایک ملک کے ذریعہ سے اسکا آب و طعام

ملتا رہیگا۔ راوی نے عرض کی یہ آب و طعام کہاں سے ملیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم قادر ہے اس بات پر کہ دوسری جگہ سے بھیجا کرے۔

اللہ اکبر کیا لطف الٰہی ہے کہ مرد کافر و مشرک صرف ایک مومن کی مہمانی کیوجہ سے عذاب جہنم و آتش سوزاں سے نجات پاتا ہے۔ اسی واسطے شارع مقدس نے ایک مومن کے دوسرے مومن پر حقوق مقرر فرمائے ہیں کاشف الاسرار الحقائق والدقائق مولانا الامام جعفر الصادق علیہ السلام روایت طولانی معلی بن خنیس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جسکا خلاصہ باعتبار مجلس یہ ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے معلی ایک مومن کے دوسرے پر سات حق ہیں۔ اے معلی میں ڈرتا ہوں کہ ان حقوق کو جاننے کے بعد عمل میں نہ لائے۔ اور حق برادری ادا نہ ہوں اور وہ یہ ہیں۔

اول یہ کہ جو چیز اپنے واسطے پسند کرے وہی برادر دینی کے لئے بھی پسند کرے۔ اور جو اپنے واسطے بری و خراب جانے وہی برادر مومن کے لئے بھی بری و خراب جانے۔ شعر

بانگ فریاد برآری کہ مسلمانی نیست ۔۔۔ بہ بری مال مسلماں بہر حالت را

اس بنا پر جب ہم اپنے لئے طالب عزت ہوں تو برادر مومن کی بھی عزت کا لحاظ ضروری ہے اگر اپنے لئے صحت و تندرستی چاہو تو انکے لئے بھی۔ اور اگر اپنے لئے تونگری کے لئے خواہاں ہو تو برادر دینی کی تونگری کے لئے بھی ہو چھوٹی چیز ہو یا بڑی جو اپنے لئے چاہو وہی اپنے برادر مومن کے لئے بھی چاہو۔

دوم رضا و خوشنودی برادر مومن یعنی کوئی کام ایسا نہ کرو کہ جس سے برادر دینی تمہارا ناراض و ناخوش ہوئے یا تم سے رنجیدہ یا تمہارا شاکی ہو بلکہ اسکو ہمیشہ رضامند و خوشنود رکھو۔

سوم جان و مال سے اعانت و کمک و مدد برادر دینی کرے۔ اگر بوقت ضرورت قرض کا خواہاں ہو تو قرض الحسنہ دیوے اگر اسکا دشمن ہو تو دفع کرے۔ اگر نصرت جان کی ضرورت پڑے تو دائرہ شریعت کے اندر اسکی نصرت کرے اور دریغ نہ کرے۔

چہارم جب کسی چیز سے برادر دینی ناواقف ہو اسکی رہنمائی کرے۔ اگر اسے کسی امر میں صلاح مشورے کی ضرورت پڑے تو مناسب و مفید مشورہ دینا فرض سمجھے۔

پنجم یہ کہ اگر مومن بھوکا پیاسا یا برہنہ ہو تو سیر و سیراب اور کپڑا پہنا دے۔ اور اگر وہ مریض و بیمار ہو تو اسکا علاج معالجہ و دوا دیکر تیمارداری کرے۔

ششم یہ کہ اگر مومن کو خادم و نوکر کی ضرورت ہو تو دریغ نہ کریں اور اسکے ضروریات کو اپنے نوکر و غیرہ کے ذریعہ انجام دلوائیں۔

ہفتم یہ کہ اگر کسی امر میں برادر دینی قسم دے تو اسکو بعزت قبول کریں۔ اگر وہ دعوت کرے تو منظور کر لیں اور اگر وہ بیمار پڑے تو عیادت کریں اور غیبت کو اسکی ترک کریں۔ اور اگر دوسرا شخص بھی اسکی غیبت کرے تو اسے روکیں ورنہ اس مقام سے چلے جائیں۔ اور حضور و جناب میں عزت اسکی کریں۔ اور اگر انتقال تو تشییع و تجہیز و نمازہ دفن وغیرہ میں اس کے شریک ہوں اور دلی محبت و قلبی الفت اس سے کریں۔ اور بعد مرنے کے ہمیشہ ذکر خیر اور دعائے مغفرت سے یاد کرتے رہیں۔

حضرات! یہ حقوق عام مومنوں کے ہیں لیکن اگر برادر مومن علاوہ دیندار ہونیکے عارف مسائل و واقف حلال و حرام و صفات حسنہ سے آراستہ اور اوصاف حمیدہ سے پیراستہ خصال ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک و صاف ہو تو اس سے ان حقوق کے برتنے اور اسپر یہ حقوق عمل میں لانیکی زیادہ تاکید اور زیادہ باعث ثواب و موجب اجر ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ تاکید ادائے حقوق کی اس برادر دینی کے متعلق ہے کہ جو علاوہ مومن و عارف ہونیکے عالم دین و مروج احکام ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہو۔ اور اس سے بھی بڑھکر اس مومن کے متعلق ادائے حقوق کی تاکید ہے کہ جو علاوہ مومن و عارف و عالم ہونیکے علوی و فاطمی و نجیب الطرفین ہو۔ علی الخصوص اگر وہ دیندار عارف و عالم سید نجیب الطرفین ہونیکے علاوہ غریب الوطن و بیدوبس میں مبتلا ہو اور صاحب عیال و اطفال ہو کہ جسکے بہت چھوٹے چھوٹے چند بچے یتیم بھی ہوں وہ بیحد واجب الرحم اور لازم الحقوق ہے۔

علامہ حلی اپنی کتاب کشف الیقین میں ایک طولانی حکایت ایک مومنہ سیدانی علویہ و فاطمیہ کی تحریر فرماتے ہیں۔ اسکا خلاصہ یہ ہے۔ مذہب حنبلی اہلسنت کے ایک عالم زبردست سبط ابن جوزی اپنے باپ ابوالفرج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ شہر بلخ میں ایک سید علوی کہ جنکی زوجہ بھی سیدہ علویہ تھیں مع اپنی چند لڑکیوں کے رہتے تھے۔ انکے انتقال کے بعد انکی زوجہ علویہ اعزہ و اقارب و دشمنوں کی شماتت سے مضطر ہو کر شہر بلخ سے ہجرت کر کے سمرقند چلی گئیں۔ موسم سرما کی شدت سے سردی اپنی عسرت و ناداری چھوٹے چھوٹے یتیموں کی پرورش وغیرہ امورات یکجا ہونے سے بہت ہی متاثر ہو کر بچوں کو ایک مسجد میں بٹھا کر

خود بازار گئیں۔ راہ میں ایک مقام پر لوگوں کا مجمع پایا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا
کہ یہ شہر کے سب سے بڑے عالم و حاکم شرع ہیں۔ لوگ اپنی دینی و دنیاوی ضرورتوں
کے لئے انکی طرف رجوع ہیں۔ ان علویہ و فاطمیہ سیدانی نے بھی انکے نزدیک جاکر اپنی کل حالت
عسرت بیان کی۔ عالم نے سنکر جواب دیا اَقِیمِی عِنْدِی الْبَیِّنَةَ اِنَّکِ عَلَوِیَّةٌ اے
عورت اپنی سیادت علویہ و فاطمیہ ہونے کی شہادت و گواہ پیش کر۔ تو میں کچھ مدد و کمک تیری
کروں۔ یہ سنکر سیدانی علویہ و فاطمیہ کا دل ٹوٹ گیا۔ قلب پر چوٹ لگی اور بے ساختہ پلٹ آئیں
کچھ دور جاکر ایک مجوسی خاموش شخص یعنی تھانہ دار پر نظر پڑی۔ ناچار و مضطر ہوکر اس سے
اپنی حالت بیان کی۔ مجوسی نے سنتے ہی فی الفور اپنی بیوی کو بلاکر اس علویہ کے ہمراہ
مسجد روانہ کیا تا اینکہ اُن علویہ کے بچے لڑکیوں لڑکوں کو بکمال محبت و شفقت زن مجوسی
اپنے گھر لے گئی۔ اور نہلا دھلا کر لباس فاخرہ سے آراستہ کرکے ہر طرح کا اسباب آرام فراہم کردیا۔
ادہر شب کے وقت اُس عالم نے عالم رویا میں ایک قصر عالیشان دیکھا۔ دریافت
کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ قصر عالیشان فلاں مسلمان و موحد کا ہے کہ جو ابھی دائرہ مجوس میں
شامل ہے۔ اور نیز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا اُن عالم نے آنحضرت کو
سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیکر منہ اپنا پھیر لیا۔ ان عالم نے بکمال ادب عرض کی
یارسول اللہ میں آپکی شریعت و دین کا عالم مروج ہوں اور آپ مجھ سے روگرداں ہیں۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَقِمْ عِنْدِیْ الْبَيِّنَةَ اِنَّكَ مُسْلِمٌ
آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مسلمان ہونے کے شاہد و گواہ پیش کر۔ اس کلام سے حضرت کے
وہ عالم بہت حیران و پریشان ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کیا تو بھول گیا وہ کلام جو تو نے
ان سیدانی علویہ غریب الوطن سے کیا تھا۔ یاد رکھ یہ قصر اس مجوسی کا ہے کہ جس نے ان علویہ
غریب الوطن کو معہ انکے یتیم بچوں کے گھر میں بعزت و احترام و بکمال آرام مہمان کیا۔ یہ عالم
یہ خواب دیکھکر بیدار ہوئے اور فوری اپنے غلاموں و نوکروں کے ذریعہ اُن علویہ کی تلاش
کی اور خود بھی تفحص میں مصروف ہوئے۔ کسی نے بتایا کہ وہ سیدانی علویہ معہ اپنے بچوں
کے فلاں مجوسی کے گھر میں مہمان ہیں۔ اس نے نہایت عزت و احترام و عیش و آرام کے
ساتھ اپنے گھر میں رکھا ہے۔
یہ عالم دین و حاکم شرع متین اس مجوسی کے گھر آئے۔ اور ان علویہ و فاطمیہ کو اس مجوسی سے

طلب کیا مجوسی نے صاف انکار کر دیا۔ عالم نے فوری ہزار اشرفی طلائی دیکر اس مجوسی سے انکو لینا چاہا۔ مجوسی نے جواب دیا کہ ہزار اشرفی تو کچھ نہیں لاکھوں اور کروڑوں اشرفیاں بھی نہ لونگا۔ اَلْمَنَامُ الَّذِیْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتُہٗ اے عالم دین جو خواب آپنے دیکھا وہی میں نے بھی دیکھا ہے اَلْقَصْرُ الَّذِیْ رَاَیْتَہٗ فَھُوَ لِیْ جو قصر آپنے خواب میں دیکھا وہ میرا ہی ہے اے حاکم شرع اسلام آپ یہی اسلامیت کا فخر مجھیر نہ فرمائیے۔ قسم بخدا شب ہی کو ہم سب نے سے پہلے اس علویہ کے ہاتھ مسلمان ہوئے اور اپنے دین قدیمی کو ترک کر کے شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور شب کو جناب سید محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں بھی دیکھ لیا۔ اور آنحضرت نے بشارت بھی دیدی کہ اے مجوسی حقتعالی نے یہ قصر جنت میں تیرے اور تیرے اہلبیت کے لئے قرار دیا ہے اور چونکہ تو نے ان علویہ کو مع انکے یتیم بچوں کے مہمان کیا اسو اسطے حقتعالی نے تجھکو مستحق بہشت اور اہلبیت کو بھی سزاوار جنت قرار دیا۔

اے محبان امام اگر مجوسی چند طفل یتیم اور ایک علویہ کیساتھ حسن سلوک و محبت کرنیکی وجہ سے بہشتی ہو کر نجات پاتا ہے۔ اور حاکم شرع ایک سیدانی کی طرف صرف بے توجہی کرنیکی وجہ سے عتاب رسول کا باعث ٹھہرتا ہے تو کیا حال ہوگا ان دشمنان دین کا جو پیغمبر خدا اور علی و فاطمہ کے اہلبیت کو اسیر کر کے کربلا سے تا کوفہ اور کوفہ سے تا شام لیگئے۔ آہ آہ اس طرح سے انکو اسیر کیا تھا کہ جیسے غلامان روم و فرنگ کو اسیر کرتے ہیں۔

عرب کا دستور ہے کہ اگر ہوتے دار و محترم لوگوں کو قید کرتے ہیں تو کمر میں رسی باندھتے ہیں اور اگر رذیل و ذلیل لوگوں کو قید کرتے ہیں تو شانوں اور بازوؤں میں رسی باندھتے ہیں۔

آہ آہ اب کیوں نہ دل ہلاکوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں اور کیوں نہ ہلاک ہوں جبکہ اہلبیت رسول و ذریت علی و بتول کو بکمال ذلت و خواری اسیر کیا سیدانیوں کے شانوں میں رسی باندھی تھی آہ آہ مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ یہ لوگ کمال درجہ کے ذلیل و حقیر ہیں انکی اسلام میں کوئی عزت و حرمت نہیں چنانچہ حجت خدا زیارت ناحیہ مقدسہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَی النِّسْوَۃِ الْبَارِزَاتِ سلام ہو ان بیبیان عصمت و طہارت پر جو کربلا میں بے پردہ کی گئیں اندر خیموں سے بظلم و ستم نکالی گئیں یُسَاقُوْنَ کَالْاِمَاءِ الْمُسْبِیَّاتِ فِی الْبَرَارِیْ وَالْفَلَوَاتِ ہائے اُن ستم رسیدوں کو مثل کنیزوں کے اسیر و مقید کر کے صحراؤں و جنگل اور ناہموار بیابانوں میں لئے پھرے۔ تَلْفَحُ وُجُوْھَھُمْ حَرُّ الْھَاجِرَاتِ آہ آہ انکے چہرے اور رخسارے دوپہر کی

دھوپ اور تیزی آفتاب سے جلتے تھے۔ اَیدِیْہِمْ مَغْلُوْلَۃٌ اِلَی الْاَعْنَاقِ ہائے افسوس ہاتھ اُن بیگناہوں کے گردنوں سے مستحکم بندھے تھے۔ یُطَافُ بِھِمْ فِی الْاَسْوَاقِ آہ آہ اعدائے دین ان بیکسوں کو اسی طرح بازاروں میں پھراتے تھے۔ شعر

افسانہ کہ کس نتواند شنید نیش　　یارب بہ اہلبیت چہ آمد زدید نیش

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس نوزدہم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔ سورہ محمد ۲۶ ساتویں رکوع میں خلاق عالم و مصور نوع بنی آدم اپنے کلام مبارک شیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے کیا لوگوں کے دلوں پر مہر و قفل لگے ہیں یعنی کلام اللہ مثل تعلقہ لسانی کے ادا نہ کرنا چاہیے بلکہ الفاظ کو باحسن صوت مخارج و آداب کیساتھ تامل و تدبر سے پڑھنا چاہیے۔ اور اسکے آیات میں غور و فکر سے کام لینا چاہیے جب آیہ عذاب کی تلاوت کرے تو نجات عذاب اور آیہ رحمت پر شمول رحمت کی دعا کرنا چاہیے۔ آیات نواہی پڑھے تو نواہی و معاصی سے بچے اور آیات اوامر کے وقت ادائے واجبات کی دعا مانگے اور اچھی طرح سے تامل و تفکر معانی و مطالب مفہوم و منطوق قرآن میں کرنیکی تاکید ہے اور بلا تدبر و تفکر کے تلاوت کی مذمت وارد ہے خود قرآن پاک میں بھی عدم تدبر و عدم تفکر کی مذمت اور متعدد مقام پر غور و خوض کرنیکی تاکید اکید ہے۔

بناء علیہ آیات قرآن میں تدبر و تفکر کرنے سے انسان اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ شبانہ روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے چند گھنٹے بہت ہی محترم اور ذی اثر ہیں۔ دیگر ساعات سے صرف چند گھنٹے صاحب شرافت و ذی عزت اور موثر و صاحب خاصیت ہیں۔ تشریح اسکی علم ہیئت و نجوم اور علم زیر و بینات میں موجود ہے علم فقہ میں بھی خواص و تاثیر ساعات کا ضمنا ذکر ہے۔ تینوں علموں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساعات شبانہ روز

سے زیادہ موثر اور دیگر ساعات سے زیادہ صاحب خاصیت و با اثر صرف چار گھنٹے ہیں۔
یہی چاروں ساعات شبانہ روز کے گھنٹوں سے ممتاز و ذی شرافت و عزت و خاصیت
و با اثر ہیں اور وہ چاروں گھنٹے یہ ہیں۔

اول

پہلی ساعت بین الطلوعین کی ہے۔ یہ درمیان طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب ایک
ساعت ہے اسکو قرآن کی اصطلاح میں قرآن فجر کہتے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ رکوع نہم
میں اسی کے متعلق ارشاد باری ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ
وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ اے رسول سورج ڈھلنے سے رات کی
اندھیری تک نماز مغرب و عشاء پڑھا کرو۔ اور نماز صبح بین الطلوعین پڑھتے رہنا۔ کیونکہ
نماز صبح کو رات و دن دونوں کے فرشتے اپنے دفتروں میں ثبت کرتے ہیں۔ یہی واسطے
حقتعالیٰ نے اس ساعت میں فریضہ نماز صبح واجب و لازم فرمایا۔ صدر اسلام میں نماز
پنجگانہ کی دو ہی دو رکعتیں تھیں۔ بعد کو ظہرین و عشاء پر دو دو رکعت اور مغرب پر ایک رکعت
اضافہ ہونے سے نماز پنجگانہ کی موجودہ صورت ہوئی۔ ظہرین و عشاء یہ تینوں چہار رکعتی اور نماز
مغرب سہ رکعتی قرار پائی۔ لیکن نماز صبح اپنی اصلی حالت اور قدیمی کیفیت پر باقی رہی۔
اس میں مطلقاً اضافہ نہ ہوا۔ سبب اسکا یہ ہے کہ چونکہ یہ نماز دو دفتروں میں فرشتہائے
روز اپنے دفتر میں لکھتے اور ملائکہ شب اپنے دفتر میں لکھتے ہیں بدیں وجہ اس میں اضافہ و زیادتی
نہ ہوئی اور اپنی حالت پر باقی رہی۔ صبح کو جب کرام الکاتبین بدلتے ہیں تو آخر میں نامہ عمل
کے اگر نماز صبح انسان نے پڑھی ہے تو اسکا ثواب لکھکر ورنہ اسکے ترک کا عذاب لکھکر دفتر
بند کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کرام الکاتبین اگر ابتدائے دفتر میں اگر نماز ادا کی ہے تو ثواب
ورنہ ترک نماز کا عذاب و گناہ لکھکر دفتر شروع کرتے ہیں۔ اسی لحاظ سے شاید اس نماز
پر اضافہ اور نہ کوئی رکعت اسپر زیادہ ہوئی۔ بہرحال چونکہ یہ ساعت بین الطلوعین میں بہت
اثر اور بعید خاصیت ہے اسواسطے خلاق عالم نے یہ نماز اس ساعت میں واجب و لازم
قرار دی۔

دوسری ساعت اول زوال آفتاب کی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ تم لوگ ہواؤں کے
چلنے اور آفتاب کے ڈھلنے کے وقت دعا کیا کرو۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ ساعت محترم
و با اثر ہے۔ اسی واسطے حقتعالیٰ نے اس ساعت میں نماز ظہرین واجب و مقرر فرمائی۔

تاکہ انسان اس ساعت کی خاصیت و تاثیر سے فائدہ اٹھائے۔

سوم

تیسری ساعت اول غروب آفتاب کی ہے۔ اصطلاح شرع میں اسکا نام غفیلہ ہے۔ یہ ساعت غفیلہ بہت ہی باعزت اور مجید باشرافت ہے۔ اسی واسطے حقتعالی نے اس ساعت میں نماز مغربین مقرر فرمائی۔ اور نماز غفیلہ بھی اسی میں مقرر ہوئی۔ یہ نماز غفیلہ وہی نماز ہے کہ جو بیمار کربلا امام چہارم علیہ السلام نے یزید کو بتائی و تعلیم دی تھی۔ یزید پلید نے جبکہ بظاہر نادم و پشیمان ہوکر عفو ظالم کی تمہید کی تھی تو حضرت امام چہارم نے اسکو یہ نماز تعلیم فرمائی تھی۔ جناب زینب خاتون کو جب یہ خبر ملی تو کمال حیرت و تعجب سے دریافت کیا حضرت نے جواب دیا کہ اے پھوپھی جان ہم حجۃ خدا ہیں ہمارا کام اتمام حجت ہے۔ لہذا محض اتماماً للحجۃ یہ نماز اسے بتائی۔ لیکن اسکے ادا کرنیکی توفیق خدا کے ہاتھ ہے۔ آپ یقین رکھئے کہ حقتعالی کبھی اسے اسکی توفیق نہ دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یزید نے ستر دفعہ کوشاں ہوکر اس نماز کو پڑھنا چاہا مگر نہ پڑھ سکا۔ ہر بار غش کھاکر زمین پر گر پڑتا تھا۔ یہ نماز درمیان مغربین یا بعد نماز عشا پڑھنے کا حکم ہے۔

فوائد و طریقہ نماز غفیلہ

یہ نماز غفیلہ درحقیقت حلال مشکلات دافع مہمات رافع معاقات قضائے حاجات استجابت دعوات موجب نجات سبب عزت باعث مغفرت و برکت زیادتی جاہ کثرت اولاد اموال باعث حصول مطالب دارین و راحت و آرام نشئتین ہے۔ یہ نماز غفیلہ صرف دو رکعت وہ بھی بیٹھکر پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں بعد سورہ حمد کے سورہ انبیاء پ۱۷ چھٹے رکوع کی یہ آیت مبارکہ ایک دفعہ پڑھے وَذَا النُّونِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور دوسری رکعت میں بعد سورہ الحمد کے یہ آیت کہ جو سورہ انعام پ۷ رکوع سیزدہم میں ہے ایک دفعہ پڑھے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور دوسری رکعت میں قبل از رکوع یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِمَفَاتِحِ الْغَيْبِ الَّتِىْ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اسکے بعد اپنی حاجت طلب کرے۔ اور چونکہ عموماً لوگ زبان عربی میں اپنی حاجت نہیں طلب کر سکتے ہیں۔ اور دوسری زبان میں حالت نماز میں دعا کرنا ترک اولی ہے لہذا یہ

الفاظ کہ جو جامع جمیع حاجات دینی و دنیاوی ہیں قنوت میں پڑھے۔ اور وہ یہ ہیں۔ وَاَنْ تَقْضِیَ حَوَائِجَ الدَّارَیْنِ وَاَنْ تَصْرِفَ عَنِّیْ شَرَّ الدَّارَیْنِ پھر آخر میں یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ وَالْقَادِرُ عَلٰی طَلَبَتِیْ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَمَّا قَضَیْتَھَا لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اور رکوع و سجدہ و تشہد و سلام مثل نماز صبح کے بجالا کر ختم کرے۔ حتی الامکان یہ نماز ترک نہ کرے۔

چوتھی ساعت آخری شب کی ہے۔ یہ مقدس ساعت ایسی معزز و ممتاز ہے کہ اس کی مثل و نظیر نہیں یہ محترم وہ ساعت ہے کہ جسکی دعا رد نہیں ہوتی۔ یہی وہ ساعت ہے کہ جسمیں توبہ قبول اور استغفار مقبول ہے اسکی فضیلت خاصان خدا سے پوچھئے۔ اس کی خاصیت و تاثیر اولیاء اللہ سے دریافت فرمائیے۔ یہ طلب حاجات عفو تقصیرات محو سیئات نزول برکات و راز و نیاز کی ساعت ہے۔ اسی واسطے اس ساعت میں سخت سے سخت مریض و بیمار کو سکون اور گنہگاروں پر رحمت اور خوشبوئے نسیم بہشتی انکے مشام میں آتی ہے یہی وہ ساعت ہے کہ جسکا انتظار جناب یعقوب نے اپنے فرزندوں کیلئے طلب مغفرت میں کیا۔ اسی ساعت کے جناب اسمٰعیل صادق الوعد منتظر تھے۔ اسی واسطے اس مقدس ساعت میں نماز شب مقرر ہوئی۔ اور اسی ساعت میں ہمارے رسول مقبول پر نماز شب واجب ہوئی۔ اسی میں اُن کی امت کے لئے استغفار کی تاکید تھی۔ سورہ مزمل پ ۲۹ رکوع ۱۳ میں ارشاد باری ہے یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا اِنَّ نَاشِئَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا۔ اے چادر اوڑھے رسول رات کو نماز کے واسطے کھڑے ہو جبکہ رات آدھی یا تھوڑی یا اس سے بھی کچھ کم کر دو۔ یا اس میں کچھ بڑھا دو۔ اور قرآن کو باقاعدہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری حکم نازل کرینگے۔ اس میں شک نہیں کہ رات کا اٹھنا خوب نفس کا پامال کرنا اور بہت اچھی طرح ذکر کرنیکا وقت ہے۔ دن کو تو تمہیں بہت ہی اشغال ہیں۔

عبداللہ رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریائی سفر کیا طوفان کی وجہ سے اور بادبان خراب ہو جانے کے سبب سے کشتی موجوں پر تھی۔ اسی حالت سے آخر الامر ایک جزیرہ پر پہنچے اس جزیرہ میں ایک غلام سیاہ کو دیکھا کہ بت کے سامنے یا صنم یا صنم کہہ رہا ہے۔

اور کوئی جواب اسکو نہیں ملتا ہے۔ عبد اللہ سے نہ دیکھا گیا۔ اُس نے اُس سے کہا اے شخص تو نے اس بت کو ستر بار یا صنم یا صنم کہہ کے پکارا اور کوئی جواب نہ پایا اب ایک بار یا صمد کہکر پکار اور دیکھ۔ اُس غلام سیاہ نے دریافت کیا کہ صمد کون ہے عبد اللہ نے جواب دیا هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سَبِيلُهُ وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ ذَرَّةٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وہ وہی ہے کہ جسکا آسمانوں پر عرش اور بر و بحر میں فرش اور نہ زمین و آسمان کا اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ ہے۔ اُس نے کہا کہ آخر اس کا نام کیا ہے عبد اللہ نے کہا کہ نام نامی اسکا اللہ ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اپنے دین اصلی کو ترک کر کے دین اسلام میں داخل ہو کر صدق دل سے مسلمان ہوا۔ اور عبد اللہ کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ گیا شب کو جب عبد اللہ اپنے بستر خواب پر سونے کے لئے لیٹے تو اس غلام نے بنظر حیرت و تعجب یہ کہکر پوچھا کہ اے عبد اللہ کیا تمہارا خدا سوتا ہی ہے۔ عبد اللہ نے جواب دیا۔ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ اسکو نہ تو نیند ہے نہ اونگھ غلام نے کہا کہ بِئْسَ الْعَبِيدُ أَنْتُمْ تم لوگ برے بندے ہو اسلئے أَنْتُمْ تَنَامُونَ وَمَوْلَاكُمْ لَا يَنَامُ تم تو سوتے ہو اور پروردگار تمہارا جاگتا ہے۔ وہ غلام تمام شب عبادت الٰہی میں مصروف رہا اور صبح کو انتقال کر گیا۔ عبد اللہ رازی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا عالیشان قصر یاقوتی ہے وہ غلام بیٹھا ہے اور چہرہ اُسکا مثل چودھویں رات کے چاند کے چمک رہا ہے۔ عبد اللہ نے خواب ہی میں اُس سے سبب نجات دریافت کیا غلام نے متبسم ہو کے یہ آیت سورہ رعد پ ۱۳ رکوع ۹ کی پڑھی۔ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ اور فرشتے ہر دروازے سے اسکے پاس آئینگے اور سلام کر کے کہیں گے کہ تم نے صبر و تحمل سے کام لیا یہ سب اسی کا صلہ ہے دیکھو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔ اشعار

سحر آمد کہ زدیں ویرسرا — میرسد بانگ سرود از ہر جا

بلبل از ہجر گل نغمہ نواز — قمری از شہر سہیل زمزمہ ساز

بانگ برداشتہ مرغ سحری — کرد بیدار خفتہ دلاں پردہ دری

چرخ در گردش از ین بانگ نوا — کو درو رقص از ین صوت و صدا

ہیچ از حالِ غمی خبری تو — اللہ اللہ چہ گران خبری تو

خواب بگذار کہ بے خوابی بہ
دیدہ را سرمۂ بیداری بہ

حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے وقت سحر بیدار نہ ہونیکے متعلق خدمت امیر المومنین علیہ السلام میں شکایت کی حضرت نے ارشاد فرمایا۔ قَدْ قَیَّدَتْکَ ذُنُوْبُکَ یقینی تمہارے گناہوں نے تمکو اچھی طرح جکڑ لیا۔ جناب موسیٰ نے درگاہ پروردگار میں عرض کی کہ کون بندہ تیری بارگاہ میں زیادہ غضبناک ہے۔ ارشاد باری ہوا کہ جو تمام رات سوئے اور دن کو لہو و لعب میں مشغول رہے۔ اور حضرت سلیمان حشمت اللہ نے اپنے بیٹے سلیمان کو وصیت فرمائی ہے کہ اے بیٹے راتوں کو زیادہ نیند نہ کرنا کہ زیادہ نیند کرنا آدمی کو حقیر بناتی ہے اور بروز قیامت فقیر محشور کرتی ہے۔

حضرت اشبانہ روز کے نیند کرنیکی سات قسمیں ہیں۔ ۱۔ خواب حسرت یہ شب جمعہ میں اول سے آخر تک کے سونے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ بروز قیامت ایسا شخص حسرت کریگا کہ اے کاش ہم دنیا میں شب جمعہ بیدار رہتے اور دعاء مناجات و عبادت و اطاعت کرتے تو آج اسکے ثواب سے محروم نہوتے۔ ۲۔ خواب راحت یہ خواب قبل ظہر آرام لینا اور سونے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ تھوڑی ہی دیر کیوں نہو۔ اسکو خواب قیلولہ بھی کہتے ہیں۔ ۳۔ خواب رخصت یہ خواب بعد نماز عشاء کے خواب کو کہتے ہیں۔ ۴۔ خواب شقاوت یہ وقت نماز کے خواب کو کہتے ہیں۔ ۵۔ خواب عقوبت یہ نماز صبح کے بعد خواب کرنیکو کہتے ہیں۔ ۶۔ خواب غفلت یہ ذکر خدا کے وقت کے خواب کو کہتے ہیں اگر مجلس مسائل یا مجلس فضائل یا مجلس مصائب میں سوئے تو خواب غفلت میں شمار ہے۔ ۷۔ خواب لعنت یہ صبح کے وقت کے خواب کو کہتے ہیں کیونکہ اسوقت کے سونے والوں پر مخلوق خدا لعنت کرتی ہے۔

خواب کرنیکے طریقہ کی چار قسمیں ہیں۔ اول چت سونا یہ طریقہ خواب انبیاء و ائمہ معصومین کا ہے اَلْاَنْبِیَاءُ یَنَامُوْنَ عَلٰی قَفَاهُمْ یَنْتَظِرُوْنَ الْوَحْیَ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ انتظار وحی میں چت آرام و استراحت فرماتے ہیں۔ دوم۔ داہنی کروٹ سے آرام کرنا یہ طریقہ ائمہ معصومین اور علماء رضوان اللہ علیہم کا ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ یَنَامُوْنَ عَلٰی اَیْمَانِهِمْ علماء اپنے دست راست کیطرف آرام کرتے ہیں۔ سوم۔ بائیں کروٹ سے آرام کرنا۔ اور یہ اطباء و حکماء کے آرام کرنیکا طریقہ ہے۔ اَلْاَطِبَّاءُ یَنَامُوْنَ عَلٰی یَسَارِهِمْ یہ لوگ دست چپ کیجانب سے آرام کرتے ہیں۔ چہارم۔ اوندھے اور پشت پر سونا۔ یہ طریقہ خواب شیاطین و ذلالت کا ہے۔ اَلشَّیَاطِیْنُ

یَنَامُونَ عَلٰی وُجُوْہِھِمْ شیاطین اوندھے منہ ہو کر سوتے ہیں۔

المختصر یہ کہ ذکر خدا کے وقت سونا اونگھنا خواب غفلت ہے۔ خاصکر وقت سحر بالخصوص شب قدر اور نیز یہی شب ضربت امیر المومنین شب نوزدہم ماہ صیام کہ جس میں خطاب الٰہی ہوتا ہے هَلْ مِنْ تَائِبٍ یُتَابُ عَلَیْهِ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ جسکی توبہ قبول کی جائے هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ یُسْتَغْفَرُ لَہٗ ہے کوئی استغفار کرنیوالا کہ جسپر مغفرت نازل ہو هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَیُؤْتٰی سُؤَالَہٗ ہے کوئی سائل کہ جسکا سوال پورا کیا جائے۔

اے شیعیان علیؑ اس شب نوزدہم کو بہت ہی غنیمت جانئے۔ کیونکہ دعا اس شب کی رد نہیں ہوتی قاعدہ کلیہ ہے کہ بلا ذریعہ کسی بادشاہ کی درگاہ میں رسائی نہیں ہوتی۔ اور عقلاء دہر کا تجربہ ہے کہ بلا واسطہ و وسیلہ کے کسی شہنشاہ کی بارگاہ سے مطلب برآری نہیں ہوتی۔ لہذا درگاہ الٰہی اور بارگاہ صمدی میں وسیلہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ خود پروردگار ایسے ذریعہ و وسیلہ کی تاکید فرماتا ہے سورہ مائدہ پ ۶ رکوع دہم کی یہ آیت پڑھئے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اے مومنوں تم لوگ خداوند عالم کی درگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ و ذریعہ کی جستجو کرو۔

بنا برآں علیہ ہم سب لوگ اسوقت درگاہ الٰہی میں اس امام زاہد و تارک دنیا معصوم و مظلوم کو وسیلہ قرار دیتے ہیں کہ جس نے دانہ گندم تک ترک کیا اور نان جو بھی پیٹ بھر کبھی شکم سیر ہو کر تناول نہ فرمایا۔ وہی امام کہ جو آج کی شب اپنی بیٹی ام کلثومؑ کے مہمان تھے۔ اور جناب ام کلثومؑ نے نان جوین و کاسہ شیر و نمک بوقت افطار حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی کب تم نے اپنے باپ کو دو خورشوں سے روٹی کھاتے دیکھا فِیْ حَلَالِھَا حِسَابٌ وَ فِیْ حَرَامِھَا عِقَابٌ اے بیٹی حلال دنیا میں تو حساب ہے اور حرام دنیا میں عذاب و عقاب ہوگا۔ جناب ام کلثومؑ نے دسترخوان سے نمک اٹھانا چاہا۔ فرمایا بیٹی کاسہ شیر اٹھا لو۔ ام کلثومؑ حکم امام سے مجبور ہوئیں اور کاسہ شیر اٹھا لیا۔ پھر حضرت نے صرف تین لقمے نان جو نمک کے ساتھ نوش فرمائے فَقَامَ اِلٰی صَلٰوتِہٖ وَ لَمْ یَزَلْ رَاکِعًا وَ سَاجِدًا یَتَضَرَّعُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَ یُکْثِرُ الدُّخُوْلَ وَ الْخُرُوْجَ وَ یَنْظُرُ اِلَی السَّمَآءِ وَ ھُوَ قَلِقٌ یَتَمَلْمَلُ یعنی حضرت نماز و رکوع و سجود میں مصروف ہوئے اور درگاہ باری میں تضرع کرتے تھے اور بار بار اندر سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اور حال سے ان حضرت کے تردد و اضطراب ظاہر تھا اور طرف آسمان کے

تنبیہ مصائب حضرت امیر علیہ السلام

حضرت کا اپنی بیٹی ام کلثوم کا مہمان ہونا

مکرر دیکھتے تھے فَقُلْتُ لَهٗ یَا اَبَتَاهُ رُوْحِیْ لَكَ الْفِدَاءُ مَالِیْ اَرَاكَ اَنَّكَ لَا تَذُوْقُ طَعْمَ الرُّقَادِ فَقَالَ لِیْ یَا قُرَّةَ عَیْنِیْ اِنَّ اَبَاكَ قَتَلَ الْاَبْطَالَ وَخَاضَ الْاَهْوَالَ وَمَا دَخَلَ فِیْ قَلْبِیْ خَوْفٌ وَلَا رُعْبٌ اَكْثَرَ مِمَّا دَخَلَ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ وہ مخدرہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے حال یہ پدر بزرگوار اس طرح سے دیکھا۔ عرض کی اے پدر بزرگوار فدا ہو آپ پر جان میری۔ کیا سبب ہے کہ آج کی شب آپ نے آرام نہیں فرمایا۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اے نور دیدہ میری تیرے باپ نے بڑے بڑے شجاعان عرب کو قتل کیا اور ہولہائے عظیم میں اپنے تئیں ڈالا مگر کبھی مجھ پر خوف و رعب طاری نہیں ہوا بخلاف آج کی شب کے۔ اے نور نظر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب وقت وفات میرا قریب پہونچا ہے بعد اسکے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ زبان اقدس پر جاری فرمایا فَبَكَیْتُ بُكَاءً شَدِیْدًا فَرَجَعَ اِلٰی مَا كَانَ اِلَیْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالدُّعَاءِ فَلَمَّا بَقِیَ مِنَ اللَّیْلِ ثُلُثُهٗ جَدَّدَ الْوُضُوْءَ وَلَبِسَ ثِیَابَهٗ فَنَزَلَ اِلَی الدَّارِ۔ یہ سنکر میں بیتاب ہوگئی اور بشدت رونے لگی اور حضرت پھر نماز و دعا و عبادت خدا میں مصروف ہوئے پس جب شب ایک ثلث رہگئی تو دیکھا میں نے کہ حضرت نے تجدید وضو کی اور کپڑے پہنا اور مکان سے صحن میں تشریف لائے۔ وَكَانَ اَوْزَةٌ قَدْ اُهْدِیَ اِلٰی اَخِیْ الْحُسَیْنِ فَصَرَخْنَ وَرَاءَهٗ وَصِحْنَ فِیْ وَجْهِهٖ وَكَانَ قَبْلَ تِلْكَ اللَّیْلَةِ لَا یَصِحْنَ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَصَوَارِخُ تَتْبَعُهَا النَّوَائِحُ وَغَدَاةَ غَدٍ یَظْهَرُ الْقَضَاءُ اور چند مرغابیاں کسی نے میرے بھائی امام حسین علیہ السلام کو بطریق ہدیہ بھیجی تھیں۔ جب پدر بزرگوار میرے صحن میں تشریف لائے اُن مرغابیوں نے دیکھتے ہی گرد حضرت کے حلقہ کر لیا۔ اور خلاف عادت آواز نوحہ و بکا بلند کی۔ حضرت نے حال ان جانوران بے زبان کا دیکھ کر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ نوحہ آوازیں ہیں کہ جنکے بعد آواز نوحہ و بکا کی فریاد بلند ہوگی اور صبح کو جو امر واقع ہونیوالا ہے واقع ہوگا یعنی اب کچھ ہی دیر تک میرا ماتم اس گھر میں برپا ہوگا۔ جناب ام کلثوم فرماتی ہیں کہ اسوقت میں نے عرض کی۔ اے پدر بزرگوار یہ کیسی فال بد آپ زبان اقدس سے ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے نور چشم ہم اہلبیت سے کوئی شخص فال بد منھ سے نہیں نکالتا اور نہ کوئی ہم اہلبیت کی فال بد لیتا ہے۔ لیکن یہ کلمہ حق تھا جو میری زبان پر جاری ہوا۔ پھر فرمایا کہ اے نور چشم ان جانوروں کو دانہ پانی دینا اور انکے حال کی خبر رکھنا کہ یہ بے زبان و اسیر ہیں اور اگر یہ

اور تم سے نہ ہوسکے تو انکو چھوڑ دینا تاکہ یہ خود اپنا آب و دانہ تلاش کرلیں گی۔
حضرات! جناب امیر علیہ السلام کو اسوقت بھی جانوروں کا یہ خیال ہوا۔ مگر وائے ہو اُن
اشقیاء پر کہ جنھوں نے صحرائے کربلا میں انکے اطفال خورد سال کو کھانے کا کیا ذکر ہے پانی
سے بھی ترسایا۔ یہانتک کہ طفل شیرخوار تک کو تیر ستم سے شہید کیا ففتح الباب وخرج
۔ پھر حضرت نے خود ہی دروازہ کھولا اور گھر سے باہر تشریف لیگئے۔ جناب ام کلثوم فرماتی
ہیں کہ میں جلد اپنے بھائی امام حسنؑ کے پاس آئی اور کہا کہ اے بھائی شب کو تمہارے
باپ کا یہ حال تھا کہ مطلق آرام نہیں فرمایا اور کبھی صحن خانہ میں تشریف لاتے تھے اور کبھی
اندر تشریف لیجاتے تھے اور کلمات حسرت و یاس ارشاد فرماتے تھے اور اسوقت اس شب
تاریک میں گھر سے باہر تشریف لیگئے ہیں۔ پس اے بھائی جلد آپ حضرت کے پاس جایئے
یہ سنتے ہی امام حسنؑ فوراً طرف مسجد کے روانہ ہوئے اور قبل اسکے کہ حضرت داخل مسجد جامع
ہوں راہ میں حضرت سے ملاقات کی اور عرض کی کہ اے پدر بزرگوار کیا باعث ہے کہ اسوقت
میں کہ ثلث شب باقی ہے گھر سے باہر تشریف لے آئے۔ ارشاد کیا کہ اے نور دیدہ میرے میں نے
ایک خواب ایسا ہولناک دیکھا ہے کہ مجھپر اندوہ و غم طاری ہوا اور بسبب اسکے میں اسوقت
گھر سے باہر آیا ہوں۔ فَقَالَ لَہٗ خَیْراً رَأَیْتَ وَخَیْراً یَکُوْنُ فَقَصَّھَا عَلَیْہِ جناب امام حسنؑ
نے عرض کی کہ اے پدر عالیمقدار جو خواب کہ آپ نے دیکھا ہے وہ بہتر ہے اور بہتر ہوگا امیدوار
ہوں کہ اسے آپ بیان فرمایئے۔ پس حضرت نے ارشاد کیا کہ اے فرزند میں نے دیکھا ہے
کہ گویا جبرئیلؑ آسمان سے کوہ ابو قبیس پر نازل ہوئے اور دو پتھر وہاں سے اٹھا کر کعبہ کیطرف
لیگئے اور پشت خانہ کعبہ پر ان دونوں پتھروں کو چھوڑ دیا اور ایک کو دوسرے پر دے مارا
کہ جس سے وہ دونوں خاکستر ہوگئے۔ پھر اسکی خاکستر کو ہوا میں متفرق کیا۔ پس کوئی گھر مکہ و
مدینہ میں باقی نہ رہا مگر یہ کہ وہ خاک اس گھر میں پہنچی فَقَالَ الْحَسَنُ یَا اَبَتِ وَمَا تَاوِیْلُھَا
فَقَالَ یَا بُنَیَّ اِنْ صَدَقَتْ رُؤْیَایَ فَاِنَّ اَبَاکَ مَقْتُوْلٌ وَلَا یَبْقٰی بِمَکَّۃَ وَلَا بِالْمَدِیْنَۃِ
بَیْتٌ اِلَّا وَیَدْخُلُہٗ مِنْ ذَالِکَ غَمٌّ وَمُصِیْبَۃٌ مِنْ اَجْلِیْ۔ پس امام حسن نے عرض کی
کہ اے پدر بزرگوار تاویل اس خواب کی کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند اگر یہ خواب
صادق ہے تو باپ تمہارا شہید ہوگا اور کوئی گھر مکہ و مدینہ میں ایسا نہ ہوگا کہ بسبب اس
مصیبت کے اس گھر میں ماتم نہ ہو۔ پس اے نور چشم تمہیں میرے حق کی قسم ہے کہ

تم اپنے فرش خواب پر جاؤ۔ اور آرام کرو۔ تاکہ تمہاری نیند میں خلل نہو۔ اور میرے کہنے کے خلاف نکرو۔
حضرات! جناب امیرؑ کو اتنی تکلیف اپنے فرزند کی گوارا نہ ہوئی۔ لیکن افسوس کہاں تھے اُس روز کہ جب انہی فرزند کو اعداء نے زہر دغا دیکر شہید کیا۔ اور جنازے پر تیر لگائے اور روضۂ رسولِ خدا میں دفن نہونے دیا۔

گزشتہ حضرت امام حسن مجتبیٰ

بہرحال امام حسنؑ دولتسرا کیطرف تشریف لائے۔ دیکھا کہ اُم کلثومؑ پس در منتظر کھڑی ہیں۔ پس امام حسنؑ داخل خانہ ہوئے اور جو کچھ حضرتؑ سے عرض کیا اور حضرتؑ نے جواب دیا وہ سب اپنی بہن سے بیان کیا۔ پھر بہن و بھائی آپس میں یہ غم والم بیان کرتے کرتے سو گئے فَسَارَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ الْقَنَادِیلُ قَدْ خَمَدَ ضَوْءُهَا فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ فَرَغَ وِرْدَهُ وَعَقَّبَ سَاعَةً ثُمَّ اِنَّهُ قَامَ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ عَلَی الْمَاذَنَةِ وَوَضَعَ سَبَّابَتَیْهِ فِی اُذُنَیْهِ فَاَذَّنَ حَتّٰی بَلَغَ صَوْتُهُ فِی کُلِّ بَیْتٍ مِنَ الْکُوفَةِ پس امیر المومنینؑ تشریف لیگئے تا اینکہ داخل مسجد ہوئے۔ اور اسوقت قندیلیں مسجد کی خاموش تھیں۔ پس حضرتؑ وہ نمازیں جو ہر شب پڑھا کرتے تھے بجا لائے۔ اور وظائف و اوراد پڑھے اور ایک ساعت تعقیب میں مشغول رہے۔ بعد اسکے دو رکعت نماز پڑھی اور اذان کے واسطے گلدستہ پر تشریف لیگئے اور اذان صبح دی۔ یہانتک کہ وہ آواز ہر گھر میں کوفہ کے پہونچی۔ اور ابن ملجم ملعون اس شب کو فرش خواب پر اپنے فکر قتل حضرتؑ میں نہایت متردد رہا۔ ناگاہ قطامہ ملعونہ کو جو سخت دشمن حضرتؑ کی تھی۔ اور ابن ملجم اسپر فریفتہ تھا اسکے قریب آکر بیٹھی اور کہا کہ اے شخص جسکو ایسے امر عظیم کا ارادہ ہو وہ اس اطمینان سے سوئے۔

حالات ابن ملجم ملعون

اس ملعون نے کہا کہ قسم ہے خدا کی بپاس خاطر تیرے میں علیؑ کو ابھی قتل کرتا ہوں۔ پس جب اس ملعون نے آواز جناب امیر المومنینؑ کی سنی تو فوراً اُٹھا اور کہا قطامہ سے کہ وہ تلوار جو زہر سے بجھی ہے جلد لادے۔ اس ملعونہ نے وہ تلوار اسکے ہاتھ میں دیدی۔ وہ ملعون اس تلوار کو لیکر مسجد میں آیا اور سونیوالوں کے درمیان لیٹ رہا۔ فَلَمَّا فَرَغَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ مِنَ الْاَذَانِ وَنَزَلَ مِنَ الْمَاذَنَةِ پس جناب امیر علیہ السلام اذان سے فارغ ہوئے اور گلدستہ سے نیچے تشریف لائے۔ تسبیح و تقدیس خدا میں مشغول ہوئے اور اسوقت ورد زبان اقدس پر جاری تھا اور بدستور سابق سونیوالوں کو بیدار کیا تا اینکہ ابن ملجم کو بھی بیدار کیا۔ وہ ملعون مثل اٹھنے والوں کے جنبش میں آیا لیکن اپنے مقام سے مطلقاً نہ اٹھا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ اے شخص تو نے اُس امر کا قصد کیا ہے کہ جس سے عجب نہیں کہ آسمان و زمین شق ہو جائیں اور پہاڑ گر پڑیں اور اے شخص اگر میں چاہوں

تو بتادوں اُس چیز کو کہ جو تیرے لباس کے نیچے مخفی ہے۔
غرضکہ یہ فرماکر حضرت نے اُس ملعون کو اسی طرح چھوڑ دیا اور محراب عبادت میں آکر مشغول نماز ہوئے۔ اور رکوع و سجود کو موافق عادت باحضورِ قلب طول دیا فَہَبَّت رِیحٌ عَاصِفٌ وَ اَطفَتِ القَنَادِیلَ فَقَالَ عَلَیہِ السَّلَامُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ھٰذَا اَثَرٌ مِن اٰثَارِ قَتلِی اُسوقت ایک ہوائے تند ایسی چلی کہ اُس نے تمام قندیلوں کو مسجد کی بجھا دیا حضرت نے فرمایا لا الٰہ الا اللّٰہ یہ ایک علامت ہے میرے علامات قتل سے۔ پس جب ابن ملجم ملعون کو معلوم ہوا کہ حضرت مشغول بنماز ہیں۔ جلد اٹھا اور مقابل اس ستون کے کہ جسکے محاذی حضرت نماز پڑھتے تھے کھڑا ہوا اور اس ملعون نے اتنی مہلت دی کہ حضرت رکعت اوّل کا رکوع کر کے سجدہ اولیٰ بجالائے اور سر اقدس اپنا سجدہ اولیٰ سے اُٹھایا اسوقت اس ملعون نے تلوار زہر آبودہ کھینچکر زور سے سر انور پر ماری۔ آہ آہ وہ تلوار سر اقدس کے اس مقام پر پڑی کہ جس مقام پر ضربت عمرو بن عبدود عامری کی واقع ہوئی تھی۔ اور سر اقدس اس جناب کا وسط سر سے پیشانی اطہر تک زخمی ہوا پس جبکہ حضرت کو صدمۂ ضربت محسوس ہوا تو اُس جناب نے ہرگز آہ نہ کی اور صبر و ضبط سے کام لیا اور راضی برضائے خدا ہوئے۔ اور بسبب صدمہ ضربت کے سنبھالا نہ لیا اور وہ جناب زمین کیطرف جھک گئے اور فرماتے تھے۔ بِسمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ فُزتُ وَ رَبِّ الکَعبَۃِ اور خون سر اقدس سے اُن جناب کے جاری تھا اور وہ جناب خون اپنا چہرۂ انور اور ریش مطہر پر ملتے تھے اور خاک محراب کو سر پر ڈالتے تھے۔ ثُمَّ تَلَا قَولَہٗ تَعَالٰی مِنہَا خَلَقنٰکُم وَ فِیہَا نُعِیدُکُم وَ مِنہَا نُخرِجُکُم تَارَۃً اُخرٰی بعد اسکے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اسی خاک سے پیدا کیا اور اسی خاک میں پھر تمہیں لیجائینگے اور اسی سے پھر تمہیں نکالینگے۔ آہ جب حضرت زخمی ہوئے تو اسوقت دروازہائے مسجد آپس میں ٹکرائے اور ملائکہ آسمان گریاں ہوئے اور ہوائے سیاہ تاریک چلی فَنَادٰی جَبرَائِیلُ بَینَ السَّمَاءِ وَ الاَرضِ بِصَوتٍ یَسمَعُہٗ کُلُّ مُستَیقِظٍ تَھَدَّمَت وَاللّٰہِ اَرکَانُ الھُدٰی وَ انطَمَسَت نُجُومُ السَّمَاءِ وَ اَعلَامُ التُّقٰی وَ انفَصَمَت وَاللّٰہِ العُروَۃُ الوُثقٰی قُتِلَ ابنُ عَمِّ مُحَمَّدٍ المُصطَفٰی قُتِلَ الوَصِیُّ المُجتَبٰی قُتِلَ عَلِیٌّ المُرتَضٰی۔ قُتِلَ وَاللّٰہِ سَیِّدُ الاَوصِیَاءِ قَتَلَہٗ اَشقَی الاَشقِیَاءِ۔
اور جبرئیل نے ما بین زمین و آسمان باواز بلند فریاد کی جو شخص بیدار تھا اُس نے سُنا۔ قسم بخدا ستون ہدایت منہدم ہوئے اور قسم خدا کی ستارہائے آسمان منکسف ہوئے اور ریسمان

ابن ملجم ملعون کا حضرت کو تلوار لگانا
کلمات حضرت وقت ضربت
جبرائیل کی فریاد
حسنین کا مسجد میں آنا

مضبوط ایمان کی ٹوٹ گئی۔ آہ قتل ہوئے ابن عم محمد مصطفےٰ اور قتل ہوئے برگزیدۂ خدا علی مرتضیٰ
قسم بخدا جو سردار اوصیاء تھا شہید کیا انھیں بدترین اشقیاء نے۔ بس جب آواز قد قتل
امیر المومنین کی حضرت ام کلثومؑ نے سنی تو منھ اپنا پیٹ لیا اور گریبان چاک کر ڈالا اور
صدائے وا ابتاہ وا علیاہ بلند کی اور اپنے بھائی امام حسنؑ و امام حسینؑ کو آواز دی کہ افسوس
ہے تمہارے پدر بزرگوار قتل ہوئے پس جب حسنینؑ نے یہ خبر سنی ہائے بابا کہکر بہت روئے
اور مقام حسرت میں کہتے تھے کہ کاش ہمیں موت آتی اور ہم یہ خبر آپکے قتل کی نہ سنتے پھر اپنی
بہن سے فرمایا کہ اے بہن تم ابھی نہ روؤ اور حال اپنا غیر نہ کرو جبتک ہم خبر صحیح دریافت نہ کرلیں۔
یہ کہکر دونوں شہزادے محزون و مغموم با دیدۂ گریاں طرف مسجد کے روانہ ہوئے۔ آہ جب حسنینؑ مسجد
میں داخل ہوئے تو دیکھا جناب امیرؑ آلودہ بخون ہیں اور تمام اہل مسجد رو رہے ہیں جب یہ حال
انحضرت کا حسنینؑ نے دیکھا تو بے اختیار ہوکر اپنے تئیں جناب امیر علیہ السلام پر گرادیا۔ اور عرض کی اے
پدر بزرگوار ہم فدا ہوں آپ پر کیا حال ہے آپکا پس حضرت نے حسنین علیہما السلام کیطرف گوشۂ چشم
سے بحسرت نگاہ کی اور رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ اے حسنؑ اب تم امام خلق ہو بعد میرے۔ اور
وصی و جانشین ہو میرے۔ تم نماز بجماعت پڑھو۔ یہ ارشاد فرما کے حضرت صف سے پیچھے ہٹے۔
اور امام حسن علیہ السلام نے سب کو نماز جماعت پڑھائی۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے بیٹھکر اشارہ سے
نماز پڑھی۔ اور خون روئے انور کا اور سر اقدس کا اپنے چہرۂ منور پر ملتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح
خون آلودہ جناب رسول خدا سے ملاقات کرونگا۔ اور اسی حالت میں کبھی حضرت جھک جاتے تھے
اور کبھی سنبھل جاتے تھے۔ پھر تھوڑے عرصہ میں حذیفہ یمانی ابن ملجم کو گرفتار کرکے لائے۔ خلقت نے
اس خبیث کی طرف ہجوم کیا کوئی منھ پر تھوکتا تھا اور کوئی ملامت کرتا تھا۔ وہ لعین رسی میں
جکڑا سر خم کئے خاموش کھڑا تھا۔ جب حضرت کے سامنے لائے تو آنکھیں کھولکر حضرت نے دیکھا
سبکو منع کیا اور حکم دیا کہ مشکیں کھولدو۔ پھر نہایت نرمی سے حضرت نے قاتل سے کلام کیا اپنی شفقتیں
اور احسانات یاد دلائے جس پر وہ شقی نادم ہوا۔ پھر عبد اللہ ابن رافع کے سپرد کیا اور فرمایا اسکو لیجاکر رکھو مگر کسی
طرح کی زحمت اسکو نہ دینا۔ یہ بھی اہل کوفہ کو ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ قیدیوں کیساتھ برا سلوک نہ کرنا میں نے
اپنے قیدی کی تکلیف گوارا نہ کی۔ تم میری اولاد کو اسیر کرکے ذرا اس طرز عمل کا خیال رکھنا۔
ہائے کیا اچھا برتاؤ کیا گیا اسیران اہلبیت کیساتھ جسکو یاد کرکے امام زین العابدینؑ زندگی بھر رویا کئے اور
کہتے تھے الشام الشام غرض کچھ دیر کے بعد حضرت کو ایک گلیم میں لٹا کر مع متعلقین گھر کیطرف لیچلے حضرت

کی اولاد اور اصحاب سب جمع تھے روتے پیٹتے دست بدست اپنے امام مظلوم کو قریب دروازہ کے پہونچایا۔ بنا بر شہور کے خود حضرت نے جبکہ مکان قریب ہوا ارشاد کیا کہ مجھے ٹھہراؤ۔ حسب الحکم حضرت کو مکان سے کچھ فاصلہ پر ٹھہرایا۔ اور پھر حضرت نے اپنے فرزند امام حسنؑ کو حکم دیا کہ یہاں سے کل اغیار و اصحاب وغیرہ کو رخصت کردو۔ کیونکہ شاید زینبؑ ام کلثومؑ کے رونے کی آوازیں بلند ہوں اور نامحرموں کے کانوں میں پہونچیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ مجھے شانوں کے بل سنبھال کر لیجاؤ ایسا نہ ہو کہ مجھے اس طرح سے دیکھ کر زینبؑ ام کلثومؑ کو یارائے ضبط باقی نہ رہے۔ اس حال سے جب حضرت گھر پہونچے تو شہزادیوں نے گھیر لیا زخم سر دیکھ کر بیٹیوں نے سر پیٹ لیا گریبان چاک کر ڈالے۔

مگر جناب! کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ جناب زینبؑ وام کلثومؑ بیتاب ہو کر گھر سے مسجد تک آ گئی ہوں۔ مصیبت عظیم تھی جناب امیر المومنینؑ کا معاملہ تھا۔ باپ زخمی ہو کر آگیا مگر آداب عصمت نے شہزادیوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ یہ مصیبت کربلا کے لئے اٹھ رہی تھی کہ ایک منادی کی صدا سنکر عالم تہ و بالا ہو گیا شہزادیاں خیموں سے باہر نکل پڑیں۔ جناب زینبؑ مقتل کو اس شان سے روانہ ہوئیں کہ گویا شتہ بجا اور عالم اضطراب میں زمین پر لٹا جاتا تھا۔ زبان پر فریاد تھی ہائے ماجائے میرے۔ ہائے میری ماں کے لاڈلے۔ اے آسمان کیوں پھٹ نہیں پڑتا پہاڑ کیوں شق نہیں ہو جاتے۔ یہ کہہ رہی تھیں کہ عمر سعد سامنے آگیا اسے دیکھکر فرمایا کہ اے ابن سعد تیرا باپ تو سادس الاسلام تھا۔ تو دیکھ رہا ہے اور فرزند رسول ابو عبداللہ الحسینؑ ذبح ہو رہے ہیں۔

عزاداروں! ان الفاظ میں نہ معلوم کیا اثر تھا کہ عمر سعد بھی منھ پھیر کر رونے لگا۔ ابھی بہن اپنے بھائی کے پاس پہونچنے نہ پائی تھیں کہ شمر نے صدائے تکبیر بلند کی باجے فتح کے بجنے لگے۔ سیاہ آندھی چلنے لگی نہر کا پانی اچھلنے لگا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ بستر عبد اسید نے بہت دیر تک سنا کہ جائی مذبوح سے آواز آتی تھی اے نانا رسول خدا ابو القاسمؐ۔ اے بابا علی مرتضیٰؑ اے بھائی حسن مجتبیٰؑ اور اے مادر فاطمہ زہراؑ میں مظلوم قتل کیا گیا۔ میں پیاسا ذبح کیا گیا۔ آسمان سے آواز آئی اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا۔ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ہفتم

أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِينِ الرَّجِيمِ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ الْكَرِيمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَظِيمِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ. سورہ حم دخان پ۲۵ رکوع ۱۴ میں خالق کا فرمان ہے۔ ہم نے قرآن مجید کو شب مبارک میں نازل کیا ہے۔ بیشک ہم ڈرانیوالے تھے۔

قرآن کے آیات کو باداب تلاوت کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے لیلۃ القدر کو مبارک فرمایا ہے۔ اور مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کو بھی مبارک کا خطاب دیا ہے سورۃ العمران پ۴ رکوع اول میں ارشاد ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا. سب سے پہلے جو لوگوں کے واسطے گھر بنایا گیا وہ یقیناً یہی کعبہ ہے جو مکہ میں بڑی عزت و برکت والا ہے۔ تیسرے پانی کو بھی حقتعالیٰ نے مبارک فرمایا ہے۔ سورہ ق جزء ۲۶ رکوع ۱۵ میں ہے وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَاَنْبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ۔ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا جس سے باغات کھیتیاں اناج و اثمار وغیرہ پیدا ہوئے۔

حضرات! پانی کا بابرکت ہونا محتاج بیان نہیں۔ چونکہ مشاہدہ شبانہ روز ہر شخص کا ہے کہ جس زمین پر پانی ہوگا وہیں سبزہ جات میوہ جات فواکہات حیوانات رنگارنگ کے پھول بوٹے پودے نظر آتے ہیں۔ پانی ہی سے شہروں کی زینت نہروں کی خوبصورتی میدان و بیابانوں کی رونق و ہر چیز کی زندگی ہوتی ہے۔ پانی ہی کی وجہ سے حیوانات بری زندہ اور مخلوق بحری ترو تازہ رہتے ہیں پانی ہی سے موتی ہونگا عنبر حاصل ہوتا ہے۔ پانی ہی وہ عنصر ہے کہ جس پر ہر چیز کا دارو مدار اور ہر چیز کی حیات منحصر ہے۔ غرضکہ پانی کے بابرکت ہونے میں صرف حقتعالیٰ کا یہ قول کافی ہے کہ جو سورہ انبیاء جزء ۱۷ رکوع ۳ میں موجود ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی پانی ہی ہر چیز کی حیات کا باعث اور زندگی کا سبب ہے۔ حضرت ابراہیم کو جب حضرت ہاجرہ اور جناب اسمٰعیل کے ارض مقدس مکہ معظمہ پہنچانیکا حکم الٰہی ہوا تو حضرت ابراہیم نے تعمیل کر کے بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ میدان بے آب و علف پر حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل کو پہنچایا تو پہلے سب سے جو چیز حقتعالیٰ نے انکی

زندگی اور ارض مقدس کی آبادی کے واسطے پیدا کی وہ پانی تھا جو ابتک بصورت چاہ زمزم موجود ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ملک حجاز میں سب سے بڑا خوشنما شہر وہی میدان بے آب و علف دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ بریں مدت مدید اور عرصہ دراز و بعید کے بعد بھی لوگ مختلف طریقوں سے پانی لائے۔ نہر زبیدہ اب بھی موجود ہے کہ جو فی الحال عرفات و منیٰ وغیرہ میں کام دیتی ہے بہرحال برکت بہت بڑی چیز اور بیحد ضروری نعمت ہے۔ اسکی قدر عموماً لوگوں کو نہیں ہے بہت ہی کم لوگ اسکے فائدہ اسے واقف ہیں۔ اور مقصود اس سے یہ ہے کہ تھوڑی چیز کا فائدہ اور نفع بہت زیادہ ہو۔ اگر ہفتہ یا مہینہ کا حساب و تخمینہ جمع کیا ہوا وہ اس مدت و مقدار سے زیادہ کیلئے کافی ہو تو اس زیادتی کا نام برکت و نعمت ہے۔ اسی بنا پر تجارت میں بڑی برکت ہے اور بہت ہی ممدوح و مستحسن ہے۔ ہر قوم تجارت کو ذریعہ حصول مال و منال اسی سبب سے جانتی ہے کہ تھوڑی محنت و مشقت کے بدلے میں بڑا فائدہ اور کثیر منفعت حاصل کر کے راحت و آرام پہونچتا ہے اسی فائدہ اور زیادتی کا نام برکت ہے۔

جناب میثم تمار کہ جو بڑے پایہ کے بزرگ اور مخصوصین حضرت امیر سے تھے خرمے فروشی کا کام کرتے تھے یہ تاجر محترم ہمیشہ نرخ بازار سے کم اور تول ناپ میں زیادہ دیتے تھے اور روزانہ اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات اسی دوکان سے پورا کرتے تھے۔ باوجود اسکے پھر بھی سرمایہ انکا بڑھتا اور فائدہ انکا زیادہ ہوتا تھا حقتعالیٰ نے انکے کسب تجارت میں برکت عطا فرمایا تھا۔ پس اسی برکت کیطرف میرا کلام اور اسی کے متعلق میرا روئے سخن ہے اور اسی کا ہر شخص طالب اور ہر آدمی خواہاں ہے۔

خدمت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک شخص نے بارہ درہم پیش کئے حضرت نے جناب امیر علیہ السلام کو دیکر ارشاد فرمایا کہ اے علی جاؤ اور ایک پیراہن میرے واسطے خرید لاؤ۔ حضرت امیرؑ نے حسب الحکم پیراہن خرید کر حاضر خدمت کیا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سے دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے علی کیا ہوتا اگر یہ پیراہن اسے خشن و کلفت کپڑے کا ہوتا۔ جناب امیر نے عرض کی کہ میں اسے واپسی کی شرط کے ساتھ لایا ہوں۔ چنانچہ جناب امیرؑ نے وہ پیراہن واپس کر دیا اور قیمت لیکر خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ میں حاضر ہوئے۔ پھر خود حضرت رسول بنفس نفیس معہ جناب امیر علیہ السلام کے بازار گئے اور ایک پیراہن چار دینار کو خرید فرمایا اور واپس ہوئے۔ راہ میں ایک سائل نے سوال کیا حضرت نے وہ پیراہن سائل کو

مقصود برکت اسکی تشریح

مدح تجارت

میثم تمار کے حالات تجارت

حوالے کر دیا۔ اور دوسرا پیراہن اور چادر دو درہم میں خرید فرماکر زیب جسم فرمایا۔ پھر راہ میں ایک کنیز کو گریہ و بکا میں دیکھکر آپ نے بکمال رافت و محبت سبب گریہ و بکا کا دریافت کیا۔ اس نے عرض کی کہ میری ملکہ نے بازار سودا خریدنے کیواسطے چار دینار دیے تھے وہ مجھسے ضائع ہو گئے پس میں اسکی بازپرس کیخیال کر کے روتی ہوں۔ حضرت نے بقیہ چاروں دینار اسے حوالے کر دیئے۔ جب وہ مطلوبہ چیزیں خریدنے کے بعد پھر بھی رونا شروع کیا۔ حضرت نے اس سے پھر سبب دریافت فرمایا اس نے عرض کی کہ زیادہ وقت گذرنے اور تاخیر کے ہو جانے سے میں ڈرتی ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آمیں تیری مالکہ کے مکان پر تیری سفارش کے لئے چلتا ہوں۔ چنانچہ حضرت اسکے ہمراہ تشریف لیچلے۔ جب اسکی مالکہ نے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو معہ جناب امیر علیہ السلام کے سفارش کنیز کے واسطے معلوم کیا تو بیحد شرمندہ ہو کر بادب عرض کی یا رسول اللہ میں اس کنیز کو آپکو بخش کرتی ہوں۔ حضرت نے قبول کر کے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ اور واپسی پر جناب امیر سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ کسقدر بابرکت تھے یہ بارہ درہم کہ جس سے دو برہنہ نے لباس پہنے کنیز آزاد ہوئی۔ گو تھوڑے سے دینار تھے لیکن بیحد مفید و بکار ثابت ہوئے اسی کو اصطلاح شارع میں نعمت برکت کہتے ہیں۔

اسی واسطے خلاق عالم مصوّر بنی آدم نے بعض اعمال و افعال میں تاثیر برکت و خاصیت زیادتی و کثیر النفع قرار دیا ہے پس اگر انسان ان اعمال کا پابند اور ان افعال کو عمل میں لاتا رہے تو حقتعالیٰ ضرور اسکو نعمت برکت سے سرفراز و زیادہ و کثیر المنفعت سے مالا مال فرمائیگا۔ گو وہ اعمال و افعال بادی النظر سے بہت ہی معمولی ہوتے ہیں لیکن خاصیت و تاثیر کے اعتبار سے بیحد مفید اور کثیر المنفعت و لازم البرکت ثابت ہوئے ہیں اسوقت انمیں سے صرف چند کو ذکر کرتا ہوں۔

اول آذان۔ مؤذن کا ثواب بیحد ہے۔ مؤذن کے نامہ عمل میں چالیس ہزار شہید اور چالیس ہزار صدیقوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور بروز قیامت چالیس ہزار گناہگاروں کی شفاعت کریگا۔ مؤذن پر ستر ہزار فرشتے سایہ کرتے ہیں۔ مؤذن کے ثواب میں اور اسکے فائدہ و منفعت میں یہ ہی کیا کم ہے کہ جس گھر میں اذان دیجائے وہ صدہا امراض سے محفوظ اور ہزارہا بیماریوں سے مصئون و محروس رہتا ہے اور علاوہ بریں اس گھر میں کثیر العیال خوشحال ہو کر بسر کرتا ہے۔ اور اس گھر کے سکنا فقر و فاقہ سے دور اور منور و معمور و آباد رہتے ہیں۔

لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ انسان مسجد ترک کر کے گھر کو مسجد بنالے اسکو ترک و ویران کر کے ہمیشہ نماز

گھر ہی میں پڑھا کرے۔ بلکہ شریعت مقدسہ کے اس تقسیم عمل میں ہمکو تو روحانی لطف آتا ہے۔ نماز واجبی کو حتی الامکان مسجد ہی میں بجالانیکا حکم تاکیدی دیا۔ اور نوافل مستحبات گھروں میں پڑھنا پسند فرمایا ہے۔ بات بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ گھر کے اندر سنتی نماز ادا کرنے میں بہت ہی کم احتمال ریا و خود پسندی کا ہے۔ اور فریضہ واجب مسجد میں ادا کرنے سے دوسرے کی مسجد کیطرف رغبت اور ترک غیبت و تہمت اور شمول بدائرہ تارک الصلوٰۃ سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور اوقات نماز میں اذان دینا گھر میں خیر و برکت کیواسطے کافی ہے۔

یہ سب ثواب بیحساب اور اجر عظیم اُس مؤذن کا ہے کہ جو بلا اجرت و ریا کے اذان دیتے ہیں حضرات کیا اذان کی فضیلت و ثواب میں حضرت امیر علیہ السلام کا عمل ہم لوگوں کیواسطے کافی نہیں کیا اس سے زیادہ ہماری نظر میں کسی کا عمل قابل ہو سکتا ہے۔

حضرت نے تو شب ضربت تک بھی اس عمل ممدوح کو ترک نہ فرمایا۔ یہ فعل حضرت امیر علیہ السلام کل اہل اسلام کیواسطے سرمشق اور دستور العمل کیلئے کافی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ تین قسم کے لوگ امام زماں کے ساتھ محشور ہونگے۔ اول، وہ لوگ کہ جو نماز پنجگانہ کو آداب و شرائط اول وقت فضیلت پر ادا کرتے ہیں (دوم) وہ لوگ جو شبانہ روز میں دو سو آیات قرآن کی تلاوت کرتے ہیں (سوم) وہ لوگ جو صحیح وقت پر اذان دیتے ہیں۔

دوم سلام۔ بلند آواز سے سلام کرنا موجب خیر اور باعث برکت ہے جناب امام حسن علیہ السلام کے پسندیدہ امورات سے ایک باواز بلند سلام کرنا ہے۔ سلام سے فقر و فاقہ انسان کا دور اور بیماری و مرض کافور متفکر و پریشان کو خوشحال مفلس غنی و مالا مال ہو جاتا ہے جیسا کہ انس بن مالک کا واقعہ ہے۔

لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ فوائد و اجر و ثواب صرف سلام اسلامی کے ہیں یعنی سلام علیک یا السلام علیکم۔ السلام علیک۔ یا السلام علیکم وغیرہ الفاظ سے سلام کرے۔ اگر کوئی بندگی۔ تسلیم۔ آداب۔ کورنش۔ دعا۔ صاحب جی۔ وغیرہ الفاظ سے کہے تو سلام مسنون کے فوائد اور اسلامی سلام کا اجر و ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔ گو ان مروجہ الفاظ کا رواج ہندوستان میں صحیح غرض اور معقول وجوہ سے ہوا ہے۔

تاریخ ہند اور متقدمین بزرگوں اور محترم ہستیوں کے حالات مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے ورود اہل اسلام ہندوستان میں بہت قلیل التعداد اور بے حد ضعیف تھے۔

دوم

طریقہ سلام

بندگی آداب وغیرہ کہنے کی وجہ کا بیان

ضروریات زندگی کے واسطے لوگوں سے میل جول ضروری ہوا چونکہ غیر مذہب و کفار کو سلام کرنے کا طریقہ مخصوص اسلام میں ہے۔ یہ فیمابین اہل اسلام کے جو طریقہ سلام ہے اُسی سے انہیں سلام کرنے کی ممانعت ہے۔ بدیں وجہ یہ کلمات و الفاظ انشاء ہوئے تاکہ اسلامی دائرہ کے اندر رہکر غیر اسلام سے تعلقات ہو سکیں اور شریعت کے بھی خلاف نہونے پائے اسی واسطے یہ الفاظ بندگی و تسلیم وغیرہ مثل سلام اسلامی کے رائج ہو گئے۔ ورنہ درحقیقت ان الفاظ سے سلام کرنے پر فوائد اسلامی و اجر و ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہرحال سلام کی بہت تاکید ہے اور اسکے تارک کی بہت مذمت ہے۔ خصوصاً جبکہ گھر میں داخل ہوئے تو سلام کرنا باعث بہبودی ہے۔ اسکی بیحد تاکید اور صدہا فائدے اور بہت سے لوگوں کا آزمودہ اور تجربہ کردہ ہے۔ پس جب انسان گھر میں داخل ہوے تو سلام کرے خواہ کوئی ہو یا نہو اگر اس سے چھوٹا ہی ہو تو بھی سلام کرے۔ کسی حالت میں بھی ترک نہ کرے۔ اس سے گھر کی زینت ہوتی ہے اس سے مکان کی سعادت ہوتی ہے اس سے نحوست رفع و فقر و پریشانی دفع اس سے بیماریاں دور اس سے مکنائے خانہ خوش و مسرور و مال و اولاد میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

سلام کی ابتداء سنت مؤکدہ ہے لیکن جواب سلام واجب فریضہ ہے۔ حتیٰ کہ حالت نماز میں بھی بلا تاخیر جواب سلام دینا واجب و لازم ہے۔ سلام کرنیوالے کو ننانوے درجہ ثواب کے ملتے ہیں۔ اور جواب سلام دینے والے کے لئے صرف ایک درجہ مقرر ہے اور خطیب و واعظ جو سلام کرتے ہیں اسکا جواب واجب نہیں ہے۔ لیکن سیرت مسلمانوں کی جواب سلام خطیب و واعظ کے دینے کی ضرور ہے۔ بلکہ ایسے جواب سلام کو لوگ ترک کرنا مکروہ جانتے ہیں۔

خطوط و تحریرات کے ذریعہ جو سلام کیا جاتا ہے اسکا جواب بھی واجب نہیں لیکن عملاً مسلمان ایسے سلام کے جواب کو بھی واجب بتلاتے ہیں۔ اور جواب خطوط کے سلام کا ضرور دیتے ہیں۔ آدمؑ ابو البشر سے تا ایندم بادشاہوں یا علماء انبیاء ہوں یا ائمہ سب کی یہی سیرت ہے کہ خط کے سلام کا جواب ضرور دیتے ہیں۔

اے عزاداران امام! ضرور کوئی معقول وجہ تھی کہ جس سے امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ کا جواب خط نہ دیا۔ صاحب اکبر العبادات اور صاحب مفتاح البکاء نے نامہ صغریٰ کا بروز عاشورہ امام کو ملنا بالتفصیل لکھا ہے۔ گو میرا ذاتی خیال اسکی بابت بہت کم ہے۔ اور اسکو

داخل خانہ ہوتے وقت سلام کرنا بہتر

سلام کے متعلق چند فقہی مسائل

پایۂ اعتبار سے خالی جانتا ہوں لیکن تحیۃً لنتائج ادلہ و محض بکاء و ابکاء دونوں مصنفین کے بیان تفصیلی کا خلاصہ یہ ہے۔

بہر حال امام کا جواب خط دینا تو معلوم نہیں لیکن چند ہی روز کے بعد جناب فاطمہ صغریٰ کو ایک طائر سفید کے ذریعہ خبر امام ملی۔ یہ طائر خون امام میں آلودہ سب سے پہلے مدینہ پہونچا یہ روضہ رسولخدا پر آیا اور قبر رسولخدا کے چاروں طرف پھر کر یہ آواز دیتا تھا عَظَّمَ اللّٰهُ لَكَ الْاَجْرَ یارسول اللہ خدا آپکے اجر کو زیادہ فرمائے اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِنِيْنَوٰى آگاہ ہو جئے کہ نواسے آپ کے امام حسینؑ زمین کربلا میں قتل ہوئے۔ اور آگاہ ہو جئے کہ لاڈلے آپ کے حسینؑ زمین نینوا پر ذبح کئے گئے۔

اسکے بعد وہ طائر خانہ امام حسینؑ کی دیوار پر بیٹھکر پھڑک پھڑک کر نالہ و بکاء کرنے لگا۔ جناب فاطمہ نے جب یہ حالت دیکھی تو فرمانے لگیں۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسوقت جناب فاطمہ صغریٰ یہ اشعار رو رو کر پڑھتی تھیں۔

نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ مَنْ تَنْعَاهُ وَيْلَكَ يَا غُرَابُ

وہ طائر دیوار خانہ فاطمہ صغریٰ پر بیٹھکر سنائی بیان کرنے لگا۔ جناب فاطمہ صغریٰ نے منع کیا کہ اے طائر خوش الحان یہ بدشگونی میرے مکان پر نہ کر۔ میرا بھرا کنبہ سفر میں ہے۔ وائے ہو تجھپر تو کس کی خبر مرگ سناتا ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ فَقُلْتُ مَنْ قَالَ الْمُوَفَّقُ لِلصَّوَابِ

وہ پروں کو پیٹکر عرض کرتا ہے کہ میں سنائی امام کی لایا ہوں۔ دریافت کیا کون سے امام کی سنائی بیان کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس امام کی خبر لایا ہوں کہ جو خدا کیجانب سے موفق خیر و ثواب کا ہے۔ اے فاطمہ

قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءِ بَيْنَ الْاَسِنَّةِ وَالضِّرَابِ

حسین را در غریبی سر بریدند تن پاکش بخاک و خوں کشیدند

سوم۔ اسباب خیر و برکت سے یہ ہے کہ شب کو گھر میں جھوٹے برتن نہ رکھے۔ اور نہ جھاڑو و دیگر کوڑا گھر میں رہنے دے بلکہ گھر کے باہر فوراً نکلوا دے۔ جھوٹے برتن شب کو گھر میں رکھنا منحوسیت اور کوڑا جمع رکھنا باعث نحوست و موجب نکبت ہے۔ کوڑا ہمیشہ گھر کے باہر کرنے اور برتنوں کو صاف ستھرا کر کے رکھنے سے فقر و پریشانی دور ہوتی ہے اور موجب زیادتی مال و دولت و باعث

کثرت و برکت اولاد ہے۔

چہار

چہارم۔ اسباب خیر و برکت سے اطعام ہے یہ وہ عمل نیک ہے جس سے دنیا میں فلاح آخرت میں
مغفرت و نجات حاصل ہوتی ہے۔ یہی وہ صفت نیک و خصلت پسندیدہ الٰہی ہے کہ جبتک
فرعون اس کا دارا رہا۔ عذاب خدا سے بچا رہا۔ باوجود دعوائے خدائی اور جناب موسیٰ کلیم اللہ
کو اذیت و آزار پہونچانے کے عذاب خداوندی سے محفوظ رہا۔

فرعون کے باورچی خانہ میں چار سو دنبیاں اور چار سو گائیں اور چار سو اونٹ کی کھپت ہوتی
تھی۔ کل اہل مصر اس سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ ہامان کے بہکانے سے جب فرعون نے
اطعام کو ترک کردیا تو فوری معذب ہوا۔

جناب امام حسن علیہ السلام اس دنیا کی تین چیزیں پسند فرماتے ہیں اِطْعَامُ الطَّعَامِ۔ اِفْشَاءُ
السَّلَامِ۔ وَالصَّلٰوۃُ فِی اللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ اول اطعام طعام کرنا۔ دوسرے افشاء سلام
یعنی بلند آواز سے سلام کرنا۔ تیسرے جبکہ لوگ سوتے ہوں تو نماز ادا کرنا۔ یہ تینوں چیزیں کہ
جو ہمارے امام دوم جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پسند تھیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت
ارشاد فرماتے ہیں۔

دَارِیْ مُبَاحٌ لِمَنْ قَدْ دَخَلَ   طَعَامِیْ حَلَالٌ لِمَنْ قَدْ اَکَلَ

گھر میرا ہر داخل ہونیوالے کیلئے مباح ہے اور کھانا میرا ہر بھوکے و مسافر و مہمان کے واسطے
حلال دسترخوان میرا عام ہے۔

حضرات! ضیافت و مہمانی کیواسطے شارع مقدس نے آداب قرار دیے ہیں کہ جن میں سے
صرف چند امور کو بیان کرتا ہوں۔

اول

(اول) غرض مہمانی و مقصود اصلی ضیافت و اطعام سے برادر دینی کو خوش و مسرور کر کے ثواب
و اجر ابدی حاصل کرنیکا قصد و نیت ہونا چاہیئے۔ نہ کہ فخر و مباہات و اظہار بزرگی کی غرض ہو۔

دوسر

(دوسرے) علماء و فضلاء و فقراء و مساکین و ہمسایگان کی ضیافت و مہمانی کرنا چاہیئے نہ کہ
ظلماء و فسقاء و جبابرہ وغیرہ کی دعوت و مہمانی کیجائے۔

تیسر

(تیسرے) ایسے لوگوں کی ضیافت کرے کہ جو ایک دوسرے سے مانوس و مالوف ہوں
نہ کہ ایسے لوگ جو آپس میں رنجیدہ و غیر مانوس ہوں۔ درحقیقت اس طرح کی ضیافت
نہیں بلکہ سیاست و اذیت کی باعث ہوگی

(چوتھے) یہ کہ مال حلال وطیب وطاہر سے دعوت وضیافت کرنا چاہیئے۔ ورنہ بروز قیامت جوابدہ ومسئول ہوگا۔

(پانچویں) یہ کہ صاحب خانہ اگر غنی وتوانگر ہو تو جتنے قسم کے کھانے ممکن ہوں فراہم کرے تاکہ ہر شخص حسب دلخواہ جس چیز کو چاہے استعمال کرے۔ شیطان دل میں وسوسہ واغوا کرکے نفس امارہ دھوکا نہ دے کہ یہ اسراف وفضول خرچی ہے۔ خاصکر روشنی کے متعلق خیال رہے کہ جتنی بھی زیادہ ہو مناسب وبہتر ہے۔ اور اگر صاحب خانہ بے بضاعت ومستورالحال ہو تو اپنے کو زیر بار ضیافت وقرضدار بوجہ مہمانداری ودعوت کے نہ ہو جائے۔ بلکہ جو باسانی وبلا زیر باری وقرضداری کے ممکن ہو اسی پر اکتفا کرے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسالتماب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت ومہمانی میں صرف روٹی وسرکہ ونمک فراہم کرتے تھے

اے سیر ترا نان جویں خوش ننماید معشوق من است کہ نزدیک تو زشت است

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

(چھٹے) یہ کہ کھانے کھانے کے وقت مہمان کے سامنے گرانی وزیادتی قیمت وغیرہ کے متعلق کچھ ذکر نہ کرے۔ حتیٰ کہ کنایۃً واشارۃً بھی گرانی یا کمیابی کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ مہمان اپنا رزق لیکر آتا ہے اور صاحب خانہ کے گناہ لیکر جاتا ہے اَلضَّیْفُ اِذَا نَزَلَ نَزَلَ بِرِزْقِہٖ وَاِذَا اِرْتَحَلَ اِرْتَحَلَ بِذُنُوْبِہٖ۔ شعر

چہ خیزد از تو بغیرے رسد فتوح شمار کہ رزق خویش بخوان تو میخورد درویش

کسی اور منچلے شاعر نے نظم کیا ہے۔

شکر بجا آر کہ مہمان تو ست روزی خود میخورد از خوانِ توست

(ساتویں) یہ کہ مہمان کے کھانے اور لقمہ اٹھانے پر غور کی نظر نہ کرنا چاہیئے۔ واقعہ امیر معاویہ بن ابوسفیان کا مشہور ہے۔ ایک مرتبہ معاویہ کے دسترخوان پر ایک مرد عرب کھانا کھا رہا تھا معاویہ نے اسکے لقمہ میں بال دیکھا اور ٹوک دیا کہ اے مرد عرب اپنے لقمہ سے بال نکال لے۔ اس مرد عرب نے فوراً نوالے کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا لوگوں نے سبب پوچھا اس نے جواب دیا کہ جو شخص اتنا باریک بین ہو کہ مہمان کے نوالے کے بال تک پر نظر کرے وہ کھانا کیا کھلا سکتا ہے۔

(آٹھویں) یہ کہ غذائیں اور کھانے ایک دوسرے کے مضر ومتضاد نہ ہوں۔ جیسے شہد وخربوزہ دودھ اور مچھلی نہ ہونا چاہیئے۔

نویں

(نویں) یہ کہ اگر مہمان مریض و بیمار ہو تو اُسکے کھانوں میں مراعات و خیال ہونا چاہیئے۔ جو چیز اُسکے خلاف مزاج ہو فراہم نہ کرنا چاہیئے بلکہ جو چیزیں موافق مزاج ہوں اسکے واسطے فراہم کرے۔ اور چونکہ مریض و بیمار کے مراتب و درجات ہیں جیسا مریض و بیمار ہو ویسا ہی اسکا خیال و لحاظ ضروری ہے۔ اگر مریض امام وقت ہو تو اسکی مراعات بہت ہی ضروری و لازمی بلکہ واجب ہے اور وہ امام بھی اگر داماد رسولؐ و راکب دوش رسولؐ و ابن عم رسولؐ اور انکے خلیفہ بلافصل و ابو الائمہ ہوں تو انکی مراعات ہر طرح سے واجب و لازم ہے۔

اے شیعیان علیؑ۔ آیئے اسوقت ان ہی امام کی ضیافت و دعوت چند قطرۂ اشک سے کیجئے در چشم دل سے شہر کوفہ۔ امیر المومنینؑ کے بیت الشرف میں حضرت کی حالت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ آنحضرت زخم ابن ملجم مرادی سے کسقدر ضعیف و ناتواں ہو گئے ہیں کہ جس سے پہچانے تک نہیں جاتے کبھی غش میں ہیں تو کبھی غش سے افاقہ و ہوش میں آتے ہیں۔ زہر جسم اقدس میں اثر کر رہا ہے زخم سر زرد کپڑے سے بندھا ہے چہرۂ انور سے کمال درجہ کا ضعف اور بیحد نقاہت ظاہر ہے مگر پھر بھی فرزندوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جاؤ شیعیان کوفہ کو خبر کر دو کہ جسکو مجھ سے ملنا و وداع ہونا منظور ہو ملکر وداع ہولے کیونکہ اب میں صرف ایک روز اور زندہ ہوں۔ اہل کوفہ خبر پاکر دستہ دستہ جوق جوق آنا شروع ہوئے اور حضرت کی حالت زار دیکھکر بیتاب ہو رہے تھے۔ حضرت اسی حالت میں بکمال ضعف و نقاہت ارشاد فرماتے تھے سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی جسکو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لے قبل اسکے کہ مجھکو مفقود پائے۔ اصحاب نے مسائل دریافت کیئے ہر ایک نے اپنے مشکلات حل کرائے۔ صعصعہ بن صوحان نے بھی کچھ آپکے فضائل و مناقب پوچھکر نور ایمان میں اضافہ کیا۔ حضرت نے سبکے شافی و مدلل جوابات سے تسکین و اطمینان فرمایا ناگاہ آنکھیں حضرت کی ضعف و نقاہت کیوجہ سے بند ہو گئیں حالت غشی حضرت پر طاری ہوئی۔ اصحاب داخل کوفہ با یمائے اہلبیت رخصت ہوئے۔ غلامان اور کنیزان نے حلقہ باندھ لیا۔ ازواج و اولاد نے حضرت کو گھیر لیا۔ حسنینؑ و زینبؑ و ام کلثومؑ بیقرار ہو گئیں اہلبیت میں وا اماماہ وا علیاہ کی سر بفلک آوازیں بلند ہوئیں۔

یکایک حضرت نے غش سے آنکھیں کھولیں ازواج و اولاد کو چاروں طرف حلقہ کئے پایا جناب امام حسنؑ مجتبیٰ کو دیکھا کاسۂ شیر حاضر کیا گیا حضرت نے بکمال ضعف و ناتوانی صرف چند گھونٹ بمشکل تمام نوش فرمائے اور بقیہ شیر کو اپنے قاتل کو دینے کی تاکید فرمائی۔ مخمس

یا علیؑ آپ کے کرم کی دھوم — بھیجا شربت برائے قاتل شوم
اس عنایت سے یہ ہوا معلوم — دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

ثُمَّ اِنَّ عَلِیًّا اِلْتَفَتَ اِلَی الْحَسَنِ وَقَالَ یَا بُنَیَّ اُرْفُقْ بِاَسِیْرِکَ اَمَا تَرٰی اِلٰی عَیْنَیْهِ قَدْ غَارَتْ فِیْ اُمِّ رَاْسِهٖ وَقَلْبُهٗ یَرْجُفُ مِنْکَ خَوْفًا فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ یَا اَبَتِ قَدْ قَتَلَکَ هٰذَ اللَّعِیْنُ وَاَنْتَ تَاْمُرُنَا بِالرِّفْقِ فَقَالَ لَهٗ نَعَمْ نَحْنُ اَهْلُ الرَّحْمَةِ وَ الشَّفْقَةِ فَاَطْعِمْهُ مِمَّا تَاْکُلُ وَاسْقِهٖ مِمَّا تَشْرَبُ۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ اے نور دیدہ شفقت و مہربانی کرو اپنے اسیر پر۔ آیا نہیں دیکھتے تم کہ اسکی آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔ اور دل اسکا کانپ رہا ہے۔ پھر تو جناب امام حسنؑ نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار اس ملعون نے تو آپکو قتل کیا اور آپ ہمیں مدارات و نوازش کرنیکی سفارش فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اے فرزند ہم اہلبیت رحمت و شفقت ہیں اور اے فرزند تمہیں لازم ہے کہ جو تم کھانا وہ اسے بھی کھلانا اور جو تم پینا وہ اسے بھی پلانا۔ اور اگر میں دنیا سے رحلت کر جاؤں تو تم میرا اس سے قصاص لینا۔ لیکن ایک ضربت سے زیادہ نہ لگانا اور نہ اسے آگ میں جلانا اور نہ اعضاء و جوارح اسکے قطع کرنا۔

اللہ اکبر۔ اس وصیت اور قاتل کیساتھ حسن سلوک اور اسکی سفارش سے کل اہل دنیا، خصوصاً اہل کوفہ کو ہدایت ہے۔ کہ ہم تو اپنے قاتل سے یہ رفتار کرتے ہیں لیکن اقلاً ہماری اولاد سے باحسان و نیکی وقت اسیری پیش آنا۔ آہ آہ حضرت تو اپنے قاتل کے متعلق اپنے فرزند سے وصیت کریں کہ اسکو اپنے کھانے سے سیر اور اپنے پینے سے سیراب کرنا۔ اسکے اعضاء قطع نہ کرنا۔ ایک ضربت سے زیادہ نہ مارنا۔ مگر افسوس ہزار افسوس اشقیائے کوفہ و شام نے انکے فرزند دلبند امام حسینؑ پر انواع و اقسام کے ظلم و ستم کئے تین دن بھوکے پیاسے میں گلے سے ناف تک چار ہزار زخموں سے چور چور کرکے اعضاء و جوارح کو قطعہ قطعہ کیا۔ آہ امام عصر اپنے جد مظلوم کی یہ حالت یوں فرماتے ہیں۔ امام زماں کا کلام ضرور دل پر اثر کریگا کیونکہ کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْکَلَامِ کلام امام امام کلام ہونیکی وجہ سے موثر ہے۔ کیونکر نہو۔ آہ صاحب درد را باشد اثر۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ سلام ہو میرا ان اعضاء نورانی پر جو پارہ پارہ کئے گئے۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَجْسَادِ الْعَارِیَاتِ سلام ہو میرا ان اجسام پاکیزہ پر جو بے لباس کے پڑے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَی الْجُسُوْمِ الشَّاحِبَاتِ سلام ہو میرا ان بدن ہائے مقدس پر جو تمازت آفتاب میں متغیر و لاغر ہو گئے تھے
اَلسَّلَامُ عَلَی الرُّؤُسِ الْمُشَالَاتِ سلام ہو میرا ان سرہائے انور پر جو نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اَلسَّلَامُ
الشِّفَاءُ الذُّبَّلَاتِ۔ سلام ہو میرا ان لبہائے خشک پر جو شدت تشنگی سے پژمردہ ہو گئے تھے
اَلسَّلَامُ عَلَی الدِّمَاءِ السَّائِلَاتِ سلام ہو میرا ان خون طیب و طاہر پر کہ جو بظلم و ستم بہائے گئے۔
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس بست و یکم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ
فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِهِ الْکَرِیْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِهِ الْعَمِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ تم لوگ خدا سے اسکے فضل و
کرم کی خواہش و سوال کرو۔ خدا تو ہر چیز سے واقف و خبردار ہے۔ سورہ نساء جزو پنجم
رکوع دوم میں موجود ہے۔

حضرات در حقیقت رحمت خدا بہت وسیع ہے یَامَنْ وَسِعَتْ رَحْمَتُهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
اے وہ خدا کہ جسکی رحمت ہر چیز سے زیادہ اور کل شئے سے بڑھکر ہے۔ شعر

رحمت حق بہانہ میخواہد ۔ رحمت حق بہانمی خواہد

حضرت آدم صفی اللہ نے جنت سے نکلتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہی۔
جبرئیل نے کہا اے آدم آپ نے بہت بڑا کلمہ زبان پر جاری کیا۔ ٹھہرئیے کہ ممکن ہے خداوند
عالم آپ کی خطا کو معاف کر کے جنت میں پہونچا دے۔ حکم الٰہی جبرئیل کو ہوا کہ اے جبرئیل آدم
کو زمین پر جانے دو اگر اسوقت آدم کو دوبارہ جنت میں واپس کر دوں تو صرف ایک ترک اولیٰ
کے معاف کرنے کا بدلہ بسم اللہ کے کہنے پر ہوگا۔ آدم و حوا کو زمین پر پہونچنے دو۔ نسل بڑھے
نیک و بد لوگ پیدا ہوں ہماری نافرمانی و گناہ کریں جب بروز قیامت صحرائے محشر میں آئینگے
تو اسوقت اس کلمہ کا بدلہ آدم و اولاد آدم کو دینگے اور اس روز بہت سے لوگوں کے گناہوں کو
معاف کر کے جنت میں داخل کرینگے۔

اللہ و اکبر کیا رحمت الٰہی ہے۔ صاحب عنوان الکلام رحمت الٰہی کے بیان میں

مقام ترجمہ آیت

در بیان رحمت الٰہی

صفت رحمت الٰہی کی اسم اللہ کا شمر

تحریر کرتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ خلاق عالم نے زبان عربی کے سوا دوسری کسی زبان میں بھی کلام کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ ایکدفعہ خداوند عالم نے فارسی زبان میں کلام کیا ہے فرمایا ہے۔ "چہ کنم باین مشت خاک جز بیامرزم"

امام زین العابدین علیہ السلام دعائے ابو حمزہ ثمالی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْقَائِلُ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الصِّدْقُ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ وَلَیْسَ مِنْ صِفَاتِکَ یَا سَیِّدِیْ اَنْ تَاْمُرَ بِالسُّؤَالِ وَتَمْنَعَ الْعَطِیَّۃَ وَاَنْتَ الْمَنَّانُ بِالْعَطِیَّاتِ عَلٰی اَھْلِ مَمْلَکَتِہٖ۔ اے پروردگار عالم تیرا فرمان و قول ہے۔ اور وعدہ تیرا سچا ہے۔ اے بندگان خدا اللہ کے فضل و رحمت سے سوال کرو بتحقیق کہ تملوگوں پر پروردگار عالم نہایت مہربان ہے۔ اور تجھ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ سوال کا حکم دے اور عطا و بخشش کو منع فرمائے۔ حالانکہ تو بہت بڑا عطا فرمانیوالا مخلوقات کو نعمات کا ہے سوال کرنا بلا ضرورت فی نفسہ حرام ہے۔ مگر خداوند عالم سے سوال کرنیکی تاکید ہے۔ کیونکہ سوائے واجب الوجود کے کل مخلوق محتاج ہے۔ اور محتاج کا محتاج سے سوال کرنا حماقت و بیوقوفی ہے۔ البتہ سوال غنی بالذات و قادر مطلق و خالق برحق سے ضروری و لازمی ہے۔ اگر کوئی تونگر دنیا یا باعزت شخص اعزہ و اقارب و متعلقین میں سے کسی سے سوال کرلیں اور اپنی حاجت و ضرورت کسی پر ظاہر کردیں تو اسکی تونگری عزت و آبرو ضائع و برباد ہوتی ہے بلکہ اسکی ذلت و رسوائی کا باعث ہوتی ہے کہ جس سے وہ کبھی کسی کے سامنے چار آنکھیں نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے حدیث قدسی میں فقراء و مساکین کے متعلق ارشاد باری ہے اَلْمَالُ مَالِیْ وَالْفُقَرَاءُ عِیَالِیْ یعنی کل مال میرا ہے اور فقراء عیالات میرے ہیں۔ خداوند عالم غیور ہے اسکی غیرت و حمیت گوارہ نہیں کرتی کہ اسکا بندہ کسی غیر کیطرف متوجہ ہو۔ یا اسکے سوا دوسرے کے سامنے دست دراز کرے۔ شعر

دست حاجت چہ بری پیش خداوند ببر ٭ کہ کریم ست و رحیم ست و غفور ست و دود

یہی وجہ ہے کہ خلاق عالم سورہ شعراء جزء ۱۹ رکوع چہارم میں ارشاد فرماتا ہے قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ اے رسول کہدو تم کہ اگر تم لوگ خدا سے دعا نہیں مانگتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

کہا ت دعا حضرت امام ... حکم سوال ... سوال در عالم ... تاکید

غرضکہ خدا سے دعا کرنا نہایت ہی مرغوب و مقصود و واجب الوجود ہے۔ کیونکہ دعا سے عبودیت کا اظہار۔ دعا سے اطاعت و بندگی کا اشعار۔ دعا سے اظہار خضوع۔ دعا سے اظہار خشوع۔ دعا سے اظہار تواضع و فروتنی۔ دعا سے اظہار انکساری۔ اسی دعا کی وجہ سے نماز بہترین اعمال قرار پائی۔

اور یہ بات بھی اظہر من الشمس و ابین من الامس ظاہر و ہویدا اور بہت سی عقلی دلیلوں سے بھی ثابت ہے اور براہین اس بات پر قائم ہیں کہ سائل کو باوجود مکنت و قدرت کے رد کرنا ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ خود حقتعالیٰ نے سورۂ الضحیٰ جزء ۳۰ رکوع ۱۹ میں ارشاد فرمایا ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنی سائل کو رد نہ کرو۔ بلکہ سائل کے رد کرنیوالوں پر عتاب بھی فرمایا سورہ یونس جزء ۱۱ رکوع ۱۴ تذکرہ جناب موسیٰ میں ارشاد باری ہے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہونے لگا۔ تو جناب موسیٰ سے التجا کی کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں کہ جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں فرمانبردار بندوں سے ہوتا ہوں۔ جناب موسیٰ کلیم اللہ نے فرمایا کہ جو سورۂ یونس جزء ۱۱ رکوع ۱۴ میں ذکر ہے آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ اب مرتے وقت ایمان لانے پر تیار ہوا پہلے کس کس طرح میں نے حجتیں تمام کیں ہر طرح سے سمجھا رہا لیکن ایمان نہ لانا تھا نہ لایا۔ حالانکہ اس سے پہلے ہمیشہ نافرمانی ہی کرتا رہا اور فسادیوں ہی میں رہا کیا۔ غرضکہ جناب موسیٰ کلیم اللہ نے سوال اسکا رد کر دیا تو بہ اسکی قبول نہ کی۔ اور جب موسیٰ کوہ طور پر مشغول مناجات ہوئے تو خطاب رب العزت ہوا کہ اے موسیٰ کیوں فرعون کی التجا قبول نہ کی اور کیوں اسے نہ بچایا اور باوجود قدرت کے اسکے سوال کو رد کیا۔ اے موسیٰ تم نے تو اسے خلق نہ کیا تھا کہ جسکے ڈوبنے سے تکلیف ہوتی۔ اے موسیٰ قسم ہے مجھے عزت و جلال کی کہ اگر فرعون مجھ سے ملتجی ہوتا تو فوراً میں بچا لیتا اور ڈوبنے سے بچا لیتا۔

قارون کی طغیانی مشہور ہے کس کس طرح سے حضرت موسیٰ نے اتمام حجت کی لیکن اسپر کچھ اثر نہوا بلکہ عوض متاثر ہونیکے طغیانی میں اور اضافہ ہوا اسپر طرہ یہ کہ جناب موسیٰ پر تہمت باندھنے کو اڑا و زبان دراز تھا۔ زن بدکار کے ذریعہ جناب کلیم اللہ کی عزت و آبرو کا در پے ہوا خلاق عالم نے جناب موسیٰ کو اختیار زمین دیا۔ جناب موسیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین قارون کو بند پا تک نگل جا۔ قارون جناب موسیٰ سے متوجہ ہوا۔ حضرت نے زمین کو حکم دیا کہ اسکو تا زانو نگل جا

اس نے فوراً توبہ کرنا چاہا حضرت متغیر ہوئے فرمایا اُسکُتْ یَا بْنَ اللَّاوِیْ۔ اور زمین کو حکم دیا کہ تا کمر نگل جا۔ قارون نے پھر التماس کی حضرت موسیٰؑ نے ارشاد فرمایا اُسکُتْ یَا بْنَ اللَّاوِیْ۔ اور زمین سے فرمایا اسکو گردن تک نگل جا۔ قارون پھر بھی جناب موسیٰؑ سے ملتجی ہو کر نادم و پشیمان ہو کر تائب ہوا۔ لیکن جناب موسیٰؑ نے مطلق توجہ نہ فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا اُسکُتْ یَا بْنَ اللَّاوِیْ زمین کو حکم دیا کہ اسکو پورا نگل جا پھر جب آپ کوہ طور پر مناجات میں مشغول ہوئے تو حکم خدا ہوا۔ اُسکُتْ یَا بْنَ اللَّاوِیْ۔ حضرت موسیٰؑ سمجھے اور عرض کی پروردگارا یہ برتاؤ میرا قارون سے صرف تیری نافرمانی و مخالفت کیوجہ سے تھا۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ اگر قارون آخری وقت بھی ہم سے ملتجی ہوتا تو ہم اسی وقت اسکو بچا لیتے۔

حضرت یعقوبؑ شیخ الانبیاء بھی سائل کو محروم کرنیکی وجہ سے عتاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔

زمیال مومن و دیندار روزے دار نے دروازے پر آکر سوال کیا اسوقت اہلبیت حضرت یعقوبؑ نصف کھانا حسب معمول فی سبیل اللہ دے چکے تھے اور نصف بقیہ سے صرف ہونیکے بعد کچھ بچا رکھا تھا لیکن پھر بھی سائل کیطرف متوجہ نہ ہوئے۔ وہ دروازہ پر مانگتا رہا لیکن محروم ہو کر واپس ہوا اور درگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگا خدایا میں تیرے نبی کے دروازہ پر بھوکا گیا اور بے نیل و مرام واپس پھرا اسی وقت فوری جبرئیل امین نازل ہوئے اور پیغام لائے کہ اے یعقوبؑ بڑا غضب ہوا کھانا ضرورت سے زائد تمہارے گھر میں موجود تھا لیکن سائل کو پھر بھی ناامید و محروم کر دیا۔ اے یعقوبؑ منتظر بلا رہیے۔ اسی شب حضرت یوسف صدیقؑ نے خواب میں دیکھا اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ سورہ یوسف میں حقتعالیٰ اس واقعہ کو بیان فرماتا ہے ”اے پدر بزرگوار میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج مجھے سجدہ کرتے ہیں“۔ حضرت یعقوبؑ فراق یوسفؑ میں مبتلا ہوئے شب و روز رونے کیوجہ سے نور بصارت زائل ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ محسود برادران ہوئے۔ طمانچے کھائے کانٹوں پر چلائے گئے۔ بھوکے رہے پیاسے رہے کنویں میں گرائے گئے۔ غلام بنے فروخت ہوئے متہم ہوئے قید و حبس کی صعوبتیں اُٹھائیں۔ مدتوں اذیت زندان اُٹھائی۔ برادران یوسفؑ مبتلائے حد ہوئے۔ عاق پدر ٹھہرے۔ کاذب ہوئے افترا کے مرتکب ہوئے۔ متہم ہوئے بے عزت ہوئے۔ آبروریزی ہوئی یہ سب مصائب سائل کے محروم کرنیکا خمیازہ تھا۔ مثل مشہور ہے (بیٹی کو کہے بہو کان دھر سنے) جب انبیاء و رسل اس رد سائل کی بدولت

رد سوال کا مدد کیوجہ سے جناب موسیٰ پر عتاب خدا

رد سائل کیوجہ سے جناب یعقوب و یوسف پر عتاب خدا

عتاب الٰہی میں گرفتار ہوئے تو بھلا ہملوگ کیا ہیں۔ لہذا حتی الوسع سائل کو محروم و ناامید نہ کرنا چاہیئے۔ اور حتی المقدور ضرور سوال سائل کو پورا کرنا چاہیئے اور مایوس نہ کرے۔

حاصل یہ کہ سوال سوائے پروردگا عالم کے دوسرے سے حرام و منع ہے اور رد سوال بدتر از سوال ہے۔ اور سوال حقتعالیٰ سے محبوب و مرغوب بلکہ ضروری و لازمی ہے اور خداوند عالم کبھی سوال سائل و دعائے داعی کو رد نہیں کرتا کیونکہ رد سوال تو جب کرے کہ جب قدرت و مکنت نہ رکھتا ہو۔ وہ تو غنی بالذات ہے و قادر مطلق و فعال برحق ہے۔ تو پھر ہملوگوں کی دعا کیوں مقبول درگاہ و مستجاب بارگاہ نہیں ہوتی۔ آخر دعا ہماری کیوں مستجاب نہیں ہوتی کیا ہملوگ دعا نہیں کرتے۔ پھر آخر ہم رات دن دعا کرتے رہتے ہیں تو کیوں اثر استجابت ظاہر نہیں ہوتا۔

اسکے چند وجوہ ہیں جو تتبع کتب و تفحص احادیث و تامل و تدبر آیات سے معلوم ہوتے ہیں۔

(اول) یہ کہ ہملوگ اپنے اقرار و عہد کو پورا نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورہ بقر جزو اول رکوع ۵ میں ارشاد باری ہے وَاَوْفُوا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ یعنی تملوگ میرے عہد و اقرار کو پورا کرو تو میں تمہارے عہد و اقرار کو پورا کروں۔

(دوم) یہ کہ غیر مناسب و غیر مفید و غیر ضروری ہونیکی وجہ سے دعا ہماری درجۂ استجابت تک نہیں پہونچتی بلکہ بعض دعائیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جو اگر مستجاب ہو جائیں تو بجائے فائدے کے نقصان اور بجائے نفع کے مضرت رساں ہونگی۔

جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ میں باعلان ارشاد فرماتے ہیں سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ پوچھو جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو قبل اسکے کہ میں دنیا سے رحلت کروں اسی دوران میں ایک مرد عرب اسم اعظم الٰہی دریافت کرتا ہے۔ حضرت بتانے میں تامل فرماتے ہیں۔ وہ مرد عرب الفاظ خلاف شان استعمال کرکے خطاب کرتا ہے۔ آخرالامر حضرت اسکو اپنے قریب بلا کر اسم اعظم تعلیم فرماتے ہیں۔ وہ ولولہ و جوش میں آکر بیرون شہر ہو کر استخوان شیر کو استخوان انسان سمجھکر اسم اعظم پڑھکر زندہ کرتا ہے۔ شیر فوری حملہ کرکے اسے چیر پھاڑ کر ختم کر دیتا ہے اور جنگل کیطرف چلا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات غیر مناسب و مضر دعائیں ہونیکی وجہ سے مستجاب نہیں ہوتیں اور درجۂ استجابت تک نہیں پہونچتیں اور بلا قبولیت کے رد ہو جاتی ہیں۔

(سوم) یہ کہ حقتعالیٰ اور اُسکے مقربان درگاہ فرشتے و ملائکہ کو اُس بندے کی تضرع و زاری سے دعا کرنا پسند و مرغوب ہوتی ہے۔ ملائکہ درگاہ پروردگار میں تاخیر استجابت کے متعلق دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار اگر تو اسکی دعا کو مستجاب فرما کر تو استجابت ظاہر فرمائیگا تو اسکی تضرع و زاری سے دعا کرنا ختم ہو جائیگا اسواسطے دعا مستجاب نہیں ہوتی اور اثر قبولیت میں تاخیر ہوتی ہے۔

(چہارم) یہ کہ حقتعالیٰ چونکہ اپنے اس بندے کو اس تضرع و زاری سے دعا کرنے کے بدلے روز قیامت بہت ہی نفع و بہت مفید چیزیں اور بڑے درجات و مراتب عطا کرنا چاہتا ہے اسواسطے اسکی دعا دنیا میں مستجاب نہیں فرماتا۔

(پنجم) یہ کہ گناہ و معاصی اس بندے کے مانع و حاجب استجابت ہوتے ہیں دعا کو محل قبولیت پر پہونچنے نہیں دیتے۔ جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام دعائے کمیل میں ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ پروردگارا بخش دے تو میرے اُن گناہوں کو کہ جو میری دعا کو درجۂ قبولیت و مرتبہ استجابت سے روک لیتے ہیں۔

(ششم) یہ کہ آداب و شرائط کے ساتھ دعا نہیں ہوتی ہے۔ جس طرح جی چاہتا ہے دعا کر لیتے ہیں بلکہ مطلق خیال نہیں کرتے کہ آخر شارع نے اسکے کیا احکام اور کیا شرائط اور کون کونسے آداب مقرر فرمائے ہیں۔ کن شرطوں سے دعا قبول اور کون سے آدابوں سے دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور کن اعمال کیوجہ سے دعا مستجاب اور کن اقوال و افعال کیوجہ سے دعا مردود و مانع قبول ہوتی ہے۔ بہر حال اگر تمام شرائط قبول و آداب و احکام کو اسکے اسوقت بیان کروں تو بیحد طول ہوگا لہٰذا چند مختصر و مفید شرائط و آداب بطور اختصار پر فی الحال اکتفا کرتا ہوں۔

پہلے یہ کہ انسان مخلوق سے بالکل قطع امید کرے۔ اور پوری طرح یقین کرے کہ بغیر حکم الٰہی نہ کوئی نفع اور نہ کوئی نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اَلْعِلْمُ بِاَنَّ الْمَخْلُوْقَ لَا یَنْفَعُ وَلَا یَضُرُّ۔ مثل مشہور ہے۔ خدا مہربان تو کل اہلِ ان شعر

یارب نظر تو برنہ گردد — برگشتن روزگار سہل ست

حقتعالیٰ سورہ انعام جز ہفتم رکوع دہم میں ارشاد فرماتا ہے۔ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ خدا ہی سے دعا کرو اسکو چھوڑ کر دوسرے سے ملتجی ہوتے ہو۔

پس اگر وہ چاہیگا تو جنکے واسطے سے دعا کی اسے ظاہر و آشکار کر دیگا۔
دوسرے یہ کہ انسان کامل طور پر پروردگار کے متعلق حسن ظن و گمان نیک رکھے۔ کیونکہ سوء ظن و گمان بد رکھنا اسکی رحمت سے ناامیدی کا باعث اور موجب کفر ہے۔ جیسا کہ خود حقتعالیٰ سورہ یوسف میں فرماتا ہے لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے ناامید نہو۔ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ رحمت خدا سے سوائے کفار کے کوئی ناامید نہیں ہوتا سورہ اعراف جز ہشتم رکوع ۱۴ میں ارشاد فرماتا ہے وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا حسن ظن و گمان نیک کیساتھ آس لگا کر خدا سے دعائیں کرو۔ دوسری جگہ سورہ زمر جز ۲۴ رکوع سیوم میں ارشاد فرماتا ہے قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ اے میرے رسول کہدو تم میرے ایماندار بندوں سے کہ جنھوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر اسراف و زیادتی کی ہے کہ تم لوگ رحمت خدا سے ناامید نہ ہو۔
تیسرے توبہ ہے۔ توبہ بڑی سپر ہے گناہگار کے لئے۔ توبہ گناہان سرمایہ سالکین اور اعلیٰ منازل دین۔ مشرق نور۔ موجب قرب ایزد منان کلید سعادت دین و ایمان باعث محبت حضرت باری سبب نجات و رستگاری ہے۔ جیسا کہ حقتعالیٰ سورہ بقر جز دوم رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے ان اللہ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ یقیناً خدا توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے معصوم فرماتے ہیں کہ تائبین کو حقتعالیٰ تین کرامتیں ایسی عطا فرماتا ہے کہ اگر ایک بھی ان میں سے جمیع آسمان و زمین کو عطا فرماتا تو سب کی نجات کیواسطے کافی تھا۔ ایک یہ کہ خدا تائبین کو دوست رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حاملین عرش تائبین کیواسطے طلب آمرزش و دعائے مغفرت کرتے ہیں تیسرے یہ کہ حقتعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت کو تائبین کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ بہرحال باجماع جمیع امت توبہ گناہان کی کرنا ہر شخص پر واجب و لازم ہے خصوصاً جمعیت و یکجا ہوکے بہت سے ملکر متفقاً توبہ کرنیکی بہت تاکید ہے۔ جیسا کہ سورہ نور جز ۱۸ رکوع دہم میں حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ اے ایماندارو تم سب کے سب ملکر آپس میں یکجا ہو کر توبہ کرو تاکہ تم بہبودی و فلاح پاؤ۔
حضرات! جبکہ حقتعالیٰ سبکو یکجا ہو کر توبہ کرنیکا حکم دیتا ہے تو اس سے بہتر کونسا موقع

توبہ کا ہو سکے گا۔ ماہ مبارک صیام کا زمانہ شب بست و یکم۔ احتمال شب قدر بھی۔ اور پھر مجلس امام حسینؑ بھی۔ مومنین مخلصین عباد و زہاد و اہل علم عرفا و شرفاء سادات و ذو الاحترام کا مجمع کہ جو مظان استجابت دعا ہیں۔ پس مناسب ہے کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ دعا کریں اور حاجت اپنی طلب کریں مخلوق و ماسوای اللہ سے صرف نظر کر کے رحمت خدا کی آس لگا کر گناہوں سے نادم و پشیمان ہو کر سب ملکر توبہ کر کے دعا کریں۔ اپنی حاجتیں مرادیں درگاہ رب العزت میں پیش کریں۔ لیکن خضوع و خشوع کا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ تضرع و زاری رکن اعظم ہے۔ اسی واسطے یہ چوتھی شرط استجابت دعا کی قرار پائی۔

چوتھے

چوتھے تضرع و زاری کرنا بلا تضرع و زاری کے دعا مقبول نہیں۔ کیونکہ خود حقتعالیٰ سورہ اعراف جزو ہشتم رکوع ۱۴ میں ارشاد فرماتا ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ یعنی درگاہ خدا میں تضرع و زاری کیساتھ آہستہ آہستہ دعا کرو مراد دلی و حاجت قلبی طلب کرو۔ اور حد سے تجاوز کرنیوالوں کو ہرگز خدا دوست نہیں رکھتا۔

گریہ و بکا کے ساتھ دعا کرنے سے یقیناً دعا مستجاب و درجہ استجابت پر پہونچتی ہے ممکن نہیں کہ تضرع و زاری کیساتھ دعا کیجائے اور رد ہو کیونکہ گریہ و بکا میں بڑا اثر اور بہت زبردست خاصیت ہے۔ جو کام دنیا میں مال و دولت لشکر و خدم سے نہو وہ گریہ و بکا و تضرع و زاری سے انجام پاجاتا ہے۔ اسکے خواص بہت ہیں اسکے فائدے بیشمار اسکے منافع بیان سے باہر اور تحریر و تسطیر سے خارج ہیں۔ اشعار

گریہ ہر درد بے درماں دواست | چشم گریہ چشمۂ فیض خداست
آبدیدہ قوت دل می دہد | چشمہ ناجاریست حاصل می دہد
تا نہ گرید ابر کے خندد چمن | تا نہ گرید طفل کے نوشد بمن
چوں خدا خواہد کہ غفاری کند | میل بندہ جانب زاری کند

پانچویں

پانچویں شرائط استجابت دعا کی توسل و ذریعہ ہے۔ کیونکہ بلا ذریعہ و بغیر وسیلے کے دعا فضول و عبث ہے جبتک درگاہ الٰہی میں ذریعہ و وسیلہ قرار نہ دیا جائے دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ خود حقتعالیٰ سورہ مائدہ جزو ششم رکوع دہم میں ارشاد فرماتا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اے ایماندارو خدا سے ڈرتے رہو اور اسکی درگاہ میں تقرب و قبولیت و استجابت کے ذریعہ حاصل کرو۔ ملائکہ کی بھی مراد دلی بغیر وسیلہ و ذریعہ کے پوری نہوئی

انبیاء کی حاجتیں بغیر بلا وسیلہ کے بر نہ آئیں ۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان نے بھی باوجودیکہ باعث ایجاد خلق تھے کبھی بھی بلا واسطے و ذریعہ کے دعا نہ فرمائی ۔ نصاریٰ بنی نجران کے مقابل میں بھی جب ضرورت پڑی تو اسوقت بھی پیغمبر خدا نے ذریعہ و وسیلہ مقرر کر لیا تھا ۔ بلکہ بحکم خدا ماموز من اللہ ہوئے خدا کا حکم رسول کا قول و فعل دونوں وسیلہ و ذریعہ کی ضرورت کے ثبوت میں صرف اسقدر کافی ہے کہ مخلوق اسے زیادہ قوی دلیل پیش کرنے میں عاجز و حیران ہے ۔

حضرات بس اس مقدس وقت اور محترم و متبرک مجلس میں آپکے معزز مجمع با شرف جمعیت کیلئے اس وسیلہ سے کون بہتر وسیلہ اور اس ذریعہ سے کون بالاتر ذریعہ و واسطہ ہو سکتا ہے کہ جس نے دنیا میں کبھی سوائے نانِ جویں کے کچھ نہ کھایا اور نان جو سے کبھی سیر ہو کر نہ کھایا بلکہ بقدر سد رمق نوش فرماتے تھے ۔ آہ آہ اسی امام کی ذرا حالت تصور فرمائیے ۔ کہ آپ زخم کھائے بستر پہ رونق افروز ہیں شیعیان کوفہ جوق جوق دستہ بدستہ عیادت کو آتے ہیں ۔ حضرت کو کبھی غش طاری ہے اور کبھی افاقہ کبھی آنکھیں بند کرتے تو کبھی کھولتے ہیں ۔ ہم لوگ بھی ذرا چشم دل سے حضرت کو دیکھیں اور عیادت حضرت کی کریں ۔ اقل اشک چشم سے اپنے حضرت کے زخم سر کا مرہم قرار دیں ۔ اسی حالت ضعف و نقاہت میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ جسکو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لے قبل اسکے کہ مجھکو مفقود پائے ۔ اور دنیا سے کوچ کر دوں ۔ (نوٹ اگر اختصار منظور ہو تو ذیل کی روایت کے آخر سے پڑھیئے ۔) اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں مشرف ہوا دیکھا کہ ایک عصابۂ زرد سر مقدس پر بندھا ہے ۔ اور اسقدر چہرۂ اقدس کا رنگ زرد ہے کہ جس سے حضرت پہچانے نہیں جاتے ۔ اسی حالت میں صعصعہ بن صوحان حاضر ہو کر چند سوال کرتے ہیں عرض کی مولا اَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ اَبُوْکَ اٰدَمُ ۔ آپ بہتر ہیں یا آپ کے جد بزرگوار حضرت آدم ابو البشر حضرت نے ارشاد فرمایا تَزْکِیَۃُ الْمَرْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ قَبِیْحٌ انسان کو اپنی تعریف اپنے منہہ سے کرنا قبیح ہے ۔ بمفاد ارشاد پروردگار عالم اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اپنے پروردگار کی نعمات کو پوشیدہ نکر و بلکہ انکو ظاہر کرو ۔ اے صعصعہ میں آدم ابو البشر سے بہتر ہوں ۔ صعصعہ نے عرض کی کیونکر آپ بہتر ہیں ۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت آدم کو جنت ایسا مقام سکونت ملا ۔ صرف گیہوں کی ممانعت کیگئی تھی لیکن ان سے رکا نہ گیا اور اس درخت منہیہ سے تناول کر لیا ۔ اور میں نے باوجود گیہوں حلال و مباح ہونیکے نہ کھایا اسے ترک کیا ۔ شعر

اٰدَمُ قَدْ اَکَلَ الْحِنْطَۃَ وَاللّٰہُ نَھٰی وَعَلِیٌّ تَرَکَ الْحِنْطَۃَ لِقَصْدِ الْقُرْبِ

جناب آدم صفی اللہ نے دانہ گندم نوش فرمالیا حالانکہ حقتعالیٰ نے ممانعت فرمائی تھی۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے باوجود مباح و حلال ہونیکے محض تقرب خدا گیہوں کو مدت العمر ترک کردیا صرف جو پر اکتفا کی۔ وہ کبھی سیر ہوکر نوش نہ فرمایا۔ اسواسطے میں آدم سے بہتر ہوں۔ کلام امام سے ظاہر ہوا کہ زاہد دنیا کا درجہ بارگاہ خدا میں بہت بڑا ہے۔ اور چونکہ حضرت کا زہد جناب آدم سے زیادہ ہے لہذا آپ آدم ابوالبشر سے بہتر ہوئے۔

پھر صعصعہ نے عرض کی اَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ نُوْحٌ اے مولا آپ افضل ہیں یا جناب نوح علیہ السلام۔ فرمایا اَنَا اَفْضَلُ مِنْ نُوْحٍ میں نوح سے افضل ہوں اس نے عرض کی لِمَا ذَالِکَ کہ کیونکر آپ ان سے بہتر ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب نوح نے اپنی قوم کو دعوت دی انکی قوم نے جب انکی اطاعت نہ کی تو آخر انھوں نے بددعا فرمائی کہ جس سے سب ہلاک ہوئے۔ لیکن مجھکو جتنی بھی اذیت و آزار میری قوم نے پہونچائے سب میں نے برداشت کئے کبھی بددعا نہ کی۔ رسی گلے میں ڈالکر گھر سے مسجد لیگئے میں نے صبر کیا۔ سر و پا برہنہ گھر سے نکالا میں نے صبر کیا۔ میرے گھر کا دروازہ جلایا میں نے صبر کیا۔ میرا فرزند بطن فاطمہ میں شہید کیا میں نے صبر کیا۔ میرے ناموس کی پسلی کی ہڈیاں توڑیں میں نے صبر کیا۔ حق میرا غصب کیا میں نے صبر کیا۔ آخر عبادت خدا کی حالت میں خدا کے گھر میں تلوار سے زخمی کیا میں نے صبر کیا۔ کبھی بددعا نہ کی اسواسطے میں جناب نوح سے افضل و بہتر ہوں۔ حضرت کے کلام سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ مقرب خداوہ شخص ہے کہ جو مصائب و بلاؤں پر صبر کرے۔ کیونکہ ہر عمل و ہر عبادت کے لئے ثواب معین و مقرر ہے۔ مگر صبر کا اسکا ثواب و اجر بے حساب و بیشمار ہے جیسا کہ خود پروردگار ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اس میں کچھ شک نہیں کہ صابروں کا اجر و ثواب بے حساب و بے شمار ہے۔ در حقیقت حضرت نے وہ صبر کیا کہ جو بعد ختم الانبیاء کے نہ کسی نبی اور نہ کسی رسول نے کیا۔ انبیاء سابقین کا صبر بمنزلہ قطرہ اور انکا صبر بمنزلہ دریائے ناپید اکنار کے ہے۔

صعصعہ نے عرض کی اَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ اِبْرَاھِیْمُ۔ آپ افضل ہیں یا حضرت ابراہیم فرمایا میں ابراہیم سے بہتر ہوں۔ کیونکہ ابراہیم نے درگاہ رب العزت میں عرض کی۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ اے پروردگار زندہ کرنا مجھے دکھا۔ خطاب ہوا۔

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تمہارا ایمان اس پر نہیں ہے قَالَ بَلٰی عرض کی پروردگارا ایمان تو ضرور ہے لٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ۔ لیکن اطمینان قلب کی خاطر چاہتا ہوں قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ الخ ارشاد ہوا اچھا اے ابراہیم چار جانوروں کو ذبح کر کے سب کے گوشت کو یکجا کر کے یکا (؟) اور وہ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائے تو اسے پیسو اور پھر اس سفوف کو ہوا میں اڑا دو۔ پھر انکے سروں کو ہاتھ میں لیکر ہر ایک کو پکارو۔ تو ہر ایک کا جسم اپنے سر سے ملجائیگا چنانچہ جب جناب ابراہیم نے اس پر عمل کیا تب انکو اطمینان قلب حاصل ہوا۔ اور میری حالت یہ ہے لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِينًا اگر پردہ ہائے حجاب بھی میرے آنکھوں سے اٹھ جائیں تو بھی میرا یقین زیادہ نہوگا جتنا اِس وقت دل میرا مطمئن اور یقین ہے اتنا ہی اسوقت بھی ہوگا۔

حالانکہ یہ محتاج بیان و برہان نہیں کہ جب انسان کے سامنے سے پردہ اٹھ جائے تو ضرور ایمان میں اضافہ دل کو اطمینان ہونا چاہیئے لیکن حضرت امیر یقین کے اس کامل درجہ پر فائز تھے اور وہ منتہا درجہ کا اطمینان قلب آپکو حاصل تھا کہ پردہ ہائے حجاب کے اٹھ جانے پر بھی زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

حضرات! اطمینان و یقین کی چار قسمیں ہیں۔ یقین۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین اور درجۂ حق الیقین بعد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ کے سوائے ذات والا صفات حضرت امیر المومنینؑ اور کسی کو حاصل نہ تھا۔

صعصعہ نے عرض کی یا امیر المومنینؑ اَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ مُوْسٰى۔ آپ حضرت موسیٰ سے بھی بہتر ہیں۔ فرمایا ہاں میں موسیٰ سے بہتر ہوں۔ کیونکہ جب حقتعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ہدایت فرعون پر مامور فرمایا۔ تو جناب موسیٰ نے عرض کی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ فَاَرْسِلْ مَعِىَ هَارُوْنَ۔ اے میرے پروردگار میں نے انمیں ایک شخص کو قتل کیا ہے اسواسطے مجھے خطرہ ہے کہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ لہٰذا میرے ساتھ ہارون کو بھی بھیج اور اے صعصعہ جبکہ سورۂ برائت نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے بحکم خدا مجھکو سپرد کیا کہ اے علیؑ جاؤ اور مکہ معظمہ میں کفار قریش کے روبرو یہ سورہ اول سے آخر تک سنا دو۔ حالانکہ کوئی گھر مکہ میں ایسا نہ تھا کہ جس میں سے کسی شخص کو میں نے قتل نہ کیا ہو۔ باوجود اسکے بالکل بے خوف ہو کر میں نے اول سے آخر تک سورہ پڑھکر سنا دیا۔ لہٰذا میں جناب موسیٰ سے بہتر ہوں انھوں نے اپنے بھائی ہارون پر توکل کیا اور میرا اعتماد و توکل پروردگار پر رہا۔ مَنْ

یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ جس نے خدا پر بھروسہ واعتماد کیا تو اسکو اللہ کافی ہے۔

صعصعہ نے عرض کی آپ بہتر ہیں یا جناب عیسیٰ علیہ السلام اَنْتَ اَفْضَلُ اَمْ عِیْسٰی فرمایا کہ اَنَا اَفْضَلُ مِنْ عِیْسٰی میں جناب عیسیٰ سے بھی بہتر ہوں۔ اسواسطے کہ جب جناب عیسیٰ بطن مادر میں تھے اور انکی ماں جناب مریم قریب ولادت بیت المقدس میں آئیں تو خطاب الٰہی ہوا کہ اے مریم یہاں سے چلی جاؤ یہ مکان ولادت نہیں ہے بلکہ خانہ عبادت ہے۔ اور جب میں بطن مادر میں تھا تو قریب ولادت میری ماں بیت اللہ مسجد الحرام میں مشغول دعا وطواف میں تھیں کہ درد زہ عارض ہوئے۔ قریب رکن مستجار آسانی وضع حمل کی دعا کر رہی تھیں کہ یکایک دیوار بیت اللہ شگافتہ ہوئی اور آواز آئی یَا اَمَتِیْ اُدْخُلِیْ فِیْ بَیْتِیْ اے میری کنیز خاص میرے گھر میں چلی آؤ اللھم صل علی محمد وآل محمد محبان علی۔ جناب امیر نے اس کلام میں اپنے اس بات کو ارشاد فرمایا کہ شرافت انسان علاوہ حسب ونسب کے طہارت مولد سے بھی ہوتی ہے۔ جسکا جسم وجسد روح ونفس پاک دو پاکیزہ طاہر ونورانی ہو وہ افضل ہے۔ پس اس فعل وعمل الٰہی سے مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہے کہ اگر مادر حضرت امیر فاطمہ بنت اسد مثل مریم کے ہوتیں یا کوئی رجس وپلیدی یا کسافت ونجاست ان میں ہوتی تو ضرور مثل مریم اس گھر سے علٰحدہ کر دیجاتیں۔

حقتعالیٰ نے جناب امیرؑ کو اپنے گھر میں پیدا کر کے ثابت کر دیا کہ علیؑ خانہ زاد خدا ہیں۔ اور جناب مریم بیت المقدس سے نکالکر بتفسیر آیہ مبارکہ اِذِ انْتَبَذَتْ مَکَانًا قَصِیًّا زمین کربلا حائر حسینی کو محل ولادت جناب عیسیٰ قرار دیا۔ اب تو جوش محبت مجبور کرتا ہے آپ لوگ صلوٰۃ پڑھیں اور میں عرض کروں کہ انکی ولادت بیت اللہ اور انکی ولادت کربلا صاف بتاتی ہے کہ یہ خانہ زاد خدا اور وہ خانہ زاد حسین بن علیؑ ہیں۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

اب تو ہر شیعہ اپنی مشکلوں کو حل کراتا تھا تا اینکہ حکیم ابن اثیر جراح جیسا کہ صاحب ناسخ التواریخ اور بنا بر مشہور سفی نعمان جراح موصل سے آکر پہونچا۔ فوراً گوسفند ذبح کرا کے جگر گوسفند سے ایک رگ تازہ گرم لیکر زخم سر امیر المومنین پھونکر کچھ دیر تک رکھی۔ جراح کے آنے سے اہلبیت ازواج واولاد جناب امیرؑ کو ایک گونہ سکون واطمینان ہوا کہ اب ضرور زخم حضرت علاج پذیر ہو گا اور دوا وغیرہ سے اچھے ہو جائینگے۔ جراح کے خانہ جناب امیر میں آنے سے لوگ قلباً بہت خوش ہوئے اور منتظر ہوئے کہ اس تدبیر کے بعد جراح کیا جواب دیتا ہے۔ آہ آہ

جراح نے وہ رگ زخم سر حضرت سے باہر نکالی اور اچھی طرح بغور دیکھا۔ ازواج و اولاد چاروں طرف سے گھیرے ہیں۔ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ بھی پس پردہ منتظر جواب جراح کی ہیں۔ کہ یکایک جراح نے اس رگ کو دیکھکر عمامہ اپنا زمین پر پھینکدیا اور امیر المومنینؑ کی طرف خطاب کرکے عرض کی مولا آپ جلد اپنی وصیتیں فرمائیے۔ زخم آپ کا علاج پذیر نہیں۔ کیونکہ یہ تلوار زہر میں بجھائی ہوئی تھی۔ زہر کا اثر مغز سر تک اچھی طرح پہونچ چکا ہے۔

آہ آہ شاہ مرداں کو کبھی غش آتا ہے تو کبھی ہوش میں ہوتے ہیں۔ یہ کلام جراح سنکر اہلبیتؑ نے شور گریہ و بکا بلند کیا وَاعَلِیَّاہ وَاِمَامَاہ وَاسَیِّدَاہ کی آوازیں اور سر بفلک نعروں سے خانۂ حضرت گونج رہا ہے۔ دفعتہً حضرت امیرؑ نے غش سے آنکھیں کھولیں۔ امام حسنؑ کو قریب بلاکر ودایع امامت سپرد فرمائے۔ اور تبرکات انبیاء حوالے کئے۔ وصیتیں فرمائیں تمام اولادوں کو اطاعت و فرمانبرداری حسنین علیہما السلام کی تاکید فرمائی اور ہر ایک سے نام بنام وصیت کی۔ لیکن جناب عباسؑ کے متعلق کچھ نہ فرمایا۔ جناب عباسؑ بھی ہر بھائی و بہن سے وصیت کرتے وقت عمداً سامنے پیش ہوتے تھے تاکہ حضرت کچھ انکے متعلق بھی وصیت فرمائیں لیکن متعدد مرتبہ ادہر اُدہر سامنے ہونے پر بھی حضرت نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر تو جناب عباسؑ اپنی والدۂ گرامی ام البنین کے پاس روتے گئے۔ اور عرض کی یا اماجان شاید مجھے کچھ ناراض ہیں کیونکہ سب کے متعلق انھوں نے وصیت فرمائی لیکن باوجودیکہ میں اُنکے سامنے ہوتا تھا میرے متعلق کچھ نفرمایا نہ کوئی وصیت ہی کی۔ لہذا آپ چلیے اور میری سفارش کیجیے مادر عباسؑ جناب ام البنین جناب عباسؑ کو گود میں لیے آنسو پونچھتی تسلی و دلاسہ دیتی ہوئی خدمت امیر المومنینؑ میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہیں کہ اے مالک و سردار آپ تو عباس کو بیحد دوست رکھتے اور بکمال درجہ اس سے محبت فرماتے تھے۔ لیکن اسوقت عباس کے دل پر بیحد صدمہ پہونچا انکی بابت آپ نے کوئی وصیت نہ فرمائی۔ حضرت نے یہ سنکر جناب عباسؑ کو سینہ سے لگایا اور اپنے فرزند امام حسینؑ کو قریب طلب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے حسینؑ عباس تمہارا نیک و وفادار بھائی ہے اور عباسؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے عباسؑ حسینؑ تمہارے اچھے بھائی ہیں اس کلام کو کل اہلبیت کان دیکر سننے لگے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے عباسؑ روز عاشورا اپنے دونوں ہاتھوں کو حسینؑ کی نصرت و مدد میں دریغ نہ کرنا اور ہاتھ عباسؑ کا حسینؑ کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ اے حسینؑ اسکو اپنا ایک غلام خیال

کرنا۔ اور عباسؑ سے کہا کہ تم انکو اپنا آقا و مولا جانتے رہنا۔ اسکے بعد جناب امیرؑ کو غش آیا
غش سے آنکھیں کھولیں تو امام حسنؑ لے کاسۂ شیر حاضر کیا حضرت نے کچھ نوش فرماکر ارشاد
کیا کہ یہ آخری غذا علیؑ کی دنیا میں تھی اور امام حسنؑ کو حکم دیا کہ یہ کاسۂ شیر میرے قاتل کو دو
تاکہ وہ اس سے سیر ہو۔

حضرت کے فرزند محمد بن حنفیہ راوی ہیں کہ حضرت کو اس وقت کبھی غش آتا تھا اور کبھی کچھ
افاقہ ہوتا تھا۔ ناگاہ حالت احتضار شروع ہوئی سانس اکھڑ گئی حضرت نے اپنے اہل و عیال
سے فرمایا کہ اے اہلبیت یہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ اور جناب حمزہ سید الشہداء اور جناب
جعفر طیار میرے لینے کو آئے ہیں اور کہتے ہیں یا علی اَلعَجَلَ اَلعَجَلَ اَلعَجَلَ اے علیؑ جلدی
کرو ہم سب تمہاری ملاقات کے مشتاق اور تمہارے لینے کو آئے ہیں۔ ناگاہ حضرت ایکجانب
متوجہ ہوئے اور نظر فرماکر فرمایا عَلَیکُمُ السَّلَامُ یَا مَلَائِکَۃَ رَبِّیْ۔ لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ
اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ آہ آہ پیشانی پر موت کا پسینہ آیا حضرت نے
ہاتھ پیر قبلہ کیطرف پھیلائے۔ زبان پر شہادتین جاری فرمائے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ روح حضرت بسوئے
جنت پرواز کر گئی۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ سر برہنہ ہوکر وا اَبَتَاہُ وا عَلِیَّاہُ کی فریاد کرنے لگے
زینبؑ غمدیدہ ام کلثومؑ ستمرسیدہ سر برہنہ گریباں دریدہ منھ پر طمانچہ مارنے لگیں زوجات
و بقیہ اولاد سر برہنہ گریباں دریدہ سر پیٹتے اور خاک اُڑاتے تھے۔ اصحاب و جاں نثار
چیخیں مار کر رونے لگے۔ شیعیان کوفہ کی فریاد وا سَیِّدَاہُ۔ وا اِمَامَاہُ۔ وا عَلِیَّاہُ
و شور گریہ و بکا سے زمین کو زلزلہ اور آسمان کانپتا تھا۔

حضرات! وقت احتضار حضرت امیرؑ کے جملہ اہلبیت موجود۔ اور کل اعزہ و اقارب کا مجمع
ازواج کا ہجوم۔ اولاد و احفاد چاروں طرف سے گھیرے ہیں۔ حضرت بھی سیر و سیراب
سر اقدس پر صرف ایک زخم ہے۔ ضعیف و ناتواں تو ہیں لیکن وقت آخر کاسۂ شیر موجود
ہے یہ حالت احتضار و رحلت حضرت امیرؑ کی تھی۔ لیکن قربان ہوں جائیں ہماری اس
بیکس و مظلوم پر جنکی حالت رحلت و احتضار نئے طریقہ کی تھی۔ آہ آہ وقت آخر گودال قتلگاہ میں
تین روز کے بھوکے پیاسے بہتر عزیز و اقارب کے داغ اٹھائے چار ہزار زخموں سے چور
چور خون میں نہائے زمین گرم پر بیہوش پڑے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا حاجت نیزہ و شمشیر

ربط مصائب شہادت سید الشہداء

و تیر و تبر کی تھی۔ مگر افسوس ظالموں نے توقف نہ کیا۔ ذرعہ بن شریک نے شانہ پر تلوار لگائی۔ صالح بن وہب نے پہلوئے اقدس پر نیزہ مارا جسکے صدمہ سے حضرت سنبھل نہ سکے۔ دہنے رخسار کے بھل زمین پر گر پڑے۔ مگر جوش شجاعت سے سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ضعف سے گر پڑے اسی طرح کبھی گر پڑتے تھے اور کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جسطرح گر پڑنا حضرت کا اختیاری نہ تھا اسی طرح کھڑا ہونا بھی بے اختیاری تھا۔ اسواسطے کہ جب حضرت ضعف سے تیورا کے منھ کے بھل زمین پر گر پڑے تھے تو جو تیر گلے سے ناف تک لگے تھے وہ گرنے میں اس طرح چبھے تھے کہ حضرت بیتاب ہو کے کھڑے ہو جاتے تھے۔

عزاداران امام! پھر حضرت کی شہادت کیونکر ہوئی سر کیونکر جدا ہوا کیونکر حضرت زمین پر لیٹے کس نے لٹایا۔ اگرچہ جناب زینب کی اسوقت موجودگی اسوجہ کسی کسی روایت سے پائی جاتی ہے مگر یہ تو کسی نے بھی نہیں لکھا کہ بہن نے بھائی کو آرام سے لٹایا ہو جیسا کہ دستور زمانہ ہے کہ بیمار و ناتوان کو آہستہ بآرام لٹاتے ہیں۔ پھر حضرت کیونکر لیٹے۔ حدیث میں تو صرف اسی قدر وارد ہے۔ فَطَعَنَهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ فَصَرَعَهُ وَقَالَ لِخَوْلِي اِحْتَزِ رَاسَهُ۔ یعنی حضرت اس حال میں تھے کہ سنان ملعون نے بڑھکر ایک ایسا نیزہ مارا کہ حضرت زمین پر گر پڑے اور اس نے خولی ملعون سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ اس روایت سے معلوم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو پھر اُٹھنے کی مہلت نہیں دیگئی ورنہ مقتضائے جرات و ہمت یہ تھا کہ جوش میں پھر اُٹھ بیٹھتے۔

الغرض جب سنان نے خولی سے کہا کہ اب دیر کیا ہے تو وہ ملعون آمادہ ذبح ہوا مگر ہاتھ میں تھرتھری پڑ گئی اور آپ کو شہید نہ کر سکا۔ آخر شمر لعین نے انجناب کو شہید کیا کہ جس سے زمین و آسمان میں زلزلہ ہوا۔ پانی فرات کا اچھلنے لگا۔ آندھی سیاہ چلنے لگی۔ آفتاب کو گہن لگا۔ جنات بے چین ہوئے ملائکہ میں اضطراب پیدا ہوا جبرئیل نے تاج کرامت اُتار دیا مابین زمین و آسمان آواز دی۔ اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا۔ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ
الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ
يَنْقَلِبُوْنَ ٥

مجلس بست و دوم ۲۲

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ اللَّعِینِ الرَّجِیمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی مُحکَمِ کِتَابِہٖ الکَرِیمِ۔ وَ مُبرَمِ خِطَابِہٖ العَظِیمِ۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوعِدُہُم اَجمَعِینَ۔ لَہَا سَبعَۃُ اَبوَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِّنہُم جُزءٌ مَّقسُومٌ

سورہ حجر جز ۱۴ رکوع دوم میں خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ تحقیق جہنم وعدہ گاہ ان لوگوں کا ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر پیروی ابلیس کرتے ہیں جس جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے میں جانے کے لیے ان گمراہوں کی الگ الگ ٹولیاں ہونگی۔

اسمائے طبقات جہنم اور انکے ملکاز

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سات طبقے دوزخ کے ہونیکی وجہ سے حقتعالیٰ نے سات دروازے بھی قرار دیے اور ہر طبقہ ایک دوسرے کے اوپر ہے۔ حضرت نے دست مبارک اپنا ایک دوسرے پر رکھکر فرمایا اسی طرح طبقات جہنم ایک دوسرے کے اوپر ہیں سب سے نیچے کے طبقے کا نام جہنم ہے۔ اسی کو درک اسفل و اسفل السافلین کہتے ہیں اسکے اوپر کے طبقے کا نام لظی ہے اور اسکے اوپر کا نام حطمہ ہے اور اسکے اوپر سقر ہے اور اسکے اوپر جحیم اور اسکے اوپر سعیر اور اسکے اوپر ہاویہ ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اوپر سے جہنم پہلی اور نیچے سب کے ہاویہ ہے۔ جہنم جو بقول بعض سب کے اوپر کا درجہ ہے اہل توحید کے گناہگاروں کا درجہ ہے۔ یعنی گنہگاران امت پیغمبر آخر الزمان کے لئے ہے۔

اور لظی مقام نصاری کا ہے۔ اور حطمہ یہودیوں کا مقام ہے۔ اور سعیر صابئین کا مقام ہے۔ اور سقر آتش پرستوں کا مقر ہے۔ اور جحیم مشرکین کا مقام ہے۔ اور ہاویہ کہ جس کو اسفل السافلین بھی کہتے ہیں منافقین کا محل و مستقر ہے۔

عذاب منافقین

اور یہ مسلمہ فریقین ہے کہ منافقین عام ہیں خواہ رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ والے اصحاب ہوں۔ اور خواہ بعد والے ہوں سب اس درجہ عذاب سخت و شدید میں مبتلا ہونگے۔ جیسا کہ خود حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ المُنَافِقِینَ فِی الدَّرکِ الاَسفَلِ مِنَ النَّارِ۔ یقیناً منافقین سب طبقوں سے نیچے والے طبقہ میں ہونگے جنکا عذاب کفار کے عذاب سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مزید حالات منافقین سورہ نساء جز پنجم رکوع ۱۸ میں

موجود ہیں۔

صاحب تفسیر عمدۃ البیان اور صاحب مجمع النورین اور صاحب انیس الواعظین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں مشغول نماز تھے کہ ایک عورت عرب صحرانشین اُدہر سے گذرتی تھی۔ حضرت کو مشغول نماز دیکھکر اس نے بھی نماز پڑھی اور حضرت بجہت نماز میں مشغول ہونیکے بظاہر اسکی شرکت سے باخبر نہ تھے حضرت نے بعد سورہ حمد سورہ حجر کی تلاوت فرمائی اور جب اس آیت پر پہونچے اِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ لَھَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ تو اُس عورت نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہوکر گر پڑی۔ حضرت نماز سے فارغ ہوکر پانی وغیرہ چھڑک کر ہوش میں لائے۔ اور سبب بے ہوش ہو جانیکا پوچھا۔ اس مومنہ نے عرض کی یارسول اللہ جسوقت میں نے اس آیت کو سُنا تو خیال ہوا کہ وا ویلا کیا ہر عضو میرا ایک ایک دروازے کیواسطے ہوگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں۔ بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ ہر فرقہ اسکے اعمال وافعال کیوجہ سے اس طبقہ میں معذب ہوگا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں ایک نادار ومفلس ہوں میرے پاس مال دنیا سے کچھ نہیں۔ لیکن میرے سات غلام ہیں۔ یارسول اللہ میں آپکو شاہد وگواہ کرکے کہتی ہوں کہ میں نے سب کو راہ خدا میں آزاد کردیا۔ تاکہ پروردگار مجھے ہر طبقہ دوزخ سے آزاد کرے فوراً جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کو خوشخبری دیجئے۔ کہ حقتعالیٰ نے کل دروازے طبقات جہنم تجھپر حرام اور کل دروازے بہشت کے تجھپر کھولدیئے۔ پس ہملوگوں کو اس عورت سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ عورت تو آیہ عذاب سنکر بیہوش ہو جائے اور ہملوگوں پر مطلق اثر نہ ہو۔ کسقدر دل ہمارے سخت ہیں آیۂ عذاب سے بھی نرم نہیں ہوتے۔ عورت ایک آیتہ عذاب سے متاثر ہوکے اپنے سات غلام آزاد کردے لیکن ہملوگ متعدد ومتواتر آیات سُنکر بھی متاثر نہیں ہوتے

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں عِبَادَ اللّٰہِ احْذَرُوْا یَوْمًا تُفْحَصُ فِیْہِ الْاَعْمَالُ وَیَکْثُرُ فِیْہِ الزِّلْزَالُ۔ وَتَشِیْبُ فِیْہِ الْاَطْفَالُ۔ نَارًا حَرُّھَا شَدِیْدٌ۔ وَقَعْرُھَا بَعِیْدٌ۔ وَحُلِیُّھَا حَدِیْدٌ۔ وَشَرَابُھَا صَدِیْدٌ۔ دَارٌ لَیْسَ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ۔ وَلَا یُسْتَجَابُ فِیْھَا دَعْوَۃٌ۔ وَلَا تُفَرَّجُ فِیْھَا۔ اِنَّ اَھْلَ النَّارِ یَتَعَاوَوْنَ کَمَا یَتَعَاوَی الْکِلَابُ

وَاللّٰہُ تَائِبٌ مِّمَّا یَقُوْلُوْنَ مِنْ اَلِیْمِ الْعَذَابِ اے بندگان خدا ڈرو اُس روز سے کہ جب تمہارے اعمال کی دیکھ بھال ہو اور وہ روز ہو گا کہ جب روز زلزلہ پر زلزلہ ہونگے اور ہول سے اُس روز کے بچے بوڑھے ہو جائینگے اور اس آتش گرم سے بچو کہ جسکی حدت و گرمی بہت زیادہ ہے۔ اور عمق اسکا بہت ہی گہرا ہے۔ اور زیورات وہاں کے زنجیر ہائے آہنی۔ اور بجائے پانی کے چرک و ریم ہوگا۔ اور وہ ایسا برا گھر ہے جو رحمت الٰہی سے دور نہ کوئی دعا وہاں کی مستجاب اور نہ رحمت و تکلیف میں وہاں کے کمی ہوگی۔ آہ آہ یہ آتش کہ جو ستر دریاؤں میں بجھائی ہے اور صرف ایک جز ستر جزوں سے آتش جہنم ہے۔ اگر بڑے سے بڑے دنیا کے عالیشان و مضبوط و محکم قلعہ کیطرف صرف ایک جہنمی شخص ایکدفعہ منھ سے پھونکدے تو اسکی سانس کی حرارت سے کل قلعہ معہ مکین و سامان کے جلکر راکھ ہو جائے۔ جناب امیر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل جہنم کتوں اور بھیڑیوں کیطرح چیختے ہونگے اور شدت عذاب سے بھوکے پیاسے اندھے گونگے بہرے روسیاہ ہونگے۔

ذرا دو وقت تو تصور فرمایئے کہ جب گنہگاروں کو دیکھکر جہنم غراتا ہوا الیکتا ہو گا۔ حقتعالی سورۂ فرقان جز ۱۸ رکوع ۱۷ پر ارشاد فرماتا ہے۔ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا۔ جب وہ دور سے گنہگاروں کو دیکھیگا تو جوش و خروش کی آوازیں پانچسو برس کی راہ تک سُنتے ہیں آئیگی۔ آہ آہ پانچسو برس کی راہ سے گنہگاروں کو دیکھکر غیظ و غضب کیساتھ چلائیگا۔

اے اہل دین والے متدینین اب بھی خوف خدا سے متاثر نہیں ہوتے۔ آہ آہ آتش جہنم سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے۔ کیوں گنا ہوں گناہوں کو ترک اور واجبات کا پابند اطاعت و عبادات الٰہی میں سرگرم نہیں ہوتے۔ کیونکہ صفت خوف خدا و خشیت الٰہی بہت بڑی صفت ہے۔ یہ صفت بہترین صفات و بالاترین اوصاف ہے کیونکہ خوبی و فضیلت صفات کا یہ قاعدہ ہے کہ جو صفت جسقدر مفید و ضروری ہو اور اسکے ذریعہ سے رضائے خدا و تقرب بارگاہ حاصل ہو تو بہتر و بالاتر ہے۔

پس خوف خدا سے بڑھکر اور کون صفت ہو سکتی ہے کہ جس سے قرب الٰہی و تقرب ایزدی حاصل ہو خوف خدا ہی سے کل خواہشات نفسانی رفع۔ اور جمیع ہوا و ہوس انسانی برطرف ہوتے ہیں۔ علم اخلاق میں یہ بات طے شدہ اور علم حکمت میں یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ درجہ

محبت الٰہی موقوف محبت پر ہے۔ اور محبت بلا معرفت وشناخت کے ناممکن۔ اور معرفت بلا فکر وذکر کے محال۔ اور فکر وذکر بلا ترک لذات وبلا آرام وراحت وبلا ترک دنیا وقطع خواہشات کے ناممکن ہے۔ اور کوئی صفت اور کوئی خصلت خوف خدا وخشیت الٰہی سے زیادہ ترک لذات کرنیوالی ومحبت دنیا کی قطع وبرید کرکے نیست ونابود کرنیوالی اور خواہشات نفسانی وہوا وہوس انسانی کی تلع وقمع کرنیوالی نہیں ہوسکتی۔

لیث ابن ابی سلیم سے مروی ہے کہ کہا انھوں نے کہ ایک مرد انصاری سے سنا میں نے کہ ایک سخت گرمی کے وقت حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک درخت سایہ دار کے نیچے ہم سب لیٹے تھے کہ ایک شخص آیا اور برہنہ ہوکر جلتی ریت پر دھوپ میں لوٹنے لگا۔ اور کہتا تھا کہ اے نفس چکھہ حرارت اور گرمی اس ریت کی قبل عذاب خدا میں مبتلا ہونیکے کیونکہ عذاب حقتعالی اس سے بہت زیادہ شدید ہے۔

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور جب کپڑے پہن چکا تو حضرت نے اسے بلاکر ارشاد فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو نے کیوں ایسا کیا۔ اور کس چیز نے تجھے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا۔ عرض کی یا رسول اللہ خوف خدا نے مجھے مجبور کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بیشک تو حق خوف خدا بجالایا۔ بدرستیکہ تیری وجہ سے حقتعالی اہل آسمان پر فخر ومباہات فرماتا ہے پھر حضرت نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اس شخص کے پاس اور التماس دعا کرو کہ تمہارے واسطے دعائے خیر کرے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی شخص کی آنکھ سے بقدر پر مگس خوف خدا سے آنسو نکلے تو حقتعالی آتش جہنم کو اسپر حرام کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ اگر دل مومن خوف خدا سے لرزے وکانپے تو مثل برگ درخت کے گناہ اسکے گرتے ہیں۔ اور فرمایا معصوم نے کہ اگر کوئی خوف خدا سے روئے تو آتش جہنم سے نجات پاتا ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ دل مومن میں ہمیشہ دو خوف ہوتے ہیں۔ ایک گناہان گذشتہ کے متعلق۔ کہ خدا معلوم پروردگار ان گناہوں کیوجہ سے کیا رفتار فرمائیگا۔ معاف کریگا یا عذاب یا بعض کو معاف اور بعض پر عذاب۔ دوسرے بقیہ عمر کے متعلق کہ آیا اب بقیہ عمر کس میں صرف ہوگی۔ اطاعت الٰہی یا معاصی ونافرمانی میں۔

حدیث میں وارد ہے کہ ڈرو تم اللہ سے اس طرح کہ گویا تم اسکو دیکھتے ہو اور اگر تم اسکو

نہیں دیکھتے تو وہ تمکو ضرور دیکھتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ اسکو نہیں دیکھتا۔ تو ایسا شخص جاہل بلکہ کافر ہے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ وہ اسے دیکھتا ہے اور پھر معصیت و نافرمانی اسکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی نظر میں کل اہل نظر سے زیادہ پست و حقیر ہوگا۔ کیونکہ عالم کا دستور ہے کہ اگر کوئی شخص معصیت سے مطلع ہو جائے اور اُسے وقت معصیت دیکھتا ہو تو یقیناً معصیت کو اُسکے دیکھنے کیوجہ سے ترک کر دیتے ہیں تو کیا نعوذ باللہ حقتعالیٰ کا دیکھنا دوسرے لوگوں کے دیکھنے کے مثل بھی نہیں۔ اشعار

در مقامیکہ قصد گناہ :: گر کند کودکے از دور نگاہ

شرم آید ز گنہ در گذری :: پردہ عصمت غرور انہ دری

شرم بادت کہ خداوند جہاں :: او بود واقف اسرار نہاں

نظرش در تو بود بے کم و کاست :: تو کنی در نظرش قصد گناہ

غرضکہ علم و معرفت سبب خوف۔ اور ورع و تقویٰ دبکار اثر خوف۔ رجا و امید لازمہ خوف اور ترک محبت دنیا نتیجہ خوف۔ اور قطع ہوا و ہوس باعث خوف خدا و خشیت الٰہی ہے۔

خوف کی دو قسمیں ہیں۔ ممدوح و غیر ممدوح و خوف ممدوح کہ جو موجب شرافت و فضیلت ہے وہ خوف ہے کہ جو حد اعتدال پر ہو۔ خوف غیر ممدوح وہ ہے جو حد افراط و دائرہ تفریط سے ہو۔ کیونکہ حد سے زیادہ باعث ہلاکت اور حد سے کم ہو تو غیر مفید و فضول و بیکار ہے خدا حد اعتدال کا خوف مفید و ممدوح و باعث تقرب خدا و موجب قرب کبریا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ فی زمانہ جبکہ شریعت اسلام مندرس اور احکام خدا معطل و امام زماں پردۂ غیب و خلیفۂ برحق پردۂ حجاب میں تشریف فرما ہیں۔ نہ ظاہر میں کوئی قوت ہے کہ جو انسان کو اطاعت الٰہی اور عبادت خداوندی کیطرف متوجہ کرے۔ کیونکہ یہ فطرت انسانی ہے کہ جبتک سزا و عقاب کا ڈر ہے اور اذیت و تکلیف کا خیال و خوف نہو اسوقت تک اطاعت شیطان و متابعت ہوا و ہوس سے باز نہیں آتا۔ اسی واسطے سلاطین جہاں و ملوک زماں اپنے قانونِ سلطنتی اور احکام ملکی کی پابندی کے لئے منصب و انعام خلعت عہدے مقرر کرتے اور مخالفین و نافرمانی کرنیوالوں کیلئے جرمانہ و قید و قتل و قصاص معین کرتے ہیں اسی طرح یہ صفت خوف خدا و خشیت الٰہی کی حالت ہے کہ جو فی زمانہ لوگوں کو اطاعت و عبادت پروردگار کیطرف متوجہ کرتی ہے۔

خوف خدا کی صفت بمنزلہ تازیانہ اطفال کے ہے۔ جس طرح طفل تازیانہ سے تربیت پاکر نیک و صالح ہوتا ہے اسی طرح انسان اس صفت کیوجہ سے اطاعت و عبادت خدا و حصول علم و عمل و متابعت شریعت کرنے لگتا ہے۔ جس طرح سے تازیانہ سے اطفال کی تادیب و مرکب رانی ہوتی ہے اور اسکی حد معین اور مقدار مقرر ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو تادیب طفل و مرکب رانی کے لئے بے سود ہے۔ اور اس سے زائد ہو تو موجب ہلاکت طفل و مرکب ہے اسی طرح یہ صفت خوف و خشیت الٰہی ہے۔ اگر حد معین و مقدار مقرر سے کم ہو تو فضول و بیکار ہے۔ اگر بہت ہی پتلی و باریک ٹہنی سے قوی ہیکل و پر قوت و عظیم الجثہ مرکب و سرکش رہوار کو تادیب و تنبیہ کرے تو عبث و بے سود ہے۔ کیونکہ سرکشی کے وقت قوی ہیکل مرکب کو باریک ٹہنی اور بالکل معمولی لکڑی سے روکنا ناممکن و محال ہے۔ اسکو اس سے نہ کوئی اثر ہوگا اور نہ اس سے وہ تابع و فرمانبردار رہے گا۔ لہذا درجہ اعتدال و حد وسط کا خوف الٰہی و خشیت ایزدی ہونا چاہیئے۔ اسی درجہ اعتدال خوف و خشیت سے ہوا و ہوس کا تارک اور محبت دنیا سے دستبردار اور متابعت نفس و پیروی شیطان چھوڑ کر اطاعت الٰہی و عبادت ایزدی انسان کرنے لگتا ہے۔ گروہ زنان و طبقہ نسواں کی خاصیت ہے کہ بمجرد استماع خبر موحش و واقعہ سوزناک سُننے کے فوری رونے لگتی ہیں۔ اور جب کلام قطع و متکلم خاموش ہوا اور واقعہ ختم ہوا تو فوری حالت اور کیفیت سابقی پر اپنی ہو جاتی ہیں ایسی حالت کہ جو جوش خبر سنکر متاثر ہوا در بعد اتمام خبر یا اس جگہ سے غائب و دور ہو کر غافل و بیخبر ہو جاوے یہ حالت یا اس طرح کا خوف بالکل بیکار اور ایسا ڈر فضول و بے سود لا حاصل ہے۔

شناخت و علامت ایسے خوف کی یہ ہے کہ جب موت کا تذکرہ اور ہول قیامت و عذاب دوزخ و سکرات موت وغیرہ کا ذکر آجائے تو فی الجملہ دل میں اثر اور قلب متاثر ہو۔ لیکن اسکا اعضاء و جوارح پر کچھ اثر اور نہ اقوال و افعال متاثر ہوں۔ نہ طاعت الٰہی میں کچھ اضافہ اور نہ عبادت خداوندی میں زیادتی اور نہ معاصی و نافرمانی میں کنارہ کشی کرے۔ یہ وہ خوف ہے کہ جسکا وجود و عدم دونوں مساوی ہے۔ کیونکہ اس طرح کے خوف سے نہ کچھ حاصل اور نہ اس طرح کے خوف کے عدم سے نقصان ہے۔ اگر خوف الٰہی اور خشیت ایزدی حد سے متجاوز ہو بڑھ جاوے اور حد افراط پر پہونچ جاوے تو بعض اوقات منجر بنا امیدی و مایوسی ہو جاتا ہے اور خدا کی رحمت سے ناامید اور اسکے فضل سے مایوس ہونا دائرۂ کفار میں داخل ہونا ہے۔ خود حقتعالیٰ بھی

خوف مذموم کی شناخت

ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ سوائے گروہ کفار کے کوئی رحمت خدا سے ناامید نہیں ہوا کرتا۔ نتیجہ یہ کہ اس طرح کا خوف انسان کو عمل صالح واتیان حسنات و اطاعت و عبادت سے روک لیتا ہے کیونکہ ناامیدی سے دل ٹوٹ جاتا ہے اور قلب بے ہمت و مایوس ہو کر عمل خیر کیطرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پس اسکا دل کسی معصیت کے ترک کرنیکو نہیں چاہتا۔ بخلاف امید و رجا کے۔ اس سے دل میں شوق اطاعت اور رجا سے طبیعت میں ذوق عبادت پیدا ہوتا ہے۔ قلب اتیان خیر و دل ترک شر کیطرف میلان کرتا ہے۔ اتیان واجبات و ترک محرمات پر کم از کم انسان حریص ہو جاتا ہے۔ درواقع یہ امید و رجا انسان کو ہر عمل صالح پر آمادہ اور ہر شر و منہیات شرع انور کے ترک پر مستعد کرتا ہے۔

فطرت انسان ہے کہ جب کسی چیز کو مفید و ضروری جان لیتا ہے تو پھر اسکے حصول و وصول کی کوشش کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے فوائد خوف الٰہی اور منافع خشیت خداوندی اور اسکی ضرورت کو سمجھ لیا۔ تو بمقتضائے فطرت ہمکو اسکی طرف توجہ کرنا اور اسکے حصول کی کوشش کرنا ضروری و لازمی ہے۔ لہذا اسکے حصول کا طریقہ بھی اگرچہ بالاختصار ہو ذکر کروں اور اس کے موانع اور وجوہات بھی پیش کردوں۔ تاکہ ہر شخص اسکے موانع برطرف کر کے اس صفت سے متصف ہو۔

مثلاً اگر شیر پر قوت قوی ہیکل و سباع و عظیم الجثہ کسی کی راہ میں حائل ہو اور اس کے ہونیکی اسکو خبر نہو یا خبر ہو لیکن اسکی درندگی و سبعیت سے ناواقف ہو تو اُسے اسکو خوف نہ ہوگا اور نہ وہ اس سے ڈریگا۔ یا صفات شیر و اُسکے حالات درندگی تو سنے ہیں لیکن امتداد زمانہ و عرصہ دراز ہو جانیکی وجہ سے فی الحال بھولا ہوا و سہو کئے ہے لہذا وہ خائف نہیں اور نہ وہ اُس سے پرہیز کرتا ہے۔ یا یہ کہ اسکی درندگی وغیرہ سب کچھ معلوم ہے۔ لیکن اپنے اسلحہ و ہتھیار و آلات یا اپنی شجاعت و طاقت و قوت پر مغرور و بھروسہ کیوجہ سے اس کا مقابلہ کرنے پر بھی تیار اور بالکل اس سے بے پروا ہے۔ اور کسی طرح سے بھی اس کے دل میں اسکا خوف و ڈر نہیں ہے۔

پس جو شخص حالات شیر و واقعات و قوت و شجاعت وغیرہ اسکی ناواقفیت کیوجہ سے نہیں ڈرتا تو جب اسکے حالات و واقعات زندگی سے مطلع و باخبر ہو جاتا ہے تو یقیناً ڈرنے لگتا ہے بلکہ اس سے امان و پناہ مانگا کرتا ہے۔ اور ارباب عقول و صاحبان علم و فہم و تجربہ کار

کو ڈرتا دیکھکر ڈرنے لگتا ہے اور انکو بھاگتے دیکھکر خود بھی بھاگنے لگتا ہے۔ بچہ سانپ کیجانب پکڑنے کیواسطے فوری لپکتا ہے مگر والدین و حضار کو گریزاں و ترساں دیکھکر خائف و لرزاں و بیخود ہو جاتا ہے۔

اور جو شخص طول زمان و عرصہ دراز کیوجہ سے صفات شیر بھول گیا۔ یا قلت استماع کی وجہ سے بے توجہ رہا تو ایسا شخص جب شیر کے صفات و حالات سے مطلع ہو جائیگا۔ تو فوری خائف ہوگا اور بخوبی اپنی حفاظت کریگا۔

اور جو اپنی قوت و آلات پر بھروسہ کئے ہوگا تو جب وہ خیال کریگا۔ کہ شاید میرے آلات وقت پر کام نہ دیں تلوار کا وار خطا ہو جائے نیزہ ٹوٹ جائے خنجر ہاتھ سے چھوٹ پڑے یا قوت و طاقت شیر مجھ سے زائد ہو۔ یا عین وقت پر مغلوب ہو جاؤں تو ہر طرح سے ڈرنے لگے گا۔ اور ہر امکانی کوشش کرکے اپنی حفاظت کریگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر ہم لوگ کیوں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے اور کیوں ہم اپنے دلوں میں خوف خدا نہیں پاتے اور کیوں اسکے خوف سے ہمارے اعضاء و جوارح متاثر نہیں ہوتے۔ تتبع کتب و تدبر آیات و تامل و تعمق احادیث سے اسکی چند وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول عظمت و جلال خداوندی سے بے خبری و جہالت مواخذہ و عقاب و عذاب روز قیامت و سستی اعتقادات کیوجہ سے انسان بیخوف و نڈر ہے۔

دوم غفلت و فراموشی محاسبہ روز جزا اور بے التفاتی عقبات عالم برزخ و روز محشر۔

سوم۔ اطمینان و خاطر جمعی برحمت خدائے غفار۔ یا اطاعت و عبادت پروردگار پر مغرور ہونے کیوجہ سے۔ پس اس صفت خوف کے حاصل کرنیکے چار طریقہ ہیں۔

اول سعی و کوشش کرکے اپنے اعتقاد کو صحیح و درست کرے۔ اور درجہ یقین حاصل کرے ضروریات دین۔ بہشت و دوزخ۔ حساب و کتاب صراط و میزان حشر و نشر وغیرہ کا کامل یقین کرے کم از کم خوف دوزخ و طمع بہشت ایسی ہو کہ جس سے مکارہ و آلام دنیا پر صبر ہو سکے اور جب قوت صبر و برداشت و تحمل مصائب حاصل ہوگی تو ذکر خدا و اطاعت و عبادت کی طرف توجہ ہوگی کہ جس سے بالطبع سائر صفات محمودہ حاصل ہونگے۔

(۲) تفکر احوال روز قیامت۔ و تصور انواع عذاب۔ تذکر موت و سکرات اور برزخ و محشر

کے صعوبات اور قیامت کے ہول و مشکلات سزائے نیکاں وجزائے عاصیاں وتدبر آیات وتامل احادیث واستماع حالات وواقعات سے خوف خدا وخشیت الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

دسویں خائفین کرام وانبیاء عظام وائمہ ذوالاحترام علیہم السلام کے حالات کو مطالعہ کرے اور غور وفکر کرے کہ یہ بزرگوار کس درجہ خوف خدا رکھتے تھے اور کتنا انمیں خشیت الٰہی تھا۔ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ کبھی مجھپر جبرئیل نازل نہ ہوئے مگر یہ کہ خوف خدا سے لرزاں ومرتعش تھے۔ ایک روز آنحضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ کیوں میکائیل کبھی خنداں نہیں ہوتے۔ جبرئیل نے عرض کی کہ جب سے حقتعالیٰ نے آتش جہنم خلق فرمائی اُس روز سے میکائیل کبھی نہیں ہنسے۔

اللہ اکبر۔ جب ملائکہ مقربین کہ جو معصوم اور صاحب درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں ایسے خائف وترساں ہوں تو ہملوگ کس شمار میں ہیں۔ سورہ معارج جز ۲۹ رکوع ۷ پر حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّھِمْ غَیْرُ مَامُوْنٍ یقیناً عذاب پروردگار سے بے خوف وغیر مامون نہ ہونا چاہیئے۔ پھر کیا مجال ہم میں سے کسی کی کہ اس سے مطمئن وخاطر جمع ہوسکے۔

حضرت ابراہیم کے خوف وخشیت کی یہ حالت تھی کہ نماز میں قلب مبارک اتنا لرزتا تھا کہ ایک میل تک حرکت قلب سُنائی دیتی تھی۔ حالانکہ عبد تھے۔ عبد خاص تھے۔ مومن کامل تھے۔ نبی تھے۔ رسول تھے۔ امام تھے معصوم تھے پھر بھی خوف خدا سے یہ حالت تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام صرف ایک ترک اولیٰ ہونے پر تمام عمر توبہ واستغفار کرتے رہے۔ ایک روز خیال ترک اولیٰ آگیا تھا۔ بے اختیار ہو کر خوف خدا سے روتے پیٹتے مثل زن جوان مردہ کے چیختے صحرا وبیابان میں نکل گئے۔ اور اس طرح روئے کہ سباع ودرندگان وحیوانات جمع ہوگئے۔ فرمایا تم سب جاؤ۔ جب لوگ تسلی ودلاسہ دیتے تھے تو فرماتے تھے کہ مجھے رونے دو قبل اسکے کہ میرے رونے کا دن آئے۔ اس روز میری ہڈیاں چور چور ہوں اور شعلۂ آتش مجھے جلائے اور ملائکہ غلاظ وشداد مجھے گرفتار کریں۔

حضرت یحییٰ پیغمبر کہ جو عبد تھے۔ عبد خاص تھے۔ مسلم حقیقی مومن واقعی۔ نبی برحق۔ معصوم مطلق تھے۔ اعلم ناس تھے۔ اعبد اشخاص تھے۔ عارف جہاں از ہر زماں تھے لیکن نماز میں اسطرح خوف خدا سے روتے تھے کہ جمادات ونباتات تک انکے ہمنالہ ہوتے تھے۔

حضرت زکریا اپنے بیٹے یحییٰ کی یہ حالت گریہ دیکھکر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور خود

خوف حضرت جبرئیل

خوف حضرت میکائیل

حضرت ابراہیم کا خوف

حضرت داؤدؑ کا خوف

حضرت یحییٰؑ کا خوف

حضرت یحییٰ کی خوف خدا سے رونیکی یہ حالت تھی کہ روتے روتے دونوں رخسارے گھل گئے تھے۔ دندان مبارک زیر پوست سے نمایاں تھے۔ والدہ گرامی انکی دونوں رخساروں پر دو قطعہ کرباس رکھدیتی تھیں اور آنسوؤں سے تر ہوجانے پر نچوڑ ڈالتی تھیں ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف خدا اس درجہ تھا کہ جو بیان سے باہر ہے۔ قد مبارک بجہت خوف خدا و خشیت الٰہی کے خم ہوگیا تھا۔ راستہ چلتے وقت لوگ خیال کرتے تھے کہ مبادا آپ گر پڑیں۔

حضرت امیر علیہ السلام کا درجۂ خوف و خشیت کون بیان کرسکتا ہے۔ آہ آہ آپ ہر شب ستر مرتبہ خوف خدا سے غش فرماتے تھے۔ اور مثل چوب خشک کے ہوجاتے تھے۔

جبکہ یہ حضرات باوجود معصوم و بے خطا و خلیفہ خدا ہونیکے اسقدر خدا سے ڈریں اور اسکا خوف رکھیں۔ تو اب ذرا ہملوگ اپنے گریبان میں سر ڈالیں۔ پس ذرا اسوقت ہم سب امیر و غریب سیاہ و سفید صغیر و کبیر جو جو جس مقام و محل پر ہے اپنی اپنی حالت پر رودیں۔ کیونکہ اسوقت کا رونا بیحد مفید ہے اور اسوقت کے آنسو فردائے قیامت آتش جہنم کو برسوں کی راہ تک دور کردینگے۔

جناب صدیقۂ طاہرہ نے منجملہ وصیتوں کے ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی۔ کہ اے ابوالحسنؑ جو بوتل فلاں مقام پر رکھی ہے میرے ہمراہ دفن فرما دیجئے گا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ اے سیدہ آپ نے آجتک کبھی اس بوتل کی حالت مجھپر ظاہر نہ کی۔ معصومہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسنؑ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ روز قیامت جب گنہگاروں کی طرف آتش جہنم شعلہ ور ہوگی تو اُسوقت یہ اشک چشم کہ جو خوف خدا سے دنیا میں نکلے ہوں اُس پر چھڑکنے سے سیکڑوں برس کی راہ پر دور ہوجائیگی۔ اے ابوالحسن میں نے اس بوتل میں اشک چشم گریۂ خوف خدا کے جمع کئے ہیں۔ اسکو میرے ہمراہ دفن فرمائیگا۔

آہ آہ اب جائے ضبط و خودداری نہیں۔ جناب سیدہ تھیں۔ معصومہ تھیں۔ کنیز خاص خدا۔ ام الائمہ تھیں۔ حبیبۂ حبیب اللہ تھیں۔ محدثہ تھیں۔ سیدۃ النساء تھیں۔ آخر وقت میں خلاق عالم نے سلام کہلوایا تھا۔ اس درجہ خوف خدا سے رودیں۔ تو ہملوگوں کو اپنی حالت زار پر رونا چاہیے کہ نکہ از سرتا پا غرق دریائے معصیت الٰہی ہیں۔ اشعار

دیدہا بر دیگری چوں بنگری ... مدتی بنشیں بخود خوں می گری

ہر کجا توبہ کنند انجا نشین ۔ زانکہ تو ادبی تریں اند رجنیں

منصور بن عمار نے آخر شب میں کسی کو باواز حزیں مناجات کرتے سنا۔ کہ اے خدا مقصود میرا گناہوں سے تیری مخالفت نہ تھی بلکہ ہوا وہوس و خواہشات نفسانی کیوجہ سے نافرمانی تیری ہوئی پس تو میرے گناہوں کو بخشدے اور سزاوار رحمت و مستحق مغفرت قرار دے اور زار زار مثل ابر نوبہار روتا تھا۔ میں نے منہ اسکے گھر کے دروازے کے شگاف پر رکھکر یہ آیت پڑھی کہ جو سورۂ تحریم جزء ۲۸ رکوع ۱۹ میں موجود ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ اے ایمانداروں خود اپنے اور اپنے اہل وعیال و زیر دستوں کو آتش جہنم سے بچاؤ جسکے ایندھن آدمی و پتھر ہونگے اور اُن پر وہ تند خو زشت صورت سخت و بدمزاج فرشتے مقرر ہیں کہ خدا جس بات کا حکم دیتا ہے اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انھیں ملتا ہے بجالاتے ہیں۔ یہ آیت سنکر وہ شخص مثل مار گزیدہ تڑپ تڑپ کر ساکت ہوگیا۔ منصور کہتا ہے کہ جب صبح کو پھر اُدھر سے گذرا تو ایک جنازہ پر ایک بڑھیا کو روتے پیٹتے دیکھکر دریافت کیا تو اُس ضعیفہ نے جواب دیا کہ شب کو یہ اپنے خدا سے مناجات کر رہا تھا کہ کسی نے آیت عذاب پڑھ دیا اسکی تاثیر سے یہ جوان جاں بحق تسلیم ہوگیا۔ منصور دل میں سمجھ گیا اجازت لیکر غسل دینے لگا تو دیکھا کہ اسکے سینہ پر بخط قدرت تحریر ہے۔ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ وہ کمال راحت و آرام کیساتھ جنت عالیہ میں ہے کہ جسمیں ہر قسم کے میوے تیار اور جو چاہیں موجود ہیں۔

غرضکہ شان نزول آیت وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ الخ کہ جو ابتدائے مجلس میں ذکر ہوئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امین سے طبقات سبعہ کا اور اسکے سکنا کا حال دریافت کیا۔ جبرئیل نے چھ طبقات کا ذکر کر کے سکوت کیا۔ اور جب حضرت نے ساتویں طبقہ کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کی کہ یہ طبقہ ہفتم دیگر طبقات سے چھوٹا ہے۔ حضرت نے پھر دریافت کیا تو جبرئیل نے عرض کی کہ اس میں طبقات دیگر کی نسبت سے عذاب بہت کم ہے تا آنکہ حضرت کے زیادہ اصرار پر جبرئیل نے عرض کی کہ اس طبقہ میں آپ کی امت کے گنہگار کہ جو بغیر توبہ کے رحلت کرینگے معذب ہونگے۔ یہ سنتے ہی حضرت اس کثرت سے روئے

شان نزول آیۃ و گریہ حضرت پیغمبر خدا بر امت خود

کہ بیہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو جبرئیل سے فرمایا کہ اے جبرئیل مصیبت میری عظیم ہوئی کہ میری امت داخل جہنم ہو گی۔ یہ فرما کر اور زیادہ رونے لگے۔ جبرئیل کے بھی اشک چشم جاری ہوئے۔ حضرت نے دروازہ حجرہ کا بند کر لیا۔ اور زار زار مثل ابر نوبہار رونا شروع کیا۔

کیا پیغمبر رحمت ہیں کہ ہمیشہ ہر مقام و ہر وقت فکر امت میں تھے۔ کیونکر نہ ہوتے۔ خدا نے مجسم رحمت پیکر بشری میں نازل فرمائی۔ سورہ انبیاء جزء ۱۷ رکوع ۷ پر حقتعالی نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ اے رسول ہم نے سارے جہان کے لوگوں کے حق میں از سرتا پا رحمت بنا کر بھیجا۔ غرضکہ حجرہ اندر سے بند کر کے غم عاصیان امت میں زار زار روتے ہیں۔ وقت نماز بھی حجرہ نہ کھلا۔ وہیں بند حجرہ میں فریضہ الٰہی ادا فرمایا اور پھر غم امت میں روتے رہے۔ تا اینکہ امیر المومنین در حجرہ پر آئے آواز بلند سے سلام کیا۔ پیغمبر خدا نے جواب سلام دیا۔ حضرت امیر نے در حجرہ کھولنے کی خواہش و التماس کی۔ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا۔ کہ جاؤ علی اپنے کاموں میں مصروف ہو۔ میرے دل پہ ایک صدمہ ہے جبتک وہ رفع نہ ہوگا میں حجرہ کا دروازہ نہ کھولونگا۔ جناب امیر علیہ السلام اس جواب سے محزون و مغموم ہو کر سر دیوار حجرہ پر رکھکر رونے لگے ناگاہ جناب صدیقہ طاہرہ بھی آئیں انھوں نے بھی سلام کر کے خواہش و التماس دروازہ کھولنے کی کی پیغمبر خدا نے جواب سلام کے بعد وہی جواب دیا کہ جو حضرت امیر کو دیا تھا۔ سیدہ عالم بھی مثل حضرت امیر سر اپنا دوسری جانب حجرہ کی دیوار پر رکھکر مصروف گریہ و بکا ہوئیں۔ ناگاہ سید ممتحن حضرت امام حسن علیہ السلام آئے دیکھا کہ پدر بزرگوار و مادر عالیمقدار سر غم دیوار پر رکھے رو رہے ہیں۔ دل پر چوٹ لگی قلب پر صدمہ ہوا بے چین ہو کر دروازہ حجرہ پر آئے بعد سلام عرض کی نانا جان میں آپ کا بڑا نواسہ ہوں دروازہ کھولئے میں آپکے پاس آنا چاہتا ہوں۔ جناب پیغمبر خدا نے بعد جواب سلام ارشاد فرمایا نور دیدہ میرے دل پر بیحد صدمہ و قلق ہے تم جاؤ اپنے کاموں میں مشغول ہو جبتک میرا صدمہ دلی و رنج قلبی زائل نہ ہوگا میں دروازہ حجرہ کا نہ کھولونگا۔ جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام یہ جواب سنکر بہت محزون و مغموم ہوئے اور مثل اپنے والدین کے زار زار رونے لگے۔ ناگاہ ہم لوگوں کے معشوق حقیقی و عاصیوں کے محبوب اصلی وواقعی۔ شعر

سلطان آسمان و زمین نور مشرقین ‏ پرورده کنار رسول خدا حسینؑ

علیہ السلام نے بھی آکر دیکھا کہ پدر بزرگوار آپ جانب منہ رہے ہیں اور دوسری جانب مادر مہربان گریہ و نالاں برادر عزیز جاں محزون و پریشاں۔ سبب دریافت کر کے عرض کی کہ باباجان آپ اطمینان رکھیں کہ جد بزرگوار مجھکو بہت دوست رکھتے ہیں اور اے مادر عالی مقدار میرے نانا میرے بہت ہی ناز اٹھاتے ہیں اور اے برادر باجان برابر میرا صدمہ کسی طرح میرے نانا گوارا نہیں کرتے میں جاکر دروازہ حجرہ کا کھلواتا ہوں اور جبتک در حجرہ میرے نانا نہ کھولینگے میں ہرگز نہ واپس نہ ہونگا۔ یہ کہکر جناب امام حسینؑ در حجرہ کے قریب گئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدَّاہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے جد بزرگوار آپ پر میرا سلام ہو میں ہوں آپ کا چھوٹا نواسہ حسینؑ۔ میں ہوں آپکا پیارا۔ اے جد بزرگوار دروازہ کھولئے میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معہ جواب سلام وہی جواب دیا جو علیؑ و فاطمہ و امام حسن علیہ السلام کو جواب دیا تھا یہ جواب پاتے ہی امام حسین علیہ السلام کے دل پر چوٹ لگی اور مارے صدمہ کے سر اپنا دروازے پر رکھکر رونا چاہتے تھے کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے قریب تھا کہ اشکہائے چشم گریں تَنَزَّلَ الْاَمِیْنُ جِبْرَئِیْل فوراً جبرئیل امین وحی لائے کہ یا رسول اللہ جلد دروازہ حجرہ کا کھولئے۔ حسینؑ دروازہ پر ہیں اور آپ کے جواب سے دل پر حسینؑ کے چوٹ لگی ہے کہ جس سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے جلد دروازہ کھول دیجئے۔

اللہ اکبر کیا مرتبہ ہمارے آقا و مولا شہید کربلا کا ہے کہ خداوند عالم کو امام حسینؑ کا رونا اور انکے دل پر صدمہ ہونا گوارا نہیں۔ فوراً جبرئیل کے ذریعہ خواہش امام حسین علیہ السلام کی پوری کرتا ہے تاکہ حسینؑ محزون و مغموم نہ ہوں اور آنسو انکے نہ نکلیں اور زمین کربلا پر بروز عاشورا وہی حسین چیخیں مار کر روتے تھے اور باواز بلند فرماتے تھے ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا۔ وَھَلْ مِنْ مُعِیْنٍ یُعِیْنُنَا۔ شعر

آیا کسے بود کہ کند یاری حسینؑ ‏ وز نالہائے دمبدم و زاری حسینؑ

غرضکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً دروازہ کھولا۔ امام حسین علیہ السلام کو گود میں اٹھالیا۔ لب و دندان حسینؑ کے بوسے لئے۔ سب لوگ داخل حجرہ ہوئے جناب

امیرؑ سیدہؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ و فاطمہؑ جبرئیل امین آیت
وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ۔ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ
لیکر نازل ہوئے۔ اور طبقات جہنم کی تفصیل بیان کی اور کہا پہلا طبقہ جہنم میں گنہگاران
امت کا ہے کہ جو بغیر توبہ فوت ہونگے۔ پس اب میں دعا کرتا ہوں تم لوگ آمین کہو۔ یہ کہکر پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ و آلہ روبقبلہ ہوئے عمامہ سر سے اتار کر سر اپنا برہنہ کیا۔ جناب امیرؑ نے بھی تاسی
رسول میں سر اپنا برہنہ کیا جناب سیدہؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے سیدہ تمہارے گیسو عند اللہ بہت
مقرب ہیں یہاں کوئی نامحرم نہیں ہے تم بھی گیسو اپنے کھولدو۔ سیدہؑ نے بھی بال اپنے سر کے
کھولدیے امام حسنؑ نے بھی سر اپنا برہنہ کردیا۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی ننہا سا ہاتھ بڑہا کر
عمامہ اپنا سر سے اتار کر سر اپنا برہنہ کرنا چاہتے تھے کہ فوراً جبرئیل امین یہ آیہ وافی ہدایہ لیکر نازل
ہوئے کہ جو سورۂ والضحی جزو ۳۰ رکوع ۱۸ میں موجود ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَتَرْضَىٰ ۔ یعنی اے رسول تمہارا پروردگار عالم تمہاری امت کے گنہگاروں کو بروز
قیامت اسقدر بخشیگا کہ تم اس سے راضی و خوشنود ہوجاؤ گے۔
اے رسول ہمارے رسول سے فرمائیے کہ سر اپنا برہنہ نہ کریں ورنہ ملاء اعلی میں اضطراب پیدا
ہوجائیگا حسینؑ کو سر برہنہ ملائکہ بھی دیکھ نہیں سکتے۔ اللہ اللہ ایکدن تو حسینؑ کی یہ عزت
تھی کہ حسینؑ کا سر برہنہ ہونا خداوند عالم اور اسکے ملائکہ کو گوارا نہیں۔ عالم بالا میں سر برہنہ ہونے
سے اضطراب پیدا ہو۔ آہ آہ وہی سر حسینؑ خانۂ خولی ملعون میں خاکستر تنور میں غلطاں اور
خانۂ شمر میں زیر طغار اور دربار یزید میں طشت طلا میں روبروے یزید رکھا جائے اور یزید ملعون
شراب خواری میں مصروف اور دُرد شراب آہ آہ بجانب سر اقدس۔ اور چوب خیزران سے وہ
شقی لب و دندان امام حسینؑ کو کھولے اور بند کرے حجۃ خدا امام زمانؑ فرماتے ہیں۔
اَلسَّلَامُ عَلَى الْبَدَنِ السَّلِيبِ اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيبِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّيْبِ
الْخَضِيبِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوعِ بِالْقَضِيبِ ۔ اے جد بزرگوار سلام ہو میرا
آپکے اس بدن مجروح پر کہ جسکا لباس اتار کر ریگ گرم پر چھوڑ دیا۔ اور سلام ہو میرا اس رخسار انور پر جو خاک
آلودہ ہوا۔ سلام ہو میرا اس ریش سفید نورانی پر کہ جو خون خلق بریدہ سے خضاب ہوئی۔ سلام
ہو میرا ان لب و دندان اطہر پر کہ جنپر یزید ملعون چھڑی لگاتا تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۔

مجلس بست و سوم ۲۳

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ اللَّعِینِ الرَّجِیمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ فِی مُحکَمِ کِتَابِہِ الکَرِیمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیمِ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ یَمحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثبِتُ وَ عِندَہٗ اُمُّ الکِتَابِ۔ سورہ رعد جزء ۱۳ رکوع ۱۲ ۔ ارشاد باری ہے کہ جسکو چاہتا ہے اللہ مٹا دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسکے پاس ام کتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے باقی رکھے اور جسے چاہے محو کر دے۔ وہ جو تغیر و تبدل کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔

حضرات اس آیت کے سمجھنے کے لئے تمہید اًچند امور کا سمجھانا ضروری و لازمی ہے (پہلا) امر یہ کہ اگر گلاب میں رائحہ نہ ہو تو پانی ہے۔ اگر کیوڑے میں خوشبو نہو تو بے مصرف اگر مشک میں خاصیت و تاثیر نہو تو خاک ہے۔ اسی طرح اگر انسان میں انسانیت و خاصیت اشرف مخلوقات کے نہوں تو حیوان۔ بلکہ اس سے بھی بدتر و پست تر اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ایسے لوگ مانند حیوان بلکہ اس سے بھی کمتر ہیں۔ اسی واسطے معصوم انسان کی چھ قسمیں بتلاتے ہیں۔

اول انسان بصورت شیر اور وہ سلاطین جور ہیں۔ دوم انسان بصورت شغال و لومڑی یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اشعار

اے بسا اشخاص باز خت سفید ۔۔۔ صد بتر از عمرو عاص و از یزید
باطنت معیوب ظاہر عکس آن ۔۔۔ تا بہ کے ظاہر چنیں باطن چناں
ناتوانی باطنت را صاف کن ۔۔۔ در جمیع کارہا انصاف کن
ظاہرت چوں گور کافر پر حلل ۔۔۔ و اندروں قہر خدائے عز و جل

سوم کتے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو برادران دینی کو آزار و اذیت پہونچاتے ہیں۔ چہارم گرگ یہ وہ تاجر ہیں کہ جو اپنے مال و متاع کی تعریف و توصیف مشتری سے کرتے ہیں پنجم خوک و سور یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اچھا برا نیک و بد خیر و شر طاعت و معصیت کو یکساں و مساوی

جانتے ہیں۔ ششم گوسفند یہ مومنین متدینین ہیں ان سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جس طرح گوسفند کی ہر چیز مفید و سودمند ہے۔ اسی طرح مومنین کی بھی ہر آن و ہر ساعت پر منفعت و سودمند ہے۔

(دوسرا) امر یہ کہ تمام اشیا اور کل چیزیں اور جمیع امورات مشیت الٰہی و ارادہ ایزدی کے تابع ہیں۔ کوئی پتہ درخت بغیر حکم الٰہی کے ہل نہیں سکتا۔ کوئی ذرہ صحرا بغیر ارادہ خدا کے جنبش نہیں کر سکتا۔ ہر چیز اسکے قبضہ و اختیار میں ہے۔ ہر چیز کی خاصیت اسکے حکم پر موقوف ہے۔ اور ہر چیز کی تاثیر اسکے فرمان پر مشروط ہر متحرک و ساکن کی حرکت و سکون اسکے ارادہ و امر پر منوط۔ جبتک اسکا حکم نہو کوئی ساکن نہ سکون کر سکتا ہے اور نہ کوئی متحرک حرکت کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی صاحب خاصیت اپنی خاصیت اور نہ کوئی موثر اپنا اثر کر سکتا ہے۔ ہمارے شبانہ روز کا تجربہ ہے اور ہمارے صدہا دفعہ کی یہ بات آزمودہ ہے کہ کبھی کوئی غذا مفید واقع ہوتی ہے اور کبھی وہی غذا مضر و نقصان پہونچاتی ہے کبھی کوئی دوا مریض کو صحت دیتی ہے تو کبھی وہی دوا اسی مرض میں نقصان و ضرر پہونچاتی ہے۔ کبھی دعا فوری درجہ استجابت پر پہونچکر مستجاب ہوتی ہے تو کبھی وہی دعا بلا اثر و ثمر رہتی ہے۔ کبھی کوئی عمل مفید ہوتا ہے تو کبھی وہی عمل ضائع و برباد ہوجاتا ہے۔ اس سے یقین کامل ہوا کہ ہر چیز خدا کے ارادہ و حکم و مشیت و مرضی کے ماتحت ہے اور وہ پوری طرح ہر چیز پر قبضہ و اختیار رکھتا ہے۔ پانی کا کام غرق کرنا ہے لیکن اگر ارادہ الٰہی نہو تو پانی اپنا کام نہیں کر سکتا۔ رود نیل کا واقعہ جناب موسیٰ کلیم اور فرعون عدو اللہ کا قصہ عبرت آمیز ہے۔ وہی پانی جناب موسیٰ اور انکے متبعین کے واسطے خشکی کا کام دیتا ہے نعلین یا ٹاپ بھی تر نہیں ہوتی۔ اور وہی پانی فرعون اور اسکے توابع کو غرق کردیتا ہے آگ کا کام جلانا ہے لیکن آتش نمرود یہ حضرت ابراہیمؑ خلیل کو نہ جلا سکی جحضرت موسیٰ کلیم اللہ کا آگ کچھ نہ بنا سکی خوف فرعون سے والدہ جناب موسیٰ نے کلیم اللہ کو تنور میں ڈالدیا پھر بھی آگ نہ جلا سکی۔

امام ہفتم حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو آگ نہ جلا سکی بعد امام ششم عبد اللہ افتح نے بھی دعوائے امامت کیا۔ حضرتؑ نے ہر چند سمجھایا لیکن بے سود رہا۔ آخر الامر حضرتؑ نے لکڑیاں جمع کراکے آگ روشن کرائی تمام مجمع بنی ہاشم میں عبد اللہ افتح کو بلایا۔ جب پوری طرح آگ روشن ہوگئی تو حضرت معہ لباس کے وسط آگ میں تشریف لیگئے اور بہت دیر تک باتیں

معجزہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کرتے رہے پھر باہر نکلکر عبداللہ سے کہا کہ واقعی مدعی امامت ہو تو اس آگ میں چلے آؤ
عبداللہ کے ہوش وحواس جاتے رہے اور فوری بھاگ کھڑے ہوئے اور ادعائے
امامت سے ہاتھ اٹھایا۔
(تیسرا امر یہ ہے کہ حقتعالیٰ کو عادل جانے اور عدل کا مطلب یہ ہے کہ وَضْعُ الشَّیْءِ
عَلٰی مَحَلِّہٖ یعنی خداوند عالم ہر چیز و ہر شئی و کام کو اسکے مناسب مقام و موقع پر رکھتا ہے
اور ہر کام کو اسکے لائق و قابل جگہ و وقت میں بجالاتا ہے۔ امر حسن کو ترک نہیں کرتا۔
اور فعل زشت و قبیح کو عمل میں نہیں لاتا۔ اور بھلا امر حسن اس سے کیونکر ترک ہو سکے اور
فعل قبیح کو کیسے بجالا سکتا ہے کیونکہ یہ بات یا تو جہالت و بے شعوری کیوجہ سے اور یا عدم
قدرت کیوجہ سے ہو سکتی ہے۔ اور ان دونوں باتوں سے وہ اعلیٰ و اجل ہے۔ تعالیٰ
عَنْ ذَالِکَ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسکی مصلحت و حکمت کا سمجھنا اور اسکے فلسفہ کا جاننا ہر کس
و ناکس کا کام نہیں بلکہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کے لئے محال و ممتنع ہے
ذرہ صحرا کے حالات پتہ درخت کی کیفیات قطرہ دریا کا احاطہ خوشہ خرمن کا احصا نہیں کر سکتا۔
اس بیان فوق سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحت و مرض فقر و غنا حیات و ممات عزت
و ذلت دنیاوی عین عدالت ہے اور بالکل عدالت کے موافق و مطابق ہے جسکو صحیح
و تندرست دیکھئے اسکے متعلق یقین کر لیجئے کہ اسکے واسطے یہی ضروری ہے ورنہ کبھی صحیح و
تندرست نہ ہوتا۔ مریض کے حق میں مرض بھی مفید و مناسب ہے ورنہ خلاف عدالت ہوگا۔
معززین کی عزت اور بے عزتوں کی ذلت ضروری ہے اس میں حکمت و فلسفہ عدالت
کا مملو ہے۔ ورنہ وَضْعُ الشَّیْءِ عَلٰی غَیْرِ مَحَلِّہٖ۔ لازم آتا۔ البتہ اسکے فلسفہ و اسرار سے
ہملوگ بعض اوقات جاہل و ناواقف ہوتے ہیں۔ مثلاً مکان آراستہ ہر قسم کی زینت و
آرائش سے مزین۔ ہر گوشہ و کونہ تاب مناسب و خوشنما اشیاء سے آراستہ و پیراستہ ہو نہایت
سلیقہ و دانائی کیساتھ خوشنما طریقہ سے صف و صف سلسلہ وار سامان خوشنما چیزیں رکھی ہوں
ریشم اصلی و دیبائے واقعی کا فرش ہو۔ بلوری دیواریں جواہرات کی سقف زنگاری پردے
وسط میں بہتر سے بہتر الماس نگار تخت موجود ہو۔ اور اس میں وہ عالیشان دروازہ قائم
ہو کہ جس کو دیکھ کر اندر کا اندازہ کرکے ہر شخص متمنی و یدار و کمال درجہ کا مشتاق ہو۔ پھر اگر نابینا
و کور عصا ٹیکتا وارد مکان ہو۔ اور داخل ہوتے ہی آرائشی سامان سے ٹکرائے و در تخت

رعایت دنیاوی کا فلسفہ

مثل

شاہی کی ٹھوکر کھائے۔ اور اعتراض کرے کہ یہ چیزیں راستہ میں کیوں ڈالدیں اور کیوں یہاں ایسی چیزیں رکھدیں۔ انکے یہاں رکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیوں انکو یہاں سے اٹھا نہ لیا کیوں ہر طرف فضول و عبث دیواروں سے متصل یہ چیزیں رکھدیں۔ تو بھلا ایسے شخص کے کلام کی طرف کون عاقل توجہ کریگا۔ ایسے نابینا کے اعتراض کو کون دانشمند سنے گا۔ بلکہ ہر شخص یہی کہیگا کہ اے نابینا و کور چشم تو آنکھوں سے معذور ہے ورنہ درواقع جو چیزیں جس جگہ رکھی گئی ہیں وہ اسی جگہ کے واسطے موزوں و مناسب ہیں۔ اگر آنکھیں تیری روشن ہوتیں تو تو اسکی خوبی و فلسفہ سے واقف ہوتا اور پھر کبھی یہ اعتراض نہ کرتا بلکہ تیرے دل میں خطور اسکا نہ ہوتا یہی حالت ہملوگوں کی ہے کہ عالم میں لوگوں کی نعمت و رفاہیت و علیش و آرام صحت و مرض عزت و ذلت وغیرہ کا راز معرفت خدا کی کمی سے ہمپر مخفی ہے اور نہ ہمارے دلمیں یہ باتیں پیدا ہی نہوتیں۔

حاصل یہ کہ پروردگار عالم عادل ہے یعنی ہر چیز اپنے مناسب وقت و محل پر قرار دیتا ہی اور ہر عمل اسکے موقع پر عمل میں ضرور لاتا ہے۔ جیسا محل و مقام و وقت مقتضی ہوتا ہے ویسا ہی عمل میں لاتا ہے۔ اگر کسی کے متعدد غلام ہوں یا کسی کے متعدد اولاد ہیں ہوں۔ ایک ان میں سے صالح و نیک و مطیع ہو اور دوسرا فاسق و غیر مطیع۔ تیسرا پیر ناتواں ضعیف چوتھا جوان رعنا۔ پانچویں کثیر العیال۔ چھٹا لا ولد یکہ و تنہا مجرد ہو پس اگر صالح و نیک کیطرف بے توجہی اور غیر مطیع و فاسق کیطرف توجہ اور پیر و ضعیف کی شادی کرے۔ اور جوان توانا کو بے زوجہ رکھے۔ اور عیالدار کو مفلس اور بے عیال و نادار کو تونگر دیا جائے تو ہر شخص ایسے مالک کی مذمت اور ایسے باپ کی بدگوئی کریگے کیونکہ ہر شخص کے مناسب حال یہ رفتار نہیں ہے۔

طبیب یا ڈاکٹر مریض کی حالت دیکھکر نسخہ لکھتا ہے اور جتنی حالت مریض کی بدلتی جاتی ہے اتنا ہی نسخہ میں تغیر و تبدل کرتا جاتا ہے۔ سورۂ رعد جز ۱۳ رکوع ۲ پر ارشاد باری ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یقیناً اللہ کسی کی نعمت و حالت نہیں بدلتا جبتک وہ لوگ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ بلا وجہ و بلا استحقاق کے حقیقتاً کسی کی نعمت نہیں بدلتا جیسی حالت عبد تغیر پاتی ہے اسی طرح تقدیرات بھی متغیر ہوتے رہتے ہیں اور بات بھی بدیہی ہے اگر علت میں تغیر حاصل ہو تو معلول بھی متغیر ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ وارد ہے کہ ایک پیغمبر کو وحی ہوئی کہ جاکر بادشاہ سے کہدو کہ تیری موت قریب ہے انھوں

نے حسب الحکم پروردگار خبر دیدی۔ بادشاہ نے فوراً سجدۂ الٰہی میں سر ٹیک دیا اور بکمال خضوع
وخشوع تضرع وزاری کے ساتھ توبہ وانابہ واستغفار کرکے دعا کی پروردگار تو اتنی مہلت
اور دیدے کہ فرزند میرا جوان ہو جائے کہ جو میرا قائم مقام وجانشین ہو سکے۔ حقتعالیٰ نے
اسکی دعا مستجاب کی اور پندرہ سال اسکی عمر پر اور اضافہ ہوئے۔ نتیجہ یہ کہ بندے کیحالت
بدلنے سے قضا وقدر ومشیت الٰہی بھی بدل گئی۔

صدر اسلام میں قبلۂ اسلام بیت المقدس تھا۔ سب نماز ودعا وغیرہ میں اسی طرف توجہ کرتے
تھے یہود مسلمانوں کو طعن وتشنیع دینے لگے سورہ بقر جز ۲ رکوع اول کی یہ آیت حقتعالیٰ
نے نازل فرمائی فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اے حبیب ہمارے نماز ہی کی
حالت میں تم منہ اپنا بیت المقدس سے پھیر کر مسجد الحرام بیت اللہ کیطرف کرلو۔
(حضرت عیسیٰ وعروس۔ ہمارے رسول ویہودی۔ اور حکم جناب امیر وممانعت دخول جنازہ وغیرہ واقعات
بھی اسکے موئد ہیں)

اب میں آیہ معنونہ کیجانب متوجہ ہوتا ہوں يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ
الْكِتَابِ سے مقصود پروردگار کیا ہے۔ اور اس سے اسکی کیا مراد ہے۔ مقصود خلاق عالم
اس آیت سے یہ ہے کہ محو واثبات کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب یعنی
لوح محفوظ ہے۔ اس آیۂ مبارکہ سے دو لوحوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک لوح محفوظ اور دوسری
لوح محو واثبات۔ علمائے اعلام میں اس بات پر اختلاف ہے کہ ان دونوں لوحوں میں
کیا لکھا ہے۔ جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ لوح محفوظ میں علم خدا سے ہر چیز لکھی ہے
اور دوسری لوح محو واثبات میں تفصیل وتشریح اسکی ہے۔ یعنی پہلی لوح کی تشریح دوسری
لوح محو واثبات کرتی ہے۔ مثلاً عمر زید کی ساٹھ سال ہے یہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔
اور لوح محو واثبات میں اسکی یوں تفصیل ہے۔ کہ عمر زید کی تیس سال ہے اگر صلۂ رحم نکرے
اور اگر صلۂ رحم کرے تو عمر اسکی ساٹھ سال ہے۔ اور چونکہ پروردگار عالم الغیب ہے۔
آئندہ کا بھی علم اسکو ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ شخص صلۂ رحم کریگا۔ اسواسطے لوح محفوظ
میں عمر اسکی ساٹھ سال لکھی ہے۔ اسی طرح مثلاً روزی زید کی بابت لکھا ہے کہ ایک
دینار ہے اور لوح محو واثبات میں لکھا ہے کہ روزی زید کی نصف دینار ہے۔ بشرطیکہ
تعقیبات نماز صبح نہ پڑھے۔ اور اگر بعد نماز صبح تعقیبات بجالائیگا تو روزی اسکی ایک دینار ہے۔

اطلاع موت کا بادشاہ کو پیغمبر کے ذریعہ

رجوع بآیہ معنونہ

بیان لوح محفوظ ولوح محو واثبات

تمثیل

ایضاً تمثیل

چونکہ پروردگار اس کے حالات کو خوب جانتا ہے کہ یہ شخص تعقیبات نماز صبح بجا لائیگا لہذا لوح محفوظ میں روزی اسکی ایک درہم ثبت ہے

حضرات اس بیان پر اعتراض پیدا نہ ہو۔ کہ چونکہ خلاق عالم ازل و ہمیشہ سے ہمارے تمام کاموں کو جانتا ہے تو اگر میں اس کام کو نہ کروں تو خدا کا علم غلط ہو گا

اس اعتراض کو کسی منچلے شاعر نے یوں نظم کر دیا ہے۔ **شعر**

مے خوردن من حق ز ازل می دانست
گر مے نخورم علم خدا جہل بود

اور اسی مطلب کو عوام الناس یوں ادا کرتے رہتے ہیں کہ میں کیا کروں یہ تو تقدیر ہی میں تھا

جواب اس اعتراض میں بہت بڑا مغالطہ ہے۔ کیونکہ یہ بیشک صحیح ہے کہ خداوند عالم تمام اشیاء کو ازل سے جانتا ہے۔ لیکن اسکے علم کو کسی چیز کے عدم و وجود کا سبب قرار دینا سخت غلطی ہے۔ مثلاً کوئی طبیب یا ڈاکٹر کسی حالت و علامات دیکھکر یہ جان لے کہ یہ مریض کل تک مرجائیگا تو ہرگز کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مریض اس کے کہدینے سے مرگیا۔ بلکہ اس کے تشخیص و علم تجربہ کی تعریف ہوگی۔ اور یہ کہا جائیگا کہ چونکہ وہ مرنے والا تھا سو جہ سے اسکو علم ہوا۔ ازیں قبیل اگر کوئی منجم کسی کے ستارے و قیافے وغیرہ کو دیکھکر کہے کہ اسکی اس مہینہ میں شادی ہوگی اور اسکی شادی در واقع اس کے کہنے کے موافق ہو بھی جائے تو ہرگز یہ نہ کہا جائے گا کہ اس کے کہنے وجہ سے اسکی شادی ہوگئی۔ بلکہ سب کہیں گے کہ چونکہ اسکی شادی ہونے والی تھی۔ اس وجہ سے اسکو علم ہوا۔

بس ۱۲ تشبیہ اسی طرح خداوند عالم کو بھی ہمارے افعال کا علم محض اس وجہ سے ہوا کہ ہم کرنے والے تھے۔ نہ یہ کہ چونکہ اس کو علم تھا اس وجہ سے ہمارا کرنا ضروری ہوا۔ ہمارے اور اسکے علم میں صرف فرق یہ ہے۔ کہ اس کے علم میں کبھی کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ اور ہمارے علم میں کبھی فرق بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی علم کسی شئی کے وجود و عدم کا باعث نہیں ہوتا۔ اس خیال کے بطلان اور مذہب حقہ کی تقویت کی دلیلیں علم کلام میں تفصیلاً موجود ہیں۔

ماحصل یہ کہ عبد کے حالات متغیر ہونے سے قضا و قدر الٰہی و مشیت دارادہ ایزدی بدل جاتا ہے نتیجہ یہ کہ بندے کے اعمال خواہ صالح ہوں یا سئیات

تغیر قضاء و قدر و تبدیل مشیت الٰہی میں مدخلیت تمام رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے

کہ اگر کوئی شخص تین خصلتیں اپنے میں موجود کرے تو باعث طول عمر وصحت جسم و دوام نعمت کا ہے
اول نماز میں رکوع وسجود کو طول دینا۔ دوم دسترخوان پر دیر تک بیٹھنا سیم۔ مخلوق الہی
کیساتھ باحسان ونیکی پیش آنا۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ خدمت حضرت رسالتمآب
صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ایک مرد عرب حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھکو ایسے
امور تعلیم فرمائیے کہ جسسے عمر میری طولانی ہو جسم میرا تندرست رہے۔ مال میرا زیادہ ہو۔ اور حشر
میرا آپ کے ساتھ ہو۔ اور مخلوق خدا مجھے دوست رکھیں اور اللہ مجھ سے راضی وخوشنود ہوکر
محبت کرے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صلہ رحم کر تو عمر تیری طولانی۔ صدقے دینے میں
زیادتی کر تو جسم تیرا صحیح وسالم رہے۔ زکوۃ دیا کر تو مال میں زیادتی ہو۔ مخلوقات سے صرف
نظر کرکے طمع قطع کردے تو لوگ تجھے دوست رکھنے لگیں۔ رکوع وسجود کو طول دیا کر تو میرے
ساتھ محشور ہو۔ اور خدا کا خوف رکھ تو خدا تجھے دوست رکھے۔ پس اس وقت مناسب وقت
یہ ہے کہ آج شب قدر کہ جو امورات سال مقرر ہونے کی رات اور قضا وقدر الہی معین ہونے
کی رات ہے۔ امورات حسنہ اور اعمال خیریہ بجالائیں کہ جسسے سعادت دارین حاصل ہو۔
اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ بلا اعمال حسنہ کئے۔ بلا جہت و بلا سبب کے نام اس کا دفتر سعداء
میں ثبت ہو اور ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب نامہ عمل میں لکھا جائے تو یہ محال و ناممکن
ہے۔ لہٰذا اعمال واردہ شب قدر بجالائے۔ ورنہ بغیر اسکے ممکن نہیں جیسا کہ خود آیہ شریفہ
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اسی مطلب کی قوی دلیل ہے جو خوبی
وبہبودی تمھارے واسطے پروردگار عالم نے چاہی ہے جبتک تم اپنے ہاتھوں سے متغیر
نہ کرو اس وقت تک متغیر نہیں ہوگی۔ اور یہ ہی حالت بدی کی ہے۔ پس اللہ کا لاکھ لاکھ
شکر ہے کہ اسنے ہم لوگوں کو ایسی شب مقدس عطا فرمائی۔ اور اس شب کے خاص اعمال
بجالانے کا حکم دیا۔ تاکہ ہم گنہگار بندے کہ جو مستحق عذاب ہیں ہر برکت شب قدر سزاوار بہشت ہوں

شب قدر میں اختلاف ہے

اہلسنت والجماعت (۲۷) ماہ صیام کو کہتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ چونکہ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ میں نو دفعہ اَللَّیْلَۃُ القَدْر
ہے اور چونکہ لیلۃ القدر میں حروف تین۔ اور تین کو نو سے ضرب دینے سے ستائیس ہوتے
ہیں۔ اسسے معلوم ہو کہ شب قدر ستائیس کو ہے۔ واہ یہ دلیل ایسی ہے کہ جس پر بے اختیار
داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ کیونکہ شب قدر میں ہی ممکن ثلاثہ کو ہاتھ سے جاتے نہیں

دیتے۔ جناب ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شب قدر تمام سال کی راتوں میں سے ایک شب ہے۔ اگر کوئی اپنی زوجہ کو طلاق دے اور شب قدر کی شرط قرار دے کہ یہ طلاق شب قدر واقع ہو تو کامل ایک سال تمام ہونے پر یہ طلاق نافذ ہو گی۔

ہمارے علماء اعلام اس بات پر متفق ہیں کہ شب قدر ۔۱۹۔۲۱۔۲۳۔ ماہ صیام میں منحصر ہے۔ اور اس میں ۲۱ و ۲۳ کے متعلق زیادہ قول ہیں۔ اور دونوں سے ۔۲۳۔ کے متعلق زیادہ اقوال ہیں۔ اور اسی کی تائید روایت عبداللہ جہنی انصاری سے بھی ہوتی ہے۔ یہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتے تھے۔ انھوں نے خدمت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ میں عرض کی کہ میرے ساتھ بڑا ساز و سامان ہے۔ گاؤ گوسفند مال واسباب وغیرہ ہے۔ اسکو لیکر ماہ صیام میں آ نہیں سکتا ہوں۔ آپ ایک شب میرے واسطے مقرر فرما دیجئے تاکہ اُس شب مدینہ میں آکر تمام شب عبادت خدا میں مشغول رہوں۔ حضرت نے جھک کر کچھ کان میں اسکے فرمایا۔ وہ سنکر چپکا چلا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے کہ وہ ہر سال ماہ صیام کی تیئسویں شب مدینہ آکر عبادت خدا میں مشغول رہتے تھے۔ (نوٹ اگر اختصار منظور ہو تو نشان ہذا سے پڑھیے) ؛

حضرات چند چیزیں حقتعالیٰ نے عموماً انسان سے پوشیدہ و مخفی رکھی ہیں۔ ۱۔ علم قیامت ۲۔ نزول باران ۳۔ علم مافی الارحام ۴۔ علم آئندہ کے متعلق ۵۔ وقت موت۔ ان پانچوں کے متعلق سورۂ لقمان جزو ۲۱ رکوع ۱۳ پر خود خلاق عالم نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ بے شک خدا ہی کو قیامت کے دن کا علم ہے وہی موقع مناسب جانتا تو پانی برساتا ہے۔ جو کچھ عورتوں کے پیٹ میں نر و مادہ ہے اسکو جانتا ہے۔ اور کوئی شخص اتنا نہیں جانتا کہ کل کیا کریگا۔ اور نہ کوئی سوائے اسکے یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین پر مریگا۔ بے شک خدا سب باتوں سے واقف و آگاہ ہے۔

اور احادیث سے چند اور مخفی چیزیں معلوم ہوتی ہیں ۶۔ شناخت روح ۷۔ صلوٰۃ وسطیٰ۔ جیسا کہ سورۂ بقر جزو ۲ رکوع ۱۵ پر ارشاد باری ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ اے مسلمانوں تم کل نمازوں کی خصوصاً بیچ والی نماز صبح یا ظہر و عصر کی پابندی کرو ۸۔ بندۂ محبوب خدا ۹۔ نزول غضب خدا ۱۰۔ اسم اعظم الٰہی ۱۱۔ ساعت استجابت دعا۔ ۱۲۔ شب قدر۔

شب قدر کے مخفی ہونے کا راز | اگر بتا دیا جاتا تو لوگ سوائے اس شب کے اور شبوں میں اعمال

صالح وحسنات بجا نہ لاتے علاوہ بریں اگر شب قدر مقرر ہوتی اور کوئی اس شب معصیت کر لیتا تو کیا عجب تھا کہ فوراً عذاب خدا میں گرفتار ہوتا۔ چونکہ ہمارے پیغمبر رحمۃ للعالمین ہیں اور خلاق عالم ارحم الراحمین ہے اور یہ امت مرحومہ ہے لہذا شب قدر مخفی قرار پائی تاکہ مومنین عبادت واطاعت الٰہی کیطرف اکثر متوجہ رہیں اور مخالفت ونافرمانی کو بیشتر واغلب شبوں میں بجہت احتمال شب قدر کے ترک کریں

اے خواجہ چہ پرسی ز شب قدر نشانی ہر شب شب قدر ہست اگر قدر بدانی

شب قدر کی پہچان احادیث واقوال ائمہ معصومین پر نظر کرتے ہوئے چند علامتیں شب قدر کی معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ شب قدر میں نہ گرمی زیادہ ہوتی ہے نہ سردی بلکہ ہوا معتدل رہتی ہے۔ دوم یہ کہ طلوع شمس اس روز کا بغیر شعاع وکرن کے ہوگا۔ طَلَعَ الشَّمْسُ فِیْ صُبْحِہَا لَیْسَ لَہٗ شُعَاعٌ بغیر کرن کے آفتاب اس روز طلوع کرتا ہے۔ سوم یہ کہ گرج وچمک وغیرہ آسمان پر شب قدر میں بالکل نہ ہوگی۔ چہارم یہ کہ ہوائے تیز وتند وآندھی وغیرہ اس شب بالکل نہ ہوگی۔ پنجم یہ کہ سحر ساحرین اس شب بے اثر ہوگا۔ ششم یہ کہ آبہائے شور وتلخ مائل بہ شیریں ہونگے۔

اسکو شب قدر کئی اعتبار سے کہتے ہیں اول یہ کہ اُنْزِلَ فِیْہَا کِتَابٌ ذُوْ قَدْرٍ عَلٰی رَسُوْلٍ ذِیْ قَدْرٍ عَلٰی اُمَّۃٍ ذِیْ قَدْرٍ عَلٰی یَدِ الْمَلَکِ ذِیْ قَدْرٍ۔ خدائے قادر نے کتاب ذیقدر کو امت ذیقدر کے واسطے پیغمبر ذیقدر پر بتوسط ملک ذیقدر کے اس شب قدر میں نازل فرمایا۔ اسواسطے اسکو شب قدر کہتے ہیں جیسا کہ سورہ انا انزلناہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ہم نے قرآن مجید کو اس شب قدر میں نازل کیا ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ ماہ صیام میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ شہر ماہ صیام وشب قدر میں قرآن مجید نازل ہوا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قرآن مجید روئے زمین پر تمام وکمال اس شب میں نازل ہوگیا۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید اس شب قدر میں لوح محفوظ سے بیت المعمور پر نازل ہوا۔ اور وہاں سے رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سال میں زمین پر موقع ومحل سے نازل ہوا۔ اول بعثت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تا وقت وفات جسوقت جس جس حکم وسورہ وآیت کی ضرورت ہوئی نازل ہوکر ۲۳ سال میں تمام ہوا۔

دوم یہ کہ قدر کے معنی مرتبہ ومنزلت کے ہیں۔ چونکہ یہ شب عند اللہ ذی مرتبہ وذی منزلت ہے اسواسطے اسکو شب قدر کہتے ہیں جو اس شب عبادت خدا کرے اسکی عند اللہ بڑی قدر ومنزلت ہوتی ہے جو اس شب حسنات بجا لائے اسکی خدا کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت ہے۔

سوم یہ کہ قدر کے معنی تنگی کے ہیں چونکہ ملائکہ و فرشتے شب قدر میں اس کثرت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ جس سے زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ اسواسطے اسکو شب قدر کہتے ہیں۔

چہارم یہ کہ اس شب کے اعمال و عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے۔ اسواسطے اسے شب قدر کہتے ہیں۔

پنجم یہ کہ قدر بمعنی قضا و قدر کے ہیں۔ یعنی جو کچھ تمام سال میں ہونیوالا ہے۔ مثلاً زندگی و موت۔ فقر و غنا۔ مرض و صحت۔ عزت و ذلت۔ سعادت و شقاوت وغیرہ اسی شب قدر میں مقدر و مقرر ہوتا ہے جیساکہ سورۂ دخان میں ارشاد باری ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کہ ہم نے برکت والی شب میں قرآن مجید کو نازل کیا۔ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ہر حکمت والا کام اس رات میں مقرر کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر چیز کا اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ شر ہو یا خیر۔ طاعت ہو یا معصیت۔ ولادت ہو یا وفات وغیرہ کا تقرر و تعین مشیت الٰہی سے ہوتا ہے۔ اسکو اختیار ہے جتنا چاہے بدل دے جیسا مناسب سمجھے کرے۔ لیکن لکھنے و تقرر کے بعد بھی کوئی چیز اسکے قبضہ و اختیار سے باہر نہیں ہو سکتی اسی لئے دعا و سوال کا حکم ہے۔

بہرحال شب قدر میں کل ملائکہ و فرشتے روئے زمین پر نازل ہوتے ہیں جس طرح بروز عید غدیر کل ملائکہ زمین آسمان پر جاتے ہیں۔ غرضکہ اس شب ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور جبرئیل امین سب کے آگے ہوتے ہیں اور وہ پر جبرئیل جو آج ہی کی شب قدر کے واسطے مخصوص ہیں دیگر ایام سال میں اُن پروں کو سمیٹے رہتے ہیں جیساکہ حدیث میں وارد ہے قَالَ الْاِمَامُ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ جَنَاحَانِ لَا یَنْشُرُهُمَا اِلَّا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فرمایا امام نے کہ جبرئیل کے لئے ایسے دو پر ہیں کہ جنکو سوائے شب قدر کے اور کبھی نہیں کھولتے۔ اور چار علم بحکم خدا اُنکے ساتھ ہوتے ہیں۔ ایک بام کعبہ پر نصب اور دوسرے کو قبر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ پر اور تیسرے کو بیت المقدس اور چوتھے کو قبر حضرت امیر پر نجف اشرف میں نصب کرتے ہیں۔ اور جو سال بھر میں ہونیوالا ہے وہ سب خدمت امام زماں میں پیش کرتے ہیں۔ بلکہ جسوقت اور جب بھی کوئی امر الٰہی کے واسطے فرشتہ زمین پر آتا ہے تو اول زیارت امام زماں سے ضرور مشرف ہوتا ہے حقتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ کل ملائکہ اور فرشتے اور ملک روح خدا کے حکم سے شب قدر میں کل امورات سال لیکر صاحب الامر پر نازل ہوتے ہیں یعنی دونوں لوحیں لوح محفوظ اور لوح محو و اثبات امام زماں .... کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اسکے بعد روئے زمین پر متفرق ہوتے ہیں

اور جہاں جہاں لوگ عبادت میں مشغول ہیں خواہ گھر ہوں یا مسجدیں لوگوں کو عبادت وطاعت الٰہی میں دیکھکر خطاب کرتے ہیں کہ یہ آوازیں بندوں کی تسبیح وتقدیس سے بہتر ہیں ان آوازوں کو حقتعالیٰ بہت دوست رکھتا ہے۔ یہ آوازیں عرش خدا کو ہلا دیتی ہیں۔ شعر

چوں برآرند از پشیمانی انین عرش لرزد از انین المذنبین

پروردگار عالم ملائکہ پر فخر ومباہات کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے ملائکہ دیکھو میرے بندوں کی حالت کو یہی وہ بندے ہیں کہ جنپر تم طعنہ زنی کرتے تھے اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ اے فرشتوں آج کی شب کی عبادت تملوگوں کی ان بندوں کو بخشدی ملائکہ اس شب ہر مومن کے پاس آکر سلام اور مصافحہ کرتے ہیں۔ لیکن اس شخص کے پاس نہیں آتے جس نے اس شب بدبودار چیز استعمال کی ہو۔ ملائکہ اس شب مسجدوں میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ تمام رات صبح تک سلامتی کی ہے جبرئیل صبح کو ملائکہ کو آواز دیتے ہیں۔ اَلرَّحِيْلُ اَلرَّحِيْلُ اے ملائکہ جلوہ رات ختم ہوگئی۔ کل ملائکہ وملک ورح بجانب آسمان سعود کرتے ہیں۔ ملائکہ جبرئیل سے دریافت کرتے ہیں کہ حقتعالیٰ نے امت پیغمبر آخرالزماں کو آج کی شب قدر میں کیا عطا فرمایا۔ جبرئیل کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ بِعَيْنِ الرَّحْمَةِ وَغَفَرَ لَهُمْ وَعَفٰى عَنْهُمْ۔ حقتعالیٰ نے آج کی شب امت مرحومہ پر نظر رحمت فرمائی اور سب کو بخشدیا اور گناہوں کو انکے معاف فرمایا۔

کلام ائمہ معصومین کو بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سات قسم کے لوگوں پر حقتعالیٰ اس شب قدر میں نظر رحمت نہیں فرماتا اور وہ باوجود محنت ومشقت کے رحمت الٰہی سے محروم ہیں اول جنب بالحرام دوم شامن وصارم یعنی جسکے دل میں کسی برادر دینی کا کینہ وعداوت ودشمنی ہو سوم عاق والدین۔ چہارم قاطع رحم پنجم ظالم قال رسول اللّٰہ اَلظَّالِمُ لَا يَخْلِصُهُ عَنِ الْمَظْلُوْمِ اَحَدٌ وَلَوْ دَافِي الْعَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فرمایا جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ظالم کی خلاصی کسی چیز سے نہیں ہوسکتی اگرچہ ہزار شب قدر عبادت الٰہی کرے ششم مدمن الخمر ودائم السکر۔ ہفتم لوگوں کا مشغول الذمہ ہونا۔ اگرچہ نصف دانہ گندم ہو۔

اور یہ ملائکہ شب قدر میں ہر ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں مگر چھ گھروں کیطرف تو یہ بھی نہیں کرتے پہلے جس گھر میں آلات لہو ولعب ہوں مثل طنبورہ ستار طبلہ سارنگی ڈھول سرنہ بانسری فونوگراف پیتے پچیسی چوسر ڈراف شطرنج وغیرہ وغیرہ ہوں۔ بلکہ حدیث میں وارد ہے کہ مطرب وقوال کی دعا

تک مستجاب نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ گھر کہ جس میں کوئی ناجائز وجزم سے جنب ہو۔ تیسرے وہ گھر کہ جس میں سور ہو۔ چوتھے وہ گھر کہ جس میں کتا ہو۔ پانچویں وہ گھر جس میں شراب ہو۔ چھٹے وہ گھر کہ جس میں صور مجسمہ یعنی پتلے ہوئے گڑیاں و بت وغیرہ ہوں۔

حاصل یہ کہ شب قدر وہ شب ہے کہ جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت کرنے کے برابر ہے۔ اور عبادت بھی ایسی کہ جو تمام دن، روزوں اور کل شبیں نمازیں گذاری ہوں ایسی ہزار مہینے کی عبادت کے صرف برابر ہی نہیں بلکہ اس سے بہتر و بالاتر ہے۔ حقتعالیٰ خود اسے بہتر و بالاتر فرماتا ہے لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ یعنی عبادت شب قدر ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

ہزار مہینوں کی خصوصیت کی تخصیص میں اختلاف ہے۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں بغیر ہزار ماہ عبادت کے زمرۂ عابدین میں شمار نہ ہوتا تھا۔ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بہت ہی رنجیدہ و غمگین رہتے تھے کہ افسوس عمر میری امت کے لوگوں کی بہت ہی کم ہوگی پھر وہ لوگ گروہ عباد میں محسوب نہونگے حقتعالیٰ نے بپاس خاطر و تسلی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ انزلناہ نازل فرمایا۔ یعنی اے حبیب اگر کوئی تمہاری امت کا مومن شب قدر کے اعمال بجالائے اور عبادت میں یہ شب بسر کرے تو بہتر ہے اور ثواب میں بالاتر ہے ہزار مہینوں کی عبادت بنی اسرائیل سے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ ان حضرت کے بعد منبر پر چڑھتے ہیں اور لوگوں کو راہ راست سے ہٹاکر پچھلے پاؤں لوٹا دیتے ہیں۔ حضرت اس خواب کے بعد بہت ہی رنجیدہ و غمگین تھے جبرئیل نازل ہوئے اور آپ سے سبب دریافت کیا۔ حضرت نے شب کا خواب بیان فرمایا جبرئیل آسمان پر گئے اور پھر حضرت کی تسکین خاطر کے لئے یہ آیتیں لیکر نازل ہوئے کہ جو سورہ شعرا جز ۱۹ رکوع ۵ میں موجود ہیں اَفَرَاَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰہُمۡ سِنِیۡنَ۔ ثُمَّ جَآءَہُمۡ مَّا کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ۔ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ۔ اے حبیب تم نے دیکھا کہ اگر ہم انکو کچھ برسوں تک فائدہ پہونچائیں پھر بھی وہی آئیگا کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جن چیزوں سے یہ نفع اٹھا چکے ہیں وہ انکو کچھ فائدہ نہ دینگے۔ اور سورہ انا انزلناہ بھی لیکر نازل ہوئے کہ جس میں حقتعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے ایک شب کو اس ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا جسمیں سلطنت بنی امیہ کے ہاتھ میں رہی۔

شب قدر ہونے کی پہلی دلیل

شب قدر ہونے کی دوسری دلیل

صحیفۂ سجادیہ میں امام ششم علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے کہ کچھ غنودگی طاری ہوئی۔ خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں اور لوگوں کو راہ راست سے پیچھے ہٹا رہے ہیں یہ خواب دیکھکر حضرت درست ہو بیٹھے اور بہت ہی غمگین و محزون تھے۔ ناگاہ جبرئیل امین یہ آیت کہ جو سورۂ بنی اسرائیل جز ۱۵ رکوع ۶ میں موجود ہے لیکر نازل ہوئے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ یعنی وہ جو ہم نے تم کو خواب میں دکھایا ہے اسکو ہم نے نہیں مقرر کیا ہے مگر کل آدمیوں کے لئے امتحان و آزمائش اور ہماری کتاب قرآن میں ایک درخت ملعونہ۔ یعنی (نسل بنی امیہ) حضرت نے پوچھا کہ اے جبرئیل کیا وہ لوگ ہمارے زمانہ میں ہونگے۔ کہا نہیں بلکہ آپ کی ہجرت کے دس سال اسلام کی چکی اپنے مرکز پر حق کے ساتھ پھرا کریگی پھر اسکے بعد دوسری شان سے چلے گی اسکے بعد جب آپ کی ہجرت سے ۲۵ سال گذر چکیں گے تو وہ چکی صرف پانچ سال تک پہلی شان سے حق پر پھریگی۔ بعد اسکے ضرور ہے کہ گمراہی کی چکی اپنی کھونٹی پر قائم ہو کر چلتی رہیگی۔

اسکے بعد فرعون کے لوگ مالک ہو جائینگے۔ یعنی عباسیوں کی سلطنت ہوگی۔ اور مدت سلطنت بنی امیہ ہزار مہینہ ہوگی۔ حضرت اس سے بیحد غمگین ہوئے۔ حقتعالیٰ نے سورہ انا انزلناہ نازل فرما کر آنحضرت کی تسلی و تسکین خاطر فرمائی۔ گویا فرمایا کہ اے حبیب ہمارے تم غمگین نہ ہو اگر سلطنت بنی امیہ ہزار مہینہ ہے تو تمہارے اور تمہاری امت کے واسطے شب قدر کی عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر و بالاتر ہے۔

مومنین درحقیقت عجب بافضیلت یہ شب قدر اور بیحد باشرافت و عزت یہ رات ہے طوبیٰ لکم خوشا حال آپ حضرات کا کہ حقتعالیٰ نے ایسی شب قدر کی عبادت کی توفیق عطا کی۔ اسی شب قدر کی فضیلت و منزلت ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین تک فرماتے تھے۔ اسی واسطے اس شب کے بہت کچھ اعمال ہیں۔ کتب ادعیہ میں تفصیلاً درج ہیں۔

حضرت فخر الاوائل والاواخر مولانا محمد الباقر علیہ السلام ایک روز مسجد رسول میں بیٹھے فضائل شب قدر و ثواب شب بیداری و اعمال بیان فرما رہے تھے۔ اور سلیمان بن خالد سن رہے تھے سنتے ہی آہ حسرت دل پر درد سے کھینچکر اظہار افسوس و ندامت کے ساتھ عرض کی مولا افسوس ہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ اسقدر بیداری شب قدر کا ثواب ہے حالانکہ کل ہی شب قدر تھی

لیکن میں نے غلطی سے نیند میں گذار دی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلیمان کل تم نے شب کو ایک کام ایسا کیا ہے کہ جس کا ثواب عند اللہ شب بیداری و تمام شب عبادت شب قدر سے بھی زیادہ ہے۔ عرض کی مولا کوئی ایسا کام مجھکو اپنا معلوم نہیں ہوتا۔ فرمایا شب کو بوقت افطار تم نے خرمہائے صیحانی کھائے اور چونکہ خستہ و ماندہ تھے سو رہے تھے بعد نصف شب کے تشنگی کا غلبہ ہوا اور آنکھ تمہاری کھل گئی۔ کوزۂ آب سرد تم نے پانی کا اٹھا کر پیا سیراب ہو کر تم نے عطش جناب سید الشہداء علیہ السلام کو یاد کیا اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ حَالَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ مَاءِ الْفُرَاتِ۔ اے مولا آپ پر رحمت خدا ہو اور لعنت خدا اُس پر ہو جو آپ کے اور آب فرات کے درمیان مانع و حائل ہوا۔ اور آپ کو تین شبانہ روز کا پیاسا شہید کیا۔ اے سلیمان اس بات پر حقتعالیٰ نے تیرے گناہوں کو بخشدیا اور اسقدر ثواب عطا ہوا کہ جو بہت زیادہ شب بیداری شب قدر سے ہے۔

چونکہ امام حسین علیہ السلام خوب جانتے تھے کہ کسقدر ثواب ہماری پیاس کو یاد کرنے اور ہمارے قاتلوں پر لعنت کرنے میں ہے اسی واسطے حضرت نے خود ہی خواہش کی بلکہ وصیت فرمائی۔ اور خاص طور سے یہ پیغام دیا ہے شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ اے شیعوں جب تم آب سرد خوشگوار پینا تو ہماری پیاس ضرور یاد کرلینا۔

پہلے جس نے پیاس امام کو یاد کیا وہ جناب سکینہ تھیں۔ روز عاشورا وقت غروب آفتاب جب ابن سعد نے کچھ پانی وغیرہ اہلبیت کو بھیجا۔ جناب زینبؑ نے پہلے بچوں کو تقسیم کیا۔ اور سب بچوں سے پہلے جناب سکینہؑ کو پانی دیا۔ جونہی جناب سکینہؑ کی نظر پانی پر پڑی بے اختیار رو کر عرض کی پھوپھی جان کیونکر میں پانی پیوں اور بابا میرے تشنہ لب شہید ہوئے۔

دوسرے جس نے پیاس سید الشہداء کو یاد کیا۔ کثیر نامی معلم تھا۔ بارہویں محرم کو اپنے مکتب میں بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ پیاس معلوم ہوئی۔ پانی پی کر قاتلان امام علیہ السلام پر لعنت کی۔ سنان بن انس کا لڑکا اس مکتب میں موجود تھا۔ اُس نے اعتراض کیا کہ کیوں قاتلان سید الشہداء پر لعنت کرتے ہو اور مکتب سے باہر آکر سر اپنا زخمی کر کے باپ کے پاس جا کر شکایت معلم کی۔ سنان ملعون نے فوراً ابن زیاد کو خبر دی ابن زیاد نے کثیر معلم کو گرفتار کر کے بہت ہی زد و کوب کرنیکے بعد قید کر دیا۔

تیسرے امام بیمار کربلا ہیں جب تک زندہ رہے ہمیشہ عطش وغیرہ مصائب کو یاد کر کے شب و روز رویا کیے خداوند عالم نے بھی اور مصائب سے مصیبت تشنگی کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے

حضرت آدم صفی اللہ کے واسطے بیان کی قَدْ حَالَ الْعَطَشُ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ السَّمَاءِ کَالدُّخَانِ۔
بلا تشبیہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کے مصائب بیان کرتا ہے اسی طرح گویا خلاق عالم مصیبت سید الشہداء
بیان فرماتا ہے۔ شعر

جَلَّ الْاِلٰہُ فَلَیْسَ الْحُزْنُ بَالِغَہٗ — لٰکِنَّ قَلْباً حَوَاہُ حُزْنُہٗ جَلَلُ

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال — او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

حضرات! بتوسط جبرئیل خلاق عالم کا امام حسین علیہ السلام کی پیاس کو دھوئیں سے تشبیہ دینے
میں دو احتمال ہیں:

ایک تو یہ کہ جس طرح آسمان و زمین دھواں بھر جانے سے آدمی کو کچھ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح
آنجناب کی شدت عطش و حرارت قلب سے یہ حالت تھی کہ قلب سے بخارات اٹھکر آنکھوں میں
آگئے تھے کہ جس سے آنکھوں میں اندھیرا ہوگیا تھا دنیا تیرہ و تار معلوم ہوتی تھی ہر طرف سوائے دھوئیں
کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

دوسرے یہ کہ جس طرح دھواں زیادہ ہونے سے آدمی کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ بے چین ہوکر
قریب ہلاکت پہونچتا ہے اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی غلبہ عطش و شدت تشنگی سے یہ حالت تھی
کہ دم گھٹ رہا تھا زندگی تلخ تھی قریب تھا کہ روح انور جسد اقدس سے نکل جائے۔ شعر

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نہ ماند — محروم رفت از تو لب تشنہ حسین

اشعار فارسی منقول از حدائق جلد ۲ صفحہ ۱۳۶

با اینکہ ہست آب تو جاں پرور اے فرات — نہ بہا بود ز آب تو جاں پرور اے فرات
سیراب از تو عالم و اندر کنار تو — جاں دادہ اند اکبر و ہم اصغر اے فرات
طفلاں بخیمہ تشنہ و تو سرد و خوشگوار — جاں می دہند دختر و ہم خواہر اے فرات

رباعی

ما آب شور بستہ بر او کوفیاں فرات — ایں فرق کہ از اثر مہر و کیں بود
ایں شرط دوستی است کہ او تشنہ لب شہید — ما را بکام شربت ماء معین بود

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ٥

مجلس بست و چہارم (۲۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ. قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَمُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. سورۂ طور جزو ۲۷، رکوع ۲ میں یہ آیۂ وافی ہدایہ موجود ہے۔
ماحصل آیت یہ کہ نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے۔ اس میں چار باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل بیان و تشریح ہیں اوّل علت خلقت دوم وجود جن سوم انسان چہارم عبادت۔

اوّل۔ علت خلقت۔ خلاق عالم نے خلقت جنوں اور انسانوں کی غرض و علت بیان فرمائی۔ کہ علت غائی اور سبب اصلی ان دونوں مخلوقات کی عبادت و اطاعت ہے۔ اور عبادت بھی خالق کی ہونا چاہیئے اور اطاعت اُسی پروردگار وحدہ لاشریک کی کرنا چاہیئے۔ نہ مخلوق کی۔ اور اس کی عبادت و اطاعت میں کسی کو شریک و سہیم نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ گروہ مشرکین میں محسوب ہونگے۔ اور مشرکین وہ لوگ ہیں کہ جنکی نجات کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔ نص قرآنی صاف اس مدعا کی دلیل ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ یقیناً اللہ مشرکین کو نہ بخشے گا۔ لہٰذا اطاعت و عبادت خاص و خالص اُسی کی ہونا چاہیئے۔
اور جس طرح وہ وحدہٗ لاشریک بلا شرکت غیرے خالق ہے۔ اور خلق و ایجاد اُسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ بلا اُس کے خلق فرمائے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور جسکو وہ خلق کرنا چاہے اُسے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہم لوگ بھی اس کی عبادت و اطاعت بلا شرکت غیر خالصاً مخلصاً کر کے اپنی علت غائی اور غرض اصلی اور سبب خلقی کو ادا کریں۔ جس طرح خلقت مخلوق میں کسی کا محتاج نہیں۔ اسی طرح ہماری علت غائی اور غرض خلقی سے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ اس کا فائدہ خود ہمارے ہی لیے ہے۔

خلاق عالم نے طریقہ خلقت ہماری سمجھ کے موافق مثال دیکر ارشاد فرما دیا ہے۔ سورۂ یٰسین کے آخر میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ اسکی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف کُن کہدیتا ہے وہ

فوری ہوجاتی ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی بڑھا ہے وہ لفظ کُن کہنے کا بھی محتاج نہیں۔ صرف ہماری سمجھ کے لئے مثال دی ہے۔ ورنہ درحقیقت خلقت کے واسطے صرف اس کا ارادہ و مقصد کافی ہے۔ اور مخلوق کو عدم سے عالم ایجاد و خلقت میں لانے کے لئے بس ہے۔

دوسرے۔ وجود جنات۔ گو اسلام میں وجود جنات کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے۔ سر سید احمد جہاں بہت سی باتوں کے منکر ہیں۔ اُن میں سے ایک وجود جن کے بھی مخالف ہیں۔ لیکن یہ دنیا یاد رکھے کہ یہ انکار دین اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ جنوں کا وجود پوری طرح قرآن مجید سے کالشمس فی وسط النہار ظاہر و آشکار ہے۔ نہ اس میں کسی کو جائے انکار۔ اور نہ اس میں سوائے اقرار کے چارہ کار ہے۔ یہ بھی خدا کی مخلوق مثل ملائکہ و حیوان و انسان کے ہیں۔ ہاں البتہ ان کی خلقت انسان و ملائکہ و حیوان سے جداگانہ ہے۔ ان کو خدائے برحق و قادر مطلق نے آتش تیز و تند سے خلق فرمایا ہے۔ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ۔ یعنی حقتعالیٰ نے جنات کو آتش تیز و تند شعلوں سے پیدا کیا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ بنی جان دکھائی دیتے۔

ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ مثل انسان بنی جان کے واسطے بھی مبعوث ہیں۔ اور ائمہ معصومین و بارہ ۱۲ امام صلوات اللہ اجمعین مثل انسانوں کے ان کے بھی امام و ہادی من اللہ مقرر ہیں۔ وہ بھی مکلف ہیں۔ اوامر و نواہی پر مامور ہیں ان کے لئے بھی یہی دین اور واجبات و محرمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور شریعت کے احکام کی پابندی لازمی ہے۔ لیکن چونکہ یہ غیر جنس ہیں۔ انکی طرح زندگی و طریق معاشرت انسانوں سے جدا ہے اور یہ حواس خمسہ سے درک نہیں ہوتے۔ اسواسطے انکے احکام و مسائل وغیرہ مثل انسان کے بالتفصیل کتب میں ذکر نہیں ہیں۔

تیسرے یہ کہ لفظ جن و انس پر الف لام ہے۔ یہ الف لام بظاہر استغراق کا معلوم ہوتا ہے لہذا معنی یہ ہونگے کہ کل جنات و انسان کا خالق اللہ ہے۔

انسان کو خلاق عالم نے ایک قطرہ گندیدہ سے پیدا کیا۔ اسی سے انسان کی کچھ حقیقت نہیں۔ البتہ انسان اسوقت اشرف مخلوقات و فخر خلائق ہے کہ جب اس میں بہائم و سباع کی خصلتیں نہ ہوں بلکہ زیور انسانیت سے آراستہ اور صفات حمیدہ سے پیراستہ ہو۔ اگر انسان میں صفات بہائم و سباع ہوئے تو وہ انسان انسان نہیں۔ بلکہ جو صفت و خاصیت اُس میں ہوگی اسی کے اعتبار سے اُسے موسوم و نام رکھیں گے۔ اسی انسان کو حقیقی انسان بنانے کے واسطے ہزاروں انبیاء و ائمہ پیدا ہوئے۔ صحیفے نازل ہوئے۔ کتابیں اتریں۔

معجزات وکرامات وخوارق عادات امورات ظاہر ہوئے۔ تاکہ انسان درحقیقت اشرف مخلوقات کے تاج کا دارا ہو اور لباس کرمنا سے مفتخر وممتاز ہو۔
انسان ذوجنبتین ہے، ایک جنبہ حیوانی - دوسرا جنبہ ملکوتی۔ اگر انسان جنبہ حیوانی کے تابع ہوا تو حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر۔ اور اگر جنبہ ملکوتی کے تابع و ماتحت ہوا تو مخدوم ملائکہ ہوگا۔
چوتھے عبادت، خلاق عالم نے عبادت کی غرض اصلی وعلت غائی خلقت جنات وانسان کی قرار دی ہے۔ جنات وانسان کو پیدا ہی عبادت واطاعت کے لئے کیا ہے۔ ان دونوں کا عبادت واطاعت خدا کرنا اپنی غرض خلقی وعلت غائی کو پورا کرنا ہے۔ اب قابل بیان یہ بات ہے کہ عبادت کہتے کسے ہیں۔ اور اطاعت سے مقصود کیا ہے۔
عبادت کے معنی۔ لغت میں تذلل وخضوع واظہار عجز وانکسار کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں وبلسان ائمہ معصومین میں امور شرعی واحکام سنتی وواجبی کو بجالانے اور محرمات ومکروہات کے ترک کرنے کو عبادت واطاعت کہتے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ مراد عبادت سے منعم حقیقی کے لئے ایسے افعال بجالائے کہ جو اسکے کمال وانتہائے اجلال وبزرگی کا باعث ہو۔ اسی لئے عبادت خاص خدا کے لئے ہے کیونکہ حقیقی منعم وہی ہے اور مراد عبادت سے نہایت درجہ کی اظہار تعظیم وکمال اجلال منعم حقیقی ہے۔ پس منعم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ جسکے انعام واحسان کے مقابلے میں کسی دوسرے کا انعام حقیقت نہ رکھتا ہو۔ پیدا کرنا۔ روزی دینا۔ زندگی عطا کرنا۔ عقل وادراک عنایت فرمانا وغیرہ وغیرہ نعمتیں اسی منعم حقیقی کی بلاشرکت غیرے ہیں لہذا عبادت بھی اسی کے واسطے مخصوص ہوگی۔ اسی واسطے خود اس نے اپنی بہترین کتاب قرآن کے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ تمہارے پروردگار نے قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ تم سوائے اسکے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔
علم اخلاق۔ سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول اعضاء وجوارح سے متعلق ہیں جیسے نماز طواف، حج جہاد وغیرہ۔ قسم دوم وہ کہ جو نفس وروح سے متعلق ہے۔ جیسے خدا کی وحدانیت کا اعتقاد۔ صفات ثبوتیہ کا معتقد ہونا۔ صفات سلبیہ کا یقین رکھنا۔ مصنوعات ومخلوقات عالم میں غور وفکر کرنا کہ جس سے وحدانیت الٰہی کا یقین اور معرفت اسکی زیادہ ہو۔ قسم سیم وہ عبادت کہ جو معاشرت سے متعلق ہے جسکو سیاست مدن کہتے ہیں۔ یعنی آپس کے میل جول میں کیا طریقہ ہونا چاہئے۔ جیسے مزارعات، مناکحات، ادائے امانات، بیع وشریٰ وغیرہ ہیں۔

بہر حال عبودیت کے معنی بندگی و غلامی کے ہیں. اور غلام کے لئے تین باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی مال و کسی چیز کا وہ مالک نہیں۔ اَلْعَبْدُ وَمَا فِی یَدِہٖ لِمَوْلَاہُ غلام مع مال کے سب کچھ ملکیت مولا کی ہے۔ لیکن پروردگار عالم ہم مخلوق کا ایسا مولا ہے کہ بندوں کا مال و ملکیت خود نہیں لیتا بلکہ بندوں ہی کو دیدیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بندہ حکم مالک سے مال خرچ کرتا ہے. خود اس کا اختیار خرچ کرنے میں نہیں ہے. تیسرے یہ کہ غلام بالکل حکم آقا کے تابع ہوتا ہے. جس کام کو مولا حکم دیتا ہے غلام کرتا ہے۔ اور جسکو آقا منع کرتا ہے اُسے نہیں کرتا۔ پس جب ہملوگ کہ جو عبد خدا ہیں یہ سمجھ لیں کہ جو کچھ میرے پاس سے میرا مال نہیں سب کچھ خدا ہی کا مال ہے تو بموجب حکم مالک کے خرچ کرنے میں بخل نہ کرے گا۔ زکوٰۃ بھی دیگا۔ خمس بھی ادا کرے گا۔ فی سبیل اللہ بھی خرچ کرے گا۔ جتنے کام ہوں سب میں بلا عذر بموجب حکم مالک خرچ کرے گا۔ اور جب اچھی طرح سے سمجھ لے گا۔ کہ یہ سب مال مالک کا ہے میرا اس میں کوئی حق نہیں۔ تو جب مال تلف ہوجائے گا تو اسکو کچھ افسوس و غم نہوگا۔ کیونکہ یہ مال خود اس کا نہیں ہے۔ بلکہ مولا کا ہے نہ کبھی اسکو اس مال پر تفخر و غرور ہوگا اور نہ کبھی اسکو اس دولت کی وجہ سے تکبر و گھمنڈ کا خیال آئے گا کیونکہ دوسرے کا مال صرف کرکے تکبر و غرور کرنا بہت ہی حماقت و سفاہت ہے۔

پس خداوند عالم نے غرض اصلی و علت غائی خلقت جن و انس کی عبادت اس واسطے قرار نہیں دی کہ عبادت و اطاعت کا ثمرہ و فائدہ اسکی ذات کے واسطے ہے بلکہ اگر کل مخلوق اول سے آخر تک عبادت و اطاعت اُسکی کریں تو ذرہ برابر بھی اُس کا فائدہ نہیں۔ اور اگر کل مخلوق معصیت و مخالفت اُسکی کریں تو اُسکی عظمت و جلال کو کوئی نقصان و ضرر نہ پہونچے گا۔ شعر

گر جملہ کائنات کافر گردند
بر دامن کبریائش ننشیند گرد

حقتعالیٰ غنی بالذات احتیاج و ضرورت سے شان اُسکی اجل و اعلیٰ واقع ہے۔ شعر

من نکردم خلق تا سودی کنم
بلکہ بر بندگان جودی کنم

عبادت و اطاعت الٰہی کا ثمرہ خود مخلوق کے واسطے ہے نہ کہ پروردگار کے لئے۔ اور فوائد و منافع متعدد ہیں بعض کا فائدہ دنیا و آخرت دونوں میں ہے۔ اور بعض کا فائدہ صرف آخرت میں اور بعض کا فائدہ صرف دنیا میں ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ اَکَلَ الطَّعَامَ عَلَی النَّقَاءِ وَ اَجَازَ الطَّعَامَ مُضْغًا وَ تَرَکَ الطَّعَامَ وَ هُوَ یَشْتَهِیْهِ وَ لَمْ یَحْبِسِ الْغَائِطَ اِذَا اَتٰی لَمْ یَمْرَضْ اِلَّا مَرَضَ الْمَوْتِ۔ جو سچی بھوک میں اچھی طرح چبا کر کھانا کھائے۔

اور کچھ بھوک رہنے پر کھانا ترک کرے اور وقت ضرورت قضائے حاجت کرتا ہے تو سوائے مرض موت کے کبھی بیمار نہ پڑے گا۔ دوسرے مقام پر آنجناب فرماتے ہیں لَا تَكْرَهُوا الشِّقَاقَ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْبَوَاسِيرِ۔ ایڑی کے شگافت کو برا نہ جانو کیونکہ اسکی وجہ سے مرض بواسیر سے انسان محفوظ رہتا ہے لَا تَكْرَهُوا الشَّعْرَ الْأَنْفِ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْجُذَامِ ناک کے بالوں کو فضول و بیکار نہ خیال کرو کیونکہ اس سے انسان مرض جذام و کوڑھ سے بچتا ہے لَا تَكْرَهُوا الدَّمَامِيلَ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْبَرَصِ پھوڑے و دانے کو بیکار نہ خیال کرو کیونکہ اس کی وجہ سے انسان برص سے محفوظ رہتا ہے لَا تَكْرَهُوا الزُّكَامَ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْجُنُونِ زکام کو فضول و عبث نہ جانو کہ اسکے سبب سے انسان مرض جنون سے محفوظ رہتا ہے لَا تَكْرَهُوا الرَّمَدَ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْعَمَى۔ آشوب چشم کو برا نہ جانو کہ اس سے انسان نابینا ہونے سے بچا رہتا ہے۔ لَا تَكْرَهُوا السُّعَالَ فَإِنَّهُ أَمَانٌ مِنَ الْفَالِجِ۔ کھانسی کو برا نہ جانو کہ اس سے مرض فالج نہیں ہوتا۔

غرض کے بعض مفسرین نے لیعبدون کے معنی لیعرفون کے لئے ہیں۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ حقتعالیٰ نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تاکہ اسکی معرفت حاصل کریں جیساکہ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَيْ أُعْرَفَ میں ایک گنج پوشیدہ تھا میں نے اس بات کو پسند کیا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ لوگ مجھے پہچانیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس پہچان سے مراد کنہ ذات نہیں بلکہ اسکے صفات و اوصاف کی پہچان و معرفت مقصود ہے

کاے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ورنہ ہر کہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

خدا کی کنہ ذات کو انبیاء و ائمہ بھی نہیں پہچانے۔ اور نہ اسکی پہچان کا حکم ہے نہ ہملوگ کنہ ذات کی معرفت پر مامور ہیں بلکہ صرف آثار و مخلوقات و مصنوعات و آیات سے اسکا پہچاننا کافی ہے۔ فَإِنَّ الْآثَارَ تَدُلُّ عَلَى الْمُؤَثِّرِ وَالْمَخْلُوقَاتِ عَلَى الْخَالِقِ الْمُدَبِّرِ۔ بیشک آثار کہتے ہیں کہ ان کا کوئی مؤثر اور مخلوقات دلالت کرتے ہیں کہ ان کا کوئی خالق و فاعل ضرور ہے کہ جو بہت ہی بڑا حکیم ہے۔

حضرات! معرفت کے چار درجے ہیں۔ یقین۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔

(اول یقین) مثلاً اگر کسی نے آگ کو نہ دیکھا ہو صرف لوگوں سے سنا کہ وہ نہایت سوزناک ہے۔ جو اسکے مقابل ہوتا ہے اس میں بھی حدت اثر کرتی ہے۔ مقدار میں کم ہی ہو تو بھی اس میں بہت کافی حرارت ہوتی ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح خدا کے صفات و اوصاف صرف لوگوں سے سنکر جو خدا کا یقین کرنا۔ اور صرف لوگوں سے سنے ہوئے صفات ثبوتیہ و سلبیہ الٰہی پر یقین کر لینے کو یقین کہتے ہیں۔ اور بعض لوگ اسے

محض الیقین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(دوم علم الیقین) کہ جو اس سے بڑا ہے۔ اسکی مثال بھی آگ کی ہے۔ اگر انسان نے خود آگ نہ دیکھی ہو بلکہ صرف دھواں دیکھکر وجود آتش کا یقین کرے۔ کیونکہ دھواں بغیر آگ کے پایا نہیں جاتا۔ یہ درجہ معرفت اُن لوگوں کے لئے ہے کہ جو براہین عقلیہ اور مصنوعات عالم سے صانع حقیقی اور خالق دائمی کے وجود پر استدلال کرتے ہیں۔ اس درجہ کا علم الیقین ہے۔

(سوم عین الیقین) یہ درجہان دونوں درجوں سے بڑھا ہے اسکی مثال بھی آگ سے ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے آگ کی حرارت وحدت کو خود محسوس کیا اور ہاتھ وغیرہ نزدیک لیجاکر پورا اطمینان کر لیا۔ اسکے اثر وخاصیت سے نفع بھی اُٹھایا ہو۔ یہ درجۂ معرفت اُن مخلصین مومنین کے لئے ہے جو اسکی طرف سے فیض پاتے ہیں۔ ان کے دل مطمئن ہیں۔ اس درجۂ معرفت کے متعلق حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں جبکہ راوی نے عرض کی ھَلْ رَأَیْتَ رَبَّکَ آیا آپ نے اپنے پروردگار کو بھی دیکھا ہے فرمایا لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَہٗ میں خدائے نادیدہ کی عبادت ہی نہیں کرتا ہوں۔ اور یہی مراد اس قول سے ہے رَاٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ یعنی میرے دل نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ اسے عین الیقین کہتے ہیں۔

(چہارم حق الیقین) کہ جوان سب درجات سے افضل واعلیٰ ہے۔ وہ یہ کہ انسان خود آگ میں جل کر فنا ہو جائے پھر تو ایسا یقین وجود نار کا ہوگا کہ جس سے بڑھکر متصور نہیں۔

پس جو لوگ فنا فی اللہ ہیں اور درجۂ اعلیٰ پر ایقان وعرفان کے فائز ہو چکے ہیں وہ اسی درجہ پر مائل ہوئے ہیں۔ اسی درجہ کی بابت جناب امیر علیہ السلام کا یہ کلام مشہور ہے لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا۔ اگر کل حجاب اور تمام پردے کہ جو عبد ومعبود کے درمیان حائل ہیں اُٹھالئے جائیں تو بھی میرے یقین ومعرفت کہ اب جو مجھے خدا کے متعلق حاصل ہے زیادہ اضافہ اس میں نہ ہوگا۔ اس درجہ کا نام حق الیقین ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب اس مرتبہ کو انسان پہونچتا ہے تو وہ متصف بصفات الٰہی ہو جاتا ہے جس امر کو چاہے فوراً ہو جاتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد باری ہے۔ عَبْدِیْ اَطِعْنِیْ حَتّٰی اَجْعَلَکَ مِثْلِیْ اَنَا حَیٌّ لَا اَمُوْتُ اَجْعَلُکَ حَیًّا لَا یَمُوْتُ۔ اَنَا غَنِیٌّ لَا اَفْتَقِرُ اَجْعَلُکَ غَنِیًّا لَا تَفْتَقِرُ۔ مَھْمَا اَشَاءُ یَکُوْنُ اَجْعَلُکَ مَھْمَا تَشَاءُ یَکُوْنُ۔ اے میرے بندے تو میری اطاعت وفرمانبرداری کر تاکہ میں تجھکو مثل اپنے بنادوں۔ میں ایسا زندہ ہوں جسکے لئے کبھی موت نہیں تجھے بھی زندۂ جاوید بنادوں گا۔ میں وہ غنی ہوں کہ جسکے لئے احتیاج نہیں۔ تجھے بھی ایسا غنی کردوں گا کہ کبھی محتاج نہ ہو۔

میرا حکم ہر چیز پر نافذ و جاری ہے جو چیز کو چاہوں ہو جائے گی۔ تجھے بھی ایسا ہی کر دوں گا کہ جس امر کو چاہے گا۔ ہو جائے گا۔ شعر

چوں با دگشتی ہمہ چیز از تو گشت
چوں از دگشتی ہمہ چیز از تو گشت

حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں اَلعُبُودِیَّۃُ جَوهَرَۃٌ کُنهُهَا الرُّبُوبِيَّۃُ عبودیت الٰہی ایک ایسا جوہر بے نظیر ہے کہ جس کے کنہ حقیقت ربوبیت والوہیت تک پہنچتی ہے مطلب حضرت کا یہی ہے کہ عبد جب درحقیقت اطاعت الٰہی و عبادت ایزدی خالصاً مخلصاً پروردگار کی خوشنودی و رضامندی کے لئے کرتا ہے اعمال صالح و صفات محمودہ سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اس میں صفات ربوبیت و اوصاف الوہیت پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر مواد قابلہ میں اس کا حکم نافذ اور کل مخلوقات میں حکم اس کا مؤثر ہو جاتا ہے جب وہ کسی چیز کو چاہتا ہے فوراً خدا اس کی مرضی و ارادے کو پورا کر دیتا ہے۔

انبیاء عظام و ائمہ کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات و کرامات خوارق عادات وغیرہ سب اسی قسم سے اور اسی قاعدہ کے تحت ہیں۔ مردوں کو زندہ کرنا کور مادرزاد کا چشم روشن ہونا عصا کا اژدہا بنانا۔ آفتاب کو غروب کے بعد واپس کرنا۔ مہتاب کا دو ٹکڑے ہونا اسی عبودیت حقیقی و اطاعت واقعی کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مَا قَلَعْتُ بَابَ الْخَيْبَرِ بِقُوَّةٍ جِسْمَانِيَّةٍ بَلْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِيَّةٍ میں نے دو چند خدائی طاقت سے درِ خیبر نہ جسمانی قوت سے۔ بیشک بات یہی ٹھیک ہے۔ بھلا انسانی قوت کا یہ کام ہے کہ وہ دروازہ کہ جس کو چالیس یا اسی پہلوان کھولتے و بند کرتے ہوں۔ کوئی انسان وہ بھی صرف چند انگلیوں سے اکھاڑ کر خندق کا پل بنائے رہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پوری اسلامی فوج داخل قلعہ ہو جائے اور اس زور سے اس کو پھینک دے کہ چالیس ہاتھ دور جا کر گرے اللھم صل علی محمد و آل محمد خدا کے دستِ و قدرت کا زور تھا کہ ید اللہ کے ہاتھ سے نمایاں ہوا ورنہ وہ شخص کہ جو شب و روز میں صرف چند تولہ سے بھی کم سبوس دار جو کی خشک روٹی تناول فرمائے اس میں کہاں یہ طاقت تصور ہو سکتی ہے۔ دل میں شک پیدا نہ ہو۔ شیطان دھوکہ نہ دے ان کے کاموں کو اپنے کام و حالات کے مطابق نہ سمجھے گا ورنہ گمراہ و خارجی ہو کر اہل جہنم ہو جائے گا۔ اس واسطے ان کے حالات و صفات میں انسانی عقل دنگ ہے ورنہ انسانی اعتبار

سے انسان کے لیے ایک بھی زخم دنیا میں ہلاکت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن امام حسین علیہ السلام ہیں کہ جو ایک ہزار نوسو اکیاون زخموں سے چور بلکہ بقول علامہ شیریں گفتار صاحب کتاب بحار الانوار لکھتے ہیں کہ چار ہزار زخم جسم اقدس پر تھے۔ مگر پھر بھی بحال تجمع ہوش و حواس زندہ موجود ہیں۔ علاوہ بریں اکثر زخم کاری قلب مبارک پر کہ جس میں سے ہر ایک دنیا سے انتقال کر جانے کے لیے کافی تھا موجود ہے۔ یہ امام ہی کا کام تھا جو ایسے وقت میں باحواس موجود ہیں۔ کیا تین دن کی بھوک باعثِ شہادت نہ تھی۔ کیا تین دن کی پیاس باعثِ شہادت نہیں ہو سکتی۔ یا اسیری اہل بیت کا خیال امام ایسے غیور کے لئے باعث اشتعال نہیں ہے۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس بست و پنجم ۲۵

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَ مِنْ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ سورہ مومنون جز ۱۸ رکوع اول میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کا ماحصل یہ ہے البتہ وہ ایمان والے رستگار ہوئے۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ خاشعون کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اپنے داہنے بائیں کی خبر نہ ہو۔ بعض کا قول ہے کہ مصلے حالت نماز میں اپنی آنکھیں بند کرے تا کہ کسی چیز کا خیال جو کہ مانع حضور قلب ہے دل میں نہ آئے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ حالت قیام میں سجدہ گاہ پر اور حالت رکوع میں مابین دونوں قدموں اور سجدہ میں ناک کی نوک اور تشہد السلام کے وقت اپنی گود یا سجدہ گاہ پر اور حالت قنوت میں دونوں ہاتھوں پر نظر رکھے اس طرح سے اپنے کو مجرم بدرگاہ الٰہی خیال کرے پیغمبر خاتم و رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر نمازی حالت نماز میں نظر کسی اور طرف کرتا ہے تو خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اے مرے بندے میں تجھ کو دیکھتا ہوں اور تیری جانب متوجہ ہوں مگر تیری توجہ دوسری جانب ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ۔ یعنی کلید جنت نماز ہے۔ اگر انسان تارک الصلوٰۃ ہو تو اہل جنت نہیں ہو سکتا۔ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ۔ اور کنجی نماز کی طہارت و پاکیزگی ہے۔

مجلس بست و پنجم مقام خشوع و خضوع کا مطلب

نماز پانچ اقسام طہارت

حضرات طہارت کی پانچ قسمیں ہیں اول طہارت بدن۔ دوم طہارت لباس سوم طہارت مکان چہارم طہارت باطن۔ پنجم طہارت قلب (پہلی) طہارت بدن یعنے نجاسات شرعیہ سے نمازی کا کل جسم پاک وصاف ہونا چاہیے۔ اور وضو و غسل و تیمم جو بھی اس کی تکلیف شرعی ہے اس کا قبل نماز کے دارا ہو ورنہ نماز درست وصحیح نہ ہوگی (دوسری) قسم طہارت لباس اور تیسری طہارت مکان۔ ان دونوں کو نجاسات شرعیہ سے پاک وطاہر کئے ہو۔ اگر ایک ان تینوں سے نجس ہوگی اور نجاست شرعی اسے دور نہ کی ہوگی تو نماز درست وصحیح نہیں گویا نماز بلا کلید کے ہے (چوتھی) طہارت یہ ہے کہ انسان صفات ذمیمہ اوصاف مذمومہ کو اپنے باطن سے دور کرے جو جو صفات و بدعادات مثل حرص وطمع وطول الامل وبغض وعداوت وکینہ وعجب و غرور پسندی وغیرہ اسے اپنے باطن کی طہارت کئے ہو۔ (پانچویں) قسم کی طہارت یہ ہے کہ انسان اپنے قلب کو ماسوی اللہ سے پاک وصاف وطاہر کئے ہو یہ درجہ طہارت عام لوگوں کا نہیں۔ یہ درجہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ہے جن کا فرزند کوئیں میں گرا۔ حضرت نماز کی حالت میں تھے۔ حضرت کو ہر چند پکارا گیا لیکن حضرت نے مطلق توجہ نہ فرمائی اور کسی طرح حضور قلب میں فرق نہ آیا۔ شیطان مردود اژدھے کی صورت میں نماز پڑھتے میں مصلی امام کی چاروں بازووں گردش کررہا ہے تاکہ مانع حضور قلب ہو پھر بھی حضور امام میں فرق نہیں آتا۔ شیطان حالت سجود میں انگوٹھا حضرت کا چباتا ہے لیکن حضرت کے حضور قلب وخضوع وخشوع میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ہاتف غیبی کی آواز آتی ہے۔ اَنْتَ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ آپ بھی عابدین کی زینت وَاَنْتَ سَیِّدُ السَّاجِدِیْنَ۔ اور آپ ہی ساجدین کے سردار ہیں اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

کیوں نہ ہوتی یہ حالت اس واسطے کہ آپ اس متواضع وخاشع کے پوتے ہیں کہ جس کے خضوع وخشوع کا سکہ ثقلین مانتے ہیں۔ یہ اسی کے جادہ نشین اور پوتے ہیں کہ جن کے پائے منیر میں کسی دشمن کا تیر ایسا پیوست ہوگیا کہ جس کے نکالنے کی تاب وتحمل برداشت سے زیادہ تھی۔ امام حسن علیہ السّلام نے نماز کے موقع کا انتظار کیا جب جناب امیر علیہ السلام نماز میں مشغول ہوئے تو خود امام نے وہ تیر بسہولت پائے منیر سے کھینچ لیا۔ اور حضرت اسی طرح نماز میں بکمال خضوع وخشوع مشغول رہے۔ بعد نماز جب حضرت سے بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو مطلق خبر نہ ہوئی یہ کامل خاشع وانتہا درجہ کے متواضع تھے۔ شعر

امام ومقتدائے ماچنیں ست چنیں شخصے امیر المومنیں ست

غرض کہ جب پانچوں قسموں کی طہارت انسان میں جمع ہو جاویں تب وہ طہارت کلید نماز ہوتی ہے اور اس کی اس کلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تائید ہوتی ہے مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ ومفتاح الصلوٰۃ الطہور۔ کلید بہشت نماز اور کلید نماز طہارت وپاکیزگی ہے۔

حضرات نمازوں کی دو قسمیں ہیں ایک لیلیہ اور ایک نہاریہ۔ نماز نہاریہ نماز ظہر وعصر ہے کہ جسے ہر ایک کی چار چار رکعتیں ہیں۔ دونوں مل کر آٹھ رکعتیں ہوئیں۔ یہ آٹھ رکعتیں دن کی اشارہ ہیں آٹھوں بہشت کی طرف۔ اور نماز لیلیہ نماز مغرب وعشا کی سات رکعتیں ہیں۔ یہ ساتوں رکعت اشارہ ساتوں طبقات جہنم کی طرف ہیں۔ بس مطلب یہ ہوا کہ آٹھ رکعتیں نہاریہ ظہر وعصر ادا کرنے سے آٹھوں جنت کا مستحق ہوتا ہے خلد۔ دار السلام۔ فردوس نعیم۔ عدن۔ عالیہ۔ ماوی۔ مقام۔ کا اہل ولائق ہوتا ہے اور نماز مغرب کی تین اور عشا کی چار رکعتیں لیلیہ کے ادا کرنے ساتوں طبقات جہنم۔ لظی۔ حطمہ سقر۔ سعیر جحیم۔ ہاویہ سے نجات پاتا ہے۔ نماز نہاریہ چوں کہ دن کی روشنی اور نماز لیلیہ تاریکی شب میں ادا ہوتی ہے۔ تو یہ دونوں نور وظلمت جہنم وجنت کے نور وظلمت کی طرف اشارہ ہیں۔ اور دو رکعت نماز صبح کہ جس ایک رکعت اشارہ ہے جہنم کے ساتوں دروازے بند ہونے کی طرف اور دوسری رکعت اشارہ ہے ابواب جنت کے لیے ہونے کی طرف۔ تو چوں کہ نماز ایسی مہتم بالشان چیز ہے لہذا اس کے ترک کے لیے سزا معین ہوئی۔ مَن تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَد کَفَرَ۔ جس نے نماز کو عمداً ترک کیا وہ یقینی کافر ہے پہلے زمانے میں لوگ بہت شائق نماز اور بجید نماز پڑھتے تھے اور پھر خرید وفروخت کے معاملات میں مشغول ہوتے تھے۔ اور آج کل کے تاجروں کا سب کی نماز پڑھنا تو درکنار نماز قضا ہو جانے کی بھی پروا نہیں کرتے بلکہ فی زمانہ ترک نماز کو بزرگی تجارت اور تاجر کبیر ہونے کی علامت جانتے ہیں آہ آہ۔ مصرع۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

کتاب تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب سید البشر سپہ سالار ہفت کشور حضرت پیغمبر خدا سلام اللہ الملک الاکبر اے یوم المحشر نے مَن ضَحِکَ فِی وَجہِ تَارِکِ الصَّلٰوۃِ فَکَاَنَّمَا ھَدَمَ الکَعبَۃَ سَبعَ اَلفَ مَرَّاتٍ۔ جو تارک الصلوٰۃ کے سامنے ہنسے اس نے گویا ساٹھ ہزار مرتبہ خانہ کعبہ کو ڈھا دیا اور دوسرے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَن اَعَانَ بِلُقمَۃٍ اَو کِسوَۃٍ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ سَبعِینَ نَبِیًّا وَّ لَھُم آدَمُ وَ اٰخِرُھُم اَنَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شخص تارک الصلاۃ کی اعانت

ومدد کرے خواہ ایک بھی لقمہ سے ہو یا کپڑے کی ہو تو اس نے گویا ستر پیغمبروں کو قتل کیا جن کے اول ہیں حضرت آدم۔ آدم ابو البشر اور آخر میں پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تیسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ستر قرآنوں کا جلانے والا اور ستر محارم سے زنا کرنے والا اور ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو ڈھانے والا درگاہ احدیت میں رحمتِ خدا سے نزدیک ہے بالنسبۃ تارک الصلوٰۃ کے نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ

تیسری حدیث

اشعار

راہش مدہ آں کہ بے نماز ست — واز خود دہنش چو فاقہ باز ست
گو فرض خدا نمی گذارد — از فرض تو نیز غم ندارد

یہ بھی وہ نماز ہے کہ جب وقت قریب ہوتا تھا تو چہرۂ اقدس جناب امیر علیہ السلام کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اور قلب کو لرزہ واعضاء وجوارح تھرتھرانے لگتے تھے جیسا کہ وارد ہے کہ جناب امیرؑ ایک عورت سے خواستگاری کی۔ اس نے جواب دیا جب تک میں خود ان کو دیکھ نہ لوں گی قبول نہیں کرتی۔ تا ایں کہ حالت نماز میں اس نے آکر حضرت کو دیکھا۔ تو رنگ چہرۂ اقدس کا زرد تھا۔ اور اعضا جوارح کو لرزہ تھا۔ اس نے فوری انکار کر دیا۔ اور اتفاقاً جب کہ حضرت جہادِ کفار سے مظفر و منصور واپس ہو رہے تھے تو بھی اس عورت نے حضرت کو دیکھا۔ تو جمال عدیم المثال پر ایسی فریفتہ و شیدا ہوئی کہ خود حضرت کو پیغام نکاح دیا اور خود خواستگاری اپنی ظاہر کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اَلْفَتٰی فَاتَکِ بِاِفَاتِکِ ۔ اے قاتلہ وہ جوان تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔ قاتلہ اس کا نام تھا۔

نماز حضرت امیرؑ کا اثر اور انکار اور اقرار ایک عورت

نماز درحقیقت بہت بڑی امانتِ خدا ہے۔ جیسا کہ سورۂ سبا جزو ۲۲ رکوع ششم پر خود حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہم نے یقیناً اپنی امانت آسمان و زمین و پہاڑوں کے سامنے پیش کیا سب نے اس سے انکار کیا۔ لیکن انسان نے اسے بے تامل اٹھا لیا بیشک انسان اپنے حق میں بڑا نادان ہے۔

نماز امانت خدا ہے

مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد امانت سے اس آیت میں نماز ہے۔ جس وقت نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو رنگِ مبارک حضرت امیر علیہ السلام کا متغیر ہو جاتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ وقت ادائے امانت کہ جس کے ادائی سے زمین و آسمان و پہاڑ وغیرہ عاجز ہوئے لیکن انسان متحمل ہوا قریب آ گیا۔ درگاہ مالک الملوک میں ادائے امانت کا وقت ہے۔

قبلہ عارفین صدر الموحدین امام المتقین امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں اَمَّا بَعْدُ ہٰذِہٖ خُلُوْنَ اَسْنَانٍ

بغیر حساب تارک الصلاۃ ولو رکعۃ و مانع الزکوٰۃ ولو حبۃ و شارب الخمر ولو بقطرۃ و عاق الو
الدین ولو بلحظۃ۔ چار قسم کے لوگ بلا حساب و کتاب کے داخل جہنم ہوں گے۔ اول تارک الصلاۃ اگرچہ
ایک رکعت کا ہو۔ دوسرے مانع الزکوٰۃ اگرچہ ایک دانہ کا ہو۔ تیسرے شارب الخمر اگرچہ ایک گھونٹ کا
چوتھے عاق والدین اگر ایک لمحہ کا ہی ہو۔

بیان چار قسم کے لوگوں کا جو بلا حساب داخل جہنم ہوں گے

حضرات حقیقت نماز محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین اور ان کی نو اولاد کہ جو ائمہ ہیں۔ نماز ظہر بمنزلہ جناب
رسالت مآب و نماز عصر بمنزلہ حضرت امیر نماز مغرب بمنزلہ حضرت صدیقہ طاہرہ و نماز عشا بمنزلہ امام حسن
مجتبےٰ و نماز صبح بمنزلہ امام جد سید الشہدا کے ہے۔ پس تارک الصلاۃ کے یہ پانچوں بزرگوار دشمن و
خصیم ہیں۔ ویل لمن شفعائہ خصمائہ۔ افسوس اس شخص کے حال پر کہ جس کے دوست و شفیع
خود دشمن و عدو بن جائیں۔ یہ ذوات مقدسہ وہ ذاتیں ہیں کہ جن سے ہم لوگوں کے دینی و دنیوی اغراض
و مقاصد وابستہ ہیں۔ ہر امر میں انھیں بزرگواروں کا سہارا اور ان ہی بزرگوں کی اعانت و مدد و شفاعت
کی ضرورت ہے اگر ہم نعوذ باللہ تارک الصلاۃ ہیں یہ سب بزرگوار ہمارے دشمن و مخالف ہوں گے
خدا کرے کہ اس صفت تارک الصلاۃ سے کوئی شیعہ مومن متصف نہ ہو۔ کیوں کہ ہماری ہر معصیت
خصوصاً ترک نماز سے ان بزرگواروں کو اذیت و تکلیف ہوتی ہے اور ان کو اذیت و تکلیف دینے
والا کافر و جہنمی ہے

نتیجہ یہ نکلا کہ تارک نماز کافر و جہنمی و موذی اہل بیت ہے۔ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ
لعنھم اللہ و رسولہ فی الدنیا والاخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا سورۂ احزاب جزء ۲۲ رکوع ۴ پر
بالتصریح موجود ہے۔ جو لوگ خدا اور رسول و انبیا و ائمہ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں
یقیناً خدا کی لعنت اور ان کے لیے رسوائی کا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تارک الصلوۃ کو خود
نماز بددعا کرتی ہے ضیعتنی ضیعک اللہ۔ اے تارک الصلاۃ تو نے مجھے ضائع و برباد کیا خدا تجھے
ضائع و برباد کرے اور نماز گزار کو خود نماز دعائے خیر کرتی ہے حفظتنی حفظک اللہ۔ اے نماز
پڑھنے والو تم نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے۔

شہید ثانی کتاب شرح لمعہ میں تاخیر صلاۃ کو گناہ کبیرہ میں شمار کرتے ہیں چہ جائے کہ ترک صلاۃ
خدا ہم سب کو ادائے نماز کی اول وقت میں توفیق عطا فرمائے نماز ہر مقام پر موافق علم فقہ کے درست
ہے لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ انسان سے جہاں تک ہو سکے مسجد میں نماز ادا کرے
شخص مجوسی کسی ضرورت سے ایک مسجد سے گزرا تو دیوار مسجد پر کسی کا تھوک دکھائی دیا

اُس نے اپنے کپڑے سے اُسے پونچھ کر واپس ہوا راہ میں ایک ہوائے تیز وتند ایسی چلی کہ جسے اس کی کلاہ مجوسی اڑ گئی۔ اس نے اپنی ٹوپی لینے کی بہت کوشش کی لیکن ہاتھ نہ آئی حیرت میں پڑ گیا۔ ہاتفِ غیبی کی آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہمارے گھر کی دیوار پر آب دہن دیکھنا گوارا نہ کیا حالاں کہ نجس نہ تھا۔ تو ہم کیسے علامت کفر کو تیرے سر پر پسند کریں۔ فوراً مجوسی متنبہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔

مسلمانوں خیال کرو کہ احترام مسجد کے خداوند عالم نے کلمات کفر سے اس مجوسی کو نکال کر دائرہ نور ایمان میں داخل فرمایا۔ پس ہم لوگ تو بحمداللہ مسلمان ومؤمن ہیں۔ مجوسی سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ وہ تو مسجد کا اس قدر احترام کرے۔ اور ہم لوگ مسجد میں عوض نماز ودعا وگریہ وبکا وراز ونیاز ومناجات کے دنیاوی باتیں کریں۔ حالاں کہ شرع مقدس نے مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنے کو کس قدر تاکید سے منع فرماتے ہیں۔ پیغمبر خدا ارشاد فرماتے ہیں۔

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَخْرُجُ مِنْ جَهَنَّمَ جِنْسٌ مِنْ عَقْرَبٍ رَأْسُهُ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَذَنَبُهُ إِلَى تَحْتِ الْأَرْضِ السَّابِعَةِ وَفَمُهُ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَقَالَ مَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُولَهُ ثُمَّ يَهْبِطُ جَبْرَئِيلُ وَيَقُولُ مَنْ تُرِيدُ يَا عَقْرَبُ فَقَالَ أُرِيدُ خَمْسَةَ أَنْفَارٍ تَارِكُ الصَّلَاةِ وَمَانِعُ الزَّكٰوةِ وَآكِلُ الرِّبَا وَشَارِبُ الْخَمْرِ وَقَوْمٌ يُحَدِّثُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ حَدِيْثَ الدُّنْيَا۔ روز قیامت صحرائے محشر میں ایک ایسا بچھو آئے گا کہ جس کا سر آسمانِ ہفتم سے اونچا اور دُم زمین ہفتم سے نیچی اور منہ اس کا بمسافت مشرق سے مغرب تک کا ہوگا اور کہے گا کہ کہاں ہیں خدا اور رسول سے جنگ کرنے والے۔ اس وقت اس سے جبرئیل آکر پوچھیں گے کہ اے عقرب کس کو چاہتا ہے جواب دے گا کہ میں پانچ قسموں کے لوگوں کا طالب ہوں۔ اول تارک الصلاۃ۔ دوسرے مانع الزکوٰۃ۔ تیسرے ربا وسود خور۔ چوتھے شارب الخمر وشراب خوار۔ پانچویں وہ لوگ جو مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی باتیں کرتے ہیں۔ اس طرح سے صحرائے محشر میں ان پانچوں قسم کے لوگوں کو چن لے گا جس طرح کبوتر دانے کو چن لیتا ہے۔ رباعی

اندریں خانہ گر مسلمانی	چوں درآئی بجز نماز مکن
لات گاہ تو نیست خانہ حق	قصہ برخویشتن دراز مکن

حضرات مسجد کا بڑا مرتبہ ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی بہت ہی تاکید ہے خصوصاً ہمسایہ وپڑوس میں مسجد کے رہنے والوں کے لیے بہت ضروری ہے معصوم فرماتے ہیں۔ لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ۔ مسجد کے پڑوسیوں وہمسایہ کے لوگوں کی نماز سوائے مسجد کے درست نہیں۔ اگر مسجد جامع ہو تو اس میں تاکید نماز کی بہت ہے اور مسجد جامع میں اگر نماز جماعت ہوتی ہے تو اور زیادہ تاکید

مسجد میں گفتگوئے دنیاوی کی مذمت

ہمسایۂ مسجد کے نماز کو مسجد میں پڑھنے کی بہت تاکید

ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب اور بیحد اجر ہے۔ حضرت سید مختار جد ائمہ اطہار الاسلام اللہ الملک الجبار را ہے یوم القرار فرماتے ہیں کہ نماز فرادی سے خداوند عالم چنداں خوش نہیں ہوتا

ترغیب نماز جماعت

سورہ بقر جزاول رکوع پنجم میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ اس میں حق تعالیٰ نماز با جماعت کی ترغیب و تاکید فرماتا ہے نماز ادا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ رکوع کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو یعنی نماز جماعت سے پڑھا کرو۔ غرض کہ حق تعالیٰ کی مراد وَارْکَعُوا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ سے نماز جماعت ہے کیوں کہ فرادی نماز کے بالنسبۃ نماز جماعت کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ غیبت مسلمان ناجائز و حرام ہے۔ مگر اس کی کہ جو نماز کو اپنے گھر میں پڑھے اور نماز جماعت سے گریزاں و دست بردار ہو۔ بلکہ اس کی غیبت کرنا واجب ہے یعنی ایسے شخص کی غیبت کرنے پر ثواب ملتا ہے اور اگر ایسے شخص کی غیبت نہ کرے تو گنہگار و مستحق عذاب ہوتا ہے۔

تارک جماعت کی غیبت واجب

اللہ اکبر یہ بہت بڑی بات ہے اور بہت ہی زبردست حکم ہے۔ کیوں کہ مسجد کا تارک اور نماز جماعت حاضر نہ ہونے والا نہ صرف اس کی غیبت ہی کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔

نماز جماعت کی تاکید و ترغیب

نماز جماعت کی فضیلت میں اسے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ کتاب مدارک میں نماز جماعت کی تاکید میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ میں نماز جماعت میں ذرا دیر سے پہنچا اور تکبیرۃ الاحرام میں شریک نہ ہو سکا۔ اب فرمائیے کہ راہ خدا میں کتنا تصدق دوں تاکہ ثواب تکبیرۃ الاحرام فوت شدہ حاصل ہو۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جبل ابوقبیس کی طرف دیکھ اگر اتنا سونا ہو جائے اور تو راہ خدا میں تصدق کرے تو بھی ثواب تکبیرۃ الاحرام کا نہیں حاصل ہوگا۔ معصوم فرماتے ہیں کہ نماز جماعت پڑھنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے

مذمت تارکین نماز جماعت

حدیث نبوی میں ہے کہ نماز جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو جلادو اس کلام حضرت حضرت کو سُن کر ایک مرد نابینا نے عرض کی کہ میں نابینا ہوں اور آواز اذان بھی سنتا ہوں لیکن کوئی ایسا شخص میرے پاس نہیں کہ جو مجھے مسجد پہونچا دیا کرے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک رسی اپنے گھر سے مسجد تک باندھ اور اس کے ذریعہ سے مسجد میں حاضر ہوا کر اور نماز جماعت سے فیض یاب ہو۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز جماعت سے ادا کرے تو خداوند عالم ثواب شب قدر کا عطا کرتا ہے اور جو شخص نماز مغرب و عشاء صبح کو مسجد میں جماعت سے ادا کرے مثل اس کے کہ تمام شب بیدار ہو کر عبادت کی ہو

حدیث میں وارد ہے کہ نماز جماعت کا ترک کرنے والا بدبخت ہے اور کیوں نہ بدبخت ہو اس واسطے کہ تنہا نماز ادا کرنے میں نہ رکوع درست ہوتا۔ اور نہ سجود ٹھیک ہوتا۔ نہ قیام قبل از رکوع اور نہ قیام بعد رکوع نہ طمانیت نہ تنکیات نہ سہویات وغیرہ پر عمل ہوتا ہے۔ نہ قرأت کی درستی اور نہ الفاظ و کلمات کی صحت اور نہ واجبات و ارکان کی ادائیگی ہوتی ہے حق تعالےٰ سورۂ ماعون جز ۳۰ رکوع ۳۳۔ پر ارشاد فرماتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔ عذاب ویل ان نمازیوں کے لئے ہے کہ نماز سے غافل اور اس کو درست ادا نہیں کرتے ہیں ویل ایک ایسا کنواں جہنم میں ہے کہ جسے اہلِ جہنم درگاہ الٰہی میں پناہ مانگتے ہیں۔ خدا ہم سب کو چاہ ویل کے عذاب سے بچائے۔ اس چاہ ویل کی گہرائی کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل نے ایک پتھر اس میں ڈال دیا۔ بروایت سات سو سال کے بعد اس پتھر کے چاہ ویل کے تہہ میں پہنچنے کی آواز سنائی دی سورۂ مریم جز ۱۶ رکوع ۷ پر ارشاد باری ہے۔ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ پر لوگوں کے بعد کچھ ایسے نالائق و ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نمازیں ضایع و برباد کیں۔ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی۔ اور اگر پڑھی بھی تو وقت ٹال کر تنگ وقت میں نہ جس کے ارکان پر دھیان اور نہ واجبات کی طرف خیال اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی پر ایسے لوگ بہت قریب ہیں کہ پہونچے عذاب غی کو۔ اور غی ایک صحرائے جہنم کا نام ہے۔ آگ اس کی بہت ہی تیز اور عذاب اس کا بہت سخت ہے۔ یہ خواہشات نفسانی پر عمل کرنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں کی جگہ ہے۔ اس صحرا کے عذاب سے اہل جہنم تھراتے اور پناہ مانگتے ہیں خداوند عالم ہم سب کو اس کے عذاب سے بچائے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ رَحْمَتِكَ۔ اے پروردگار تو ہم سب کو اپنی رحمت کے ذریعہ اس عذاب سخت و شدید سے محفوظ رکھ۔

اَلصَّلَاةُ عَمُودُ الدِّينِ مَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ هَدَمَهَا هَدَمَ الدِّينَ نماز ستونِ دین ہے جس نے اُسے قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو منہدم کیا اس نے خانہ دین و رکنِ ایمان کو منہدم کر دیا۔

عرض۔ عزتِ دنیا چاہتے ہو تو نماز پڑھیے۔ عزت آخرت چاہتے ہو تو پابند نماز ہو جیے حاجت مند ہوں تو نماز کے وسیلہ سے طلب کیجئے۔ مریض ہوں تو نماز سے استشفاء کیجئے

نماز جماعت کے فوائد و منافع

بیان عذاب چاہ ویل

عذاب در وادی غی

تنبیہ و عظ و نصیحت

زخمی ہوں تو نماز کا مرہم لگائیے۔ قیدی ہوں تو نماز کے ذریعہ نجات حاصل کیجئے۔ دین و دنیا کے کل مشکلات نماز کے ذریعے حل ہوتے ہیں۔ جیساکہ زمان خلافت ظاہری امیر المومنین میں اہلِ کوفہ بلائے قحط سالی میں مبتلا ہوے تو خدمت جناب امیر علیہ السلام میں حاضر ہوکر عرض کی۔ مولا قحط سالی کی وجہ سے ہم لوگ سخت مضطر و پریشان ہیں۔ جانور ہمارے ہلاک ہورہے ہیں۔ اگر کچھ مدت اور پانی برسنے میں تاخیر ہوئی تو ہم لوگ بھی ہلاک ہوجائینگے حضرت نے اپنے فرزند امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا۔ یَا بُنَیَّ یَا حُسَیْنُ اِسْتَسْقِ لِاَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔ اے میرے نور دیدہ حسین جاؤ اہل کوفہ کے واسطے طلب باران کرو۔ امام حسین علیہ السلام بمعہ اہل کوفہ بیرون شہر تشریف لائے۔ جو مقام فی الحال نجف سے بجانب کربلا واقع۔ اور مصلّی کے نام سے مشہور ہے اُس مقام نماز پر ستقاء ادا کر کے دعاے باران رحمت کی فرمائی ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل آنا شروع ہوے جب لوگ اپنے اپنے مقاموں پر پہنچ گئے تب بارانِ رحمت اس کثرت سے آیا کہ تمام زراعت و جھیلیں و تالاب حسب دل خواہ مملو و پُر ہو گئے۔ پھر اہل کوفہ سجدہ اداے شکر و احسان گزاری کی بنا پر خدمت حضرت امیر علیہ السلام میں حاضر ہوے اور اس احسان کا عوض کرنا چاہا۔ لیکن شیعوں۔ اس احسان کا عوض یہ ہوا کہ انھیں امام کو بمعہ اہلبیت مہمان بلایا۔ دریا کے کنارے سے خیمے ہٹائے کھانا پانی تک بند کردیا۔ شعر

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں	خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا
بودند دیو و دد ہمہ سیراب می کمید	خاتم ز قحط آب سلیمانِ کربلا
زاں تشنگان ہنوز بعیوق می رسید	فریاد العطش ز بیابانِ کربلا

آہ آہ تحفہ شدت عطش کے کئی بچے اہلبیت کے انتقال کر گئے۔ اور شہر کوفہ میں یہ عوض اہلبیت کے اطفال کے ساتھ گیا۔ کہ روٹی کے خشک ٹکڑے اخروٹ کے دانے۔ خرمے بطور تصدق اطفال امام کو دیتے تھے۔ جناب اُمّ کلثوم نے جب دیکھا یہ بچے بسبب اضطرار و اضطراب کے شاید یہ چیزیں منھ میں رکھ لیں تو اہل کوفہ کو مخاطب کے ارشاد فرمایا۔ سَوَّدَ اللّٰہُ وُجُوْھَکُمْ یَا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ تُحْمِی عِتْرَاتُ نَبِیِّکُمْ وَاِنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیْنَا حَرَامٌ۔ اے اہل کوفہ تمھاری عورتوں کو خدا سیاہ کرے۔ ہم لوگ تمہارے رسول کی عترت اور علی و بتول کی ذرّیت ہیں۔ صدقہ ہم لوگوں پر حرام ہے۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ

مجلس بست و ششم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ سورہ بقر جز اول رکوع ہشتم پر ارشاد باری ہے پس اگر تم لوگوں پر فضل خدائے رحمت الٰہی نہ ہو تو تم لوگ سخت نقصان میں ہوگے

یہ مسئلہ اسلام میں بہت ہی معرکۃ الآراء ہے۔ کہ آیا حق تعالیٰ جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ عوض حسنات و اعمال حسنہ کے ہے یا اپنے فضل و کرم سے مرحمت فرماتا ہے۔ علمائے اسلام نے بہت ہی بحث کی ہے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف بڑی بڑی زبردست دلیلیں قائم کی ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ خدا کی فضل و رحمت سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بہ نظر تحقیق و تدقیق دیکھتے گئے تو حق دوسرے فریق کی طرف معلوم ہوگا۔ علم کلام میں اس کے اثبات اور فریق اول کے تردید کی دلیلیں موجود ہیں حقیقت امر یہ بھی ہے کہ خلاقِ عالم اپنے بندہ کو فضل و کرم سے ثواب عطا فرماتا ہے نہ کہ اعمال خیر کے بدلے یا حسنات کے عوض دیتا ہے۔

یہ مطلب عرفانی ہے تامل و تفکر غور و خوض سے کام لینا ضروری ہے قرآنی ہدایت اور ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی رہنمائی کے ساتھ خدائی توفیق ضروری ہے اگر تجمع حواس و اطمینان دل سے متوجہ ہو کر سُنے گا تو مزدِ معرفت الٰہی میں ترقی و نورِ ایمان میں زیادتی آنکھوں میں نور دل کو سرور حاصل ہوگا۔ امام زمان سے مدد چاہتا ہوں کہ اس مطلب مشکل کو عام فہم الفاظ میں ادا کروں۔

صلوٰۃ و درود کا ہدیہ خدمت ائمہ میں پیش کیجئے مطلب کا آغاز ہو بطورِ مثال ملاحظہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی کی کل ضروریات کا متکفل اور جمیع مایحتاج اور جملہ لوازمات اور تمام مئونات جزئی و کلّی فراہم کرتا ہو اور وہ کوئی خواہش و آرزو اسے پیش کرے اور وہ شخص اس کی خواہش کے مطابق اور اس کے حکم و فرمائش کے موافق حل کرنے کے بعد اپنے محسن و ولی نعمت سے کوئی عوض و اجرت طلب کرے تو دنیا کا کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس کو ملامت و سرزنش نہ کرے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے خانہ زاد کی پرورش شکم مادر میں ہونے کے زمانہ سے پوری طرح کرتا ہو۔ اس کے والدین کے کل ضروریات جزو کل بغیر محنت و تکلیف و بلا احسان و عوض کے کرتا ہو، تا کہ یہ کہ غلام زادہ متولد ہوا اور ابتدائے ولادت سے ہر چیز کا متکفل ہو سردی گرمی برسات موسموں کی ضروریات و لوازمات فراہم کرتا ہو اور

مجلس بست و ششم متعلق ثواب بر عمل تفضیل کرا با ... بمقابل اعمال حسنہ بالفضل و رحمت حق تعالیٰ

بیان بطور مثال

ہر موسم کی مضر چیزوں سے اس کی حفاظت کرتا ہو صحت کی بقا کے کل اسباب مہیا کرے۔ بیماری پوری تدابیر صحت عمل میں لائے۔ تا ایں کہ تعلیم و تربیت کے لائق ہو۔ تعلیم کے سامان و تربیت موافق اس کے فراہم کرے۔ ایام جوانی اور زمانِ شباب میں مکان خوب و خوبصورت لباس موافق صحت کے غذا جسم و اعضا کے مطابق آب و ہوا۔ ماکولات و مشروبات و ملبوسات مرکوبات مشمومات مطعومات منکوحات وغیرہ وغیرہ پوری طرح فراہم کرنے کے بعد اوس غلام سے کوئی خدمت رجوع کرے اسے کوئی حکم دے یہ غلام اپنے ایسے محسن حقیقی و مالک واقعی کے امر کو انجام دے کر مستحق اجرت و محنتانہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر اس کا مالک و مولا اس حکم و اس خدمت کے بدلے میں کچھ نہ دے تو کام کہا جائے گا۔ یا بلکہ مالک پر تمام اپنے احسانوں سے صرف نظر کر کے اس خدمت کے انجام دینے کی اجرت ادا کرنا لازم و ضروری ہوگی۔ کہ اگر نہ دیوے تو لوگ اس کی مذمت کریں۔ یا یہ کہ اگر وہ مالک اس کو دے گا تو یہ اس کا عطیہ تفضل و کرم کی بنا پر ہوگا۔ یقیناً اس قسم کے مالک اگر کچھ ہی خدمت اپنے غلام سے رجوع کرے تو غلام پر اس کا انجام دینا فرض و لازم ہوگا اور ایک حبہ تک بھی اجرت و عوض کا مستحق نہ ہوگا۔ کیوں کہ اول سے آخر تک کل و جز ابتدا سے انتہا تک منعمات مالک سے متنعم اور اس کے بحر احسان میں غرق اور دریائے کرم میں ڈوبا ہے۔ یہ تو مالک و مملوک مجازی کی مثال تھی

حقیقی مالک و مملوک

و خالق و مخلوق عبد و معبود اصلی کو تصور فرمائیے۔ اس حقیقی مالک کی نعمات غیر متناہیہ اس قدر ہیں کہ جس کا حساب و شمار ناممکن بلکہ محال ہے۔ اس کی کیسی کیسی نعمتیں جس کی کل دنیا و مافیہا قیمت ادا نہیں کر سکتی۔ عقل و فہم حواس ظاہرہ و باطنیہ سننے والے کان دیکھنے والی آنکھ بولتی زبان سونگھنے والی ناک اعضاء جوارح قلب و دماغ امعاء و اعصاب وغیرہ وغیرہ عطا کیے۔ سورۂ لقمان جز ۲۱ رکوع ۱۲ پر ارشاد رب العزت ہے۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً۔ کیا تم لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمان و زمین ہے کچھ خدا نے تمہارے تابع کر دیا۔ اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ یعنے تم لوگوں کے واسطے جتنی چیزیں آسمان میں سب کو تابع و محکوم بنا دیا اس کو مطیع قرار دیا۔

اعتراض

لیکن اس مقام پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ چاند سورج کے نکلنے اور دن رات کے بدلنے مختلف چیزوں کے پیدا ہونے میں انسان کو کوئی دخل نہیں اور نہ یہ کچھ کر سکتا ہے۔ لہذا یہ خلاق عالم کا فرمانا کہ سخر لکم ما فی السموات الخ تمہارے تابع و فرمان بردار ہیں کل چیزیں ظاہر میں عبث و فضول معلوم ہوتا ہے۔

جواب

جواب اُس کا بالاجمال یہ ہی کہ چوں کہ یہ سب سامان و اشیاء و کائنات انسان کے فائدہ و بہبودی کے لیے ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ نے سخر لکم ارشاد فرمایا۔ رباعی

ابر و باد و مہ و خورشید ہمہ در کار اند   تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار   شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نہ بری

غرض کہ آسمان کی سب چیزیں انسان کے نفع و فائدہ کے واسطے ہیں۔ آفتاب و ماہتاب و ستاروں کی روشنی سے بہرہ مند ہو سمت کو پہچانو۔ بر و بحر کا راستہ طے کرو، ہوا و ابر بارش سے زراعت و اشجار سرسبز و اثمار و فواکہات پختہ و شیریں ہوتے ہیں۔ اس طرح انسان کے نفع و فائدہ کے واسطے زمین کی چیزیں بھی ہیں۔ کوہ و بیابان اشجار و حیوانات جمادات نباتات معادن و مخازن کو ہی حق تعالیٰ نے مسخر و تابع کر دیا ہے علاوہ اس کے خلاق عالم نے دو قسم یعنے نعمات ظاہری و باطنی سے انسان کو آراستہ و پیراستہ فرمایا تاکہ اطاعت و عبادت و معرفت الٰہی میں انسان پر حُجّت تمام ہو جاوے نعمات ظاہری و نعمات باطنی کہ جس کو حق تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرماتا ہے اس کی توضیح درمیان =

اختلافات در بیان نعمات ظاہر و باطن

مفسرین میں بہت ہی اختلاف ہے ۱ بعض کا قول ہے کہ نعمات ظاہری سے مراد نعمات محسوسہ اور نعمات باطنی سے مراد نعمات غیر محسوسہ ہیں ۲ بعض کا قول ہے کہ نعمات ظاہری سے نصرت رسول و اسلام اعضائے ظاہریہ مراد ہے۔ اور نعمات باطنی سے مراد نصرت رسول و دین اسلام اعضائے باطنی دل و دماغ مراد ہے ۳ بعض کا قول ہے کہ نعمات ظاہری سے شرع نبوی اور نعمت باطنی سے شفاعت ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین مراد ہے ۴ بعض کہتے ہیں کہ نعمت ظاہری دنیا ہے اور نعمت باطنی سے مراد آخرت ہے ۵ بعض کا بیان ہے کہ نعمت ظاہری سے مراد خوبصورتی و حسن ظاہری ہے۔ اور نعمت باطنی سے مراد معرفت الٰہی ہے ۶ بعض کا اعتقاد ہے کہ نعمت ظاہری سے مقصود قرآن کے معنی ظاہری ہیں۔ اور نعمات باطنی سے مراد معنی باطنی قرآن ہے

بعض کا خیال ہے کہ نعمت ظاہری سے مراد اعضاء و جوارح ظاہری انسان کے ہیں ...... اور نعمت باطنی سے مراد اعضائے باطنی انسان مثل عقل و ادراک سے مراد ہے۔ بعض معتقد ہیں کہ نعمت ظاہری سے تنزیل قرآن اور نعمت باطنی سے مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ نعمت ظاہری طہارت ظاہری اور نعمت باطنی سے طہارت باطنی مقصود ہے۔ بعض اس بات پر مصر ہیں کہ نعمت ظاہری سے ذکر ربانی اور نعمت باطنی سے ذکر قلبی مراد ہے۔ بعض کا اقرار ہے کہ نعمت ظاہری سے محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ اور نعمت باطن سے محبت ائمہ اہل بیت رسول مراد ہے۔ بعض معترف ہیں کہ نعمت ظاہری سے مراد امام ظاہر موجود۔ اور نعمت باطن سے مراد امام غائب و خلیفہ مخفی حجۃ بن الحسن عجل اللہ فرجہ مراد ہیں۔ بظاہر سب اقوال و توجہات درست ہو سکتے ہیں۔ اور سب اقوال مراد و مقصود الٰہی ہی ہوں۔ خلاصہ اقوال۔

۱- اول محسوس و غیر محسوس
۲- نفرت رسول اعضاؤ سے
۳- اظہار اسلام و اخفار سئیات
۴- اعضائے ظاہری و اعضائے باطنی۔
۵- شرع ظاہری و شفاعت ائمہ
۶- دنیا و آخرت
۷- حسن ظاہری و معرفت الٰہی
۸- قرآن کی تنزیل و تاویل
۹- معنی ظاہری و باطنی
۱۰- صفات ظاہر و باطن
۱۱- ذکر خدا زبان و دل سے
۱۲- محبت رسول و محبت اہل بیت
۱۳- امام ظاہر و غائب

بہر حال نعمات الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ دنیوی و اُخروی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ موہبی و کسبی نعمات موہبی کی بھی دو قسمیں ہیں جسمانی و روحانی۔ نعمات موہبی جسمانی جیسے اعضاء و جوارح کا مناسب طور پر ہونا نعمات موہبی روحانی جیسے عقل و ادراک و شعور سے مزین ہونے۔

نعمات دنیویہ کسبیہ کی مثال یہ ہے کہ بُرے صفات اور خراب اوصاف سے پاک و صاف اور اخلاق حسنہ و عادات خصائل محمودہ سے آراستہ و مزین ہو۔ یہ سب نعمتیں اگرچہ در اصل خدا ہی کی جانب سے ہیں لیکن انسان کے اکتساب و خصائل محمودہ سے آراستہ و مزین ہو۔ یہ سب نعمتیں اگرچہ در اصل خدا ہی کی جانب سے ہیں لیکن انسان کے اکتساب و سعی و کوشش کو اس میں اچھی طرح دخل ہے۔ اگرچہ حق تعالیٰ قادر ہے کہ انسان کو جملہ صفات حمیدہ سے آراستہ اور کل عادات مذمومہ و قبیحہ سے محفوظ و مصئون و پاک و پاکیزہ کر دے لیکن نہیں کرتا۔ جس طرح خداوند عالم مُردے کو زندہ کرنے کی قدرت کو رکھتا ہے لیکن عموماً کرتا نہیں۔ بلکہ جب کوئی قوی سبب اور زبردست باعث ہو جائے تو زندہ کر دیتا ہے جیسے انبیاء و ائمہ معصومین علیہم السلام کی دعا سے مردہ زندہ ہوئے اسی طرح یہ ہے کہ حق تعالیٰ قادر تو بیشک ہے کہ انسان کو جمیع رذائل و قبائح سے بری اور کل محاسن و اوصاف

حمیدہ و صفات پسندیدہ سے آراستہ و پیراستہ کردے لیکن بغیر خود انسان کے کسب کئے اور مشقت اٹھائے اور بلا کوشش عمل میں لائے نہیں کرتا۔ اس واسطے یہ مسلم ہوا کہ نعمات دنیوی کچھ کسبیہ اور کچھ غیر کسبیہ۔

۲ہیں نعمات اخروی یعنے خلاقِ عالم کا انسان کے گناہوں کو معاف کرنا۔ سکرات موت وحشتِ قبر و وحدت لحد و فشار گور۔ و سوال منکر و نکیر کا آسان کرنا۔ برزخ و محشر کے عقبات و زحمات سے بچانا۔ مواقعت و پل صراط و حساب و کتاب کے وقت اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔ بہشت و نعمات جنت سے متنعم کرنا۔ اعلیٰ علیین و انبیاء مرسلین و ائمہ معصومین کے قرب و جوار میں مسکن قرار دینا۔ یہ سب نعمات اخروی ہیں۔ ان ہی نعمات کے واسطے ہم لوگ ہر نماز کے قیام و قنوت میں دعا کرتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اے پروردگار میرے مجھ کو صراطِ مستقیم پر ایسا ثابت قدم رکھ کہ جس سے میں داخل بہشت عنبر سرشت ہوں اور یہ صراطِ مستقیم ان لوگوں کی کہ جن کو تو نے اپنی ہر طرح کی نعمات سے متنعم فرمایا ہے اور صراطِ مستقیم ائمہ معصومین کا طریقہ و راستہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے حروف مقطعات سے مکرر حرفوں کو طرح کرنے کے بعد یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ صِرَاطُ عَلِيٍّ حَقٌّ نُمْسِكُهُ یعنی علی کا راستہ حق و درست ہے اور ہم لوگ اسی پہ چلتے ہیں اور اسی سے متمسک ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

انسان اگر خیال کرے اور تھوڑی سے بھی فکر و غور سے کام لے۔ تو بخوبی ظاہر و آشکار ہو جائیگا کہ خلاقِ عالم نے تمام عالم کو بطور احسان پیدا کیا ہے کیوں کہ عالم میں جتنے حیوانات ہیں ان کی نفع و فائدہ کے لیے غیر حیوانات کو پیدا کیا ہے۔ اور حیوانات پر سب سے پہلی نعمت یہ ہے کہ ان کو کتم عدم سے وجود میں لایا۔ نعمت حیات عطا کی۔ اور پھر بھی اس خلقت عالم سے کچھ اس کا فائدہ و نفع متصور نہیں۔ بلکہ مقصود اصلی نفع انسان ہے۔ پس در حقیقت تمام عالم میں خدا کی نعمت ہی نعمت ہے کہ جس کی حد و انتہا و شمار ناممکن ہے۔ بلکہ محال ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل جز ۱۴ رکوع ۱۸ میں خود حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اگر نعمات الٰہی و احسانات خداوندی کا تم احصار و شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔ شعر

ادیم زمین سفرۂ عام اوست ۔ دریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

امالی علامہ طوسی علیہ الرحمۃ میں منقول ہے کہ حضرت امام ہفتم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے

آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں رونق افروز تھے اور بہت سے اصحاب باوقار جمع تھے۔ جس میں جناب خلیفہ اول و خلیفہ دوم اور ابو عبیدہ و جناب عثمان و عبدالرحمان وغیرہ بھی تھے اور دو آدمی قراء صحابہ سے عبداللہ ابن ام عبید اور ابی بن کعب بھی تھے۔ عبداللہ نے سورۂ لقمان جز ۲۱ رکوع ۱۲ کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہونچے۔ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ اور تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور ابی بن کعب نے سورۂ ابراہیم جز ۱۳ رکوع ۱۳ پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے۔ وَذَکِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ اور انھیں خدا کے وہ ایام یاد دلاؤ کہ جن میں خدا کی بڑی بڑی قدرتیں ظاہر ہوئیں اور اس میں شک بھی نہیں کہ اس میں پوری صبر و شکر کرنے والوں کے واسطے خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایام خدا کہ اس کے یاد دلانے کا مجھے حکم ہوا ہے وہ خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کے احسانات و حکم و مصالح بلاؤ مصیبت مراد ہیں۔ اس کے بعد اصحاب سے فرمایا کہ اچھا تم لوگ بیان کرو کہ پہلی نعمت الٰہی ہے کہ جس کے یاد رکھنے کا حکم خدا ہے کون سی ہے۔ ہر ایک نے ایک ایک چیز بیان کی۔ کسی نے کھانے کی۔ کسی نے پہننے۔ کسی نے اولاد۔ کسی نے ازدواج بتایا۔ جب سب چپ ہو گئے تو پھر رسالت مآب امیر المومنین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوالحسن تم بھی کچھ کہو۔ عرض آپ کے سامنے کیوں کر عرض کر سکتا ہوں۔ فرمایا کہ مضائقہ نہیں بیان کرو پھر تو حضرت نے ایک ایک نعمت کو بیان کیا اور پیغمبر خدا ہر ایک کی تصدیق کرتے جاتے اور فرماتے تھے۔ صَدَقْتَ یَا عَلِیُّ۔ اے علی سچ کہا تم نے

خلاصہ یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اول نعمت خدا یہ ہے کہ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ اس نے مجھے پیدا کیا۔ معدوم سے وجود میں لایا۔ حالاں کہ پہلے میں کچھ بھی نہ تھا۔

دوسری نعمت یہ کہ زندہ پیدا کر کے حیات عطا فرمائی۔ مثل نباتات و جمادات کے نہیں پیدا کیا۔

تیسری یہ کہ مجھ کو بہترین صورت و خوش ترین شکل پر پیدا کر کے انسان قرار دیا۔ حیوان کی شکل پر نہیں بنایا۔

چوتھے یہ کہ مجھکو حواس ظاہری و باطنی عطا فرمائے۔ (پانچویں یہ کہ) مجھے عقل نورانی و قوت روحانی ایسی عطا کی کہ جس کے باعث کل مخلوقات پر شرف اور جمیع حیوانات پر فضیلت بخشی۔

(چھٹے) یہ کہ مجھے اپنے دین قویم وصراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی اور اپنی راہ سے مجھے گمراہ نہ کیا (ساتویں) یہ کہ یہاں کے بعد آخرت میں میرے لئے ایسی زندگی مقرر کی کہ جس کے واسطے زوال نہیں۔ اور کبھی منقطع نہ ہوگی۔ (آٹھویں) یہ کہ اپنے نفس کا مالک کیا۔ کسی کا مملوک وغلام نہ بنایا (نویں) یہ کہ آسمان وزمین اور جتنی چیزیں اس کے درمیان ہیں سب ہمارے ہی فائدہ ونفع کے واسطے پیدا کیں اور سب کو ہمارے کام اور ضروریات کے واسطے مسخر فرمایا (دسویں) یہ کہ مجھے مرد پیدا کیا اور عورت نہ قرار دیا۔ حلال عورتوں کا حاکم مقرر کیا۔

یہاں تک بیان کر کے جناب امیر نے سکوت کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی کیوں خاموش وچپ ہو گئے اور کچھ بیان کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ خدا کے نعمات کا احاطہ واحسان ناممکن ہے۔ اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا۔ یہ سن کر جناب رسول خدا مسکرائے اور فرمایا کہ مبارک ہو تم کو اے

فضیلت جناب امیر علیہ السلام

ابوالحسن علم الٰہی اور علوم نامتناہی کے تم ہی خازن ہو۔ میرے علم کے تم ہی وارث ہو۔ اور اس امت کے لیے جس چیز میں وہ حیران وسرگردان ہو کر اختلاف کرے۔ تم ہی اس کے بیان کرنے والے ہو۔ جو شخص دوست رکھے۔ اور تمہاری اطاعت کرے وہی تو ہدایت یافتہ ہے اور جو تمہاری محبت نہ رکھے دوسری جانب مائل ہو تم کو تنہا چھوڑ دے تو بروز قیامت رحمت خدا سے مایوس محض ہو۔ غرض کہ نعمات حق تعالیٰ احاطہ شمار وقوت بیان وتحریر سے باہر ہے۔

علاوہ بریں جو حسنات انسان بجا لاتا ہے اسی کے دیئے ہوئے اعضاء وجوارح اور اسی کی دی ہوئی قوت وطاقت وتوفیق سے بجا لاتا ہے۔ مثلاً۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه یا۔ سُبْحَانَ اللّٰه زبان پر جاری کیا تو یہ زبان اسی خلاق عالم کی عطیہ ہے اگر اس نے ہمیں زبان نہ دی ہوتی تو ہم کیسے اس ذکر کو کر سکتے تھے۔ اگر یہ دونوں پیر ہمیں وہ عطا نہ فرماتا تو بھلا پھر ہم مسجد میں کیسے جاتے۔ زیارت قبور ائمہ معصومین یعنے حج وزیارت عتبات وعالیات ومشہد وجنت البقیع ومدینہ جا کر کیسے ثواب حاصل کرتے اگر نعمت چشم سے محروم ہوتا تو روئے علماء وصورت علماء وکلام اللہ وتعزیہ وتابوت وغیرہ کی زیارت کیسے کرتے اگر نعمت سلطان وحاکم کی نہ ہوتی تو عرض وناموس میں خطرات پیش ہو جاتے۔ مال سلامت نہ رہ سکتا۔ جان بھی معرض ہلاکت میں پڑی ہوتی پس اگر درحقیقت خیال کیا جائے اور عین بصیرت سے دیکھا جائے تو

معلوم ہوگا کہ اگر تمام عمر دنیا انسان اطاعت الٰہی و عبادت خداوندی میں صرف کرے تو بھی صرف ایک دن کے نعمات خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اتنی طولانی عمر بھی اسی کی عطیہ ہوگی اور پھر سونے پر سہاگہ تو یہ ہے کہ جب تک اس کی توفیق رفیق اور تائید الٰہی شامل حال ہو اس وقت عبادت و اطاعت ہو ہی نہیں سکتی جب ہی تو خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ پس اگر تم لوگوں پر فضل و مہربانی اس کی نہ ہوتی تو تم لوگوں نے سخت نقصان اُٹھایا ہوتا۔

اسی سبب سے رسالت مآب نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت سب لوگ تفضل کرم و رحمت کی وجہ سے داخل بہشت ہوں گے کوئی اپنے اعمال و حسنات کی وجہ سے داخل جنت نہ ہوسکے گا۔ حتیٰ کہ خود میں بھی۔ اصحاب نے تعجب و حیرت سے عرض کی کہ کیا آپ بھی بفضل خدا سے داخل بہشت ہوں گے۔ فرمایا ہاں۔ کیوں کہ تین چیزیں ہیں۔ اول نعمات دوم حسنات۔ سوم سئیات حسنات کو بالفرض مساوی نعمات ان کو مقابل نعمات قرار دیں تو بھی استحقاق جنت نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ اگر اعمال صالح و حسنات بجالائے تو اس طرح سے نعمات عطا ہوئے۔ یہ تعجب ہے کہ اگر نعمات کے مقابل حسنات و اعمال صالح ہوں لیکن حسنات نعمات الٰہی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ نعمات الٰہی کا محصور و نامتناہی نہیں اور حسنات جس قدر بھی ہوں گے محصور و محدود و محسوب ہیں۔

علاوہ بریں نعماتِ الٰہی بلا شرکت اور صرف خدائے واحد و یکتا کی جانب سے ہیں اور حسنات اس کے عطیہ کیے ہوئے اعضا و جوارح و تائید و توفیق سے ہے۔ اور یہ جب ہوں گے کہ اگر طاعات و حسنات واقعی ہوں نہ محض صورت و جسم بلا روح کے کہ جس کو ہم حسنات سمجھتے ہوں اور طاعت خیال کرتے ہیں

یعنی اگر دفتر سئیات میں ایک بھی گناہ ہو تو مستوجب مؤاخذہ و موجب عذاب و عقاب کے ہیں کیوں کہ حسنات کے مقابل نعمات اور سئیات بلا مقابل و بلا عوض و بلا معارض ہوں گے اور اگر کوئی گناہ نہ بھی ہو۔ تو حسنات مقابل نعمات کے ہوں گے۔ پس دخول جنت کی کیا صورت ہے اور جو کوئی داخل بہشت ہو تو بجز تفضل و کرم و رحمت خداوندی کے در بس ہوگا۔ نہ کہ حسنات و اعمال نیک کی وجہ سے

حضرات۔ اس بیان سے یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ انبیاء و ائمہ و اولیاء بھی

بیان مزید تفضل خدا داخل جنت ہونا اول سے

۱۔ سب انبیاء معصومین بھی بلا تفضل الٰہی کے داخل جنت نہیں ہوں گے

خدا کے فضل و کرم و رحمت کی وجہ سے داخل جنت ہوں گے۔ کیوں کہ نعمات خدا ان بزرگواروں کی نسبت بہ مقابل ہم لوگوں کے بہت زیادہ ہے جس طرح سے کہ ان کے طاعات و عبادات و حسنات ہم لوگوں سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اسی طرح نعمات الٰہی بھی ان پر ایک ایک لاکھ بلکہ کروڑ در کروڑ زیادہ ہیں۔ گو ان کے حسنات بھی کل مخلوقات کے حسنات سے بڑھکر ہیں۔ حتیٰ کہ صرف ایک ضربت حضرت امیر علیہ السلام کا ثواب کہ جو بروز خندق ابن عمرو ود پر لگائی لگائی بھی افضل و بہتر ہے عبادت ثقلین سے۔ ہم اس کو پوری طرح مانتے ہیں کہ ان کی عبادت ثقلین سے کہ جس میں خود حضرت رسالتمآب بھی شامل ہیں بہتر و افضل ہے۔ لیکن یہ شجاعت و قوت و طاقت علم و حلم زہد و عفت صبر و یقین عبادت و اطاعت اور ان کے کل صفات و حسنات یہ سب اللہ کے عطا کئے ہوئے اعضاء و جوارح اور اس کی تائید و توفیق سے ہیں۔ خود ان کی خالصہ خالص ذاتی کوئی چیز نہیں ہے۔ یا الٰہی یہ وہ نعمات الٰہی ہیں کہ جن کے ذریعہ حسنات و طاعات عمل میں آئے۔ اور اس کے عطیہ آلات جوارح سے اعمال نیک و حسنات سب کئے

الحاصل چوں کہ یہ ذوات مقدس معصوم و بے گناہ ہیں۔ ان کے حسنات ہی حسنات مقابل انعامات الٰہی کے ہوں گے۔ اب دخولِ جنّت کے واسطے سبب و استحقاق کی ضرورت ہے۔ اسی استحقاق جنت کی وجہ سے انبیاء و ائمہ معصومین ہمیشہ گریہ و بکا۔ زاری و بے قراری فرماتے تھے۔ لہٰذا ائمہ و انبیاء کا داخلِ جنّت ہونا منحصر بفضل خدا و رحمتِ الٰہی و کرم خداوندی پر ہے۔ برخلاف ہم لوگوں کے کہ اولاً یہ کہ ہمارے حسنات صحیح و درست نہیں اور اگر کچھ صحیح بھی ہوں تو یقینِ قبولیت نہیں۔ اور اگر کچھ مقبولِ بارگاہِ احدیت بھی ہوں۔ تو مقابلہ نعمات الٰہی کا نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ حسنات ہمارے محدود و معلوم اور نعمات الٰہی غیر محدود و غیر محصور ہیں علاوہ بریں سئیات حسنات سے بہت زیادہ تو پھر داخل جنّت بلا فضل الٰہی و بلا کرم ایزدی و بلا رحمت خداوندی کے محال و ناممکن ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ معصوم ارشاد فرماتے ہیں۔ الٰہی عَامِلْنَا بِفَضْلِكَ وَلَا تُعَامِلْنَا بِعَدْلِكَ۔ اے پروردگار مجھ سے فضل و رحمت کے ساتھ معاملہ فرمانا نہ کہ عدل و انصاف سے۔ کیوں کہ عدالت کی برداشت اور تیرے انصاف کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔

کیوں کہ عدل و انصاف کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہم جنّت سے محروم ہو کر عذاب جہنم میں مبتلا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام جب اپنے شاگرد رشید حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو پوری تعلیم

حضرت خضر کی جناب موسیٰ سے نصیحتیں

دے بچے تو آخر میں چند باتوں کی نصیحت و وصیت فرماتے ہیں۔ اولاً یہ کہ دنیا میں میانہ روی اور قناعت سے بسر کرنا۔ دوسرے یہ کہ باوجود قدرت انتقام عفو سے کام لینا۔ تیسرے یہ کہ مخلوق خدا کے ساتھ رفق و مدارات کرنا۔ چوتھے یہ کہ اپنے گناہ و تقصیر کو کبھی فراموش نہ کرنا درحقیقت گناہ کے فراموش نہ کرنے میں بڑے فائدے اور بےحد نفع ہے۔ کیوں کہ اگر انسان اپنے گناہ کو ہر وقت خیال کرتا رہے تو کبھی اطاعت و عبادت الٰہی میں سستی ہی نہ کرے گا اسے دل میں غرور پیدا نہ ہوگا۔ ہمیشہ خضوع و خشوع درگاہِ الٰہی میں کرتا رہے گا۔

بخلاف گناہ بھول جانے کے کہ حسنات و طاعات اس کے اس نظر میں جلوہ گر ہوں گے اور جسے دل میں غرور و تکبر و نخوت و عجب میں مبتلا ہوگا۔ خضوع و خشوع کی صفت جاتی رہے گی۔ اور بڑے صفات و مذموم اوصاف کا مرکز بنجائیگا

غرض کہ دخول جنت منحصر فضل و رحمت و کرم الٰہی پہ ہے۔ نہ کہ طاعت و حسنات و عمل صالح پر۔ اب اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب ثواب اعمال و دخول بہشت منحصر فضل و کرم الٰہی پر ہے تو پھر اعمالِ خیر اور حسنات وغیرہ سے کیا فائدہ۔ نماز پڑھنے کی کیا ضرورت۔ روزہ کی کیا حاجت۔ حج و زیارات بجالانے کی زحمت فضول و بیکار خیرات و مبرات کرنا بے سود۔ محرمات کا ترک واجبات کی پابندی حماقت ہے۔ دنیا میں کھائیں پیئیں مزے کریں فضل الٰہی سے جنت تو مل ہی جائے گی۔

جواب یہ کہ بیشک فضل الٰہی و رحمت خداوندی سے ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن فضل کے مستحق اور رحمت سے بہرہ یاب ہونے کے واسطے محل کا قابل ہونا اور شمولِ رحمت کیواسطے لائق و اہل ہونا شرطِ اعلیٰ و رکن اعظم ہے۔ کیوں کہ اگر محل قابل رحمت نہ ہوا اور مقام لائق تفضل نہ ہوا تو شامل رحمت ہونا اور کرم و جود الٰہی سے مستفیض ہونا ناممکن ہے آفتاب کا نور علی السویہ ہے لیکن محل کی قابلیت و ظرف کی لیاقت، و مکان کی اہلیت کے بغیر ناممکن و محال ہے۔ اسی نورِ آفتاب کے مقابل جب چاند آتا ہے تو آفتاب ثانی بنجاتا ہے۔ اور جب زغال و کوئلہ مقابل آفتاب ہوتا ہے تو جرم ظلماتی ثابت ہوتا ہے وہاں محل لائق و قابل ہونے کی وجہ سے آفتاب اثر کرتا ہے یہاں کا محل ناقابل ہونے کی وجہ سے فیض آفتاب سے محروم رہتا ہے اب یہاں محل قابل دہن صدف میں گر کر لؤلؤ آبدار ہوتا ہے اور محل ناقابل دہن مار میں پڑ کر زہر مار بنتا ہے۔ خون امام حسین علیہ السلام دختر یہودیہ کے جسم پر طائر کے پروں سے ٹپک کر باعث

تندرستی و موجب صحت ہوتا ہے۔ اور ران ابن زیاد پر گر کر ناسور پیدا کرتا ہے۔ اللّٰھم صلِ علیٰ محمدٍ وآلِ محمدٍ۔

اور چوں کہ خداوندِ عالم عادل ہے اور عدل کے معنے وَضعُ الشَّیِٔ علیٰ محلّہٖ۔ جو چیز جہاں موزوں و مناسب ہوتی ہے وہاں اس کو رکھتا ہے۔ پس جب تک محل قابل و مقام لائق نہ ہو اس وقت تک شامل رحمت و داخل تفضل خدا ہونا عدل خداوندی کے خلاف بلکہ ظلم صریح ہے اگر فضل الٰہی بلا قابلیت محل و بلا استعداد مقام ہوا کرے تو امام علیہ السّلام اور یزید پلید دونوں ناجی ہوں گے اور یزید کا ناجی ہونا محال و ناممکن ہے لہٰذا قابلیت مکان و لیاقت مقام شرط اعظم و رکن اعلیٰ رحمت و تفضل الٰہی کی ہے۔ اسی واسطے خداوند عالم نے واجبات و مستحبات کے بجالانے کا حکم اور محرمات و مکروہات کے ترک کی تاکید فرمائی ہے تاکہ انسان لائق تفضل الٰہی و قابل رحمت خداوندی ہو۔

خدا کا فضل بلکہ کمال فضل یہ ہے کہ اس نے اعمال مختلف قرار دیئے اگر شمول رحمت کیواسطے صرف ایک ہی امر قرار پاتا تو عموماً لوگ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ بخلاف متعدد چیزوں کے اگر ایک کے بجالانے میں عذر ہو تو دوسرا۔ اور اگر دوسرا عمل میں نہ لاسکے تو تیسرا۔ اور اگر مجتمعاً بجالانا چاہے تو بھی بجالاسکے

لیکن یہ خیال نہ کیجئے گا کہ یہ عمل چھوٹا ہے اور وہ حسنہ بڑا۔ کیوں کہ نہ معلوم جس کو ہم چھوٹا اور معمولی سمجھتے ہیں وہی عند اللہ قبول اور جس کو بڑا جانتے ہیں عند اللہ مردود ہو جائے۔ جیسا کہ فاضل نراقی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔ ایک زنِ فاحشہ کے ہمسائے میں ایک مؤمن مجلس امام حسین علیہ السّلام کا پابند رہا کرتا تھا۔ ایک روز اس کے گھر میں مجلس امام کا کھانا پک رہا تھا۔ یہ زنِ فاحشہ آگ لینے اس کے مکان میں گئی اور آگ لے کر بجھی ہوئی آگ اس نے روشن کر دی اور آگ روشن کرنے میں دھوئیں کی وجہ سے چند قطرہ آنسو اس کے جاری ہوئے اور آگ لے کر واپس آئی اور ضروریات حسب معمول خواب قیلولہ میں مصروف تھی خواب میں صحرائے محشر دیکھا اور آتشِ جہنم کو اپنی طرف شعلہ ور پایا۔ فرشتہائے غضب زنجیروں میں جکڑ کر لے جانے لگے اور قریب جہنم پہونچی ناگاہ ایک بزرگ کی آواز آئی۔ دَعُوْھَا۔ اے فرشتو اس عورت کو چھوڑ دو۔ فرشتوں نے فوراً چھوڑ دیا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ زن فاحشہ بہت ہی گنہگار ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں سچ کہتے ہو۔ لیکن یہ عورت آج آگ لینے

یعنی اس جگہ گئی کہ جہاں میرے عزا داروں کے واسطے کھانا پک رہا تھا۔ آگ لے کر آنچ کو کو خاموش دیکھ کر لکڑی جمع کر کے آگ روشن کر دی بلکہ اس کا بھی خفیف سا ہاتھ جل گیا اور آنسو بھی دھوئیں کی وجہ سے نکلے۔ فرشتوں نے یہ سن کر عورت کو رہا کر کے چلے گئے۔

پس وہ زنِ فاحشہ نے اُسی خواب میں حضرت کی طرف مخاطب ہو کر عرض کی کہ آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ آپ کون ہیں جس نے ایسے وقت میں میری شفاعت کی۔ اور مجھ کو آتشِ جہنم سے بچایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اَنَا الْحُسَیْنُ بْنِ عَلِیٍّ۔ میں حسینؑ ابن علیؑ ہوں جس کے متعلق شاعر کہتا ہے۔ اشعار

دُرِ یگانۂ دریائے مجمع البحرین — بخوں طپیدہ کرب و بلا امام حسین
خورشید آسمان و زمین نور مشرقین — پروردہ کنارِ رسولِ خدا حسین

آہ آہ یہ امام تشنہ لب روز عاشورا بعد ظہر باوجود استغاثہ فریاد کے کسی نے اتنے مجمع کثیر سے نصرت و مدد نہ کی بلکہ عوض فریاد رسی کے تیر باراں کیا اور زخموں سے چور کر کے ذوالجناح سے ایک گرم صحرا ر پربلا میں گرا دیا۔ اس وقت بھی ایک قطرہ پانی نہر فرات سے نہ دیا اور وہ اعدا تلواریں کھینچ کر اس مظلوم کے قتل پر ٹوٹ پڑے۔ چناں چہ محرق القلوب وغیرہ میں منقول ہے کہ یہ حال دیکھ کر سب مخدرات عصمت خیمہ گاہ سے روتی ہوئی نکل آئیں اور طرف قتل گاہ کے روانہ ہوئیں تو وہاں دیکھا کہ شمر لعین تلوار اپنی گلوئے انور پر رکھے ہوئے آمادہ قتل ہے پس دیکھتے ہی اس ظلم و ستم کو سب بی بیاں نوحہ و بکا کرنے لگیں اور شمر لعین سے روتی پیٹتی فرماتی تھیں کہ اے شمر واسطے خدا کے سینۂ اقدس سے اتر آ کہ اس مظلوم کے حواس ساکن ہو گئے ہیں اور سانس خفیف و نرم ہوئی ہے۔ ناگاہ اس وقت آسمان و زمین سے آواز۔ واحُسَیْنَاہُ وا سیداہ۔ کی بلند ہوئی اور تمام دریا جوش و خروش میں آئے اور تمام پہاڑ اس غم میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور ماہیانِ دریا اور جانورانِ صحرا سے آواز نوحہ و بکا کی آنے لگی۔ ہاتف کی آواز مابین زمین و آسمان بلند ہوئی۔

اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا۔ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِنَیْنَوَا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس بست وہفتم ۲۷

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی مُحْکَمِ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ وَ مُبْرَمِ خِطَابِہِ الْعَظِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ۔ کَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ۔ سورہ معارج جز ۲۹ رکوع ہشتم۔ پارشاد باری ہے کہ کیا ان میں سے ہر شخص متمنی ہے کہ چین سے بہشت عنبر سرشت میں داخل ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ ہم نے جس چیز کے لئے انہیں پیدا کیا ہے اسے یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔ پس قسم کھاتا ہوں میں مشرقوں اور مغربوں کے خدا کی کہ ہم ضرور اس بات پر قدرت رکھتے ہیں۔

مومنوں پر کیا منحصر کفار تک دخول جنت کی خواہش رکھتے ہیں کون ایسا ہے کہ جو جنت کی طمع اور بہشت کی آرزو نہ رکھتا ہو۔ ہر ایک کا اصلی مطلب اور قلبی مقصد چین وعیش کے ساتھ ابد الآباد میں رہنے کا ہے۔ علی الخصوص مومنین کہ جو دنیا میں مثل قیدیوں کے کل زحمات و جملہ صعوبات کو بخوشی اسی واسطے برداشت کرتے ہیں کہ فردائے قیامت جنت میں داخل ہوں نعمات جنت سے متنعم ہوں۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ائمہ معصومین کی زبان خدا کی معنوی قربت و جوار رحمت نصیب ہو اسی واسطے اکثر عباد و زہاد و اجبات کے پابند منہیات پر عمل محرمات کے تارک مکروہات سے اجتناب کرتے ہیں تاکہ اس دار فانی سے انتقال کر کے ملک جاودانی میں راحت و آرام عزت و آبرو چین و عیش سے بسر کریں لیکن کے تیور ظاہر و ترتیب الفاظ و نشست کلمات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اس خلقت گندے سے ہے اس واسطے لائق جنت و قابل بہشت نہیں۔ عالم کے مقامات مقدسہ پر نظر کرتے ہوئے اس مطلب کی پوری تائید ہوتی ہے۔

مساجد کہ جو ہمارے ہی ہاتھ کی صنعت اور ہماری ہی تیار کردہ عمارت ہے اون ہی چیزوں سے یہ بھی تیار ہوئیں کہ جسے دیگر عمارات دنیا تیار ہوتی ہیں۔ لیکن صرف ذات احدیت کے طرف منسوب ہو جانے سے یہ اثر ہوا کہ اس میں نجاست داخل کرنا حرام و گناہ ہے۔ نہ نجاست کی حالت میں بیٹھ سکتے ہیں اور نہ کھڑے رہ سکتے حالانکہ یہ ہماری بنا کردہ عمارت ہے اور اس سے بدرجہا بڑھکر اوس مقام و مکان کی عزت و شرف ہے کہ جو کسی

خاصانِ خدا نے بنایا ہو۔

بیت المقدس کی ابتدا جناب داؤد علیہ السلام سے ہوئی اور حضرت سلیمان نے جنوں کے ذریعہ تکمیل کو پہنچایا۔ جو دیگر مساجد و معابد سے معزز و ممتاز ہے۔

بیت المقدس کی ابتدا

مسجد الحرام کہ جس کو خلیل و ذبیح نے موافق نقشہ جبرئیل بنایا اور اس کو ہر طرح کی نجاست سے پاک و پاکیزہ کیا۔ سورۂ بقر جزو اول رکوع پنجم پر ارشاد خلاق عالم ہے طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف و رکوع و سجود کرنے واسطے پاک و صاف رکھو۔

مسجد الحرام کی بنا

یہ تو بچہ بھی جانتا ہے کہ مکان بنانے وقت طہارت کی ضرورت ہے علی الخصوص جائے عبادت بنانے وقت کامل طہارت کی ہے۔ یہ تو عام لوگوں کا نظریہ ہے۔ لیکن انبیائے اولوالعزم خصوصیات خلیل الرحمان ایسی بزرگ و محروم ہستی بلا تاکید کے ایسے فرض منصبی کے موافق پوری طرح باطہارت بیت اللہ تیار کرتے۔ کیونکہ ادنیٰ مسلمان بھی اس بات کا خیال رکھتا ہے نہ کہ جناب ابراہیم ایسے بزرگ۔ ان کو خداوند عالم کا حکم طہارت تاکیدی دینا اپنی مخلوق کو اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ اس میں وہ مطہر ہستی پیدا ہونے والی کہ جس کو قدرت نے پاک و پاکیزہ کیا ہے۔ (نکات ولادت حضرت امیر اور حضرت رسول کے بیت اللہ میں متولد نہ ہونے کے وجوہ کتاب معراج الصادقین میں ملاحظہ ہوں) حضرت خلیل اللہ کا طاہر کردہ مکان شرف و عزت و حرمت میں بہت زیادہ ہے۔ اس کو ہر قسم کی نجاست سے پاک و پاکیزہ رکھنے کے علاوہ حکم ہے کہ جو اس میں داخل ہو وہ امان خدا میں ہے جمادات و نباتات تک بھی اس سے نکالنا درست نہیں۔ حیوانات کو بھی اس میں اذیت دینا صحیح نہیں تو ذرا خیال فرمائیے کہ جب کہ اس کے صرف داخلہ کے واسطے پوری طہارت ضروری و لازمی ہے تو وہ مقام کہ جس کو یدِ قدرت نے بلا شرکت مخلوق ہر رجس و پلیدی سے پاک و صاف و ہر قسم کے لذات و جمیع انواع و اصناف کے سامان عیش و آرام سے مملو۔ اس کے داخلہ کے واسطے کتنی زبردست طہارت اور کیسی اعلیٰ صفائی درکار ہے اسی واسطے تو یہ واقعہ ایہ بہ بانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ جب تک پوری طہارت و کامل صفائی و پاکیزگی تم میں نہ ہو اس وقت تک داخلہ جنت کی طمع نہ کرنا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ اس آیت میں خلاق عالم مشارق و مغارب کی قسم کھا کر اپنی کامل قدرت کا اعلان و اشتہار فرماتا ہے۔

خلیل اللہ کا طہارت کرنا

یہ مسئلہ علم ہیئت و نجوم میں طے ہے کہ آفتاب کی مشرق و مغرب ہر روز کی جداگانہ ہے۔ جتنے ایام سال ہیں اتنی ہی مشرقین و مغربین ہیں۔ اسی واسطے پروردگار نے رب المشرق والمغرب نہیں فرمایا بلکہ رب المشارق والمغارب ارشاد فرمایا یعنی کل مشرقوں اور مغربوں کا وہ خالق یکتا ہے۔

آیت میں قدرت الٰہی کا بیان ہے ہر چیز پر اللہ قادر ہے اِنّ اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ یقیناً اللہ سب چیزوں اور کل امروں پر قدرت رکھتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر کیا تم یہ نہیں جانتے کہ بے شبہہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن قدرت الٰہی کے متعلق علم حکمت و کلام میں پوری طرح ثابت ہو چکا ہے کہ خداوند عالم کی قدرت ناممکن و محال سے متعلق نہیں ہوتی۔ ما من عام الا وقد خص۔ کوئی عام قاعدہ ایسا نہیں کہ جس میں تخصیص نہ ہو۔ کوئی کلیہ بلا استثنیٰ کے نہیں ہوتا کوئی ضابط ایسا نہیں کہ جس میں مستثنیٰ نہ ہو۔

پس اس بنا پر خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے اس سے ناممکن و محال کا استثناء کرنا ضروری ہے مثلاً عالم انڈے پوری طرح جمع کر دے بشرطیکہ عالم نہ چھوٹا ہو اور نہ انڈا بڑا ہو۔ ایک ہی شئی سونا بھی ہو اور چاندی بھی ہو تانبا و لوہا بھی ہو۔ یہ محال و ناممکن ہے۔ شئی واحد فرد بھی ہو اور زوج بھی۔ یہ سب چیزیں ناممکن و محالات سے ہیں۔ اس طرح کی چیزیں قدرت الٰہی سے بعید ہیں۔ اسے قدرت متعلق نہیں ہوتی

خداوند عالم کی قدرت سے بعید بلکہ ناممکن و محال ہے کہ اپنا شریک پیدا کر سکے یا ائمہ معصومین کے نور کے مثل کہ اول ما خلق اللہ ہے دوسرا نور پیدا کرے اگر کرے تو وہ پہلا نہ ہوگا بلکہ دوسرا ٹھہرے گا نہ اول۔ ما خلق اللہ۔ بہرحال خدا قادر تو ہے۔ سب چیزوں پر بشرطیکہ وہ محال عقلی و ممتنع الوجود نہ ہو۔

اسی طرح تفضل الٰہی در رحمت ایزدی ہے کہ بلا قابلیت محل و لیاقت مقام کے شامل نہیں ہوتی اور اس رحمت الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رحمت دنیا۔ اور دوسری رحمت آخرت یا رحمان الدنیا و رحیم الآخرۃ اے رحمان دنیا کہ جو ہر نیک و بد اچھے برے فاسق و کافر مشرک پر دنیا میں مہربان ہے۔ اور رحیم آخرت کو جو صرف مومنین کے واسطے ہے۔ رحمت الٰہی اس دنیا میں سب پر شامل ہے۔ بخلاف رحمت آخرت کو وہ مخصوص مومنوں کے واسطے ہے۔ یہ رحمت و تفضل آخرت میں بلا استعداد و مقام و بلا قابلیت محل و لیاقت مکان کے شامل نہ ہوگی۔ کیوں کہ یہ اسی

بیان کل قدرت محال عقلی مخصوص بعموم

تفضل الٰہی در قدرت

بیان رحمت دنیا و رحمت آخرت

طرح محال ممتنع ہے کہ جس طرح شریک باری کا وجود

رہی استعداد و قابلیت تو یہ بلا بنیاں واجبات و مستحبات و ترک محرمات و مکروہات کے ممکن نہیں اسی واسطے شارع مقدس نے اوامر و نواہی مقرر فرمائے ہیں۔ تاکہ انسان قابل شمول رحمت و لائق تفضل رب العزت ہو کیوں کہ خداوند عالم عادل ہے۔ اور معنی عدل کے یہ ہیں کہ ہر چیز کو اپنے مقام و محل پر رکھتا ہے پس ہر شخص سے اس کی قابلیت و لیاقت کے موافق رفتار فرماتا ہے۔ جو چیز جہاں کے واسطے موزوں و مخصوص و مناسب ہو اگر وہاں نہ رکھے گا تو ظالم ہوگا اس بنا پر اب ہم لوگ خود حکم الٰہی سمجھیں اور یقین کریں کہ انسان کے لیے واجبات مستحبات و پابند و محرمات و مکروہات کا تارک ہونا کس قدر ضروری و لازمی ہے۔ اور اس کے خلاف ہیں عدم رحمت اور اس پر کار بند ہونے سے قابل رحمت و لائق مغفرت رب العزت کے ہیں یا نہ

اس سے اور کیا زیادہ رحمت خدا ہوگی کہ اس نے اعمالوں کے ثواب اور حسنات پر اجر و جزا مقرر فرمائی۔ اور ثواب و اجر بھی ایسا کہ جس سے عقل دنگ و فہم حیران و متعجب ہے۔ اور اور اک و خرد انگشت بدنداں ہونا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ توحید زبان سے جاری کرے تو تیس ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیس ہزار حسنات اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ اور تیس ہزار درجات جنت میں بلند ہوتے ہیں۔ اور اگر کلمہ توحید کے ساتھ کلمہ نبوت محمدٌ رسولُ اللہ علیٌ ولیُ اللہ۔ بھی شامل کرے تو ہر حرف کے بدلے میں سات سو حسنات نامۂ اعمال میں اس کے لکھے جاتے ہیں اور سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور سات سو درجے جنت میں بلند ہوتے ہیں۔ اور

اگر کوئی شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو ہر حرف پر چار ہزار حسنات لکھے جاتے ہیں۔ اور چار ہزار گناہ عفو ہوتے ہیں اور چار ہزار درجے جنت میں بلند ہوتے ہیں اور اگر دو رکعت نماز فریضہ ادا کرے تو بیس حج کا ثواب نامہ عمل میں لکھا جاتا ہے اور اگر یہ نماز باجماعت ہو تو ساٹھ حج کا ثواب ملتا ہے۔ اور بروایت اگر نماز جماعت میں شریک ہونے سے ثواب ساٹھ ہزار حج و ساٹھ ہزار عمرہ کا ملتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ثواب خاص ایسے سہل اعمال کے بدلے کیوں حاصل ہوتا ہے آیا یہ ثواب و اجر اعمال خیر و افعال و حسنات کی بزرگی و شرف کی وجہ سے یا ہمارے محبوب خدا اور مقرب بارگاہ ہونے کی وجہ سے۔ آخر کیا

ثبوت مواقع حصول استعداد

ثواب کلمہ توحید

ثواب کلمہ نبوت

ثواب بسم اللہ

ثواب نماز ثواب نماز جماعت

ثواب کثیر کا حاصل ہونا

بات اور کون سا راز ہے کہ جسے یہ ثواب لا متناہی عطا ہوتا ہے۔ آیات قرآن اور احادیث
ائمہ معصومین پر نظر کرتے ہوئے بعلم حکمت وعلم کلام کے مسائل کا بغور ملاحظہ کرتے ہوئے اس
نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ ثواب واجر کہ جو خاص خلاق عالم عطا فرماتا ہے اپنے فضل ورحمت و
عظمت وجلال کی وجہ سے عطا فرماتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے۔ مثلاً اگر کوئی ہدیہ وتحفہ کسی دنیاوی تونگر ومالدار کو پیش
کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ وعوض اس چیز کی کمیت وکیفیت کے
اعتبار سے یعنی اس کے وزن وقیمت کے خیال سے نہ کرے گا بلکہ اپنی ثروت وتونگری
کو ملحوظ رکھکر اس تحفے وہدیہ کا بدلہ وعوض کرے گا۔ اگر دس کا وہ ہدیہ ہوگا تو سو دو سو کا بدلہ
کرے گا۔ اور اگر وہ تحفہ وبدلہ اس سے بڑھے ہوئے ذات کی خدمت میں پیش ہوگا تو وہ اس سے
بدرجہا زیادہ بدلہ کریگا۔ اور اگر یہی ہدیہ کسی بادشاہ یا شہنشاہ کی خدمت میں پیش ہوگا تو
اس کا عوض لاکھ دو لاکھ دے گا کیوں کہ وہ اپنی شان وشوکت وسلطنت وعظمت کے لائق
اس ہدیہ کا عوض دیگا۔ ورنہ اس کی توہین وتذلیل ہوگی۔ بلا تشبیہ یہی حالت ہمارے ان
اعمال خیر اور اجر وثواب درگاہ رب العزت میں ہے۔ ہم جو حسنات بجالاتے ہیں وہ اس قابل
نہیں کہ اس کا بدلہ اس قدر ہوسکے اور اس کا ثواب ملے۔ لیکن پروردگار عالم چونکہ صاحب
عظمت وجلالت وکبریائی ہے اور وہ غنی مطلق وہر قادر برحق ہے۔ اس لحاظ سے ان حسنات
کا ثواب اپنی عظمت وکبریائی کے موافق عطا فرماتا ہے۔ اور اپنی بزرگی کے اعتبار سے
سرفراز کرتا ہے۔

اس کی اس بات پر نظر نہیں کہ یہ عمل اس بندے نے بہت جلد اور بہت کم زحمت
سے انجام دیا۔ یا اس کے بجالانے میں بہت کم وقت
صرف ہوا بلکہ وہ اپنی سطوت حقیقی اور سلطنت واقعی اور غنی وقادر ہونے کے اعتبار سے عطا فرماتا
ہے ہم جب اس کے بندگان خاص ومقربان درگاہ بندگان محبوب خدا پر نظر ڈالتے ہیں تو
ہمارے اس بیان کی تائید وتقویت وتصحیح ہوتی ہے۔

حسنین علیہما السلام کا واقعہ مشہور ہے یہ دونوں بزرگوار معہ اپنے بہنوئی جناب عبد اللہ
ابن جعفر طیار کے سفر حج میں ہیں اور قافلہ سے
آگے ہوگئے۔ چنانچہ ایک وادی میں ایک ضعیفہ ومومنہ کی جھونپڑی نظر پڑی تینوں بزرگوار

وہاں گئے۔ اس نے حضرت کے واسطے گوسفند کہ جسے اس کا اذوقہ وگزران تھا ذبح بریاں کر کے پیش کی اسے بزرگواروں نے نوش فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے مومنہ اگر مدینہ آنا ہو تو ہم سے ضرور ملنا۔ چنانچہ بعد ادائے مناسک حج مدینۂ منورہ یہ سب بزرگوار واپس پہونچے۔ وہ ضعیفہ بھی صعوبات دنیا سے تنگ ہو کر مدینہ پہنچکر حضرت امام حسن علیہما السلام کی زیارت سے مشرف ہوئی۔ حضرت نے اس کو سیر و سیراب کر کے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار اشرفی دیکر اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور ان جناب نے بھی ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار دینار دیکر جناب عبد اللہ بن جعفر کے پاس روانہ کر دیا اور انھوں نے بھی قریب اسی مقدار کے لیکن احتراماً کچھ کم کے اس مومنہ کو رخصت کیا۔

جب خاصان خدا اور مقربان بارگاہ ایک چھوٹی سی چیز کے بدلے میں اس قدر بذل و بخشش کریں تو پھر ذات احدیت کے کہ جو غنی مطلق و قادر برحق ہے اس کی رحمت اور اس کا فضل بے اندازہ اور بے انتہا ہے اور وہ ان حسنات کے بدلے ثواب و درجات عطا فرماتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ کیوں کہ وہ مستجمع جمیع صفات و دارائے کل محسنات اور کل عیوب سے بری اور جملہ نقائص سے عاری ہے۔ اس کا عطیہ یہ بھی کل حسنات کا دارا اور جملہ اوصاف کا راستہ اور جمیع نقائص و ہر قسم کی برائی سے مبرا ہوتا ہے چوں کہ دوام نعمت بڑی نعمت ہے اور زوال نعمت بہت بڑا نقص و عیب ہے اس واسطے انسان کے حسنات کے عوض نعمت ابدی اور عیش و آرام جاودانی اور لذات روحانی و جسمانی کی جگہ اور کل نعمات سے مزین بہشت عنبر سرشت عطا فرماتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب اہل جنت داخل جنت ہوں گے تو ان کو آب کوثر میں غسل دیا جائے گا کہ جسے کل محسنات ظاہری کے دارا۔ اور جمیع عیوب ظاہری سے مبرا ہو جائیں گے۔ اس کے سلسبیل میں غسل کریں گے اور اس کی تاثیر سے تمام عیوب باطنی پاک و صاف و جمیع محسنات و صفات حمیت باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد داخل جنت ہوں گے تاکہ جنت ایسے مقام کے لائق و قابل ہو جائیں۔ پس معنی آیت کہ جو ابتدا میں بیان کی۔ اِنَّا لَقَادِرُوْنَ۔ یعنے ہم یقیناً قدرت اس بات پر رکھتے ہیں کہ اس مخلوق قطرہ گندیدہ کو جمیع عیوب ظاہری و نقائص باطنی سے پاک و پاکیزہ۔ اور کل محسنات ظاہری و باطنی سے مزین و آراستہ کر کے جنت میں داخل کر دیں

حضرات حدیث میں وارد ہے کہ ایک روز جناب یوسف علیہ السلام کے پاس جبریل موجود تھے کہ اتفاقاً ایک جوان با حالت خراب و خستہ و ماندہ با لباس کہنہ و مندرس

گزرا - جبرئیل نے بغور دیکھا - جناب یوسف نے سبب دریافت کیا - جبرئیل نے جواب دیا کہ اے یوسف یہ ہی جوان ہے کہ جس نے گہوارہ میں بعالم طفولیت عزیز مصر کے روبرو آپ کی عظمت و پاک دامنی کی گواہی دی تھی - حضرت نے فوراً اُسے طلب کیا اور نہلوا دھلوا کر لباس اعلےٰ و خلعت فاخرہ سے مزین کرکے شہر پہ مستمر پہ مقرر کر دیا - اور بہت انعام و بخشش دیکر رخصت کیا - جبرئیل نے یہ ماجرا دیکھکر متبسم ہوئے حضرت یوسف نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل کیا یہ احسان و انعام میرا کم ہے کہ جسے آپ متبسم ہوتے ہیں - جواب دیا کہ نہ اے یوسف صدیق - بلکہ اس بات پر تبسم کرتا ہوں کہ آپ نے اوس شخص پر اس قدر انعام فرماتے ہیں کہ جس نے طفولیت و لاشعوری کے زمانے میں بغیر ارادہ و قصد صرف حکم خدا سے آپ کی پاک دامنی و عصمت کی شہادت و گواہی دی - تو بھلا کیا سلوک کرے گا - پروردگار عالم ان لوگوں کے ساتھ کہ جو باعقل و شعور صدق دل سے و صمیم قلب سے معتقد ہوں بارادہ و نفاذ جوارح و اعضاء کلمہ شہادتین زبان جاری کرتے ہیں - رباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اللہ اکبر! عقل انسان دنگ ہے کہ صرف رونے یا رلانے یا رونے والے کی صورت بنانے پر جنتی ہو جائے - مَنْ بَکٰی اَوْ اَبْکٰی اَوْ تَبَاکٰی وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ معصوم فرماتے ہیں کہ جو روئے یا رلانے والے کی صورت بنائے وہ جنتی ہے - ہاں تعجب نہ فرمایئے حیرت میں نہ پڑھئے دل میں شبہہ پیدا نہ کیجئے - غور و خوض سے کام لیجئے - اس کا سبب اور اس کا راز خود ہی ذہن میں آ جائے گا - اور پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ رونے یا رلانے یا رونے والی کی صورت بنائے پر جنت ملتی ہے -

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ عطائے جنت ہمارے ائمہ معصومین کی مصیبت میں رونے یا رلانے یا رونے والے کی صورت بنانے پر نہیں - بلکہ حق تعالیٰ اپنی عظمت و جلال و شان کے شایاں ہونے کی وجہ سے عطا فرماتا ہے - علاوہ بریں حضرات ائمہ معصومین خصوصاً جناب امام حسین علیہ السلام کا حق تعالیٰ سے تعلق و نسبت اس کی مقتضی ہے کہ رونے اور رلانے اور رونے والے کی صورت بنانے پر جنت عطا کرے اور داخل بہشت عنبر سرشت فرمائے -

صاحب عنوان الکلام کہتے ہیں کہ زمان سابق میں ایک بادشاہ شکار کو گیا - اور ایک ہرنی کے تعاقب میں حشم و خدم سے بہت دور نکل گیا

حضرات ائمہ

صحرائے بے آب و علف میں پہنچکر راستہ بھی بھول گیا۔ بنظر حسرت و یاس چاروں طرف صحرا میں دیکھنے لگا۔ اندھیری رات ہر طرف سے ناامیدی حیات سے مایوسی تھی۔ چہرہ پر اداسی تھی۔ ناگاہ نظر اس کی ایک جھونپڑی پر پڑی بمشکل تمام وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک چراغ جل رہا ہے اور ایک ضعیفہ موجود ہے۔ یہ بادشاہ اس کا مہمان ہوا۔ ضعیفہ نے اس کی دعوت میں دو گوسفند کہ جو اس کی زندگی کا سہارا اور گزارہ کا آسرا تھا اور جس کی وجہ سے اس کی بسر اوقات ہوتی تھی مہمانی میں اس کی صرف کر دی۔ بادشاہ نے بعد فراغت اس ضعیفہ سے کہا اگر تو کسی ضرورت سے شہر میں آئے اور کوئی ضرورت تیری بادشاہ سے پڑے تو ضرور مجھ سے ملنا میں بادشاہ سے تیری سفارش کروں گا۔ غرض کہ جب وہ عورت تنگی زمانہ اور عسرت دنیا سے مجبور ہوئی تو اپنے لڑکے کو ہمراہ لئے شہر میں آئی۔ اتفاقاً بادشاہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس کو پہچان کر اپنے پاس طلب کیا۔ اور اپنا مہمان خاص بنایا۔ لباس اعلاء و خلعت فاخرہ سے آراستہ کیا۔ اراکین سلطنت و اسنائے دولت و رجال حکومت کو جمع کر کے واقعہ اس ضعیفہ کا بیان کر کے مشورہ لیا کہ بتاؤ اب اس کو کیا دینا چاہیئے اور کس طرح سے اس کا عوض و بدلہ ہو جائے۔ کسی نے کہا کہ سو اشرفیاں دیکر رخصت کر دیجئے۔ اور کسی نے دو سو۔ اور بعض نے ہزار اور بعض نے دو ہزار اشرفیاں دیکر رخصت کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن بادشاہ پر بھی دریافت کر رہا ہے۔ تا ایں کہ نصف سلطنت دینے کا مشورہ طے پایا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ اس کے احسان کے بمقابل کم ہے۔ اراکین سلطنت و وزرائے دولت بگڑ کر کہنے لگے کہ اے بادشاہ ایک گوسفند کے بدلے نصف سلطنت کو بھی کم خیال کرتا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ انصاف تو یہ ہے کہ اس نے اپنی کل دارائی مجھ پر صرف کر دی اس کا عوض و بدلہ جب ہو گا کہ اگر میں بھی اپنی کل دارائی اور کل اپنی ہستی اور تمام ثروت و دولت اپنی اس کے سپرد کر دوں۔ تب البتہ درحقیقت اس کا عوض و بدلہ ہو گا۔ ورنہ ربع و ثلث و دو ثلث و نصف سلطنت دینے سے اس کا عوض و بدلہ نہ ہو گا۔

بلاتشبیہ یہ ہی حالت خلاق عالم و امام حسین علیہ السلام کی ہے۔ کہ انھوں نے حق تعالےٰ کی خوشنودی کے واسطے اپنے انصار وفادار دیئے۔ اصحاب جاں نثار دیئے اعزہ و اقارب دیئے۔ برادر و فرزند دیئے۔ مال دیا۔ سر دیا۔ انگلی دی۔ جان دی۔ اعضا دیئے جوارح دیئے۔ ہاتھ دیئے۔ کوئی چیز خدا سے امام حسین علیہ السلام نے عزیز نہ کی۔ حتی کہ اہلبیت تک کی اسیری کو بھی گوارا کیا۔ اور کلمات زیارت سے تو وہ حالت امام ظاہر ہوتی ہے کہ جسکے

تطبیق حکایت بحال سید الشہداء

تصور سے کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ دَمُہٗ عَلِمَہٗ وَشَیْبَہٗ وَقَضَةٌ وَاوالتُّرَابُ کَافُوْرُہٗ
سلام ہو آپ پر اے مظلوم کربلا کہ جس کا غسل اس کے خون بدن سے ہوا۔ اور ریش سفید
بجائے پنبہ کے اور خاک صحرا بجائے کافور کے ہوئی۔ ونسیج الریاح اکفانہ والقنا ۃ الخطی
نَعْشُہٗ وحی القُلُوبُ مِن وَالَاہُ قَبْرُہٗ اور بعوض پارچہ کفن کے ریگ صحرا ہوئی جو اڑ اڑ کے
اس جناب کی لاش اقدس پر جمتی جاتی تھی اور بجائے جنازے کے سر انور نوک نیزہ پر رہا اور
دیار بہ دیار پھرایا گیا اور دل میں مومنین کے قبر اس شہید راہ خدا کی ہوئی۔

مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اسپ باوفا
آنحضرت کے گرد لاش اور سر کے پھرتا تھا۔ کبھی بو سونگھتا اور کبھی بوسے لیتا تھا اور پیشانی اپنی
دست و پاہائے اطہر پر راکب دوش رسول خدا کے ملتا اور نعرے مارتا تھا اور مثل اس عورت
کے روتا تھا کہ جس کا جوان فرزند مرجائے فَوَضَعَ نَاصِیَتَہٗ فِی دَمِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثُمَّ اَقْبَلَ
یَرْکُضُ نَحْوَ خَیْمَۃِ النِّسَاءِ وَھُوَ یَصْھِلُ۔ پس اس اسپ باوفا نے خونِ اطہر امام سے پیشانی اپنی
رنگین کر کے اور طرف اہلبیت رسالت کے نعرے مارتا ہوا روانہ ہوا۔ آہ اس وقت اہل بیت
کو دیکھ کر جو خون میں رنگین اور تیروں سے فگار تھا۔ آنحضرت کے اہل حرم کا حال حجۃ خدا امام
زماں زیارت ناحیہ مقدسہ میں بیان فرماتے ہیں۔ میں عین کلمات امام زماں عرض کرتا ہوں
کہ دلوں پر ضرور اثر کرے فَلَمَّا رَأَیْنَ النِّسَاءُ جَوَادَکَ مَخْزِیًّا وَنَظَرْنَ سَرْجَکَ عَلَیْہِ مَلْوِیًّا
بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُوْرِ نَاشِرَاتِ الشُّعُوْرِ۔ اے جد مظلوم جب آپ کے اہل حرم نے دیکھا آپ کے
ذوالجناح کو خالی زین سوار سے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے وہ سب ستم رسیدہ بال کھولے
پریشان خیمہ گاہ سے نکل آئیں۔

ابھی تک تو پھر بھی بظاہر چادریں سیدانیوں کے سروں پر موجود ہیں۔ مگر کچھ دیر کے بعد
دختران رسول خدا سے مقنعہ و چادریں چھین لیں اور خیموں میں آگ لگا دی اور اسیر و مقید
کر کے شہر بشہر پھرایا اور کچھ پاس و لحاظ رسول خدا کا نہ کیا چنانچہ ان کے زندہ پوتے امام زماں
فرماتے ہیں۔ وَسُبِیَ اَھْلُکَ کَالْعَبِیْدِ وَصُفِّدُوْا فِی الْحَدِیْدِ اے جد مظلوم اہلبیت آپ
کے مثل غلام و کنیزوں کے اسیر و مقید کئے گئے اور زنجیر ہائے آہنی میں جکڑ دئے گئے
اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس بست و ہشتم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ اللَّعِینِ الرَّجِیمِ قَالَ اللّٰہُ وتبارک وتعالیٰ فِی مُحکَمِ کِتَابِہِ الکَرِیمِ۔ وھیرام خطابہ العظیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم۔ اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُم بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَاِیتَاءِ ذِی القُربٰی وَیَنہٰی عَنِ الفَحشَاءِ وَالمُنکَرِ وَالبَغیِ یَعِظُکُم لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ۔ سورہ نحل جزء ۱۴ رکوع ۱۹ پر یہ آیۃ موجود ہے۔ ترجمہ ظاہری وماحصل آیت ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ خداوند عالم حکم دیتا ہے عدل وانصاف کرنے کا۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنے کا اور بدکاری وناشائستہ حرکتوں اور سرکشی وطغیانی کرنے کو منع کرتا ہے۔ اللہ تمکو وعظ نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم لوگ نصیحت پند حاصل کرو۔

صاحب مجمع البحرین باب الواؤ میں موعظ کے معنی مفصل تحریر کرتے ہیں کہ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ موعظ یعنے عواقب امور سے ڈرانا احسانات کی ترغیب دینا معاصی کے ترک کا عادی کرنا۔ دنیا ومافیہا کے تعلقات کم کرنا۔ یہ معنے موعظ کے ہیں اور درواقع موعظ وہ چیز ہے کہ جسے سخت دل نرم اور آنسو انسان کے خوف خدا سے جاری ہوں۔ حدیث میں وارد ہے کہ جس طرح لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔ اسی طرح قلوب انسانی بھی زنگ آلود ہو جاتے اور زنگ قلوب موعظ ہی سے رفع ہوتا ہے۔ سورۂ یونس جزء ۱۱ رکوع ۱۱ پر اسی موعظ کے متعلق حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَد جَاءَتکُم مَوعِظَۃٌ مِن رَبِّکُم وَشِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُورِ۔ اے لوگوں تمہاری خدا کی طرف سے موعظ ونصیحت آچکی ہے کہ جو ہر قسم کے امراض حتی کہ شرک وکفر وغیرہ کی جو دل میں بیماریاں ہوں ان کی دوا ہے۔ اگرچہ یہ آیت تعریف قرآن کی ہے لیکن بقاعدہ عموم یہ لوگوں کے واسطے حق تعالیٰ نے موعظ کو بہت ہی لازمی قرار دیا ہے۔

موعظہ کرنا بہت ہی بڑا کام ہے ہر شخص وہر کس وناکس اس کام کو نہیں کرسکتا اور اس بزرگ منصب کو نہیں ادا کرسکتا ہے درحقیقت یہ فعل اور یہ کام خود ذات احدیت کا ہے اور اس کے شایان شان ہے جیسا کہ خود سورہ نساء جزء ۵ رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُم بِہٖ۔ حق تعالیٰ کیسی اچھی عمدہ پر حقیقت تم کو نصیحت وموعظ فرماتا ہے۔ اس کے بعد اس کے نائبین خاص انبیاء وائمہ علیہم السلام کا کام ہے۔ وہ اس عہدے کے لائق اور اس منصب بزرگ کے قابل ہیں۔

مجلس بست و ہشتم

مقام و ترجمہ آیت

معانی موعظ

موعظہ خود حق تعالیٰ یا اس کے مقربان کا کام ہے

پہلا حکم جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہوا وہ موعظہ کا تھا۔ اور واعظ کا کام یہ ہے کہ خدا سے ڈرائے اور عذاب الٰہی یاد دلائے۔ سورہ شعرا جز ۱۹ رکوع ۱۵ پر ارشاد ہے۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنے اے رسول تم عزیز و قربت اپنے قرابتداروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ بعض کا قول ہے کہ سب سے پہلا حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو یہ ہوا۔ یا ایھا المدثر قم فانذر۔ اے میرے چادر اوڑھے ہوئے رسول اٹھو اور لوگوں کو ہمارے عذاب سے ڈراؤ۔ اس حکم میں بھی حق تعالیٰ نے موعظ فرمایا ہے۔

علامہ شوشتری علیہ الرحمۃ اپنے فوائد المشاہد میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی واعظ اللہ کے خوف سے لوگوں کو نہ ڈرائے اور عذاب الٰہی سے دلوں کو مرعوب نہ کرے تو واعظ نائب ابلیس و خلیفہ شیاطین ہیں۔ غرض کہ خلاق عالم لوگوں کو موعظہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اس میں شک ہی نہیں کہ خدا عدل و انصاف اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور قرابتداروں کو کچھ دینے کا حکم فرماتا ہے اور بدکاری اور ناشائستہ حرکتوں اور سرکشی کرنے کو منع کرتا ہے اور تمھیں موعظ و نصیحت کرتا ہے تاکہ نصیحت و موعظ حاصل کرو۔

یہ آیۃ قرآن مجید میں اس قدر جامع و مانع ہے کہ جس میں تمام خوبیوں کا حکم اور کل برائیوں کی ممانعت تصریحی طور پر موجود ہے کوئی بات اسے چھوٹی نہیں حتی کہ اگر قرآن سے صرف یہ بھی ایک آیت نازل ہوتی تو بھی دعوی سے کہہ سکتے تھے کہ۔ اِنَّهٗ تِبْيَانٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اس میں ہر شی کا بیان ہے اسی بنا پر عثمان بن مظعون سے روایت ہے کہ میں اسلام لانے کے قبل ایک مرتبہ خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ میں حاضر ہوا کہ ایک بارگی آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر آہستہ نیچے کرنے لگے اور دہنے بائیں اس طرح دیکھتے جاتے تھے جیسے کوئی کسی کا کلام سنتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں اکثر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا مگر کبھی اس طرح آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے اُسے سن کر میرے تمام شبہات زائل ہو گئے اور میں صدق دل سے مسلمان ہوا۔

پروردگار عالم اس آیت میں عدل و احسان اور - ایتاءِ ذی القربیٰ - کا حکم دیتا ہے - اور فحشاء و منکر و بغی سے منع فرماتا ہے تفسیر اہلبیت سے پتہ چلتا ہے کہ مقصود عدل سے کلمہ طیبہ - لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ - ہے اور احسان سے مقصود ذات بابرکات حلال مشکلات فاتح غزوات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں

اور - ایتاءِ ذِی القربیٰ سے مقصود اہلبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں - جن کی دوستی و محبت واجب ہے اور سادات آل رسول و قرابتداران علی و بتول بھی اس میں شامل ہیں اور اس آیت میں احسان ذوالقربیٰ سے یہ بھی مقصود ہے کہ جو خمس کا نصف حصہ ہے ان کو دینے کی تاکید ہے چنانچہ دوسری آیت میں خلاق عالم فرماتا ہے - فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی یعنے یقیناً خمس کی رقم اللہ و رسول اور ان کے اہل بیت اور ان کے قرابتداروں یعنے سادات رفیع الدرجات کی ہے -

خمس دینا انسان دیندار پر واجب و لازم ہے یہ فروغ دین میں داخل اس کا منکر منکر قرآن اس کا مخالف دائرہ ایمان سے خارج - اس کی بیحد تاکید وارد ہے حدیث ناحیہ مقدسہ حضرت حجۃ امام زمن میں وارد ہے صاحب کتاب نجم الثاقب بہت کچھ تحریر کرتے ہیں - غرض کہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ فرماتے ہیں کہ خمس کا روکنے والا ملعون ہے اور ہم لوگ ائمہ معصومین علیہم السلام بروز قیامت اس کے خصیم ہوں گے - خدا نہ کرے کہ کسی کے ائمہ معصومین بجائے شفاعت کے خصیم ہوں -

ابوالحسن اسدی راوی ہیں کہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ نے فرمایا کہ لعنت خدا و ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس شخص پر جو ہمارے مال سے ایک درہم بھی کھائے

غرض کہ خلاق عالم منع فرماتا ہے کہ فحشاء و منکر و بغی نہ کرو - یعنے محبت و دوستی اول و ثانی و ثالث اور ان کے توابع سے روکنا ہے - اس کے بعد حق تعالیٰ یعظکم فرما کر موعظہ فرماتا ہے تاکہ تم لوگ نصیحت و پند حاصل کرو -

رہی لفظ عدل جو اس آیت میں مذکور ہے - تو قرآن مجید کو باتدبر و تفکر تلاوت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ قرآن مجید و لسان شرع میں عدل پنج معنوں پر استعمال ہوئی ہے - اول بمعنی فدیہ و معاوضہ - سورہ بقر جزو اول رکوع ششم پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْہَا شَفَاعَۃٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْہَا عَدْلٌ وَّلَا ہُمْ

خمس سہم سادات کی تاکید

عدل کے معانی

اس روز سے کہ جس روز نہ کوئی کسی کا فدیہ اور اُس کے متعلق کسی کی سفارش اور نہ اس کا کوئی بدلہ و معاوضہ لیا جائے گا۔ دوسرے بمعنی مساوی و برابر کے ہیں جیسا کہ سورۂ مائدہ جزء، رکوع ۳۰ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا احرام کی حالت میں شکار کے بیان میں ارشاد فرماتا ہے کہ قربانی کی جائے گی یا اس کی قیمت ورنہ اس کے مساوی روزے رکھنا ہوں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ مَنِ اعْتَدَلَ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ یعنے جس کے روزے موجودہ و گذشتہ دونوں مساوی و برابر ہوں تو وہ نقصان میں ہے تیسرے بمعنی ظلم و جور و توجہ لیوے باکل کے ہے۔

چوتھے بمعنی شریک مثل قرار دینے کے جیسے۔ عَدَلُوْا بِاللهِ یعنے شریک خدا اور اس کا مثل قرار دیا۔ دعا میں ہم لوگ پڑھتے ہیں نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَدِيْلَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ اے پروردگار وقت موت میں حق سے عدل کرنے کے متعلق تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے خدمت کاشف اورا سرارِ حقائق والدقائق مولانا الامام جعفر الصادق علیہ السلام میں عرض کی اور اس وقت مجمع عام موافق و مخالف دونوں قسم کے لوگوں کا تھا۔ سوال کیا۔ یَابْنَ رَسُوْلِ اللهِ مَا تَقُوْلُ فِيْ حَقِّ الشَّيْخَيْنِ آپ دونوں شیخ یعنے دونوں خلیفہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔ كَانَا اِمَامَيْنِ عَادِلَيْنِ قَاسِطَيْنِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَى الْحَقِّ۔ یعنے یہ دونوں امام عادل قاسط حق پر تھے اور حق پر مرے اور جب دربار حضرت کا اغیار سے خالی ہو گیا تو راوی نے حضرت سے مطلب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا ان دونوں کو امام کہنا اسی راہ سے ہے کہ وہ امام اہل ضلالت تھے۔ قرآن مجید میں دونوں قسم کے اماموں کا تذکرہ ہے اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔ وَاَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ ایک وہ امام کہ جو جنت کی دعوت دیتے ہیں۔ اور دوسرے جہنم و نار کے جانب دعوت دیتے ہیں۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ روز قیامت ہر شخص اپنے امام و پیشوا کے ساتھ طلب ہوگا۔ تو یہ دونوں امام اہل ضلالت جہنم کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اور عادلین کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حق سے عدول اور منھ پھیرے ہیں۔ چناں چہ سورۂ انعام جزء، رکوع ، پروردگار ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ پھر بھی کفار اپنے پروردگار سے روگرداں ہیں۔ دعائے

عدلیہ میں ہم سب پڑھتے ہیں نَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَدِیْلَةِ۔ صاحب مجمع البحرین اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ میں حق سے روگرداں ہونے کے متعلق پناہ مانگتا ہوں۔ کیوں کہ اگر میں حق سے روگرداں و منحرف ہوگیا تو خسر الدنیا و الآخرہ ہو جائے گا اللھم احفظنا بمحمد و آلہ اور قاسط سے مراد امام ظالم ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ سورہ جن جز ۲۹ رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا یعنے ظالم لوگ جہنم کے کندے قرار پائے۔ وکانا علی الحق ومانا علی الحق۔ اور حق پر تھے اور حق پر مرے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ حق کو ضرر پہونچانے والے تھے اور حق کے ضرر ہی پر مرے اور خاتمہ ہوا۔ یعنے ان کے زمانے میں حق دنیا میں تھا اور ان کے زمانہ موت کے وقت یہی حق موجود تھا یعنے امام وقت و خلیفہ برحق موجود تھے۔ پانچویں معنی عدل کے ہیں۔ یہ ہی معنے صفحات نبوتیہ میں صفت عدل کے ہیں۔ اور اس معنے پر اہل سنت والجماعتہ و شیعوں کا اتفاق ہے پس اس معنے کے اعتبار سے خدا عادل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا صاحب انصاف ہی ظلم نہیں کرتا۔ اور کیوں کر وہ ظلم کر سکتا ہے۔ اس واسطے کہ خود اپنے بندوں کو ظلم سے منع کرتا ہے۔ پر ضروری ہوا کہ خود کبھی ظلم کرے۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ یقین جانو کہ پروردگار لوگوں پر کوئی طرح بھی ظلم نہیں کرتا مگر یہ لوگ خود اپنے کرتوت سے اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔ چھٹے۔ معنی مختار و صاحب اختیار قرار دینے کے ہیں۔ یعنے حق تعالیٰ اپنے بندوں کو فاعل مختار قرار دینے کے ہیں۔ یعنے حق تعالیٰ اپنے بندوں کو فاعل مختار قرار دیا۔ نہ مجبور و معذور ساتویں معنے۔ وَضْعُ الشَّيْئِ عَلٰى مَحَلِّهٖ۔ ہر شے کو اس کے محل مناسب و مقام موزوں پر قرار دینے کے ہیں۔ اشعار

عدالت جوہر تیغ تیز مست	عدالت خنجر خوں ریز تمیز مست
عدالت عارف لاف گراں مست	میاں حق و باطل مو شگاف مست
عدالت نقد اسرار الٰہی مست	تباں در بارگاہ کبریائی مست

بہرحال اسی معنی وَضْعُ الشَّيْئِ عَلٰى مَحَلِّهٖ کو حکمت کہتے ہیں۔ اور نوجوانان حالیہ اس کو فلسفہ بتاتے ہیں آیتہ وافی ہدایتہ کو جو ابتدا مجلس میں بیان ہوئی۔ اس میں لفظ عدل اسی معنے و مطلب میں استعمال ہے خود پروردگار عالم بھی اس صفت عظمیٰ عدل سے متصف ہے

پس معنے عادل کے وَاضِعُ کُلِّ شَیْئٍ فِی مَوْضِعِہٖ ہر شی کو اس کے محل و مقام موزوں و مناسب پر رکھنے والے کے ہیں۔ اور اسی معنے کے اعتبار سے ہر چیز کا وجود و عدم ہوتا ہے۔ اور اسی سے ہر شئے پائی جاتی وفنا ہوئی ہے اَلشَّیْئُ مَالَمْ یَجِبْ لَمْ یُوْجَدْ۔ کوئی شی جب تک ضروری مناسب نہیں ہوتی وجود میں نہیں آتی۔ جو چیز اور جو شی صحنِ عالم میں دکھائی دے اس کے متعلق یقین رکھئے کہ جب تک اس کا موجود ہونا ضروری ولازمی نہ تھا۔ اس وقت تک موجود نہ ہوئی اور جب اس کا وجود لازمی وضروری ہوا تو بلا مانع کے وجود میں آ ئی کیوں کہ عادل کے معنے ہی یہ ہیں کہ ہر کام کو اس کے وقت اور ہر چیز کو اس کے محل و موزوں مقام پر قرار دے۔ پس ہر چیز اسی قاعدے کے تحت اور ہر شئے اسی ضابطہ کے زیر حکم اور ہر فعل الٰہی اسی کلیہ کے اندر ہے۔ کیوں کہ اگر مناسب وقت اور موزوں مقام پر اس فعل و اس چیز کو عمل میں نہ لائے تو عادل کے خلاف ظالم ٹھہرے گا اور ظالم ہونا اس کی شان سے بعید بلکہ محال ہے۔ البتہ اگر اس چیز یا اس کام کا فلسفہ وحکمت سے ناواقف اور ہمارے عقل وفہم میں اس کا نفع ونقصان نہ آئے تو ہماری کمی عقل وفرد سے ہے ورنہ خدا کو عادل تسلیم کرتے ہوے اور اس کو حکیم علی الاطلاق یقین کرتے ہوے۔ اسی صفت عدل کے ماتحت میں یقین کرنا چاہئے۔

احکام اسلام وقوانین شرع کا دار ومدار بھی اسی صفت عدل پر ہے۔ جتنے اوامر ہیں وہ سب مطابق عدل اور جتنے نواہی ہیں وہ سب اسی صفتِ عدل کے موافق ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ اچھے کاموں کا کرنے والا اور برے کاموں کا ترک کرنے والا یا اچھے کام کو ترک کرنے والا اور برے کاموں کو عمل میں نہ لانے والا عادل ہے

خلّاق عالم عادل ہے

یعنے اچھے کاموں کو کبھی ترک نہیں کرتا اور برے کاموں کو کبھی عمل میں نہیں لاتا۔ اسی بنا پر اوامر ونواہی میں جن کاموں کو کرنا ضروری ومفید اور ترک میں نقصان مضرت ہوتی ہے عروسی کو شارع مقدس نے واجب وفرض قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ وغیرہ وغیرہ کے کرنے میں فائدہ اور اس کے ترک میں مضرت اور نقصان ہے۔ اس واسطے ایسے احکام کو واجب ولازم قرار دے اور جن کاموں کے ترک کرنے میں نقصان اور ترک میں فائدہ ونفع ہے۔ ان کو حرام فرمایا۔ جیسے

[illegible]

مستحب کی توضیح - مکروہ کی توضیح - مباح کی توضیح۔ جناب کلیم اللہ کا عدل دیکھنے کی خواہش کرنا

غیبت سیاں کذب وغیرہ ان کو اور جن کے ایتان میں فائدہ اور ترک میں ضرر نہ تھا جیسے سلام کرنا صدقہ دینا اس کو مستحب و مندوب و سنت قرار دیا۔ اور جن کاموں کے ترک میں منفعت اور فعل میں کوئی نقصان متصور نہ تھا بلکہ صرف احتمال ضرر و نقصان تھا جیسے لمبی مونچھ رکھنا وغیرہ کاموں کو مکروہ قرار دیا اور جن کاموں کے فعل و ترک دونوں مساوی تھے۔ نہ فعل میں منفعت اور نہ ترک میں ضرر و نقصان تھا جیسے چائے پینا۔ تکیہ سے لگ کر بیٹھنا۔ اس کو مباح و جائز قرار دیا۔

غرض کہ احکام کا دارومدار عدل پر ہے جناب موسیٰ کلیم اللہ نے درگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اَرِنِیْ الْعَدْلَ اے پروردگار مجھے اپنا عدل وانصاف دکھا جواب ملا۔ لَا تَقْدِرُ۔ تم ہمارے عدل دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔ عرض کی بتوفیقک اَقْدِرُ تیری تائید و توفیق اگر شامل ہے تو میں تیرے عدل کو دیکھوں گا۔ حکم الٰہی ہوا اچھا فلاں میدان اور فلاں چشمہ آب کے قریب فلاں درخت پر بیٹھو تو کچھ دیکھو گے۔ جناب موسیٰ کلیم اللہ بموجب الٰہی اسی پتہ پر اس میدان چشمہ کے پاس جا کر اس درخت پر مشتاق عدل بیٹھے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چشمہ آب کے قریب پہنچکر اترا اور کپڑے اتار کر نہایا۔ بعد فراغ کپڑے پہن کر روانہ ہوگیا۔ اور اپنی ہمیانی کہ جس میں ہزار اشرفیاں تھیں وہیں بھول گیا۔ بعد اس کے چلے جانے کے ایک لڑکا آیا اور وہ ہمیانی لے کر بھاگ گیا بعد کو ایک اندھا لکڑی ٹیکتا اس مقام پر پہنچا۔ وضو کر کے نماز میں مشغول ہوا ناگاہ وہی سوار واپس پھرا اور ہمیانی تلاش کرنے کے بعد اندھے سے مطالبہ کیا۔ آخر الامر اس سوار نے اس اندھے کا گریبان پکڑ زمین پر پٹخ دیا اور اپنی ہمیانی اس سے طلب کی۔ اندھا ہر چند الحاح وزاری کر کے انکار کرتا ہے قسم بھی کھاتا۔ لیکن وہ سوار اور زیادہ طیش میں برہم ہو کر اندھے کو قتل کر دیتا ہے یہ ماجرا دیکھکر حضرت موسیٰ بہت متحیر ہوئے۔ عرض کی بارالٰہا اس راز کو ظاہر فرما۔ حکم خدا ہوا۔ اَنَا اَعْلَمُ مَا تَعْلَمُ۔ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اے موسیٰ وہ بچہ جو ہمیانی لے گیا۔ اس کے باپ نے اس سوار کے پاس مزدوری کر کے ہزار دینار جمع کر کے مرگیا۔ اس سوار نے اسے نہ دیا۔ اس کے وارثوں کو بھی کوئی حبہ نہ پہنچایا۔ یہ بچہ اپنے باپ کا تنہا وارث ہے۔ اس معاملہ کو میں نے آخرت پر نہ چھوڑا بلکہ دنیا ہی میں صاحب حق کو اس کا حق دلوا دیا اور اس اندھے نے جوانی میں سوار کے باپ کو قتل کیا تھا میں نے یہ بچایا کہ اس کا بدلہ آخرت پر رکھوں۔ دنیا ہی میں اس کا بدلہ و عوض کر دیا۔ اور اے موسیٰ ہم ہر صاحب حق کو اسی طرح

حق اس کا پہنچاتے ہیں۔ شعر

گندم از گندم بروید جو ز جو | از مکافاتِ عمل غافل مشو

شعر اردو دنیا عجب بازار ہے کچھ جنس یہاں کی ساتھ لے | کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

حضرات اسی واسطے احکام شریعت و تاثیر و خاصیت کی رو سے تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ اعمال و افعال ہیں کہ جن کی خیر و ثواب قیامت پر موقوف ہے۔ دوسرے وہ اعمال و احکام ہیں کہ جن کی عذاب میں ہی ہوتا ہے۔ تیسرے وہ افعال اعمال کہ جن کی سزا و جزا ثواب و عذاب دنیا و آخرت دونوں میں ہوتا ہے۔

پہلے دونوں قسموں کے اعمال و احکام کی تفصیل و تشریح کو ترک کرتا ہوں اور آخری قسم کے اعمال و افعال کو بطور فہرست پیش کرتا ہوں۔

پس وہ اعمال جن کی سزا و جزا قبل آخرت دنیا میں حاصل ہوتی ہے آخرت میں جو عذاب حق تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ علاوہ اس کے دنیا میں اس کو سزا ملتی ہے اور وہ ضرور دنیا میں اس کی جزا پاتا ہے۔ گو وہ بہت سے ہیں۔ لیکن میں ان میں سے صرف (۱۴) کو بطور فہرست بیان کرتا ہوں۔

(۱) عاق والدین (۲) قطع رحم (۳) قسم دروغ (۴) کذب و بہتان علی الخصوص ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین پر (۵) زنا جیسا مشہور ہے۔ زنا۔ فنا۔ (۶) سدراہ ہونا۔ راستہ بند کرنا (۷) ناحق ادعائے امامت و خلافت (۸) اعانت ظالم (۹) ترک نماز (۱۰) ہمسایہ کی مستورات کو مخفیانہ دیکھنا (۱۱) بطور فخریہ نئے کپڑے و قیمتی لباس پہننا جیسے کہ قارون لباس فاخر پہن کر فخر و مباہات کرتا تھا۔ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مسلط فرما دیا (۱۲) برادران دین ہمسایہ و جیران وغیرہ سے ظروف و برتن عزیز کرنا۔ برتن دینے سے انکار کرنا وہ صفت بد اور ایسی عادت خراب ہے کہ جس کی حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں مذمت فرمائی۔ نہ فقط مذمت بلکہ ایسے شخص کے واسطے چاہ ویل کے عذاب کا وعدہ فرمایا ہے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔ عذاب چاہ ویل اس کے واسطے یہی ہے کہ جو ضرورت کے وقت ظروف و برتن دینے سے انکار کرتا ہے (۱۳) مسلمانوں کو دھوکا اور ان سے مکر و کید کرنا (۱۴) ظلم کرنا۔

حدیث میں وارد ہے اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّهُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی ظلم سے ڈرو کہ روز قیامت ظلم بہت بڑی تاریکی کا باعث ہوگا۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِین

اعمال و افعال کی تین قسمیں

۱۴ وہ اعمال کہ جن کی دنیا میں بھی سزا ہے

اللہ ظالم کو کبھی نہیں چاہتا اور نہ اس کو پسند کرتا ہے کہیں ارشاد فرماتا ہے الا لعنتہ اللہ علی القوم الظالمین آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ رباعی

اے زبردست زیردست آزار تا بکے گرم ماند ایں بازار

بچہ کار آیدت جہاں داری مردنت بہ کہ مردم آزاری

ظلم کرنا کسی پر روا نہیں حیوان پر بھی ظلم بڑا قبیح ہے چہ جائے کہ اشرف مخلوقات انسان پر اور اس میں بھی مراد دینی اور اخوان ایمانی پر تو بہت برا ہے۔ علی الخصوص ضعیف برادروں پر اور بھی برا ہے۔ خصوصاً پیر و معمرین و ضعفاؤ اطفال پر بالخصوص یتیم پر بعید بڑا قبیح ہے۔ اس میں سے بھی وہ یتیم جو پردیس و غربت میں ہو اور اس سے زیادہ ان اطفال ستم غریب الوطن کر جو خاندان اہلبیت سے ہوں۔ اور اس سے سب سے زیادہ قابل ولائق دلسوزی وہ اطفال یتیم غریب الوطن خاندان نبوت سے ہوں اور دشمنوں میں گرفتار ہوں ہاں ہاں آپ حضرات تو سمجھ گئے۔ اور قبل میرے بیان کے آپ خود ہی محبت سے یتیم نوازی کر رہے ہیں آئیے۔ ان ہی یتیموں کی خدمت چند قطرہ اشک چشم سے فرمائیے کیوں کہ ان یتیموں کے حالات بہت کم پڑھے جاتے ہیں وہ کون یتیم ہیں۔

وہ دونوں جناب مسلم بن عقیل کے یتیم کہ جن کو زوجہ حارث نے اپنے گھر میں مہمان کیا تھا اور علیحدہ حجرہ میں ان کے راحت و آرام کے سامان فراہم کر دیتے تھے۔ تاکہ دونوں کو کچھ آرام ملے۔ فی الامالی والمناقب اللہ لما فرغ الملعون من قتل الغلامین رمی ابدا انھما فی الماء وھما یقطران دما وھو حتی اتی سراسیھما الی عبیدﷲ ابن زیاد۔ کتاب امالی و مناقب میں منقول ہے کہ جب حارث ملعون فرزندان حضرت مسلم کے قتل سے فارغ ہوا بدن ان کے دریائے فرات میں ڈال دیئے اور سرا نور یتیموں کے کہ خون ان سے متصل زمین ٹپکتا تھا اسی طرح دونوں لئے ہوئے ابن زیاد کے سامنے آیا۔ اوس وقت وہ لعین ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور ہاتھ میں اس کے بیت کی چھڑی تھی۔ حارث ملعون نے وہ دونوں سر سامنے اس کے زمین پر رکھ دیئے۔ جب نظر اس کی ان سروں پر پڑی اپنی جگہ سے تین مرتبہ اٹھا اور بیٹھا بعد کو کہا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو نے ان کو کہاں پایا۔ حارث نے جواب دیا کہ میرے مادر زوجہ نے ان کو مہمان کیا تھا۔ یہ سن کر ابن

ظلم حیوان پر

مصائب طفلان جناب مسلم

سر لانا ابن زیاد کے سامنے حارث

زیاد نے کہا اے سنگ دل تو نے حق و حرمت مہانداری انکے بارے میں رعایت نہ کی حارث نے کہا کہ میں نے کچھ رعایت نہیں کی ابن زیاد نے کہا۔ کہ اس وقت ان بچوں نے تجھ سے کیا کہا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھکو فروخت کرکے قیمت سے فائدہ اور میرے قتل سے باز آ۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ پھر تو نے کیا کہا۔ حارث بولا کہ تم کو قتل کرکے دو ہزار درہم انعام لوں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ پھر انھوں نے کیا فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے زندہ لیجانے کی خواہش کی میں نے انکار کیا ابن زیاد بھی محزون ہو کر کہنے لگا کہ اگر زندہ لاتا تو میں دو چند انعام دیتا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے ملعون پر انھوں نے کیا کہا۔ حارث نے جواب دیا کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہماری قرابت رسولؐ کا خیال کرو۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اس پر تو نے کیا جواب دیا کہ تم کو رسول خدا سے کچھ قرابت نہیں۔ ابن زیاد سے پوچھا کہ اچھا پھر کیا کہا۔ وہ بولا کہ فرماتے تھے کہ اے شیخ ہماری کمسنی پر رحم کر۔ اے امیر میں نے جواب دیا کہ اے بچوں تمھارے لئے میرے دل میں خدا نے رحم خلق ہی نہیں کیا۔ پھر ابن زیاد نے پوچھا کہ اس کے بعد انھوں نے کیا کہا تھا۔ وہ شقی بولا کہ وہ فرمانے لگے کہ اے شخص اگر ہمیں قتل ہی کرنا مقصود ہے تو ہمیں دو رکعت نماز کی مہلت دے میں نے جواب دیا کہ اگر تم کو نماز کچھ نفع دے تو پڑھ لو۔ ان دونوں صاحبزادوں نے دریا سے وضو کرکے نماز ادا کی۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ بعد نماز انھوں نے کیا کہا۔ حارث نے جواب دیا کہ بعد نماز اپنے ننھے ہاتھوں کو بلند کرکے اور گوشہ چشم بحسرت و یاس آسمان کی طرف دیکھا اور فرماتے تھے کہ اے پروردگار احکم الحاکمین میرے اور میرے قاتل کے درمیان حکم فرما۔ یہ سن کر ابن زیاد حاضرین دربار سے متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ احکم الحاکمین نے خوب حکم فرمایا ہے۔ کون اس وقت ایسا ہے کہ اس شقی کو اس کے ظلم کی سزا دیکر داصل جہنم کرے فوری ایک شامی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں اس امر کو انجام دوں گا۔ چنانچہ بحکم ابن زیاد اس شامی نے حارث ملعون کو اسی جگہ لاکر داصل دارالبوار کیا۔

حضرات حارث ملعون نے باوجود سنگ دلی و بیرحمی کے ان بچوں کو نماز صبح کی مہلت دی لیکن وائے ہوان اشقیا پر کہ جنھوں نے روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کو مہلت نماز ظہر بھی نہ دی۔ اور جواب دیا کہ اے حسین یہ نماز کچھ فائدہ نہ بخشے گی اور نہ درگاہ خدا میں مقبول ہوگی۔ آہ آہ حضرت نے ناچار ہو کر نماز ظہر کو بطور نماز خوف ادا کی۔ شعر سر کنم قصہ اگر تاب شنیدن دارید + سینہ بگاتم اگر طاقت دیدن دارید + الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ط

مجلس بست و نہم

مجلس بست و نہم

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین الرجیم۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی محکم کتابہ الکریم و مبرام خطابہ العظیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ومن کان فی ھٰذہٖ الدنیا اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ سورہ بنی اسرائیل جزو پندرہ رکوع ہشتم پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر اس دنیا میں اندھا و نابینا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راہ نجات سے بھٹکا اور دور بھی رہے گا۔

اس آیت میں ارشاد باری ہے کہ دنیا کا نابینا و اندھا بروز قیامت نابینا محشور ہوگا حالانکہ امراض و عیوب جسمانی انسان کی قوت و طاقت سے باہر ہیں۔ اور پھر یہ بھی مسلم ہے کہ کوئی شخص عمداً باختیار و ارادہ خود نابینا و اعمیٰ نہیں ہوگا اور نہ وہ اعمیٰ و نابینا ہونا گوارا کرتا ہے اسی بنا پر جو نابینا عالم میں نظر پڑے وہ بیچارہ اپنے ارادہ و اختیار سے نابینا نہیں ہوا۔

کیونکہ موت و حیات عزت و ذلت صحت و مرض یہ سب اللہ کے قبضہ و اختیار کی چیزیں ہیں نہ کہ انسان کے۔ فلہذا یہ اعمیٰ و نابینا بھی خدا ہی کے قبضہ و اختیار کی بات ہے نہ کہ انسان کے اختیار و ارادہ سے۔ پس جبکہ انسان بارادہ قصد خود نابینا و اندھا نہیں رہا بلکہ اُس کی مشیت اور اس کی قضا و قدر کے تحت میں نابینا و اعمیٰ ہوا۔ اور صفت نابینائی سے متصف ہوا۔ پس ارشاد باری کہ من کان فی ھٰذہٖ الدنیا اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ کہ جو شخص اس دنیا میں اعمیٰ و نابینا ہوا تو آخرت میں اعمیٰ ہی ہوگا۔ اس میں فی الجملہ ظلم کی جھلکی نظر آتی اور عدالت کے خلاف بادی النظر سے دکھائی دیتا ہے کہ اگر دنیا میں نابینا ہوئے تو آخرت میں بھی نابینا ہی محشور ہوں۔ بھلا یہ کس عدالت کی بنا پر درست ہے۔

بلکہ عدالت ظاہری کا اقتضا تو یہ ہے اگر دنیا میں نابینا ہے تو آخرت میں بینا و صاحب بصیرت و نظر دار ضرور ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اعمیٰ سے مراد نابینا ظاہری و بے بصیرت و کور چشم مقصود نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب اور مقصود کچھ اور ہے۔

مجلس بست و نہم
مقام حدیث
اعتراض

بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں صاحب عقل وادراک ہونے کے باوجود اس سے کام نہ لے۔ یعنی اصول معارف سے چشم پوشی اور راہ ہدایت صراط مستقیم سے باوجود عقل وسمجھ رکھنے کے روگرداں ہو تو وہ بروز قیامت اعمیٰ کور اور راہ نجات سے دور اور نابینائی حقیقی اور بے بصیرت محشور ہوگا۔

پروردگار ہم سب کو عقل وادراک فہم وخرد کے موافق توفیق اعمال خیر عطا فرما۔ کیونکہ تو قدیم الاحسان اور کثیر المن ہے تو محسن قدیمی اور منعم حقیقی ہے۔

یہ مسئلہ علم کلام میں پوری طرح ثابت ہو چکا ہے۔ اور ادلہ عقلیہ وبراہین نقلیہ سے بخوبی یہ طے ہو چکا ہے کہ پروردگار عالم قدیم وازلی ہے اور اس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا بلکہ اس کے اول وآخر کا تصور بھی ہم لوگوں کے تصور وخیال سے بالاتر ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ کسی نے حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس عالم وآدم کے پہلے کیا تھا۔ ارشاد ہوا کہ ایک اور عالم وایک اور آدم۔ سائل متواتر سوال کرتا ہے اور حضرت یہ ہی جواب دیتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ اس عالم وآدم کے پہلے بہت سے عالم وآدم پیدا ہو چکے ہیں۔

صاحب کتاب جمرات لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے کوہ طور پر حجاب اٹھا لئے گئے تو آنجناب نے دیکھا کہ انہی کا ایسا عصا ہاتھ میں ستر ہزار موسیٰ ایسی ہی کوہ طور پر۔ رَبِّ اَرِنِی۔ کہہ رہے ہیں۔

حضرت سلیمان اور طائر کا واقعہ ہے۔ جناب سلیمان اپنی بساط طویل پر بمعہ اراکین وحشم وخدم کے ہوا پر جا رہے ہیں کہ یکایک ایک جانب زمین پر نظر پڑی دیکھا کہ ایک طائر اپنے پروں سے ایک پر اپنی منقار میں لے کر ایک درہ عمیق میں حضرت کو دیکھکر ڈالتا ہے حضرت اس سے سبب دریافت کرتے ہیں۔ جواب میں بحکم خدا وہ طائر عرض کرتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ جو سلیمان پیغمبر اپنی بساط کے ساتھ اس مقام سے گزرے تو ان کو دیکھ کر ایک پر اپنا منقار سے لے کر غار میں ڈال دوں حضرت سلیمان پیغمبر فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس غار میں نظر کی تو اسکو پروں سے ملو پایا۔

اس سے تو پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ مخلوق خدا ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں برس

قبل سے ہے حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے بیابان میں ایک شخص کو دیکھا کہ ایک سنگریزہ جناب موسیٰ کو دیکھ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ جناب موسیٰ نے اس سے سبب دریافت کیا۔ اس نے عرض کی کہ میں خدا کی جانب سے مامور ہوں کہ جب کوئی موسیٰ کلیم اللہ اس مقام سے گزریں تو ان کو دیکھ کر ایک سنگریزہ اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دوں۔ جب جناب موسیٰ نے اس کنوئیں کو دیکھا تو اس کو پر اور مملو پایا۔

شدید خوش آدم و اور ہونا

حدیث میں وارد ہے کہ جب حضرت آدم ایک گول پتھر سے بہت مانوس تھے وہ ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھتے تھے، کوہ صفا پر ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔ حضرت آدم اٹھانے کے واسطے پہاڑ سے نیچے اترے دیکھا کہ ویسے ہی ہزاروں پتھر پڑے ہیں کہ جو ہر ایک آدم البشر جب وہاں گزرتے تھے تو ہاتھ سے ان کے چھوٹ جاتے تھے۔

اللہ اکبر جب مخلوق کی ابتدا ہزاروں لاکھوں کروڑوں سال قبل سے ہو تو پھر اس واجب الوجود کے قدامت و ازلیت کیوں یقینی نہ ہو، بیشک وہ قدیمی و ازلی و دائمی ہے۔ اسی واسطے اس کے کل صفات ثبوتیہ عین ذات ہیں اور صفات سلبیہ اس کی ذات سے جدا ہیں اور اس کی معرفت ادلہ و براہین عقلیہ سے ہر شخص پر لازم و واجب ہے حضرت امیر علیہ السلام کا۔ کتاب نہج البلاغۃ میں فرمان واجب الاذعان ہے اول الدین معرفتہ سب سے پہلی چیز۔ خدا کی معرفت ہے وکمال المعرفتہ التصدیق بہ اور کمال معرفت اس کے اسکی تصدیق ہے اور تصدیق اس کی توصیف میں ہے =

صفات ثبوتیہ کا عین ذات اور صفات سلبیہ کا ذات سے جدا ہونا

پس معرفت الٰہی دین میں سب سے پہلی چیز ہے اور یہ معنے آیۃ وافی ہدایت ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے ہیں۔ یعنے ہم نے جنات و انسان کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا ہے۔ خلاق عالم کا جنوں کے بعد انسان کا ذکر فرمانا۔ انسان کی شرافت و بزرگی کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو سورہ بنی اسرائیل جزء ۱۵ رکوع ہفتم میں ذکر فرمایا ہے وفضلنا ھم علی اکثر ممن خلقنا تفضیلا۔ اور ہم نے بہت سے مخلوقات پر انسان کو فضیلت دی۔ اور پھر اسی سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے ولقد کرمنا بنی آدم اور ہم نے یقینی بنی آدم کو عزت و بزرگی عطا کی۔ غرضکہ لیعبدون کے معنے کے متعلق معصوم فرماتے ہیں کہ مراد لیعبدون سے لیعرفون ہے۔ تو مطلب آیت

خدا کی معرفت

عبادت

کا یہ ہوگا کہ ہم نے جنات و انسان کو پیدا ہی معرفت کے واسطے کیا ہے۔

پس اگر آیت سے مراد دونوں معنے لیں۔ اور دونوں کو علت غائی خیال کریں اور جنات و انسان کی غرض خلقت ہی عبادت و معرفت تسلیم کرلیں۔ تو یہی ماننا پڑیگا کہ عبادت و معرفت دونوں موقوف علم پر ہیں کیونکہ یہ امر بدیہی و مثل آفتاب کے روشن ہے کہ عبادت بلا علم کالشجرۃ بلا ثمر کے ہے۔ اور معرفت بلا علم محال و ناممکن ہے۔ فلہذا مدار دونوں کا علم ہی پر ٹھہرا اسی وجہ سے تحصیل علم کو واجب عینی قرار دیا ہے۔ اور کیوں واجب عینی نہ ہو کیونکہ مدار معرفت الٰہی کا اسی اور انحصار عبادت ایزدی و طاعت خداوندی کا اسی پر ہے۔

اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ علم اعلیٰ درجہ کی سعادت اور سب سے بہتر کمال ہے۔ علم کی فضیلت میں بہت آیتیں اور بیشمار حدیثیں موجود ہیں۔ سورۂ توبہ جزء ۱۱ رکوع چہارم پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم لیتفقھوا فی الدین۔ ہر گروہ سے کچھ لوگ باہر کیوں نہیں نکلتے تاکہ علم فقہ و علم دین حاصل کریں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ طلب علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

غرضکہ معرفت کے متعلق ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من عرف نفسہ فقد عرف اللہ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ اور یہ بالکل کھلی بات ہے کہ جو اپنے نفس کو نہ پہچانے گا وہ خدا کو پہچان نہ سکے گا۔ کیونکہ نفس تو کسی وقت ابتدائے خلقت سے اب تک جدا ہی نہیں ہوا۔ سوتے جاگتے چلتے پھرتے کھاتے پیتے اکیلے مجمع میں ہر آن و ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ مگر پھر بھی انسان اس کی معرفت سے عاجز و قاصر ہے۔ پس جبکہ انسان اپنے نفس کو نہیں پہچان سکا تو نفس رسول مقبول خاتم الانبیاء کو کیا پہچانے گا۔ کیونکہ وہ تو مظہر صفات الٰہی و آئینہ اوصاف خداوندی کے ہیں۔ شعر

ھا علی بشر کیف بشر ربہ فیہ تجلی و ظھر

آگاہ ہو کہ ذات علی وہ ذات ہے کہ جس میں خدائی اور ایزدی اوصاف ظاہر ہوتے ہیں

حاشیہ: غایت خلقت معرفت — انحصار علم پر ہے — فضیلت علم — واجب عینی — معرفت نفس — معرفت خدا کا ذریعہ — تفاوت معرفت — رسول حضرت امام

اگر پیغمبر آخرالزمان کے واسطے آسمان سے قرآن نازل ہوا تو جناب امیر کے واسطے ذوالفقار اتری۔ اگر قرآن نے فصحا و بلغائے عالم کے دانت کھٹے کر دیئے۔ تو ذوالفقار علی نے بھی شجاعان عالم و بہادران عرب کو مات و دنگ کر دیا۔ اگر فصاحت و بلاغت قرآن کا ڈنکہ بجا تو علی کی تلوار کا عالم میں سکہ بیٹھا۔ اگر شب معراج پیغمبر امام الانبیاء ہوئے تو حضرت امیر غدیر خم میں امام الاولیا قرار پائے۔ اگر پیغمبر آخرالزماں سوار براق ہوئے۔ تو علی دوش رسول مختار پر سوار ہوئے۔ اگر پیغمبر خدا کے پشت مبارک پر مہر نبوت تھی تو جناب امیر کے بھی دونوں بازوؤں پر علامت شجاعت تھی۔ اگر نصرت پیغمبر کے لئے فرشتے آئے تو ان کی نصرت کے لئے جبرئیل داہنی طرف اور میکائیل بائیں اور ملک الموت حضرت عزرائیل آگے آتے تھے۔ اگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوامع کلم عطا ہوا۔ تو جناب امیر کو جوامع علم ملا۔ اگر وہ نبی تو یہ وصی۔ اگر وہ صاحب کوثر۔ تو یہ ساقی کوثر۔ اگر وہ مالک نہر تو یہ مالک سلسبیل۔ اگر ان کو وحی ان کو الہام۔ اگر ان کو شب معراج آسمان پر بلایا تو ان کے لئے دروازے آسمان کے کھول دیئے اور پردے حجاب کے اٹھا دیئے محبت دلی اور جوش قلبی مجھے اس خیال پر مجبور کرتی ہے کہ غلام اگر آقا کی مدح کرے۔ مملوک کی زبان سے اگر مالک کی قصیدہ خوانی ہو تو قابل سند نہیں لیکن تعریف و ثنا تو جب ہے کہ اگر دشمن کے زبان و قلم سے ظاہر ہو الفضل ما شهدت به الاعداء سچی فضیلت وہی ہے کہ جس کا دشمن بھی مقر و معترف ہو۔ چنانچہ کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ اور کتاب رشفۃ الصادی ۴۲ و کتاب اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۷ پر لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب صاف صاف اور کھلم کھلا حضرت امیر اور ان کے خاندان و اولاد کے اعداء عدو اور کٹے دشمن اور آپ کے مخالف ہیں مگر پھر بھی لکھ گئے کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق تعالیٰ نے صدقہ حرام کیا تو جناب امیر علیہ السلام پر حرام بلکہ انکی اولاد و رفقاء پر بھی حرام و ناجائز ہے اگر انکی محبت و اتباع فرض و لازم ہے کما قال اللہ تعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ فاتبعونی یحببکم اللہ تو ان کی محبت و مودت بھی ضروری و واجب ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ اگر پیغمبر خدا پر صلوٰۃ تشہد نماز میں واجب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ یقیناً اللہ اور اس کے ملائکہ پیغمبر آخرالزماں پر صلوٰۃ و رحمۃ

فضائل حضرت امیر
از زبان دشمن

نازل فرماتا ہے۔ تو ان پر بھی تشہد نماز میں صلوٰۃ بھیجنا فرض عین ہے کیونکہ یہ آل میں داخل ہونے کے علاوہ نفس رسول خدا ہیں۔ ان پر بھی خدا کی صلوٰۃ ہے اُولٰئِکَ علیھم صلوٰتٌ من ربھم و رحمۃ یعنے یہی وہ ہیں کہ جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوٰۃ و رحمت نازل ہوتی ہے اگر خلاق عالم نے پیغمبر آخرالزماں پر سلام کیا۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ تو ان پر بھی خلاق عالم نے سلام کیا۔ سلامٌ علےٰ اٰل یاسین اگر پیغمبر خدا بحیثیت کمال پاکیزگی و طہارت کے طٰہٰ سے مخاطب ہوتے ہیں تو یہ بھی بسبب لاانتہا اور اعلیٰ سے اعلےٰ پاک و پاکیزہ ہونے کی وجہ سے آیۂ تطہیر کا تمغہ پاتے ہیں انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی بُرائی سے دور رکھے اور ایسا پاک و پاکیزہ کردے کہ جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

فواتح میں لکھا ہے کہ امام شافعی سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ علیؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں اس شخص کے بارے میں کہ جس میں تین باتیں تین باتوں کے ساتھ ایسی جمع ہیں کہ جو کسی فرد بشر کے لئے بنی آدم سے جمع نہیں ہوئیں۔ اول سخاوت فقر و تنگ دستی کے ساتھ۔ دوم شجاعت و بہادری عقل سلیم و رائے صائب کے ساتھ۔ سوم علم عمل و معرفت کے ساتھ پر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔

انا عبدٌ لفتی ‏ ‏ ‏ ‏ انزل فیہ ھل اتیٰ
الیٰ متیٰ اکتمہٗ ‏ ‏ ‏ ‏ اکتمہ الیٰ متیٰ

میں اس جوان کا بندہ و غلام ہوں کہ جس کی شان والاشان میں سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوا۔ میں کب تک اپنی غلامی کو چھپا سکتا ہوں اور میں کب تک ان کی اس فضیلت کو پوشیدہ رکھ سکتا ہوں کہ جو حق تعالیٰ نے ہل اتیٰ نازل فرما کر ظاہر کی ہے اللھم صلّ علےٰ محمّد وّ اٰل محمّد۔

بہرحال حدیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنے نفس کو پہچانے کہ وہ کیا ہے۔ کیسا ہے۔ کیا تھا۔ کیا ہوا۔ کہاں سے آیا۔ کیوں آیا۔ کون

من عرف نفسہ

اس کو لایا۔ کیوں اس کو لایا۔ کس واسطے آیا۔ اس کا کیا کام ہے۔ کہاں جائے گا۔ کیا کیا سوال ہوگا۔ کیا جواب دینا ہوگا۔ کون جواب دے گا۔ کیوں اعضاو جوارح اس کو ملے اور کیوں اس کا حاکم بنا۔ کیوں قدرت و اختیار اعضاو جوارح پر اس کو ملا۔ اس کے کیا کیا صفات اور کیا کیا خواص ہیں۔ کن کن صفات سے منزل مقصود اور کن کن وجوہ و اسباب کے ذریعہ غرض خلقی اور اپنی علت غائی کو پورا کر سکتا ہے۔

انسان کے جز ادیکا بیان

چونکہ خلقت انسان دو چیزوں سے ہے۔ اول جسم دوسرے روح و نفس۔ جسم انسان کہ جس میں گوشت و پوست استخوان و اعصاب و شریان وغیرہ ہیں۔ یہ سب چیزیں عناصر اربعہ۔ آب و آتش باد و خاک سے بنے ہیں اور محسوس ہیں۔ لیکن دوسری چیز روح و نفس یہ عالم ملکوت کی چیز ہے۔ حق تعالیٰ نے بمصلحت و حکمت اسے اس جسم خاکی میں محدود وقت تک قرار دیا ہے اور اصطلاح قرآن و لسان ائمہ معصومین میں اس کے روح و نفس و عقل و قلب و نفس مطمئنہ وغیرہ باعتبار خواص و تاثیرات کے نام ہیں کیونکہ یہ جنس مجردات سے ہے اس کے واسطے دوام و ثبات ہے اس کو نہ فنا ہے نہ زوال بعد مفارقت جسم و بدن و خرابی جسم و تن نہ اس کے واسطے زوال ہے نہ فنا شعر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہی تو وجہ ہے کہ خلاق عالم سورہ آل عمران جزء ۴ رکوع ۸ پر ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون یعنے شہداء راہ خدا مردہ نہ جانو بلکہ انھیں زندہ جاوید سمجھو کہ اپنے پروردگار سے روزی پاتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز بدر شہداء بدر سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں فھل جب تم ما وعد ربکم حقا اے شہیدو! پایا تم نے اس چیز کو جس کا تمھارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا بعض اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ۔ یہ تو مردے و بے جان ہیں کیوں آپ ان سے خطاب فرماتے ہیں فرمایا۔ انھم اسمع منکم یہ لوگ تم سے بہت زیادہ سننے والے ہیں۔

انسان کا مختصر بیان

حاصل یہ کہ انسان دو جنبے رکھتا ہے ایک جنبۂ روحانیت کہ جس کی وجہ سے ارواح طیبہ ملائکہ مقدس سے شرکت و نسبت رکھتا ہے اگر اس جنبہ کے صفات

و خواص پرکار بند ہو تو انسان ملائک و فرشتوں سے بڑھ جائے گا۔ اور دوسرا جنبہ حیوانیت کہ جو بہائم و سباع سے مشابہ ہے۔ اور اگر اس جنبہ سے انسان نے کام لیا تو مثل بہائم و انعام بلکہ ان سے بھی پست تر ہوگا۔ سورۂ اعراف جزء ۹ رکوع ۲۰ پر ارشاد ہے۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ خلاصہ کہ ایسے لوگ مثل حیوان بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

پس اس دنیا میں انسان کی روح و بدن کے واسطے لذت و راحت زحمت و تکلیف ہے۔ ان دونوں کو کبھی تکلیف و کبھی راحت۔ کبھی مریض و کبھی تندرستی۔

جسمانی بیماری سے انسان ضعیف و نحیف لاغر و ناتوان اور لذت جسمانی سے محروم اس کا علاج و دوا پرہیز و تنقیہ و تقویہ نہ کرنے سے بظاہر ہلاک دنیی اور فوت موقتی میں ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے حفظ صحت و تندرستی و سلامتی برقرار رکھنے کے واسطے علم طب و ڈاکٹری مقرر ہے۔ اس میں تفصیل و تشریح کے ساتھ صحت کے اصول اور تندرستی کے قواعد اور دفع مرض کے ضابطے اور سلامتی کے قوانین وغیرہ ذکر ہیں۔

روحانی بیماری سے انسان ہلاکت ابدی و عذاب ایزدی و الٰہی و غضب خداوندی میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ جس سے نعمات الٰہی سے محروم اور لذات دوامی سے مایوسی و مجاورت عالم قدس سے معذور ہو جاتا ہے۔ اس کی درستی اور روحانی علاج وغیرہ کے واسطے علم کلام علم فقہ علم اخلاق موضوع ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ روحانی صحت کے اصول اور روحانی درستی کے قواعد اور روحانی امراض کے دفع کرنے کے قواعد و ضوابط وغیرہ وغیرہ تفصیل و تشریح کے ساتھ ذکر ہیں۔

حق تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمارے لئے دونوں جنبوں کا معالج مقرر کر دیا۔ بھلا اگر ہم پر یہ کام اگر محول ہوتا کس قدر غلطیاں ہم سے سرزد ہوتیں۔ اس کا لاکھ در لاکھ احسان کہ اس نے ہمارے صحت جسمانی اور روحانی درستی کے لئے خود طبیب واثق و حکیم حاذق مقرر فرمائے۔ اور انہی حکیم و طبیب کو اصطلاح شرع و لسان قرآن میں رسول و نبی خلیفہ و امام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ ذات مقدسہ دونوں علموں کے عالم روحانی و جسمانی امراض کے معالج اور ہر سقم و مرض کے مسیحا اور دونوں کی صحت کے محافظ ہوتے ہیں۔ ان کے وجود سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہتا اور نہ خالی رہے گا۔ اسی واسطے ہر زمانہ کے لوگوں کو ان کی عقلاً ضروری ہے اسی وجہ سے

معرفت امام متفق علیہ

تو یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جو شخص بلا معرفت امام کے مرے تو موت اس کی جاہلیت یعنے کفر کی موت ہوگی۔

اس حدیث میں معرفت امام معرفت خدا پر مقدم ظاہر ہوئی ہے کیوں نہ ہو جوں کہ معرفت امام سے معرفت خدا ہونا یقینی ہے۔ اسی واسطے پیغمبر خدا نے معرفت امام کا ذکر کیا اور معرفت خدا کا ذکر نہ فرمایا۔ کیوں کہ یہ نا ممکن ہے کہ عارف امام معرفت پروردگار سے بے بہرہ رہے

اور جب معرفت امام سے معرفت خدا حاصل ہونا یقینی ہوئی۔ تو معرفت رسول خدا بطریق اولیٰ حاصل ہوگی کیوں کہ یہ ہی معرفت خدا کی طرح لازمہ معرفت امام ہے جس طرح قرص آفتاب سے شعاع وضیاء کی جدائی نا ممکن۔ اسی طرح معرفت امام سے معرفت خدا ورسول کا نہ ہونا ناممکن ومحال ہے

بہر حال حق تعالیٰ نے تقرری امام کا کام اپنے ذمہ لے کر ہم لوگوں کو اسے سبکدوش کیا۔ لیکن شناخت وپہچاننے کا فریضہ ہمارے ذمہ واجب ولازم قرار دیا۔ اس نے ان میں علائم قرار دیئے ہیں اس کی شناخت پر ما مور فرمایا۔ اس نے ان میں نشانیاں معین کیں ہمیں ان کی معرفت کا حکم دیا۔ ان کو لباس عصمت سے آراستہ کر کے پہنچوایا عالم علوم لدنی قرار دے کر پہنچوایا۔ مخلوق کو ان کا مطیع کر کے پہنچوایا۔ پھر ہر رسول ونبی وخلیفہ وامام کو مناسب وقت ومطابق زمانہ کے پہنچوایا۔ جس کے لئے جس طرح کی نشانی وعلامت ضرورت تھی اسی نشانی وعلائم سے پہنچوایا۔ کسی کو اپنے گھر میں پیدا کر کے پہچنوایا۔ کسی کو معافی فطرس کا ذریعہ کر کے پہچنوایا صلصائیل ملک کو انہی امام کے وسیلہ اپنی رحمت میں شامل کر کے پہچنوایا۔ وقت ولادت لعبائے حوریہ کو قابلہ معین کر کے پہچنوایا لباس بہشت ومیوہ جنت نازل کرا کے پہچنوایا۔ اشعار

تمہید مصائب

شان حسین

خورشید آسمان وزمین نور مشرقین | پروردۂ کنار رسول خدا حسین
دریگانہ دریائے مجمع البحرین | نجون طپیدۂ کرب وبلا امام حسین

حدیث میں وارد ہے کہ ایک روز یہ ہی امام حسین علیہ السلام اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیرون شہر تشریف لے گئے تھے یکایک تیز وتند آندھی گرد آلود چلی اور گرد وغبار ہر صورت امام حسین پر پڑی۔ امام حسین

نے واپسی کی خواہش کی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ان کو واپس لے چلے راہ میں نور آئے جبرئیل نازل ہوئے اور بعد تحفہ درود وسلام کے عرض کی۔ یارسول اللہ حق تعالی کو یہ گوارا نہیں کہ امام حسینؑ کو اس حالت سے اون کی ماں کے سامنے لے جایئے۔ کیوں مومنین جس حسین کا گرد آلود فاطمہ زہراؑ کے سامنے آنا خداوند عالم کو گوارا نہیں۔ نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ وہی سر امام حسین کبھی نیزے پر علم اور کبھی درخت میں اور کبھی دروازے میں لٹکایا جاتا تھا۔ اور لوگ اُسے پتھروں کا نشانہ بناتے تھے۔

غرضکہ جبرئیل آب سلسبیل بمعہ طشت وابریق بہشتی لائے اور جبرئیل نے آب سلسبیل ڈالنا شروع کیا اور پیغمبر خدا سر وصورت لب ودندان حسین دھوتے جاتے تھے۔ آہ آہ ایک دن تو یہ ہی سر وصورت ولب ودندان کی یہ عزت تھی کہ آب سلسبیل سے خاتم الانبیا دھوئیں اور جبرئیل طشت وابریق وآب سلسبیل ڈالیں۔ اور ایک دن وہی سر حسین طشت طلامیں تخت یزید کے سامنے رکھا گیا۔ اور دست نحس میں یزید پلید کے چوب خیزران تھی اور لب ودندان حسینؑ کی وہ بے عزتی کر رہا تھا کہ جسے دیکھکر یہود ونصاریٰ تک بے اختیار روتے تھے۔ اور یزید کو منع کرتے تھے۔ یَا یَزِیدُ اِرْفَعْ قَضِیْبَكَ عَنْ هٰذَیْنِ الشَّفَتَیْنِ۔ اے یزید چوب خیزران ان لب ودندان سے اُٹھا لے۔ کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ انھیں لب ودندان کو چوستے اور بوسے لیتے تھے۔ آہ آہ سب نے تو یزید کو منع کیا۔ لیکن بقول شاعر ایک معظمہ نے ازروے ملامت وطعن کے فرمایا کہ اے یزید جو جو ظلم کیا جائے کرے دل میں حسرت نہ رہ جائے۔

شعر

زینب بطعنہ گفت بزن خوب میزنی ظالم یہ بوسہ گاہ نبی چوب می زنی

بریدہ اید سرش زا بہ ذلت وخواری ہنوز از سر او دست برنمی داری

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس بست ودہم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِيْنِ الرَّجِيْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تبارك وتعالیٰ فی محکم کتابہ الکریم ومبرم خطابہ العظیم۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۔ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۔ سورہ سبح جزء ۳۰ رکوع ۱۲ پر خلاق عالم و مصور نوع بنی آدم بتوسط اپنے رسول محترم و نبی معظم و مکرم فرزندان آدم سے خطاب فرماتا ہے کہ فلاحیت نصیب ہوئی اس شخص کو کہ جس نے تزکیہ و طہارت کی اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا اور نماز پڑھتا رہا۔ مگر تم لوگ زندگانی دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کہیں بہتر و دیرپا ہے۔ بیشک یہ بات اگلے صحیفوں میں بھی تھی۔ اور ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ الباری سے روایت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں اور ان میں سے تین ہزار تیرہ رسول صاحب کتاب ہیں۔ چار ہزار صحیفے حق تعالیٰ نے نازل فرمائے اور بعض انبیا اور رسولوں کو متعدد صحیفے عطا ہوئے۔

صرف عربستان میں چار پیغمبر ہوئے۔ حضرت ہود۔ حضرت صالح۔ حضرت شعیب۔ اور ہمارے رسول مقبول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس آیت میں خلاق عالم اعمال عید فطر بیان فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی الخ یقیناً رستگار ہوا فلاحیت کو پہونچا۔ نجات پائی ان لوگوں نے کہ جو اعمال روز عید بجالائے وہ یہ ہیں۔ (۱) تزکیہ کرنا (۲) دعا پڑھنا (۳) مخصوص طریقہ سے ذکر خدا کرنا کہ جس کو شریعت نے بتایا و مقرر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَا ھَدَانَا ۔ وَلَہُ الشُّکْرُ عَلٰی مَا اَوْلَانَا ۔ اللہ بڑا ہے اللہ بزرگ ہے کوئی خدا سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ اللہ ہی بزرگ ہے۔ اللہ برتر ہے اللہ ہی کے واسطے سب تعریفیں ہیں۔ اللہ بزرگ ہے اس لئے کہ اس نے ہمیں ہدایت کی اور شکر اسی کا اس بات پر کہ اس نے ہمیں نعمتیں عطا کیں (۴) نماز عید۔ یہ چاروں مع غسل عید ہونا چاہیئے۔

اس روز عید ہونے کا سبب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے یکم شوال المکرم کو روزے داروں کو اجر جمیل و ثواب جزیل عطا فرمایا ہے جس طرح مزدور تمام دن کی خدمت کے بعد شام کو اجرت و ثواب درگاہ الٰہی سے پاتا ہے۔

روایت میں ہے کہ ہر روز ماہ مبارک صیام میں حق تعالیٰ ہزار ہزار بندے آتش جہنم سے

آزاد کرتا ہے اور شب جمعہ کی ساعت اول سے آخر ساعت جمعہ تک ہر ساعت میں ہزار ہزار آدمی آتش جہنم سے آزاد کرتا ہے اور شب آخر ماہ مبارک صیام میں جتنے کل ماہ مبارک صیام میں آزاد ہوئے اتنے آزاد کرتا ہے۔ اسی واسطے شب عید کو لیلۃ الجوائز کہتے ہیں۔

اس عید کو بہت سے ملائکہ بحکم خدا زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ اور کوچہ و بازار میں کھڑے ہو کر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور جب لوگ نماز کے واسطے مصلوں پر جاتے ہیں تو حق تعالے ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے ملائکہ کیا ثواب و عوض اس شخص کا ہونا چاہیئے کہ جو اپنے عمل کو تمام کرے۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ ایسے شخص کو جزاے تمام ملنا چاہیئے۔ خطاب الٰہی ہوتا ہے کہ اے ملائکہ گواہ رہو کہ ہم نے ماہ رمضان کے روزوں اور کل مہینے کی عبادت کا ثواب اپنے بندے کو عطا کیا۔ اور ہم راضی و خوشنود ہوئے۔ اور ہم نے انھیں بخش دیا اس کے بعد مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ جو اس مجمع میں حاضر ہیں جو چاہتے ہو۔ طلب کرو۔ قسم اپنے عزت و جلال کی کہ جو اس مجمع میں حاجت دین و دنیا طلب کرے میں اُسے عطا کروں گا۔ اور تمھارے عیبوں کو چھپاؤں گا تاکہ ہم سے روگرداں نہ ہو۔ اور تمھارے اجر و ثواب کو دوہرا کرتا ہوں اور تم کو رسوا نہیں کرتا اور یہاں سے لوگ امرزیدہ جاؤ۔ چوں کہ تم نے ہمیں خوش کیا ہم تمھیں خوش کرتے ہیں یہ سن کر ملائکہ خوش و مسرور ہو کر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں۔

اس روایت سے سبب عید اور آپس میں ایک دوسرے کو تبریک و مبارک باد دینا معلوم ہوا چوں کہ ملائکہ امت مرحومہ کے متعلق بشارتیں سن کر آپس میں مبارکباد دیتے ہیں۔ پھر تو امت مرحومہ کے افراد آپس میں مبارکباد دیتے اور عید کرتے اور مصافحہ و معانقہ و بغلگیر ہوتے لباس پہنے وغیرہ امورات بجالانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ اس عید فطر کی خوشی ان لوگوں کو ہے کہ جن میں جذبۂ حیوانیت اور لذت اکل و شرب کا زیادہ خیال رہتا ہے لیکن خاصان خدا و مقربان کی عید تو جب ہوئی کہ ان کا معدہ لذت دنیا سے خالی ہو یہی تو وجہ ہے کہ روزوں کو وہ لوگ عید اور ماہ صیام کو عید سعید و عید اعظم جانتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَہْرَ اللہِ الْاَکْبَرِ وَ عِیْدَ اَوْلِیَائِہِ الْاَعْظَمِ۔ سلام ہو میرا تجھ پر اے بڑے مہینے اللہ کے

اور عید سعید اس کے بزرگ و محترم دوستوں کی

حضرات در وداع

ماہ مبارک صیام بڑا مقدس مہینہ تھا۔ آہ آہ اس کی کس برکت و شرافت کو یاد کریں اس سے مسجدیں معمور و منور نظر آتی تھیں محرابیں آباد دکھائی دیتی تھیں۔ آوازیں اذاں کی سر بفلک پہنچتی تھیں مصلے آراستہ تھے تسبیح و سجدہ گاہ کی طرف قلبی رغبت پیدا تھی۔ تلاوت قرآن کی آوازیں دل و دماغ کو تروتازہ کرتی تھیں ہر گھر میں ایسی برکت کہ ہر وقت روزے نماز کے چرچے۔ غوطہ و طہارت کے تذکرے واجبات و حرام کے مقابلے سنت و مکروہ پر مباحثہ نظر آتے تھے۔ یہ سب اسی ماہ کی برکت تھی۔ جو کبھی مسجد کے نزدیک سے بھی راستہ نہ چلتا تھا وہ پانچوں وقت کی نماز کا پابند و روزے دار دکھائی دیتا تھا۔ ماہ مبارک میں خدا کی جانب سے برکت نازل ہوتی ہے۔ اسی مہینے میں شب قدر ہے۔ کہ جس کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت مقبولہ سے بڑھکر تھا۔ یہ ہی مہینہ کل مہینوں کا سردار تھا اور یہ ہی توبہ کا مہینہ تھا۔ یہ ہی ماہ مغفرت اور اسی ماہ کے اعمالوں کا ثواب مضاعف ملتا تھا۔ اسی مہینہ میں بند کرنا عبادت اور سانس لینا تسبیح ذکر خدا کے برابر تھا اسی ماہ کے اعمال قبول اور دعائیں مستجاب ہوتی تھیں۔ پس ہم شکر کرتے ہیں اس خدا کا جس نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے پہلی امتوں سے بہتر و برگزیدہ کیا۔ اور اسی مہینہ کو ہمارے لئے روزوں کا مہینہ قرار دیا۔ اس واسطے ہم نے جو عبادت بھی کی اور اس کے حقوق کثیر سے بھی کچھ ادا کئے حَتّٰی فَارَقَنَا عِنْدَ تَمَامِ وَقْتِہٖ وَانْقِطَاعِ مُدَّتِہٖ فَلَحْنُ مُوَدِّعُوْہُ وَدَاعَ مَنْ عَزَّ فِرَاقُہٗ عَلَیْنَا وَاَوْحَشَنَا انْصِرَافُہٗ عَنَّا فَنَحْنُ الْقَائِلُوْنَ تا آنکہ جب اس مہینہ کا پورا ہوا اور مدت اسکی ختم ہوئی تو اس نے ہم سے مفارقت کی پس اب ہم اسے سلام وداعی کرتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَہْرَ اللّٰہِ الْاَکْبَرِ وَعِیْدَ اَوْلِیَائِہِ الْاَعْظَمِ۔ اے بزرگ و محترم مہینے اللہ کے اور اس کے دوستوں کی عید اعظم تجھ پر ہمارا اسلام ہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَکْرَمَ مَصْحُوْبٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَیَا خَیْرَ الْاَیَّامِ وَالسَّاعَاتِ۔ اے بہترین ساتھ دینے والے با عتبار اوقات کے تجھ پر میرا سلام ہو اور اے سب مہینوں سے بالاتر مہینہ باعتبار ایام و ساعات تجھ پر میرا سلام ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ قَرِیْنٍ جَلَّ قَدْرُہٗ مَوْجُوْدًا وَفُجِعَ اِنَّہٗ مَفْقُوْدًا سلام تجھ پر اے وہ ہمنشین کہ جس کی قدر موجودگی میں بڑی تھی اور اس کے فراق کے وجہ سے سخت رنج

پہونچا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کَمَا وَرَدَتْ عَلَیْھَا بِالْبَرَکَاتِ وَغَسَلْتَ عَلَیْنَا دَنَسَ الْخَطِیَّاتِ۔ سلام ہو تجھ پر جیسا کہ تو برکتوں کے ساتھ ہم پر وارد ہوا اور تو نے ہمارے گناہوں کے چرک کو ہم سے دھو دیا۔

السلام علیک من مطلوبٍ قَبْلَ وَقْتِہٖ وَمَحْزُوْنٍ عَلَیْہِ قَبْلَ فَوْتِہٖ سلام ہو تجھ پر کہ تو مطلوب قبل از وقت کے ہے۔ اور بعد جانے کے باعث غم و رنج ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی فَضْلِکَ الَّذِیْ حُرِمْنَاہُ وَمَا کَانَ مِنْ بَرَکَاتِکَ سُلِبْنَاہُ۔ سلام ہو تجھ پر اور تیرے فضل پر کہ جس سے اب ہم لوگ محروم ہو گئے اور تیری برکتوں پر کہ جو ہم سے چھٹ گئیں۔

غرضکہ حق تعالے نے سورہ سبح اسم میں ارشاد فرمایا کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ یعنی یقینی فلاحیت و رستگاری نصیب ہوئی اُس شخص کو کہ جس نے اپنا تزکیہ کیا۔ تزکیہ کے معنون میں بڑا اختلاف ہے۔

ایک یہ کہ بندہ اپنے خالق کو جمیع نقائص و عیوب سے پاک و مبرا سمجھے۔ دوسرے یہ کہ بندہ اپنے معبود برحق کی ذات و صفات اور افعال و عبادات میں شریک و سہیم قرار نہ دے کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے کہ جسکو حق تعالے کبھی بخشنے ہی گا نہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان تزکیہ معاصی کرے۔ کل معاصی و نافرمانیوں کو ترک کرے۔ چوتھے یہ کہ انسان اپنے نفس کو اخلاق ذمیمہ و صفات قبیحہ سے پاک و صاف کر کے صفات حمیدہ و خصائل پسندیدہ سے مزین و آراستہ کرے پانچویں یہ کہ انسان زکوۃ فطرہ ادا کرے۔ در واقع فطرہ جسم انسان کو جمیع آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ امام ششم کاشف الاسرار الحقائق والد قائق مولانا جعفر علیہ السلام اپنے وکیل معتب نام سے اسی زکوۃ خلقت و فطرت کی تاکید فرماتے ہیں کہ اے معتب اگر کسی نے زکواۃ نہ دی یعنی اگر کسی کا بھی فطرہ رہ گیا تو اس کے اسی سال میں ہلاکت کا خوف ہے چھٹے مطلب تزکیہ کا یہ ہے کہ انسان تزکیہ اسلام کرے کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ہر بچہ دین اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد والدین اس کو جیسے خود ہوتے ہیں۔ اسی دین پر بچے کو بھی بنا لیتے ہیں۔ لہذا یہ زکوۃ دینا ضروری و لازمی ہے تا مسلم و غیر مسلم میں تمیز ہو جائے ساتویں یہ کہ بندہ روز عید افطار کرنے کی زکوۃ دے۔ کیونکہ ایک ماہ متواتر روزوں کی عادت کے بعد دوسری عادت کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے یہ زکوۃ مقرر ہوئی۔ علاوہ برین یہ زکوۃ روزوں کے سہو نسیان کے اور خرابیوں کو درست کرتی ہے۔ اسی واسطے شارع مقدس نے یہ زکوۃ مقرر فرمائی ہے

جس طرح خاک شفا۔ تربت حضرت سید الشہداء علیہ الاف التحیۃ والثناء پر نماز میں سجدہ کرنے سے نماز کے سہو و نسیان کی خرابیاں رفع ہو جاتی ہیں اسی طرح زکوۃ فطرہ دینے سہو و نسیانی خرابیاں روزہ کی رفع ہو جاتی ہیں۔ آٹھویں تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان زکوۃ فطرہ دے کیوں کہ فطرہ کے متعدد معانی سے ایک معنی سنت کے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے عَشَرَۃٌ مِنَ الْفِطْرَۃِ دس چیزیں سنت ابراہیم سے ہیں تفسیر آیۃ بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا میں چھٹے امام سے روایت ہے کہ حنیفاً سے دس چیزیں مراد ہیں۔ پانچ سر میں اور پانچ بقیہ بدن میں۔ سر کی پانچ سنتی چیزیں یہ ہیں۔ مونچھ کا کٹوانا ڈاڑھی کی اصلاح بالوں میں کنگھی کرنا۔ مسواک کرنا خلال کرنا اور پانچ چیزیں سنتی بدن کی یہ ہیں کہ گلے سے پیر تک بالوں کا جدا کرنا۔ ختنہ کرانا۔ ناخون کٹوانا غسل جنابت کرنا۔ پانی سے طہارت کرنا۔

جس طرح یہ ابراہیمی سنت ہے اسی طرح زکوۃ فطرہ ہمارے رسول مقبول خاتم الانبیاء ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جس کو خلاق عالم نے فریضہ واجب قرار دیا۔ اور اس کے آداب احکام مقرر فرمائے ہیں۔

زکوۃ خمس۔ رد مظالم۔ نذرات۔ کفارات۔ دیات۔ ثلث اموات۔ وغیرہ واجب ہوں یا سنت یا جس طرح بھی انسان موافق حکم خدا اس کی راہ میں صرف کرے تو اس کے احکام مقرر ہیں۔ اس کے آداب شارع نے قرار دیئے ہیں تاکہ ثواب دارین واجر نشائتین حاصل ہو۔ ورنہ نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کا مصداق ہوگا۔ ورنہ مال تو جائے گا۔ اور مشغول الذمہ بھی رہے گا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوگا۔

غرض کہ انفاق مال کے بہت سے آداب و احکام مقرر ہیں۔ علم فقہ و علم اخلاق میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہیں لیکن باقتضائے مجلس صرف چند آداب بیان کرتا ہوں۔

پہلے (۱) میں خواہ بطور واجب یا سنت جس طرح بھی صرف کرے۔ سرعت و عجلت سے کام لے۔ ورنہ نفس امارہ و شیطان دل میں شکوک پیدا کر کے اس کو انفاق فی سبیل اللہ سے روک دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ قبل از سوال انفاق کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سوال میں سائل کی آبرو ریزی

حاشیہ: دس سنتیں ابراہیمی [illegible]

حاشیہ: صرف مال کرنے کے آداب و احکام

ہوتی ہے۔ اور شرمندہ و خجل ہوتا ہے۔

۳ **تیسرے** - یہ کہ انفاق اماکن شریفہ و زمان محترمہ میں کرنا چاہئے۔ کیونکہ زمان و مکان بذل و بخشش کے ساتھ مخصوص ہے جس قدر مکان و زمان محترم و مقدس ہوگا اوسی قدر اوس مکان و زمان میں انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب بھی زیادہ ہوگا جیسے عید غدیر۔ عشرا دی ماہ ذالحجۃ الاحرام۔ ماہ مبارک صیام۔ روز جمعہ۔ وغیرہ۔ حدیث میں وارد ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ۔ سائر ایام میں جواد تھے۔ لیکن ماہ صیام میں جوادتر اور بہت ہی زیادہ بذل و انفاق فی سبیل اللہ فرماتے تھے۔

۴ **چوتھے** - یہ کہ علانیہ و آشکارا انفاق کرنا چاہئے۔ یعنے حقوق واجبی کے ادا کرنے میں اگر کوئی نقصان مثل ریا وغیرہ کے یا کسر شان برادر دینی کی نہ ہو تو علانیہ و آشکارا انفاق کرنا بہتر ہے۔ ورنہ پنہاں و مخفی طور پر حقوق واجبی ادا کرنا بہتر و مناسب ہے

۵ **پانچویں** - بلا منت و احسان انفاق کرنا چاہئے۔ چونکہ خلاق عالم سورہ بقر جز ۳ میں ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔ اے مومنو تم لوگ اپنے صدقات کو باطل و ضایع نہ کرو اپنے صدقات احسان جتانے اور سائل کو اذیت و آزار پہونچانے سے۔ لہذا بلا منت و احسان دینا چاہئے۔

۶ **چھٹے** - یہ کہ تواضع و انکساری سے حقیر و نادار سے پیش آنا چاہئے۔ نہ کہ فخر و غرور و بزرگی کا خیال کر کے انفاق کرے۔

۷ **ساتویں** یہ کہ اس طرح انفاق کرنا چاہئے کہ باعث خفت و موجب خجالت برادر دینی نہ ہو۔ مثلا عزت دار کو نقد دینا اگر خلاف شان اور اوسکے احترام کے مخالف ہے تو اس کو کوئی ایسی چیز دے کہ جسے برائت الذمہ ہونے کے علاوہ اس کی آبرو کی حفاظت کا باعث ہو۔

۸ **آٹھویں** - یہ کہ خواہ کتنی بڑی و زائد مقدار ہو تو بھی اسکو با وقعت نہ خیال کرے یعنے جو چیز راہ خدا میں انفاق کر رہا ہے اوس کو عظیم و با وقعت تصور نہ کرے۔ مثلاً اگر کسی نے مسجد یا مدرسہ دینی یا امام باڑہ و مسافر خانہ بنا دیا ہے تو اوس کو کار بزرگ خیال نہ کرے اور یہ دماغ میں نہ ٹھس جائے کہ میں نے خدا کو راضی و خوشنود کر لیا ہے۔ چونکہ ایسے خیالات سے اجر باطل و ثواب ضایع و برباد ہو جاتا ہے لہذا بہت بھی خیال رکھنا چاہئے۔

۹ **نویں** یہ کہ بہترین مال راہ خدا میں انفاق کرے۔ نہ کہ سڑی گلی بلا ضرورت خراب و خستہ و غیر مفید

چیز انفاق کرے - سورہ بقر جز ۳ رکوع ۵ پر ارشاد باری ہے - یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ - اے ایمان دارو اپنی پاک و پاکیزہ کمائی سے راہ خدا میں انفاق کرو - دوسرے مقام سورہ آل عمران جز ۴ رکوع ۱ پر ارشاد باری ہے - لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - جب تک تم اپنی پسندیدہ و مرغوب چیزوں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو گے ہرگز نیکی کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔

۱۰ دسویں - یہ کہ اگر پوری طرح قدرت انفاق پر رکھتے ہو تو اس قدر دو کہ فقیر غنی ہو جائے اور پھر اوس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے۔

۱۱ گیارہویں - یہ کہ بعد انفاق اپنے ہاتھ کے بوسے لے - کیونکہ ہاتھ اوس کا نائب دست خدا سے مس ہوا - حدیث میں وارد ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام جب کوئی چیز سائل کو دیتے تھے تو بعد دینے کے اپنے ہاتھ چوم لیتے تھے۔

۱۲ بارہویں - یہ کہ جب کوئی چیز راہ خدا میں دے تو اسے خواہش دعائے خیر کرے - کیونکہ دعائے سائل دینے والے کے حق میں مقبول و مستجاب ہوتی ہے - حدیث میں وارد ہے کہ امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اپنے خادم سے ارشاد فرمایا کہ ذرا سائل کو دینے میں تاخیر کرنا کہ لینے والا دعائے خیر کرے - کہ دعا سائل کی رد نہیں ہوتی۔

۱۳ تیرھویں - یہ کہ انفاق کرتے وقت استحقاق کو خیال کرنا چاہیئے - اگر صاحبان اعتقاد ہوں تو غیر اعتقاد و صحیح الاعتقاد پر مقدم کرنا چاہیئے - صلحاء عرفا فضلاء اشراف عیالدار و مدیون و مقروض کو فساق و فجار و اشرار پر مقدم کرے - ہر ایک کے عزت و آبرو کا خیال رکھے۔

۱۴ چودہویں - یہ کہ انفاق کرتے وقت استحقاق کا خیال رکھے اہل علم و اقرباء و صاحبان ورع و تقوی ایمانداروں کو اغیار پر مقدم کرے۔

کیونکہ انفاق کے پانچ درجے ہیں - اول یہ کہ ایک دینے پر دس کا ثواب حاصل ہو - جیسا کہ حق تعالے نے سورہ انعام جز ہشتم رکوع ہفتم میں ارشاد فرماتا ہے - مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا - جو شخص ایک نیکی کرے گا تو اوسکو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا - یہ مستحق صحیح الاعتقاد کو دینا ہے - حق تعالے ایک دینے پر دس کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

تفصیل پنج درجات - اول

دوم - دویم یہ کہ ایک دینے پر ستر کا ثواب حاصل ہو - یہ فقیر علیل المزاج و مریض و بیمار و صاحبان اعتقاد مستحق کو دینے کا ثواب ہے۔

سوم - سوئم - یہ کہ ارحام و اقارب کو دینے پر ایک کے بدلے سات سو کا ثواب ملتا ہے۔

۴ **چہارم** - یہ کہ والدین مستحق کو ایک دینے کے بدلے رب سات ہزار کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

۵ **پنجم** - یہ کہ طالبان علم وعلماء فضلاء وحافظان شریعت مروجان احکام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمک ومدد کرنے پر ایک کے بدلے سات سو لاکھ کا ثواب ملتا ہے۔ تَفَضُّلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْبَدْرِ عَلَى النُّجُوْمِ - فضیلت عالم کی عابد پر مثل ماہ شب چہاردہ کے ستاروں پر ہے۔

تعجب نہ فرمایئے، حیرت میں نہ پڑیئے - چونکہ علماء اشرف خلق وارث علوم انبیاء جانشین ائمہ معصومین و پدر روحانی امت ہوتے ہیں۔

حضرات - والدین کی دو قسمیں ہیں - جسمانی وروحانی - والدین جسمانی کی بھی دو قسمیں ہیں - حقیقی و مجازی - والدین جسمانی مجازی کی چچا وسسرے - بڑے بھائی، خالو - ماموں بہاس وخوشدامن چچی وبہن پی بڑی بہن خالہ ممانی وغیرہ بمنزلہ والدین کے ہیں - انکا احترام بھی ضروری ولازمی ہے - حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ میں سے حضرت سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے زمان جاہلیت میں اپنی جوان لڑکی کو کہ جو قابل تزویج وشادی کے تھی آراستہ وپیراستہ کرکے موافق رسم جاہلیت کنوئیں میں ڈالدیا - یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل تعلیم فرمایئے کہ جس کے کرنے سے گناہ میرا معاف ہو - حضرت نے دریافت کیا کہ تیری ماں زندہ ہے - عرض کی نہیں - پوچھا خالہ موجود ہے - عرض کی - نعم یا رسول اللہ - حضرت نے فرمایا کہ جا اپنی خالہ سے باحسان ونیکی پیش آ تاکہ کفارہ تیرے گناہ کا ہو - اس روایت سے پتہ چلا کہ خالہ کی خدمت کرنا اور اون سے باحسان ونیکی پیش آنے سے کفارہ گناہ ہوتا ہے۔

اور والدین حقیقی - جسمانی ماں باپ کے متعلق اور ان سے باحسان ونیکی پیش آنے کو خلاق عالم نے قرآن مجید میں متعدد مقاموں پر تاکید فرمائی ہے - چنانچہ سورہ عنکبوت جزء بیسواں رکوع تیرھویں میں ارشاد فرمایا ہے - وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا - اور ہم نے انسان کو اپنے ماں اور باپ سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور اونکے عاق ہونے کو کفر کا قرین قرار دیا - سورہ لقمان جز ۲۱ رکوع گیارھویں میں ارشاد باری ہے - اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ - میرا بھی شکریہ ادا اور اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرو آخر نفر سب کو میری طرف لوٹ آنا ہے۔

والدین روحانی کی بھی دو قسمیں ہیں - ایک مجازی اور دوسرے حقیقی - پس والدین مجازی علماء کثر اللہ امثالہم ہیں - انکے حقوق والدین جسمانی سے بدرجہا بڑھکر ہیں - سکندر ذوالقرنین سے دریافت کیا کہ آپ کیوں اس قدر عزت واحترام استاد کرتے ہیں جواب دیا کہ لان ابی سبب حیاتی الفانیۃ ومعلمی

وَمُعَلِّمِیْ سَبَبُ حَیَاتِہِ الْبَاقِیَۃِ ۔ کیونکہ باپ میرا سبب زندگانی دنیائے فانیہ کا اور معلم و استاد میرا باعث زندگانی باقیہ کا ہے یہ تو بچہ تک بھی جانتا ہے کہ ایک مسئلہ عالم سے دریافت کر کے عمل کرنا بہتر ہے دنیا و مافیہا سے ۔

تقابل الدین حقیقی و مجازی

اور پدر روحانی حقیقی ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اور ان کے بارہ خلفاء و اولاد و امجاد ہیں ۔ چونکہ انکی وجہ سے ہم لوگ بلکہ کل مخلوق پیدا ہوئی ۔ جس طرح والدین مجازی جسمانی کے لئے دعائے خیر کرنے کا حکم ہے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل جزو ۱۵ رکوع ۳ میں ارشاد ہے ۔ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اے میرے پالنے والے جسطرح ان دونوں والدین نے میری چھٹپنے میں پرورش کی ہے تو بھی انپر اپنا رحم فرما ۔ اسی طرح والدین روحانی کہ جو محمد و آل محمد ہیں انکے لئے بھی دعا کرنا واجب بلکہ اوجب ہے ۔ جیسا کہ سورہ احزاب جزو ۲۲ رکوع ۲ میں ارشاد ہے ۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ اے ایماندارو صلوات بھیجو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ ۔ اور ان کی اولاد پر ۔ اور سلام کرو کہ جو سلام کرنیکا حق ہے

ولادت شیعہ

چونکہ اولاد جزو پدر ہوتی ہے اور لائق و اہل اولاد وہی شمار ہوتی ہے کہ جس میں والدین کے صفات و اوصاف نظر پڑیں ۔ یہی وجہ ہے کہ معصوم ارشاد فرماتے ہیں ۔ شِيْعَتُنَا مِنَّا قَدْ خُلِقُوْا مِنْ فَاضِلِ طِيْنَتِنَا وَعُجِنُوْا بِمَاءِ وَلَايَتِنَا ۔ ہمارے شیعوں کی خلقت ہماری خلقت سے ہے اور انکی سرشت ہمارے مادہ محبت و آب ولایت سے ہے ۔ پہچان انکی یہ ہے کہ ہماری مسرت میں مسرور اور ہمارے حزن و ملال میں محزون و مغموم ہوتے ہیں ۔ یہی تو وجہ ہے کہ جب نام امام حسین شیعوں کے سامنے لیا جاتا ہے تو بے اختیار متاثر ہوتے ہیں ۔ فِي الْبِحَارِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ الْحُسَيْنُ ۔ اَنَا قَتِيْلُ الْعَبْرَةِ مَا ذُكِرْتُ عِنْدَ مُؤْمِنٍ اِلَّا اسْتَعْبَرَ ۔ کتاب بحار الانوار میں

گریہ و بکاء حضرت

جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا امام حسین علیہ السلام نے کہ میں وہ کشتہ گریہ و بکا ہوں کہ جہاں نام ہمارا کسی مومن کے سامنے لیا جائیگا گریہ کہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے گا ۔ عجب نہیں کہ مراد حضرت کی یہ ہو کہ میں وہ کشتہ گریہ و زاری ہوں کہ جس کو رولا رولا کر قتل کیا ۔

درحقیقت اعدائے آنحضرت کو کیسا رولایا ۔ روز عاشورا کبھی مفارقت اصحاب کبھی جدائی اقربا پر روتے تھے کبھی حالت اہلبیت پر تو کبھی اطفال خورد سال کی عطش پر روتے تھے ۔ کبھی کسی کے فریاد استغاثہ سنکر تو کبھی کسی کو رخصت میدان دیکر روئے ۔ لَا يَوْمَ كَيَوْمِكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ۔ اے مولا آپ کے روز مصیبت سے کوئی سخت تر روز مصیبت نہیں گذرا ۔ آہ آہ کبھی بھتیجے کے دوست کی شہادت پر روئے کبھی یادگار حضرت جعفر طیار پر روئے ۔ کبھی یادگار برادر پر روئے ۔ تو کبھی یادگار

پدر پر روئے۔ کبھی لاش علمدار پر۔ کبھی دست ہائے بریدہ برادر وفادار پر گریہ وزاری فرماتے تھے اور کہتے تھے۔ یَا اَخِی اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَہْرِی۔ اے بھائی عباس تمہارے مرنے سے کمر ہماری ٹوٹ گئی۔ اور راہ چارہ ہر طرف سے مسدود ہو گئی۔

آہ آہ کبھی لاش پر اپنے نور نظر شبیہ پیغمبر پر ارشاد فرماتے تھے۔ یَا بُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا۔ اے بیٹا علی اکبر اب بعد تیرے خاک ہے اس دنیا پر۔

محبان امام • ذرا تو تصور فرمائیے کہ کیا حال ہو گا کہ جب حضرت نے اپنے جوان کی آواز آخری میدان سے سنی ہو گی تو فوراً بے تاب ہو گئے اور۔ وَاعَلِیَّاہ۔ کہتے روتے پیٹتے ٹٹولتے نہ معلوم کس طرح سے حضرت اپنے نوجوان تک پہونچے۔ دیکھا کہ وہ جوان رعنا خاک و خون میں غلطان ریگ گرم صحرا پر تڑپ رہا ہے۔ وَاَخَذَ رَاْسَ وَلَدِہٖ وَوَضَعَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَیَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْہِہٖ وَقَالَ یَا بُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا۔ حضرت کہ بالین سر اوس نور نظر کے زمین پر بیٹھکر سر اوس پارہ جگر کا اپنی آغوش میں اوٹھا لیا اور بحسرت و یاس صورت علی اکبر کو دیکھتے تھے اور خون چہرہ انور سے پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے فرزند اب تیرے بعد خاک ہے اس دنیا پر۔ جب تجھ سا نوجوان تشنہ لب مرجائے تو اب کیا لطف زندگانی باقی ہے۔ وَانْہَمَلَتْ عَیْنَاہُ مِنَ الدُّمُوْعِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَا بُنَیَّ قَدِ اسْتَرَحْتَ مِنْ کَرْبِ الدُّنْیَا وَہَمِّہَا وَبَقِیَ اَبُوْکَ وَحِیْدًا فَرِیْدًا بَیْنَ الْاَعْدَاءِ۔ اوس وقت حضرت کی چشم ہائے انور سے اشک جاری تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اے فرزند تم نے تو اس رنج والم دنیا سے راحت پائی اور طرف جنت کے رحلت کی لیکن افسوس ہے کہ تمہارا باپ یکہ و تنہا نرغہ اعدا میں مبتلا رہا۔ قَتَلَ اللّٰہُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ وَاَشَدُّ جُرْاَتَہُمْ عَلَی انْتِہَاکِ حُرْمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ خدا قتل کرے اوس قوم ستم شعار کو کہ جس نے تجھ سے جوان رعنا کو قتل کیا۔ بے حیا ہیں وہ ملعون کہ جنہوں نے تیرے قتل پر جرات کی اور مطلق خوف خدا اور رعایت حرمت رسول نہ کی

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس سی ویکم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ۔ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ۔ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہٖ الْعَظِیْمِ۔ دَمبرم خِطَابِہٖ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ سورہ بقر جز ۲ رکوع ۳ پر حق تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ تم مجھکو یاد کرو۔ میں تم کو یاد کرون اس یاد سے مقصود الہی وہ یاد کرنے کے طریقہ ہیں کہ جس کو شریعت غرا نے تعلیم فرماتے ہیں۔ نہ یہ کہ صوفیون کی طرح من گھڑت طریقہ سے خدا کو یاد کیا جائے۔ کیونکہ اسمائے الہی واذکار خداوندی سب توفیقی ہیں۔ علم کلام میں یہ مسئلہ کامل دلیلوں اور محکم براہینوں سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ انسان خدا کا وہی نام ذکر کرسکتا ہے کہ جسکی اجازت شارع نے دی ہے اور اسی طریقہ سے ذکر خدا کر سکتا ہے کہ جسکو شریعت نے ممضی فرمایا ہے یہ بالکل غلط دعوے ہے کہ انسان اپنی سمجھ اور فہم سے کوئی طریقہ ذکر خدا کا۔ یا کوئی اسم الہی معین کرے۔ بلکہ یہ طریقہ بدعت ہرگز اور ایسا نام ناجائز ہوگا قران مجید کے کل آیات کو نصب العین قرار دیتے ہوے ذکر کے چند معنے معلوم ہوتے ہیں۔ یعنے اصطلاح قران واہل قران میں لفظ ذکر چھ معنوں میں استعمال ہوا ہے

اول۔ یعنے تذکرہ وذکر جیسا کہ سورہ ص جز ۲۳ رکوع ۱۰ میں حق تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ ص وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ قسم ہے مجھکو قران وصاحب ذکر کے یعنے اس میں ذکر حرام وحلال کا ہے اس میں ذکر اوامر ونواہی کے ہیں۔ اس میں انبیا کے قصے ذکر ہیں۔ اور انکی امتوں کی خبرون کا ذکر ہے۔ اس میں قیامت کا حال ذکر ہے۔

دوسرے معنی ذکر عبرت کے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالے نے سورہ طٰہ جز ۱۶ رکوع ۱۵ پر ارشاد فرمایا ہے۔ اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا۔ یا مزاج وطبیعت میں عبرت پیدا کردے۔

تیسرے ذکر یعنی قران مجید کے۔ جیسا کہ حق تعالے سورہ انبیاء جز ۱۷ رکوع ۴ پر ارشاد فرماتا ہے۔ ھٰذَا ذِکْرٌ مُّبَارَکٌ اَنْزَلْنَاہُ۔ یعنی یہ قران بابرکت کو ہمنے نازل کیا ہے۔ دوسری جگہ سورہ یاسین جز ۲۳ رکوع ۴ پر ارشاد باری ہے۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ۔ یہ تو صاف ذکر قران مجید ہے۔

چوتھے ذکر یعنے لوح محفوظ جیسا کہ حق تعالے سورہ انبیاء جز ۱۷ رکوع ۷ پر ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ۔ اور ہم نے یقینا کتاب زبور داؤد میں لکھدیا ہے بعد لوح محفوظ میں

لکھنے کے۔ اور بعض کا قول ہے۔ کہ ذکر سے اس آیت میں کتاب توراۃ مراد ہے۔ تو پھر معنے آیت کے یوں ہوں گے۔ کہ یقیناً ہم نے کتاب توراۃ میں لکھنے کے بعد کتاب زبور میں لکھا ہے۔ کہ بتحقیق روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ یہ ہی خوشخبری کتاب زبور داؤد میں لکھی ہے۔ کہ جو لوگ ہمارے صالح بندے ہیں۔ اونکی نیک کرداری کا صلہ نہ فقط آخرت پر موقوف ہے بلکہ دنیا میں بھی ایسے لوگوں کو حکومت وسلطنت عطا کرتا ہے۔

۵ **پانچویں**۔ ذکر بمعنی تفکر وتدبر کے ہے۔ جیسا کہ سورہ اعراف جزو ۹ رکوع ۱۲ پر حق تعالے ارشاد فرماتا ہے وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔ اے رسول ہمارے فکر و تدبر کر جسکے سبب سے صانع اور اس کے صفات کا علم حاصل ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ مراد ذکر سے اس مقام پر تلاوت قران و دعا و تسبیح و تہلیل وغیرہ ہے۔

۶ **چھٹے**۔ ذکر بمعنے تذکرہ رسول و قدر و منزلت رسول ہے۔ جیسا کہ سورہ الم نشرح جزو ۳۰ رکوع ۱۹ پر موجود ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور بلند کیا تمہارے واسطے تمہارے قدر و منزلت کو۔ کہ تمکو مرتبہ نبوت و رسالت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ خاتم النبیین وسید المرسلین کہتے ہیں۔ تمہارا ذکر اذان و اقامت و تشہد و خطبہ میں قرار دیا۔ بلکہ جب مجھے یاد کریں تو تم کو ضرور ضرور یاد کریں۔ میرے نام کے ساتھ تمہارا بھی نام ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کے ساتھ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور تمہارا ذکر پہلی کتابوں میں بھی قرار دیا اور تمہارا نام بھی اگلی کتابوں میں بلند کیا۔ اور کل انبیاء سے تم پر ایمان لانے کا عہد و پیمان لیا۔ اور کل اولین و آخرین کا بروز قیامت پیشوا بنا لیا اور تم کو شافع محشر قرار دیا۔ اور تم پر اور تمہاری آل پر درود و صلوۃ کا حکم دیا نہ فقط حکم دیا بلکہ واجب قرار دیا۔ اور نہ فقط مخلوق کو حکم دیا۔ بلکہ ہم خود اسپر عمل کرتے ہیں۔ پڑھیے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ یقین جانو کہ اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں پیغمبر پر تو اے ایمان والوں تم بھی درود بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

دوسرے مقام پر سورہ طلاق جزو ۲۸ رکوع ۱۸ پر ارشاد رب العزت ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا۔ يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ الخ۔ یعنے حق تعالے نے تمہارے پاس اپنا رسول بھیجا ہے۔ جو تمہارے سامنے واضح آیتیں پڑھتا ہے۔ اسے بخوبی ظاہر ہوا کہ ذکر سے مراد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور انکی اولاد امجاد کے اسماء گرامی میں ہیں۔ اور انکے نام نامی و اسماء گرامی ذکر ہے۔ علاوہ برین پھر بھی اگر دل کو تلاش ہے کہ نہیں اسکے علاوہ کوئی اور آیت ہو تو پڑھیے۔ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہر طرح سے اس کے حافظ و نگہبان ہیں۔ اب تو یقین ہوا کہ ذکر آنجناب کا نام نامی و اسم گرامی

واسم گرامی خلاق عالم نے مقرر فرمایا ہے۔

ساتویں ذکر یعنی اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ جیسا کہ حق تعالے نے سورہ نحل میں جزو ۱۴ رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف اے رسول اہلبیت کو تاکہ لوگوں کے واسطے حرام وحلال اوامر ونواہی اور جو جو چیزیں معلوم نہ ہوں وہ سب وہ بیان کریں۔ یہ سب اسواسطے ہے تاکہ فکر وتامل کریں۔

لیکن دشمنان اہلبیت کہ جنکے کلیجے فضائل اہلبیت سنکر بیٹھے جاتے ہیں۔ ان کی فضیلت دیکھ نہیں سکتے۔ اس آیت میں ذکر کہ جو معنی اہلبیت پیغمبر کے ہے محض عداوت نہیں لیتے ہیں تاکہ فضیلت اہلبیت ظاہر نہ ہو۔

پس اگر ذکر بمعنی قرآن اس مقام پر لیں تو بھی فضیلت اہلبیت رسول ثابت ہوگی۔ کیونکہ نزول قرآن اہلبیت ہی کے گھر میں ہوا۔ علاوہ بریں یہ قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ میری زبان سے قبول نہ کیجئے بلکہ زبان وحی سے انکی معیت قرآن کا اعلان سنیئے۔

بیان معیت اہلبیت با قرآن

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ حدیث ثقلین بھی اسی کی تائید وتصدیق کرتی ہے۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ۔ میں تم میں دو چیزیں بہت گراں بار چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا دوسرے عترت اہلبیت میرے۔ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا مِنْ بَعْدِیْ۔ اگر ان دونوں سے تمسک کروگے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ وَاِنَّھُمَا لَا یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے حوض کوثر تک جدا نہیں ہوسکتے۔

ابھی اور سنیئے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ یا علی انك تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔ فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ اے علی تم قتال کروگے تاویل قرآن پر۔ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا۔

علاوہ بریں رسول اللہ کا فرمان۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ۔ کہ میں تم میں دو گراں بار چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا۔ اور دوسرے عترت۔

سوال متعلق قرآن و جواب اسکا

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کتاب کہ جو احدے الثقلین ہے۔ وقت رحلت پیغمبر کہاں تھی۔ آخر وہ کتاب جسے آنحضرت چھوڑ کر جاتے ہیں کس کے پاس اور کس مقام پر تھی۔ اگر یہ خیال آئے کہ وہ موجودہ قرآن ہے اسی کو پیغمبر فرماتے ہیں۔ تو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ موجودہ قرآن نہ جناب خلیفہ اول کے زمانے میں مرتب ومدون ہوا۔ بلکہ جناب خلیفہ سوم کے زمانے میں مرتب ہوکر مشہور ہوا اسیواسطے اسکو بیاض عثمانی بھی کہتے ہیں۔

تو کیا نعوذ باللہ پیغمبر خدا بغیر تکمیل قرآن کئے فرما گئے کہ۔ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ ۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مدینہ کے لوگ خصوصًا اصحاب اور انہیں بھی اہل سقیفہ ایسے سیدھے سادھے نہ تھے کہ جو پیغمبر فرماتے اسکو بدل و جان قبول کر لیتے ۔ بلکہ یہ لوگ بال کی کھال کھینچنے والے تھے ۔ پس پیغمبر خدا کا فرمانا ۔ اور کل مسلمانون کا عمومًا اور اصحاب و اہل سقیفہ کا قبول کرنا ۔ اس بات کی صاف بین دلیل ہے کہ وہ کتاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ یقینًا مرتب و مکمل فرماتے کسی کے سپرد فرما گئے ۔ اور جملہ سلمان خصوصًا اصحاب کبار و اہل سقیفہ اوس شخص سپرد شدہ کو خوب جانتے پہچانتے تھے ۔ جب ہی تو کلام پیغمبر خدا کو سب نے قبول و سکوت کر لیا اور کسی نے چون تک نہ کی ۔

اب میں اہل قرآن بتاتا ہون کہ اہل قرآن وہی ہیں کہ جو فرماتے تھے ۔ لَو ثُنِّیَتْ لِیَ الْوِسَادَةُ لَحَکَمْتُ بَیْنَ اَہْلِ التَّوْرَاةِ بِتَوْرَاتِہِمْ وَبَیْنَ اَہْلِ الْاِنْجِیْلِ بِاِنْجِیْلِہِمْ وَبَیْنَ اَہْلِ الْقُرْاٰنِ بِقُرْاٰنِہِمْ ۔ اگر مسند قضاوت بچھائی جائے اور اسپر میں بیٹھکر اہل توراة کے درمیان توراة کی رو سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل کی رو سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن کی رو سے معاملات کا فیصلہ کرون ۔ تو ہر کتاب والے اقرار کریں گے کہ بیشک علی ہم سے بہت زیادہ ہماری کتاب کا علم رکھتے ہیں ۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

اگر معیت قرآن کو قرآن سے سنا ہے تو قرآن خود اپنے ساتھی اور اپنے مقام و اپنے منزل اور اپنے اہل کا ببانگ دہل اعلان کرتا ہے ۔ پڑھیے سورہ واقعہ کے یہ آیات ۔ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۔ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ۔ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ ۔ بے شک یہ بڑے رتبہ کی کتاب قرآن ہے ۔ کہ جو سینہ بے کینہ پیغمبر آخر الزمان میں ہے ۔ کہ جسکو سوائے پاک و پاکیزہ و طاہر و مطہر لوگون کے اور کوئی مس نہیں کر سکتا ۔ رہا طہارت مقام و پاکیزگی محل ۔ تو اس کے متعلق خلاق عالم صاف صاف ارشاد فرماتا ہے ۔ طٰہٰ ۔ آگاہ ہو کہ وہ ذات کہ جسکے سینہ میں قرآن ۔ طیب و طاہر پاک و پاکیزہ ہے ۔ اور مس کنندہ کی طہارت کے متعلق اعلان خدا وندی و اشتہار قرآنی یون ہے ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۔ خدا تو بس یہ ہی چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی نجس و برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ کرنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ کرے ۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد و آل محمد

حضرات محبت دلی و جوش قلبی سے بھی زیادہ توضیح کا متمنی ہے ۔ میں قرآنی ثبوت آئمہ کے متعلق اہل قرآن و اہل ذکر ہونے کا پیش کرون اب صلوٰة و درود کا ہدیہ پیش کیجئے ۔ سورہ نحل جز ۱۲ رکوع ۱۲ کی یہ آیت پڑھیے ۔ فَاسْئَلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ جو چیز بھی تم نہ جانو تو اہل ذکر یعنی اہلبیت سے سوال دور یافت کرو اور چونکہ جاہل

اہلبیت کی معیت قرآن

عنکم الرجس

اہلبیت کا اہل ذکر ہونا

قرآن مجید میں ذکر سے مراد پیغمبر خدا ہیں جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ تو اہل ذکر حضرت کے اہلبیت ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔ کتاب فصول المہمہ و تفسیر درمنثور مجلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۹ پر بھی کہا ہے۔ اسی بنا پر معاویہ ابن عمار نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ جب آپنے اس آیت کو تلاوت فرمایا اور کہا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔

اور ابن ابی حاتم نے سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ نے کہ کچھ لوگ ایسے کہ باوجود نماز پڑھتے روزہ رکھتے حج و عمرہ کرنے کے منافق ہی ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ایسے شخص میں نفاق کیونکر داخل ہوا۔ آپنے فرمایا کہ وہ اپنے امام و پیشوا پر طعن کرتے ہیں۔ اسکو برا کہتے ہیں۔ اور ان کا امام وہ شخص ہے کہ جس کو خدا نے اپنے کتاب میں۔ فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ سے ذکر فرماتا ہے۔

علاوہ بریں خود اس آیت میں اگر کچھ غور و فکر سے تامل فرمائے گا۔ کہ۔ فاسئلوا اہل الذکر۔ ایک جداگانہ مستقل ایسا کلام ہے کہ جسکو اپنے ماقبل سے کچھ ربط و تعلق نہیں۔ بلکہ یہ آیت جملہ معترضہ ہے یہاں آیت میں جامع قرآن نے داخل کردی۔ اور یوں فی الحال موجودہ قرآن میں لکھی ہے۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور جامع قرآن نے نہ فقط یہاں بلکہ کئی مقام پر اسی طرح سے کیا جیسا کہ سورہ آلعمران جزو ۳ رکوع ۱۶ میں مذکور ہے۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم قل ان الھدی ھدی اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم میں قل ان الھدی ھدی اللہ۔ جملہ معترضہ ہے۔ اور اسی طرح جامع قرآن نے ایۃ تطہیر کو آیۃ ازدواج میں داخل کردیا اسی طرح اس آیت۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی و اصول کافی میں منقول ہے کہ ذکر سے مراد رسول خدا اور اہل الذکر سے مقصود اہلبیت پیغمبر کہ جن سے دین و دنیا کی چیزیں سوال کرنے کا پروردگار حکم فرماتا ہے۔

حضرات ہر غلام اپنے آقا کی تعریف کرتا ہی ہے۔ لیکن تعریف تو وہ قابل اعتبار ہے کہ جو دشمن کے قلم یا زبان سے نکلے۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ صاحب کتاب جواہر العقدین باوجود مخالف و دشمن ہونے کے یہ بھی لکھ گئے کہ حق تعالے نے اہلبیت پیغمبر کو پیغمبر کے ساتھ بہت سی چیزوں میں شریک فرمایا ہے۔ علامہ فخر الدین رازی بدل ناخواستہ مجبوراً انہیں سے پانچ چیزیں شمار کرتے ہیں۔ اول۔ حرمت صدقہ جس طرح پیغمبر خدا پر صدقہ حرام ہے اسی طرح انکے اہلبیت کرام پر بھی صدقہ حرام ہے۔ اور کیوں صدقہ ان پر حرام نہ ہو اسواسطے کہ صدقہ درحقیقت ایک قسم کا چرک و وسخ درحیں پلیدی ہے اور انکی پاکیزگی و طہارت کی تصدیق آیہ تطہیر کر رہی ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ ان کے لئے صدقہ کو حرام کر کے خمس کو واجب و لازم قرار دیا جیسا کہ سورہ انفال جزو دہم رکوع اول پر ارشاد ہے واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ و للرسول و لذی القربی۔ الخ۔ یعنے اے مسلمانوں جان لو کہ جو کچھ کسی شے سے منفعت حاصل ہو تو اس میں سے اللہ اور رسول اور ائمہ اہلبیت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔

دوم اگر محبت و متابعت پیغمبر خدا کو واجب قرار دیا تو محبت و مودت اہلبیت کو بھی ضروری و واجب قرار دیا۔ ۲
قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ کہدو اے ہمارے نبی کہ میں سے اپنی رسالت کا اجر و عوض کچھ
نہیں چاہتا مگر یہ کہ ہمارے اہلبیت سے محبت و مودت رکھو یہ بھی اجر رسالت و مزد نبوت ہے

سوم سلام ہے۔ اگر حق تعالے نے پیغمبر پر سلام کیا اور فرمایا۔ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۳
تو اہلبیت پیغمبر پر بھی سلام کیا کہ جسکو اپنی کتاب میں یوں ذکر فرمایا۔ سلام علی آل یاسین۔ یعنے سلام ہو میرا میرے
اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ و الہ۔

مسلمانون دشمنی کی بھی حد ہوتی ہے۔ دشمنان اہلبیت کی یہ حالت ہے کہ ذرا سی بھی فضیلت انکی سن نہیں
سکتے بہرحال دشمنان اہلبیت نے۔ آل یاسین۔ کو۔ الیاسین۔ پڑھا ہے حالانکہ یہ بات ادنی مسلمان تک جانتا
ہے کہ یاسین پیغمبر خدا کا نام نامی ہے۔ تو پھر آل یاسین ضرور اہلبیت پیغمبر ہوے۔

چہارم حق تعالے نے اپنے حبیب کو۔ طٰہٰ۔ کے لقب سے اگر یاد فرمایا۔ یعنے اے طیب و اے طاہر۔ تو اہلبیت ۴
پیغمبر کی بھی شان مین ارشاد فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔

پنجم نماز کے حالت تشہد مین اگر پیغمبر خدا پہ درود پڑھنا واجب ہے تو انکی آل و اہلبیت کو بھی انکے ساتھ شریک ۵
درود قرار دینا بھی واجب ہے اور بغیر اس کے نماز درست و صحیح نہیں۔

اللہ اکبر مین غلام اہلبیت ہو کر فضیلت اہلبیت بیان کرون تو کوئی بڑی بات نہین۔ بلکہ فضیلت وہ ہے
کہ جسکا دشمن بھی اقرار و اعتراف کرے۔ امام شافعی کہ جو باوجودیکہ ان کو خلیفہ اول نہیں جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی اقرار
و اعتراف کرتے ہیں۔

اشعار

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم ۔۔۔ فرض من الرحمان فی القرآن
کفیٰ کم من عظیم القدر انکم ۔۔۔ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

اے اہل بیت رسول آپ کی محبت و مودت تو ایسی واجب و ضروری ہے کہ خدا نے اسکا قرآن مین حکم نازل کیا۔ آپ
لوگوں کی بزرگی کیلئے یہ کافی ہے کہ جو شخص آپ لوگوں پر درود نہ بھیجے۔ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی بلکہ بے نمازی و
تارک الصلوٰۃ قرار پاتا ہے۔ اور اجماع فریقین اس بات پر ہے کہ تارک الصلوٰۃ شریعت مقدسہ مین بحکم شارع کافر
ہے۔ جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ و الہ ارشاد فرماتے ہین۔ من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ عمداً تارک الصلوٰۃ
کافر ہے بے دین ہے یعنی جہنمی ہے۔

دشمنان اہلبیت کا کافر ہونا

اب نتیجہ یہ نکلا کہ تارک الصلوٰۃ تا پیغمبر خدا اور ان کے اہلبیت کا کافر و بے دین و جہنمی ہے۔ اللّٰھم صلی علی محمد
و آل محمد۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ دشمنان اہلبیت تارک نماز۔ اور تارک نماز خارج از اسلام۔ اور دائرہ کفار

میں داخل۔ اور بروز قیامت جہنمیوں میں شامل ذکر فتار عذاب پروردگار ہوں گے۔
امام شافعی نے کچھ کہا لیکن امام اہلسنت ہونے کے وجہ سے پھر بھی جو حق تھا نہ کہا۔ گو دل مضبوط کر کے اہلبیت کے متعلق نہ کہنے کے اعتبار سے تو ضرور کچھ کہا۔ لیکن پوری طرح تمام و کمال نہ کہا۔ اور بھلا کیونکر کہتے اتنے ہی کہنے پر رافضی ہونے کا اتہام لگایا گیا۔ جب ہی تو یہ شعر بار بار پڑھتے تھے۔

ان کان رفضی حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر آل محمد کی دوستی کرنے سے انسان رافضی ہو جاتا ہے تو جن و انس شاہد ہوں کہ ضرور بضرور رافضی ہوں۔

حضرات اگر آپ اپنے محافل و مجالس کو اہل ذکر کے ذکر سے مزین کرنا مقصود ہو تو اس حکم رسول پر عمل فرمائیے زینوا مجالسکم بذکر علی بن ابیطالب علیہ السلام۔ لان ذکرہ ذکری۔ و ذکری ذکر اللہ عبادۃ مقبولۃ۔ چونکہ یہ اہل ذکر ہیں۔ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا۔ کہ زینت دو اپنی محلفوں اور مجلسوں کو ذکر علی بن ابیطالب سے کیونکہ ان کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر ذکر خدا ہے اور ذکر خدا عبادت مقبولہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ذکر اہل ذکر عبادت مقبول ہے۔ کہ جو باعث دخول بہشت عنبر سرشت ہے۔
درحقیقت اہل ذکر یہ ہی ہیں اور ان ہی کا ذکر عبادت مقبول و زینت مجلس و محفل ہے ان ہی سے کل مشکلات حل کرانیکا حکم الٰہی ہے ہر دین و دنیا کا مسئلہ دریافت کرنا فرض۔ ان ہی سے ہر چیز کا سوال کرنا واجب و لازم ہے۔

الغرض پہلی آیت کی طرف کہ جسکو ابتدائے مجلس میں بیان کیا۔ متوجہ ہوتا ہوں۔ حق تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھکو یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔ دوسرے مقام پر سورہ انفال خیر و ہم رکوع دوم میں ارشاد ہے۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ ذکر خدا بہت کرتے رہو تاکہ فلاحیت و بہبودی نصیب ہو۔ مرغ ہر وقت یہ تسبیح کرتا ہے۔ اذکروا اللہ یا ایھا الغافلون۔ اے غافلوں خدا کا ذکر کرو۔ علم اخلاق کو مدنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر خدا کرنے کے چار طریقے ہیں۔

اول زبان سے ذکر خدا کرنا۔ اس زبانی ذکر کا فائدہ صرف اتنا ہے کہ زبان بہت سے گناہوں سے محفوظ رہتی ہے لہو و لعب کذب و تہمت تمامی و غیبت وغیرہ سے زبان بچی رہتی ہے۔ اور اسی طرح سے رفتہ رفتہ ترک گناہ کا مادہ اور اطاعت و عبادت الٰہی کا ملکہ اس میں پیدا ہونے کا امکان ہے۔

دوم دل سے ذکر خدا کرے یعنے دل کو دوسری طرف سے منصرف کر کے خدا کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کرے اگرچہ توجہ و مجبوری ہٹا لے تو دل فوری ذکر خدا سے رک جائے۔ اور انسان ذکر خدا سے غافل ہو جائے۔

سوم طریقہ ذکر خدا یہ ہے۔ کہ انسان دل سے ذکر خدا کرے۔ اس طرح سے کہ وہ ذکر دل ہو کہ اسے کل اعضاء جوارح مشغول ذکر خدا ہوں۔ اور ذکر دل کے ساتھ کل اعضاء و جوارح انسان کے ذکر خدا میں مشغول ہوں۔

یہ درجہ ذکر بہت بڑا ہے۔ عموماً لوگ اس درجہ پر فائز نہیں ہوتے۔ یہ درجہ ذکر مخصوص لوگوں کا ہے۔ ہمارے ائمہ معصومینؑ ابتداہی سے اس درجہ عالیہ پر فائز ہیں۔ جب وہ مشغول ذکر خدا ہوتے تھے تو اونکے کل اعضا و جوارح محو ذکر خدا ہوتے تھے۔ حضرت امیر علیہ السلام کا پاے مبارک سے تیر نکلنے کا واقعہ مشہور ہے۔ امام چہارم علیہ السلام کے خضوع و خشوع کیحالت تو دنیا ہی جانتی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی حالت مناجات تو سب ہی پر ظاہر و آشکار ہے۔

چہارم طریقہ ذکر یہ ہے کہ انسان کل ماسوائے اللہ کو ترک اور سب سے قطع تعلق کر کے کل اعضا و جوارح سے اس طرح ذکر خدا کرے کہ ہمہ تن ذکر ہو۔ نہ اس کے دل میں کسی کی محبت اور نہ کسی کیجانب توجہ۔۔ اور نہ کسی سے کچھ تعلق ہو بلکہ بحر عشق الٰہی میں غرق ہو اسی درجہ کو فنا فی اللہ کہتے ہیں و سلوک لے اللہ کہتے ہیں۔

اشعار

ذکر گنج ست و گنج تنہا بہ ✧ جہد کن واد ذکر تنہا دہ ✧ این اشارات بآن بود کہ مقام ✧ بایدش در حریم ستر مقام ✧

حضرت ابراہیم کے حالات اسی قسم کے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام بھی زمین کربلا میں روز عاشورا اسی دریاے عشق الٰہی میں غوطہ زن ہو کر فنا فی اللہ ہوئے۔

اشعار:۔ تَرَكْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِي هَوَاكَ ✧ وَاَيْتَمْتُ الْعِيَالَ لِكَيْ اَرَاكَ ✧ وَلَوْ قَطَّعْتَنِي فِي الْحُبِّ اِرْبًا ✧ لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلَى سِوَاكَ ✧

اے پروردگار تیری محبت میں کل کو میں نے ترک کردیا۔ اور تیری دید کی وجہ سے اپنے عیالات کا یتیم ہونا گوارا کیا۔ اے میرے اگر تو اپنی محبت میں ٹکڑے ٹکڑے بھی میرے کرڈالے تو بھی تیرے سوا غیر سے میں اپنا دل خوش نہ کرونگا۔ ایسے ہی اہل ذکر کی شان میں سورہ آل عمران جز ۴ رکوع ۳ پر ارشاد باری ہے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ تم لوگ بہترین امت کے لوگ ہو کہ جو ہدایت کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ تم امر بمعروف و نہی منکر کرتے ہو۔

حدیث میں وارد ہے کہ جناب موسیٰ نے مناجات کی۔ کہ پروردگار امیں نے توراۃ کتاب میں ایک ایسی امت کی تعریف دیکھی کہ وہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے تو انکو مقام و مرتبہ شفاعت عطا فرماے گا۔ اور اون کے نماز پنجگانہ بجالانے سے اوس کے درمیان گناہوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ وہ لوگ اگر بوقت عذر خاک پر تیمم کر کے نماز پڑھیں گے تو مثل طہارت پانی حساب فرمائے گا۔ اور اگر قربانی کا گوشت کھائیں گے تو آتش جہنم سے تو آزاد کرے گا۔ اور اگر وہ ایک نیکی بھی کریں گے تو تو انکے نامہ عمل میں دس حسنے ثبت فرمائے گا۔ اور بروز قیامت سب امتوں سے پہلے محشور کر کے سب کو داخل بہشت فرمائے گا۔ اور اے پروردگار عالم تو ان کو سب سے بہتر کتاب عطا فرمائے گا۔ وہ اسکی تلاوت کرینگے۔ انکو میری امت سے قرار دے۔ حکم ہوا کہ وہ لوگ میرے حبیب احمد محمود ابوالقاسم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ والہ کی امت سے ہیں۔ جناب کلیم اللہ مناجات کی کہ بارالہا۔ یَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ وَاحِدًا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍؐ۔ اے کاش میں بھی ایک فرد امت پیغمبر آخر الزمان سے ہوتا۔ جواب ملا اے موسیٰ چونکہ تمھاری آرزو و تمنا امت پیغمبر آخرالزمان سے ہونے کی ہے لہذا۔ اِصْطَفَيْتُكَ بِرِسَالَتِيْ وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ۔ میں نے تم کو اپنی رسالت کے علاوہ کلیم اپنا قرار دیا۔ پس جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا

اس پر شکر گذار ہو۔

حضرات خوشا حال آپ لوگوں کا کہ آج شب عید اس مجلس میں جمع ہوئے۔ آپ کے مقام و مرتبہ کی تمنا جناب کلیم اللہ کو تھی لہذا اپنے مرتبہ و منزلت کو پہنچا ہئیے۔

شعر

دو عالمی تو د خود را نکو نمیدانی
ترا رسد بجہان سروری و سرداری

شکر فرمایئے کہ امت پیغمبر آخر الزمان سے ہوئے۔ ممنون ہو جیئے کہ محبان و شیعیان امیر مومنات سے ہوئے۔ انہی کے کم محبوں کی مدح میں حق تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ اور ان کے شیعوں کے متعلق ارشاد باری ہے۔ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ۔ اور ان کے اولاد کے عزاداروں و زواروں کے متعلق مخبر صادق ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ان کو سکرات موت کی تکلیف و اذیت نہ ہوگی۔ عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے۔ اور وحدت قبر سے مامون اور وحشت لحد سے حفظ و امان خدا میں ہوں گے۔

حدیث میں وارد ہے کہ آج کی شب رشب قدر سے فضیلت میں کم نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شارع مقدس نے اس شب کے اعمال مقرر فرمائے ہیں۔ اول۔ بعد غروب وقت شب غسل کرنا۔ ۲۔ شب بیداری کرکے عبادت و اطاعت الہی میں بسر کرنا۔ ۳۔ یہ کہ بعد نماز مغرب شب عید نماز صبح و نماز عید کے بعد یہ تکبیرات پڑھنا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا هَدَانَا وَلَهُ الشُّكْرُ عَلٰی مَا اَوْلَانَا۔ یہ کہ زیارت امام حسین علیہ السلام بجالائے اور زیارت روز عید مخصوصہ کہ جو کتب ادعیہ میں موجود ہیں۔ اور روز عید غسل کرنا خوشبو لگانا۔ لباس نو پاک و پاکیزہ پہنا۔ نماز عید پڑھنا۔ وغیرہ اعمال بجالانے کی تاکید ہے۔

حضرات یہ عید تو ہمارے اور آپ کی تھی لیکن خاندان رسالت کی عید اور ہی طرح ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ روز عید حسنین علیہما السلام نے اپنی والدہ گرامی سے عرض کی کہ اے مادر مہربان مدینہ کے اطفال روز عید طرح طرح کے لباس پہنے گے۔ ہمارے پاس لباس نہیں ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ تم غمدیدہ نہ ہو۔ تمہارے لباس درزی کے یہاں ہیں۔ جب لائے گا۔ تم دونوں کو پہنادوں گی۔ جب شب عید ہوئی پھر دونوں نے عرض کی کہ اماں جان شب عید بھی آگئی اور درزی کپڑے نہیں لایا۔ جناب سیدہ یہ سنکر اپنی ناداری ظاہری خیال کرکے رونے لگیں۔ اور پھر اسی طرح کلمات تسکین فرمائے جب تھوڑی شب گذری تو کسی نے دروازے پر دق الباب کیا۔ حضرت نے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اے بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ دروازہ کھولئے میں درزی حسنین علیہما السلام کے لئے کپڑے لایا ہوں۔ جب معصومہ نے دروازہ کھولا تو اس نے ایک رومال بندھا ہوا دیا اور چلا گیا۔ جناب سیدہ نے حجرہ میں پہنچکر کھول کر دیکھا

اعمال شب عید و روز عید

عید اہلبیت اور حسنین کے لئے لباس جنت

خازن جنت حسنین کا لباس لایا۔

تو دو پیراہن دو ردائیں دو ہمزدالیں دو عبائیں دو عمامے دو موزے تھے۔ جب حسنین بیدار ہوئے تو جناب سیدہ نے دونوں کو پہنایا۔ جب رسول خدا گھر میں تشریف لائے۔ دونوں شہزادوں کو لباس سے آراستہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ بوسے لئے۔ فرمایا کہ اے فاطمہ بیٹی نے جانا تم نے کہ یہ درزی کون تھا اور یہ لباس کیسے تھے عرض کی خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ درزی نہ تھا بلکہ رضوان خازن جنان تھا۔ اور یہ کپڑے حلہائے جنت سے ہیں۔

کیوں مومنین ایک روز تو یہ مرتبہ امام حسین کا تھا کہ رضوان خازن جنان بہشت کو چھوڑ کر دروازۂ فاطمہ زہرا پر آکر فخریہ کہتا ہے۔ کہ میں حسنین کا درزی ہوں۔ اور حق تعالیٰ ان کے واسطے حلہ بہشتی بھیجے۔ سیدہ نے پہنایا۔ رسول خدا خوش ہوئے۔ گود میں اٹھا لیا۔ بوسے لئے۔ اور ایک وقت اسی حسین پر ایسا تھا کہ بروز عاشور زمین کربلا پر لباس کہنہ زیب بدن تھا۔ وہ بھی جا بجا سے چاک تھا۔ اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے بھی تھا۔ تیروں سے تنگار بھی تھا۔ مگر ہائے افسوس ایسا کپڑا بھی جسم اقدس پر رہنے نہ پایا۔ اعدائے بھی اوتار لئے گئے۔ جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دیکھا میں نے کہ بروز عید اپنے ہاتھوں سے رسول خدا اپنے نواسوں کو لباس پہنا رہے ہیں اور تکمے لگا رہے ہیں اور بند باندھ رہے ہیں۔ مگر وہ لباس ایسا ہے کہ جو لباس کہ دنیا سے معلوم نہیں ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیسا لباس ہے اور کہاں سے آیا ہے فرمایا۔ هٰذا هَدِیَّةٌ اَهْدٰاهَا اِلَیَّ رَبِّی لِاَجْلِ الْحُسَیْنِ وَاِنَّ لُحْمَهَا مِنْ زَغَبِ جَنَاحِ جِبْرَائِیْلَ۔ یہ لباس خدا نے میرے حسین کے لئے اپنے یہاں سے تحفہ بھیجا ہے۔ اور اس کی بناوٹ جبرئیل امین کے نازک پروں سے ہے۔ آج روز زینت ہے اس لئے میں حسین کو پہناتا ہوں کیونکہ میں اسے بہت دوست رکھتا ہوں۔

کیوں مومنین جس حسین کے واسطے خدا نے نازک لباس تحفہ بھیجا اسی جسم اقدس پر کربلا میں تلواریں پڑتی تھیں۔ نیزے لگائے جاتے تھے۔ نیزے برسائے جاتے تھے اور جو جسم حسین جبرئیل کے نازک پروں سے پرورش پایا ہو۔ ہائے افسوس وہ جسم زخمی خاک گرم پر پڑا ہو۔ اس پر گھوڑے دوڑائے جاتے تھے۔ امام زمانہ صاحب الامر فرماتے ہیں۔ تَطَئُوكَ الْخُیُولُ بِحَوَافِرِهَا۔ اے جد بزرگوار جب آپ زخمی ہو کر زمین پر تشریف لائے تو گھوڑے اپنے سموں سے آپ کے جسم اقدس کی بے ادبی کرتے تھے اور آپ کے جسم نازک پر اپنی ٹاپیں رکھتے تھے۔

وَیَوْمًا یَشْتَهِیْ لُبْسَ الْجَدِیْدِ ۔۔۔ تَبَانِیْ مُلَّةٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدِ

اور ایک دن وہ تھا کہ اون جناب نے چاہا کہ روز عید لباس جدید پہنون تو جبریل بحکم خدا حلہائے جنت لائے۔

ع دیوثا تند وماخلق الثیاب بخی دمند فی حق الشراب

اور ایک دن وہ تھا کہ اون حضرت نے بروز عاشورا اپنی بہن جناب زینب سے لباس کہنہ منگا کر پہنا ہائے افسوس اعدا نے وہ بھی اوتار لیا اور انجناب کو زمین گرم پر بے لباس کے چھوڑ دیا آہ آہ صرف وہ زیر جامہ باقی تھا کہ جس کے کمر بند کے واسطے جمال لعین نے دست اقدس قطع کئے۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب لقد کا ھذا الا السخنۃ نسخۃ شریفۃ ما رات علیہ واحد عن یلیھا ولا سمعت اذن شخص بل یلیھا لان فیہا اسرار دقیقۃ واحکاماً لطیفۃ وحکایات عجیبۃ۔ ونکات غریبۃ۔ فی غایۃ الاحسان ہل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ والحمد للہ الملک المنان۔ والصلاۃ والسلام علی من انزل علیہ القرآن۔ امین اللہ تعالیٰ علی جمیع الاکوان۔ احمد محمود ابی القاسم محمد بن عبد اللہ وعلی اولادہ الطیبین الطاہرین من الآن الی یوم الدین۔ الی ابد الآبدین ودھر الداہرین

فہرست خریداران کتاب انوار الصادقین فی مواعظ الصائمین قبل از طباعت

حاجی قاسم علی غلام حسین وبرادران تحیہ ایصال ثواب بروح پدر خود و غلام حسین وجد خود و دادا بھائی و زینب و سکینہ دختران غلام حسین حاجی حسن حاجی عبد اللہ ہاشم تحیہ ایصال ثواب بروح والدین خود فاضل ہاشم

فاضل حسن بھائجی محمد جعفر بابو پیا تحیہ ایصال ثواب پدر خود حاجی احمد راشد فاضل

ایضاً حاجی حسن حاجی عبد اللہ ہاشم حاجی محمد حاجی عبد اللہ ہاشم حاجی عبد الرسول حاجی محمد موراج

حاجی موسی حاجی محمد موراج جمعہ حاجی علی موراج موسی حاجی علی موراج ایضاً فاضل حسن بھائجی

حسین حسن بھائجی

اعلان واجب الاذعان

جملہ قارئین کرام وناظرین عظام سے التماس ہے کہ امورات دریافت اور ضروری خط وکتابت جناب عمدۃ الحاج والمعتمرین زوار چہاردہ معصومین مولوی سید محمد اکبر صاحب قبلہ رکابگنج قدیم۔ میر عشق باغ۔ لکھنؤ اودھ انڈیا سے فرمائیں

کتاب ملنے کا پتہ

۱۔ الحاج مولانا سید محمد اکبر صاحب قبلہ
باغ میر عشق رکاب گنج لکھنؤ

۲۔ محمد تقی اثنا عشری کتب خانہ
چوک لکھنؤ